رنگین تصاویر سے مزین

تبرکات صحابہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کا تصویری البم

مؤلف

مولانا ارسلان بن اختر میمن

مکتبہ ارسلان

MAKTABA-E-ARSALAN

نام کتاب .... تبرکات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تصویری البم

مؤلف .... مولانا ارسلان بن اختر میمن

اشاعت اوّل .... فروری 2011ء

مکتبہ ارسلان

جمشید روڈ نمبر 2، کراچی

فون: 0333-2103655

خط و کتابت کا پتہ: مکتبۃ القرآن علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ فون: 021-34856701

عرض مؤلف

مجھے قلبی طور پر تاریخی اور مقدس مقامات کی زیارت کا شوق رہا ہے اسی شوق کے نتیجہ میں عرصہ 7 سال سے احقر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے منسوب مقدس مقامات کی تصاویر جمع کرتا رہا گویا کہ زیر نظر کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے احقر کی سات سالہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔

شروع میں یہ کتاب کئی جلدوں میں چھاپنے کا ارادہ تھا مگر بعد میں بندہ نے قارئین کے بوجھ کو کم کرنے کیلئے اس کتاب کو 8 مختلف کتب میں تقسیم کر دیا جن کے نام درج ذیل ہیں۔

1. تبرکات نبوی ﷺ کا تصویری البم
2. تبرکات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تصویری البم
3. مقامات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تصویری البم
4. تبرکات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تصویری البم
5. تبرکات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تصویری البم
6. تبرکات اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا تصویری البم
7. مقامات اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا تصویری البم
8. زیارات اسلامی کا تصویری البم (پاکٹ)
9. حیوانات قرآنی کا تصویری البم
10. مقدس مقامات کا تصویری البم

اللہ تبارک و تعالیٰ کی چاہت شامل حال رہی تو مذکورہ بالا 8 کتب 1 سال کے اندر قارئین کے ہاتھوں میں ہونگی۔ (انشاء اللہ)

احقر نے اس کتاب میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات کے ساتھ ساتھ ان کے مزارات و مقامات کی تصاویر بھی اس کتاب کی زینت بنایا ہے تا کہ قارئین جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات پڑھنے کے دوران ان مقامات اور مزارات کی تصاویر کو دیکھیں گے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات کو یقین کے ساتھ پڑھیں گے اور جب کسی واقعے کا یقین ہوتا ہے تو اس کی لذت اور کیفیت بڑھ جاتی ہے۔

مجھے قوی امید ہے کہ قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ کر یہ کتاب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے نہ صرف غور و فکر کے بہت سے نئے دروازے کھول دے گی بلکہ سنجیدہ عشاق حقیقی کے طالب علموں کیلیئے ان جیسا بننے کا ذریعہ بنے گی کیونکہ بنی آدم کی یہ فطرت ہے کہ جب اس کے سامنے کوئی واقعہ بیان کیا جائے تو اسے اس مقام کو دیکھنے کا تجسس ہوتا ہے۔

چودہ سو سال سے قارئین جب بھی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واقعات پڑھتے ہیں تو ان کے دل میں ان مقامات کو دیکھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، مگر مشقت اور مالی اعتبار سے کمزوری کی وجہ سے لوگ مقامات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کو دل میں لئے ہی اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

احقر نے کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منسوب مقامات و مزارات کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تا کہ ہمارے قارئین ان 480 صفحات کا مطالعہ کر کے گھر بیٹھے ہزاروں کلومیٹر کا سفر اور لاکھوں روپے خرچ کئے بغیر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات و مقامات کی سیر کر سکیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اس کتاب میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منسوب مقامات کے نقشوں کو بھی تفصیل سے دیا گیا ہے تا کہ قارئین کو ان مقامات کے تعین کو سمجھنے میں مزید آسانی ہو جائے۔

میرے نزدیک یہ کتاب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عاشقوں کیلئے انمول تحفہ ہے جو قارئین کو مقدس مقامات کی گھر بیٹھے سیر کراتی ہے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات و واقعات کو پڑھنے کے بعد جذبہ ایمانی پیدا کرتی ہے۔

آخر میں احقر ان تمام احباب کا شکر گزار ہے جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی بھی طرح کی معاونت کی، خاص طور پر ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں جن کی ارسال کردہ تصاویر کو احقر نے اس کتاب کی زینت بنایا ہے اللہ تعالیٰ ان احباب کو اپنی شان کے مطابق اجر عظیم عطا فرمائے۔

العارض: ارسلان بن اختر میمن

كان الله له عوض كل شئ

نوٹ: زیارات کے موضوع کی چھٹی جلد بعنوان تبرکات اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا تصویری البم 20-05-2011 تک مارکیٹ میں دستیاب ہوگی۔ انشاء اللہ

تصانیف: مولانا ارسلان بن اختر میمن

خط و کتابت کا پتہ: مکتبۃ القرآن علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

فون نمبر: 0333-2103655 اکاؤنٹ بنام: محمد ارسلان

M.C.B اکاؤنٹ نمبر: 28909 برانچ کوڈ: 1247

نمبر شمار	کتاب کا نام
1	بیت اللہ کا تصویری البم
2	مسجد نبوی ﷺ کا تصویری البم
3	نامور علماء کے مثالی واقعات
4	تاریخ کے سنہری واقعات
5	حضور ﷺ کا مثالی بچپن
6	نامور بچوں کے مثالی واقعات
7	سچی حیران کن کارگزاریاں
8	موت کے پراسرار واقعات
9	حضور ﷺ کے بیان کردہ دلچسپ واقعات
10	ناقابل فراموش سچے واقعات (1 جلد)
11	مولانا طارق جمیل صاحب کے 10 بیانات کے کتابچے
12	اللہ کی بندوں سے محبت کی وجوہات
13	اللہ بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں تقریظ: مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ
14	اللہ کے عاشقوں کی عاشقی کا منظر تقریظ: مولانا نظام الدین شامزئیؒ
15	محبت الٰہی کے راستے
16	گناہوں کا سمندر اور محبت الٰہی کی وسعت
17	نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کے طریقے
18	جوانی ضائع کرنے کے نقصانات (کارڈ ٹائٹل)
19	علامات محبت پسند فرمودہ: مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
20	اللہ کے دوستوں کے حالات (کارڈ ٹائٹل)
21	اللہ کا پیارا بننے کے طریقے (دعوت وتبلیغ پر تحقیقی کتاب)
22	اللہ سے تعلق قائم کرنے کا طریقہ
23	جدید مستند مجموعہ وظائف تقریظ: مولانا نظام الدین شامزئیؒ
24	عبرت انگیز بیانات (مولانا طارق جمیل صاحب کے 20 اثر انگیز بیانات)
25	دلچسپ اصلاحی واقعات (ہزاروں کتابوں سے منتخب واقعات)
26	دلچسپ عبرت انگیز واقعات (ہزاروں کتابوں سے منتخب واقعات)
27	دلچسپ حیرت انگیز واقعات (ہزاروں کتابوں سے منتخب واقعات)
28	دلچسپ اثر انگیز واقعات (ہزاروں کتابوں سے منتخب واقعات)
29	دلچسپ انوکھے واقعات (ہزاروں کتابوں سے منتخب واقعات)
30	ہنستے ہنساتے واقعات (اکابر کے مزاحیہ واقعات)
31	صحابہ کے سبق آموز حالات
32	اللہ کے عاشقوں کے حالات
33	اللہ کے دیوانوں کے محبت بھرے واقعات
34	رب کریم کا گنہگاروں سے پیار
35	خوف خدا کے سچے واقعات
36	اللہ والوں کی دنیا سے بے رغبتی
37	خواتین کے مثالی واقعات
38	گناہوں کا خوفناک انجام (سائز 23x36)
39	رزق حلال کی برکتیں
40	اللہ سے شرم کیجئے
41	واقعات کی دنیا 4 کلر انڈونیشن پیپر

نمبر شمار	کتاب کا نام
42	واقعات کا خزانہ 4 کلر انڈونیشن پیپر
43	فضائل حفظ قرآن (مولانا قاری محمد طاہر رحیمی)
44	روٹھے رب کو منالو (سائز 23x36=16)
45	حفاظت نظر کے 50 انعامات (سائز 23x36=16)
46	گناہوں سے بچئے اللہ کا محبوب بنئے (کارڈ ٹائٹل)
47	مواعظ مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ
48	بیانات مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ
49	گمراہی سے ہدایت تک خطبات طارق جمیل (1)
50	سچی توبہ کی برکات خطبات طارق جمیل (2)
51	قرآن کے حیرت انگیز واقعات
	مولانا ارسلان بن اختر کی نئی تصانیف
52	گناہوں سے بچنے کے انعامات
53	اللہ سے دوستی کے انعامات
54	لذت ترک گناہ
55	سیرت النبی ﷺ کے انمول واقعات
56	تبلیغ کی محنت انعامات کی بارشیں (مولانا طارق جمیل صاحب)
57	اللہ کا تعارف (مولانا طارق جمیل صاحب)
58	پراسرار اژدھا اور جنتی لاٹھی (حضرت موسیٰؑ کے 300 واقعات)
59	مالی پریشانیوں کا نبوی ﷺ حل
60	سکون دل کے نبوی ﷺ راستے (1 جلد میں)
61	گستاخ رسول ﷺ کا عبرتناک انجام
62	تبرکات نبوی ﷺ کا تصویری البم 4 کلر آرٹ پیپر
63	تبرکات انبیاء علیہم السلام کا تصویری البم 4 کلر آرٹ پیپر
64	مقامات انبیاء علیہم السلام کا تصویری البم 4 کلر آرٹ پیپر
65	تبرکات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا تصویری البم 4 کلر آرٹ پیپر
66	عذاب الٰہی (4 کلر آرٹ پیپر 23x36=16)
	4 کلر پاکٹ سائز کتب + انڈونیشین پیپر
67	گناہوں کا خوفناک انجام
68	عذاب قبر کے دہشت ناک واقعات
69	درود شریف کی برکات
70	اللہ کو اپنا بنالو (طارق جمیل) Vol. 1
71	اللہ سے دوستی کرلو (طارق جمیل) Vol. 2
72	اللہ سے صلح کرلو (طارق جمیل) Vol. 3
73	شان محمد ﷺ کے مثالی واقعات
74	ندامت کے آنسو
75	نیکیوں کے پہاڑ سیکنڈوں میں
76	آپ کے پریشانیوں کا حل وظائف نبوی ﷺ کی روشنی میں
77	روٹھے رب کو منالو
78	نیک اعمال کی برکات
79	تنگی رزق کا نبوی علاج
80	کیا آپ سکون چاہتے ہیں؟

نمبر شمار	کتاب کا نام
	مولانا طارق جمیل صاحب کے بیانات کے 10 انمول کتابچے
1	آج اللہ ناراض ہے
2	سکون کی تلاش
3	پتھر دل انسان
4	موت اور قبر
5	جنت کی پری چہرہ حور
6	قرآن اور نماز کی برکات
7	ایمان ویقین کے حیران کن اثرات
8	دنیا سے محبت اور موت کی دستک
9	قبر کی اندھیری رات
10	ندامت کے آنسو
	تصانیف ام دانیال نقاش
1	کہانیوں کا خزانہ Vol. 1
2	دلچسپ اصلاحی کہانیاں Vol. 2
3	کہانیاں ہی کہانیاں Vol. 3
4	انوکھی کہانیاں Vol. 4
	کتب ادارۃ اشاعت اسلام (مؤلف: محمد انور میمن)
1	عورت کی اسلامی زندگی اور جدید سائنسی تحقیقات
2	مثالی دولہا
3	مثالی دلہن
4	پردہ اور جدید ریسرچ
5	موت اور قبر کے حیران کن واقعات
6	اللہ کے نافرمانوں پر عذابات کے عبرتناک واقعات
7	داڑھی شیو اور جدید تحقیقات
8	فیشن زدہ زندگی اور جدید سائنسی تحقیقات
9	گنہگار جب اللہ کی طرف پلٹے
10	رزق میں برکات کی نبوی تعلیمات
11	اکابر دیوبند کے ایمان افروز واقعات
12	جعلی عاملوں اور جادوگروں کے پرفریب ہتھکنڈے
13	پریشانیوں اور مصیبتوں سے حل کے نبوی طریقے
14	اللہ والوں کی کرامات ومدد کے ایمان افروز واقعات
15	بدنظری اور عشق بازی اور جدید تحقیقات
16	جنت کی حوروں کا حسن اس کے عاشقوں کے واقعات
17	ناقابل یقین سچے واقعات
18	نوجوان تباہی کے دہانے پر
19	سنت نبوی اور جدید سائنسی تحقیقات (3 جلد)
20	ہم نے کیوں اسلام قبول کیا
21	دین سے دوری کے نقصانات

فہرست

فضائل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو اس وقت سہارا دیا جس وقت ان کا ماننے والا دنیا میں کوئی نہ تھا۔ انہوں نے اس دین کے لئے ایسی ایسی قربانیاں دیں جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اس کی خاطر اپنے جان و مال، اعزہ واولاد اور عزت وآبرو کو بھی داؤ پر لگا دیا۔ اپنا سب کچھ لٹا کر انہوں نے اس دین کے پودے کی کاشت کی اور اس وقت اس کی آواز کو بلند کیا جس وقت اسکی حمایت میں ایک کلمہ بھی منہ سے نکالنا موت کو دعوت دینا تھا۔ ان کا یہی ایثار اور قربانی اور پیغمبر اسلام ﷺ اور اللہ کے دین سے والہانہ محبت ہے کہ جس نے ان کو غیر معمولی عظمت اور فضیلت سے مالا مال کر دیا اور وہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کی عقیدت ومحبت کا مرجع بن گئے۔ (حوالہ مناقب صحابہ)

صحابی کسے کہتے ہیں

صحابی وہ شخص ہے جسے حالت اسلام میں رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہو پھر حالت اسلام ہی پر فوت ہوا ہو۔

1. ملاقات لمبی ہوئی یا تھوڑی۔
2. آپ ﷺ سے کوئی حدیث بیان کی یا نہیں۔
3. آپ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا یا نہیں۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن کی روشنی میں

قرآن پاک میں مختلف جگہوں پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل ذکر کئے گئے ہیں چنانچہ سورۃ توبہ میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (پ 11 سورۃ التوبہ:100)

اسلام میں سبقت لے جانے والے مہاجر اور انصار صحابہ اور ان کے بعد آنے والے مخلص صحابہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ نے ان کیلئے جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

سورہ فتح میں ارشادی باری تعالیٰ ہے:

جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ سے بیعت کر رہے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر (بیعت کے بعد) جو شخص عہد توڑے گا، سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر (بیعت میں) خدا سے عہد کیا ہے تو بہت جلد اس کو بڑا اجر دے گا۔ (پ 26 سورۃ الفتح:10)

سورۂ فتح میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو انہیں دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں۔ ان کی علامات سجدہ کی تاثیر کی سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی، اس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس نے کونپل کو قوی کیا پھر وہ اور موٹی ہوئی اور پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تا کہ ان سے کافروں کو جلا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات (صحابہ) سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں، مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ (پ 26 سورۃ الفتح:29)

سورۂ بینہ آیت 7،8 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ (صحابہ کرام) بہترین مخلوق ہیں۔ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا رہے۔ (پ 30 سورہ بینہ:7،8)

سورہ بقرہ آیت 137 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

سو اگر وہ (دوسرے لوگ) بھی اس طریق پر ایمان لے آئیں جس طریقے سے تم (اے جماعت صحابہ) ایمان لائے ہو تب تو وہ بھی راہ ہدایت پر آجائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو وہ سراسر مخالفت پر اڑے ہوئے ہیں۔ (پ 1 سورہ بقرہ:137)

وہ قبائل جو صلح حدیبیہ سے پہلے ایمان لائے
فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہونے والے قبائل
فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والے قبائل
وہ قبائل جو 9ھ (عام الوفود) اور 10ھ میں مسلمان ہوئے

عرب قبائل کا اسلام میں داخلہ

فضائل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

1 ہر صحابی کی شان ہر غیر صحابی امتی سے بڑی ہے، جیسا کہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْاَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نِصْفَهٗ

میرے صحابہ کو گالی نہ دینا کیوں کہ اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کردے تو صحابہ کے ایک مدغلہ بلکہ آدھا مدغلہ کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(بخاری کتاب المناقب باب قول النبی لوکنت متخذ اخلیلا حدیث: 3673)

2 حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْا فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَیَقُوْلُوْنَ فِیْکُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰہِ فَیَقُوْلُوْنَ لَھُمْ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَھُمْ

(بخاری کتاب المناقب باب فضائل اصحاب النبی حدیث: 9 ,36)

ایک زمانہ آئے گا کہ اہل اسلام کا ایک لشکر جہاد کرے گا۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے تو وہ کہیں گے ہاں ہے تو ان کو فتح دی جائے گی۔

یہ ہیں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کے اجسام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مبارک بنا دیا کہ ان کی برکت سے فتح ہوگی۔

بغض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا انجام

3 حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْا ھُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ (میزان الاعتدال تذکرہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن)

میرے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے بارے میں اللہ سے ڈرو، دو مرتبہ فرمایا ان کو میرے بعد نشانہ نہ بنانا، جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھتے ہوئے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی عنقریب اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے گا۔ (ترمذی ابواب المناقب باب فیمن سب اصحاب النبی 3862، ومسند احمد جلد 5)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ

4 میرے اصحاب کو گالی نہ دو اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو میرے اصحاب کو گالی دے۔

(مجمع الزوائد ج 10 ص: 21 / رواہ الطبرانی فی الاوسط رجالہ رجال الصحیح)

5 ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر نبی کو اس کی امت میں سے سات محافظ دیئے گئے تھے اور مجھے چودہ (14) دیئے گئے ہیں جو کہ یہ ہیں:

1	علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	2	حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3	حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	4	جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5	حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	6	ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7	عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	8	مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9	بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ	10	سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11	عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ	12	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
13	مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	14	حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ترمذی مستدرک عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب)

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین وجمیل در و دیوار جہاں سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف غزوات کی طرف بھیجا کرتے تھے

جنت البقیع جہاں دس ہزار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدفون ہیں
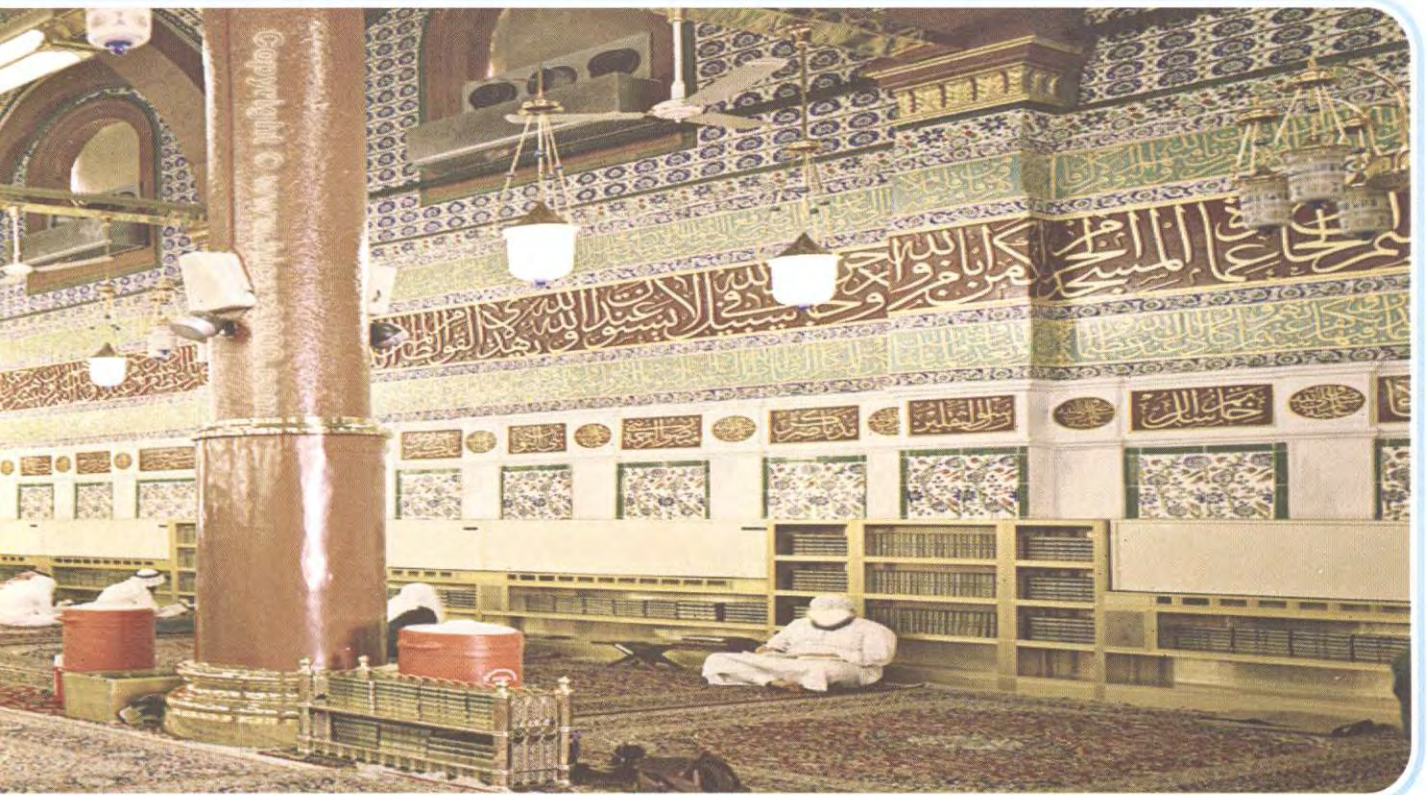
...الیٰ عنہم نمازیں پڑھا کرتے تھے

...تے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی جگہ قرآن وحدیث کا درس سنا کرتے تھے

...عالیٰ عنہم قرآن وحدیث کا درس سنا کرتے تھے

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے بڑی خوشخبری کا اعلان

6 حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ

طُوبٰی لِمَنْ رَآنِی وَطُوبٰی لِمَنْ رَأٰی مَنْ رَآنِی طُوبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَآب (مجمع الزوائد ج:10 ص20، رواۃ الطبرانی سندہ حسن)

اس شخص کو مبارک ہو جس نے حالت ایمان میں مجھے دیکھا، پھر اس شخص کو بھی مبارک ہو جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا ان کا بہت اچھا ٹھکانہ ہے۔

یعنی آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کو مبارک دی۔ (حوالہ خطبات شان صحابہ رضی اللہ عنہم)

آپ ﷺ کے بعد فتنے شروع ہوجانے کی پیشگوئی

7 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ستارے آسمان کے لئے امن ہیں، جب ستارے ختم ہوں گے تو آسمان کا امن ختم ہوجائے گا یعنی ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح میں اپنے اصحاب کیلئے امن ہوں جب میں دنیا سے رخصت ہوجاؤں گا تو وعدہ کے مطابق صحابہ میں اختلاف پھوٹ پڑے گا۔

وَاَصْحَابِی اَمَنَةٌ لِّاُمَّتِی فَاِذَا ذَهَبَ اَصْحَابِی اَتٰی اُمَّتِی مَا یُوْعَدُوْنَ

اسی طرح میرے صحابہ میری امت کیلئے امن ہیں جب صحابہ دنیا سے چلے جائیں گے تو میری امت ان مصائب اور فتنوں میں مبتلا ہوگی جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(مسلم کتاب فضائل صحابہ باب ان بقاء النبی امان لاصحابہ وبقاء اصحابہ حدیث: 2531)

صحابہ رضی اللہ عنہ کے معاملات میں خاموش رہنے کا حکم فضیلت اور وعید

8 حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

احفظونی فی اصحابی فمن حفظنی فی اصحابی رافقنی علی حوضی

میرے صحابہ کے معاملہ میں میرا لحاظ اور میری حفاظت رکھو، سو جو کوئی بھی ایسا کرے گا وہ حوض کوثر پر میرے ساتھ ہوگا۔

ومن لم یحفظنی فیھم لم یرد حوضی ولم یرنی الامن بعید

اور جو ایسا نہ کرے گا وہ حوض کوثر سے محروم رہے گا اور مجھے بھی محض دور ہی سے دیکھ سکے گا۔ (ابن عساکر)

اللہ کا صحابی کی قسم کو پورا کرنے کی حدیث

9 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ سے یہ قول نقل کرتے ہیں:

کتنے ہی بکھرے ہوئے بال والے غبار آلود، بوسیدہ کپڑے پہننے والے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم دیں تو اللہ اسے ضرور پورا کردے۔ ان میں سے ایک براء بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی ہیں۔ (سنن ترمذی)

صحابی کو دیکھنا جہنم سے چھٹکارے کا سبب

10 حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ جہنم کی آگ اس مسلمان کو نہیں چھوئے گی جس نے مجھ کو دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔ حضرت طلحہ نے (جو کہ تابعی ہیں) یہ حدیث نقل کر کے فرمایا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے اور موسیٰ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے طلحہ کو دیکھا ہے اور یحییٰ (یہ بھی راوی حدیث ہیں) کہتے ہیں کہ مجھے موسیٰ نے (یہ حدیث سنا کر) کہا کہ تم نے مجھ کو دیکھا لہٰذا ہم سب اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہیں گے۔ (حوالہ ترمذی شریف)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے منتخب کردہ لوگ

11 حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا ہے اور میرے لئے میرے اصحاب چنے ہیں، پھر انہی میں سے میرے وزیر، سسرالی رشتہ دار اور معاون چنے ہیں۔ سو جو ان کو برا کہتا ہے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان کے فرض قبول کرے گا نہ نفل۔ (حوالہ مستدرک حاکم وطبرانی)

مخلوقات میں سب سے افضل لوگ

12 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ نے اپنے سب بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد ﷺ کے دل کو ان سب دلوں میں بہتر پایا تو آپ ﷺ کو اپنی رسالت کے لئے مقرر فرمادیا۔ پھر اس کے بعد دوسرے لوگوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد ﷺ کے ساتھیوں کے دلوں کو دوسرے تمام بندوں کے دلوں سے بہتر پایا تو ان کو اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی نصرت کیلئے منتخب فرمالیا۔ (حوالہ ابوداؤد)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے جہنم کی آگ سے خلاصی کا سرٹیفکیٹ

13 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم دوزخ کی آگ سے نجات پاچکے ہو۔ (ترمذی)

اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عتیق بھی کہا جاتا ہے۔

14 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم میرے حوض کوثر کے (بھی) ساتھی ہو۔ (جس طرح) غار (ثور) کے ساتھی ہو۔ (ترمذی)

15 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ جنت میں ایک شخص ایسا جائے گا کہ جنت میں کوئی مکان اور گھر ایسا نہ ہوگا جس کے باسی اسے خوش آمدید نہ کہیں اور اس سے یہ نہ کہیں کہ ہمارے ہاں آیئے، ہمارے ہاں آیئے، وہ شخص اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم ہو۔ (طبرانی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بزبان نبوی ﷺ

16 حضرت ابو الیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کی خوشخبری سنائی ہے۔ (کنزالاعمال)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعزاز

17 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں سونے کا ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ یہ قریش کے ایک نوجوان کا ہے، میں سمجھا کہ وہ میں ہی ہوں۔ میں نے پوچھا وہ نوجوان کون ہے؟ کہنے لگے عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا) اگر میں تمہاری غیرت سے واقف نہ ہوتا تو ضرور اس محل کے اندر جاتا۔ (ترمذی، مسند احمد)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بزبان نبوی ﷺ

18 حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر ایک نبی کا جنت میں ایک ساتھی ہوتا ہے اور میرے ساتھی وہاں عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ (ترمذی)

19 حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے دنیا کے دوست ہیں اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے آخرت کے دوست ہیں۔ (مسند ابویعلی)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بزبان نبوی ﷺ

20 حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہارے لئے جنت میں بڑا خزانہ ہے اور بلاشبہ تم جنت میں دو اطراف والے ہوگے۔ (مسند احمد)

21 حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اکرم ﷺ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم میرے دنیا میں بھی بھائی ہو اور آخرت میں بھی بھائی ہوگے۔ (ترمذی)

عشرۂ مبشرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کون ہیں اور انکی فضیلت

وہ دس بزرگ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی مجلس میں ان کی زندگیوں میں جنت کی علی الاعلان بشارت دی تھی، عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا کہ بعض لوگ بعض امراء سلطنت کے سامنے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا کہتے ہیں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ افسوس میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے سامنے نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہا جاتا ہے اور تم اس پر نہ نکیر کرتے ہو، نہ اس سے روکتے ہو۔ (اب سن لو) میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے (اور پھر حدیث بیان کرنے سے پہلے فرمایا کہ یہ بھی سمجھ لو کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کروں جو آپ ﷺ نے نہ فرمائی ہو کہ قیامت کے روز جب میں حضور ﷺ سے ملوں تو آپ ﷺ مجھ سے اس کا مواخذہ فرماویں۔ یہ کہنے کے بعد حدیث بیان کی کہ

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں ہیں — عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں ہیں

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں ہیں — علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں ہیں

طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں ہیں — زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں ہیں

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں ہیں

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں ہیں

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں ہیں

ان نو حضرات کا نام لے کر حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہوگئے اور دسویں کا نام نہیں لیا۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ دسواں کون ہے تو فرمایا سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس کے بعد حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی شخص کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا، جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہو جائے، غیر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی بھی شخص کی عمر بھر کی عبادت و عمل سے بہتر ہے۔ اگرچہ اس کو حضرت نوح علیہ السلام کی عمر دے دی جائے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کے لئے جہنم کے اوپر پل صراط رکھا جائے گا۔ چنانچہ میں اور میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر سے گزر کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (فردوس دیلمی عن انس)

ان حدیثوں میں تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مغفرت اور ان کے جنت میں جانے کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ دیگر احادیث میں الگ الگ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لے کر بھی حضور اقدس ﷺ نے انہیں جنت کی بشارت سنائی ہے۔ ذیل میں ان میں سے بعض احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے۔

بعض دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو جنت کی بشارت

1. حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے جس شخص کے بارے میں سنا ہے کہ وہ زمین پر چلتے پھرتے اور زندگی گزارتے ہوئے بھی اہل جنت میں سے ہے وہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (مسلم)

2. ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جنت تین شخصوں کی منتظر اور مشتاق ہے۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (ترمذی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

3. ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن (جنت کی طرف) سبقت کرنے والے چار شخص ہیں۔ عرب میں سبقت کرنے والا میں ہوں، رومیوں میں صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اہل فارس میں سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل حبشہ میں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (حاکم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

4. ایک حدیث میں آتا ہے کہ غزوۂ حنین کے موقع پر ایک صحابی حضرت انس بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنہا ساری رات پہرے داری کی اور اس کے لئے بیشتر رات گھوڑے کی پیٹھ پر گزار دی۔ صبح ہوئی تو حضور اقدس ﷺ نے انہیں بشارت سنائی کہ تمہارے لئے جنت لازم ہوگئی ہے۔ آج کے بعد اگر تم کوئی نیکی نہ بھی کرو تب بھی جنت ہی میں جاؤ گے۔ (الاصابہ عن سہل بن حنظلیہ)

5. حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اگر (جب) اللہ تجھے جنت میں لے جائے گا تو تجھے ایسا گھوڑا سواری کے لئے دیا جائے گا جو سرخ یاقوت کا ہوگا تو اس پر سوار ہو کر جہاں چاہے گا جنت میں جاسکے گا۔ (مسند احمد، ترمذی)

6. ایک حدیث میں حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے کہنے پر بشارت سنائی تھی کہ تم اور تمہاری اولاد جنت میں جاؤ گے۔ (طبرانی، ابونعیم، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

7. ایک حدیث میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ درخت پر چڑھو اور پھل توڑ لاؤ۔ جب وہ درخت پر چڑھنے لگے اور لوگوں کی نظر ان کی پتلی پتلی پنڈلیوں پر پڑی تو وہ ہنس پڑے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہنس کیوں رہے ہو؟ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک ٹانگ بھی قیامت کے دن ترازو میں احد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوگی۔ (ابن خزیمہ، طبرانی)

8. ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنم سے نجات کی بشارت سنا دو۔ (کنز العمال عن سفینہ)

9. ایک حدیث میں حضرت زرعہ ذایزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد ہے کہ تم قبیلہ حمیر میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہو اور تم نے بہت سے مشرکین کو قتل کیا ہے، سو تم خیر کی بشارت لو اور خیر (یعنی اچھے انجام) کی امید رکھو۔ (طبقات ابن سعد عن شہاب بن عبداللہ خولانی)

10. ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خدیج سے جب کہ وہ زخمی حالت میں تھے فرمایا: اے رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تمہارے لئے قیامت کے دن گواہی دوں گا کہ تم اللہ کے راستے میں شہید ہوئے ہو۔ (مسند، طبرانی عن رافع بن خدیج)

11. ایک حدیث میں آتا ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون اور گوشت جہنم کی آگ پر حرام ہے۔ وہ نہ اسے کھائے گی اور نہ چھوئے گی۔ (ابن عساکر عن علی)

12. حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عرش الٰہی سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت پر جھوم اٹھا۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: کسی صحابی کی روح کے استقبال میں عرش الٰہی کا خوشی میں جھوم اٹھنا اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ اس صحابی کو اللہ کے ہاں کیا مقام حاصل ہے۔

13. ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے امید ہے کہ کوئی بھی ایسا شخص جس نے غزوۂ بدر یا حدیبیہ میں شرکت کی ہے، انشاء اللہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ (مسلم عن حفصہ)

اصحاب حدیبیہ کی فضیلت

اصحاب بدر کے بعد دوسری بڑی فضیلت ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حاصل ہے۔

فائدہ: بیعت حدیبیہ جس کو قرآنی بشارت کی وجہ سے بیعت رضوان اور بیعت شجرہ بھی کہا جاتا ہے، اس میں جو تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ شریک تھے، ان کے بارے میں کھلے الفاظ میں خدا کی رضا کا اعلان فرمایا گیا ہے۔

احادیث میں واضح الفاظ میں آتا ہے کہ

لایدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرہ

(مسلم، ابوداؤد، ترمذی، عن جابر بن عبداللہ)

یعنی جہنم میں ایسا ایک شخص بھی نہیں جائے گا جس نے درخت کے نیچے حضور ﷺ سے بیعت کی ہے۔

مشہور صحابہ کا شجرۂ نسب

خاندانِ قریش

فِہر [قریش]

حارث — ضَبّہ — اُہیب — ہلال — جرّاح — عبداللہ — ابوعبیدہ

مُحارِب — تیم الادرم

غالِب — لوی

عامر — زمعہ — سودہ

کعب

عدی — رزاح — قرط — عبداللہ

ہُصیص — عمرو

سہم — سعید — ہاشم — وائل — عاص — عمرو — عبداللہ

جُمح

رِیاح — عبدالعزیٰ — نفیل — خطاب — عمر — عبداللہ — حفصہ

عمرو — زید — سعید

مُرّہ

کلاب — زُہرہ

حارث — عبد — عبدعوف — عوف — عبدالرحمٰن

عبدمناف — وہب — آمنہ

وُہَیب — ابی وقاص — سعد

قصی — عبدمناف — ہاشم — عبدالمطلب

عبدالعزیٰ — اسد — خویلد — خدیجہ

عوام — زبیر — عبداللہ

عبدشمس — اُمیّہ

حرب — ابوسفیان — معاویہ — اُم حبیبہ — یزید

ابوالعاص — عفان — عثمان — عبداللہ بن رقیہ

حکم — مروان

یقظہ — مخزوم

عمرو — ابواُمیّہ — اُم سلمہ

عمر — عبداللہ

مُغیرہ — ولید — خالد

اسد — عبدمناف — ارقم

تیم

عبیداللہ — طلحہ

سعد — کعب — عمرو — عامر — ابوقحافہ عثمان — ابوبکر

عائشہ — اسماء — عبداللہ — محمد — عبدالرحمٰن

عبدالمطلب کی اولاد:

حارث — عُبیدہ

مُقوِّم — ابولہب — غیداق — ضِرار — قثم

اُم الحکیم بیضاء ★ — اروی

عاتکہ ★

زبیر ★ — عبداللہ

عبدالکعبہ ★

حجل — عباس — حمزہ — صفیہ — عبداللہ — اُمیمہ ★ — ابوطالب ★ — برّہ ★ — اروی ★

عباس: قثم — فضل — عبداللہ — عبدالرحمٰن — عبیداللہ

ابوطالب: طالب — عقیل — جعفر — علی — اُم ہانی — عبداللہ

علی: حسن — حسین — محسن — زینب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

قاسم — عبداللہ — زینب — رُقیہ — اُم کلثوم — فاطمہ — خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

ابراہیم — ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

فہر (قریش) سے محمد ﷺ تک شجرۂ نسب	← جد امجد کی بالواسطہ اولاد
قبائل کے بانی سردار	صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم
عبدالمطلب کی اولاد	

جنت کی بشارت پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	نبی کریم ﷺ کی اولاد
خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم	★ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ماں جائے بھائی بہنیں (فاطمہ بنت عمرو مخزومی کی اولاد)
نبی کریم ﷺ کی قرشی ازواج	

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں عرب میں اسلام پھیلنے کے مراحل

1 تا 6ھ/623ء تا 628ء	وہ لشکر جن کی قیادت حضور اکرم ﷺ نے فرمائی۔
6 تا 7ھ/628ء تا 629ء	غزوۂ موتہ کا سفر
7 تا 8ھ/629ء تا 630ء	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مہم
8 تا 9ھ/630ء تا 631ء	اسلام میں داخلے کیلئے وفود کی آمد 9 تا 10ھ
9 تا 10ھ/631ء تا 632ء	ملکوں اور سلطنتوں کی حدود
	اہم جنگی معرکے

بدر 2ھ/624ء

صلح حدیبیہ 6ھ 628ء

فتح مکہ 8ھ/630ء
"وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا"
صدق اللہ العظیم

اس نقشے میں حضور نبی کریم ﷺ کے اہم غزوات کو دکھایا گیا ہے۔ جزیرۂ عرب میں دکھائے گئے مختلف رنگ اسلام کی اشاعت کے مختلف مراحل کو تاریخ وار ظاہر کرتے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان جیسے جیسے جہادی محنت میں آگے بڑھتے گئے، ویسے ویسے دشمنان اسلام کی کھڑی کی ہوئی رکاوٹیں ختم ہوتی گئیں اور اسلام کو عظمت اور مسلمانوں کو عروج نصیب ہوتا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے 27 مرتبہ خود نکل کر اور تقریباً 56 مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو اپنی نگرانی میں جہادی مہمات پر روانہ فرما کر اپنے عمل سے یہ سکھا دیا تھا کہ کفر کی برپا کی ہوئی یورش اور یہود و نصاریٰ کے اٹھائے ہوئے فتنوں کا علاج کیا ہے؟ آج ہم مشکلات میں چاروں طرف دیکھتے ہیں مگر افسوس کہ اس حل کی طرف ہماری نظر نہیں جاتی۔ آج کے مسلمان نے جس طرح سیرت نبوی ﷺ سے غزوات کے عنصر کو یکسر خارج کر دیا ہے اور نبی ﷺ کی جہادی زندگی سے غفلت کی فضا جس طرح عام ہوتی جا رہی ہے، یہ ہماری پسماندگی اور غیروں کے ہاتھ میں کھلونا بن جانے کا اہم سبب ہے۔ اللہ کرے کہ حضور ﷺ کی قربانیاں اور تکالیف یاد دلانے والا یہ نقشہ ہمیں اس فریضے کو سمجھنے، اسے اپنی زندگیوں میں داخل کرنے اور اسے اس کا وہ حق دینے کی کوشش کرنے پر آمادہ کر دے جو شریعت نے اسے دیا ہے۔

کرامات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم واقعات کی روشنی میں

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کرامتیں بے حد وحساب ہیں۔ اگر ان سب کو اکٹھا کیا جائے تو مستقل ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ ذیل میں نمونے کے لئے اسی سلسلے کے کچھ مزید واقعات لکھے جاتے ہیں۔

1. حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کئی صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، جب مجلس برخاست ہوئی اور ہم سب اپنے اپنے گھروں کے لئے نکلے تو دیکھا کہ باہر سخت گہری اندھیری رات ہے، یکایک میری انگلیاں مشعل کی طرح روشن ہوگئیں اور تمام ساتھی ان کی روشنی سے رہنمائی لینے لگے۔ (طبرانی، بیہقی)

2. جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو مرض الموت میں انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور ترکہ کے معاملے میں سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو تم دو بھائی اور دو بہنیں ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ یہ سن کر مجھے تعجب ہوا، اس لئے کہ ہم تو دو بھائی اور ایک بہن تھے۔ میرے تعجب کو دیکھتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میری اہلیہ بنت خارجہ کو جو حمل ہے میرے خیال میں وہ لڑکی ہی کا ہے، چنانچہ لڑکی ہی پیدا ہوئی۔ (موطا امام مالک)

3. حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بلاشبہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ حضرت حنظلہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زمین اور آسمان کے درمیان نہلا رہے ہیں، ان کے غسل کے لئے بادلوں کا صاف ستھرا پانی ہے جو چاندی کے طشت میں رکھا ہوا ہے۔ (ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

فائدہ: ایک اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی فرشتوں نے غسل دیا تھا۔ (طبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

4. حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی ہلاکت کے لئے نکال رکھی ہے۔ (ابن عساکر)

فرشتہ کا سلام پانے والے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

5. کئی ایک ایسے خوش نصیب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جنہیں جبرائیل امین علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے سلام پہنچوایا ہے۔ ان میں سے صرف چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں احادیث یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سلام عرض کر دیجئے اور انہیں بتادیجئے کہ ان کا غصہ (دین کیلئے) عزت ہے اور ان کا راضی رہنا عین عدل ہے۔ (حوالہ ابونعیم)

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ جبرائیل علیہ السلام آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں میں قیامت کی ہولناکیوں میں آپ کے ساتھ ہی ہوں گا یہاں تک کہ آپ کو ان سے نجات دلا دوں۔ (ابن عساکر)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاس بیٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکھیاں وغیرہ ہٹا رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی تو آپ نے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا: اے ابوعبداللہ! یہ جبرائیل علیہ السلام آپ کو سلام کہہ رہے ہیں کہ قیامت کے دن آپ کے ساتھ ہی ہوں گا۔ یہاں تک آپ کو جہنم کی تپش اور چنگاریوں سے بچالوں۔ (ابن عساکر)

مسجد نبوی کے اطراف میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مکانات کا نقشہ

جنوب
حارثہ
ابوایوب
حسن
عامر
ابراہیم
عاصم کی گلی
حبشہ کی گلی
عثمان
آل عمر
مروان
رباح
آل سفیان
جعفر
عباس
نوفل
عمار
ابوسبرہ
ابوبکر
مطیع
اویس
معاویہ
حکیم
دارالقضاء
ابن مکمل
خانہ جبرئیل
باب جبریل
باب رحمت
باب نساء
جنت البقیع کی گلی
ریطہ
جبلہ
خالد
عمرو بن عاص
عاتکہ
نعیم
حسان
تمیم داری
سکینہ
بطحاء
عتبہ
قیاشین کی گلی
زبیر
طلحہ
ابن جعفر
مناصع کی گلی
میدان
ملیکہ
مخرمہ
ام حبیبہ
آل یحییٰ
عبدالرحمٰن
ابوطلحہ

مشہور بت اور ان کو توڑنے والے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

زمانہ جاہلیت میں عرب کے اہم بت

1	وڈ	11	اللات	21	نائلة
2	القلس	12	عزی	22	ھبل
3	الیعبوب	13	نہم	23	ذوالخلصة
4	باجر	14	سواع	24	یعوق
5	لاقیصر	15	سعد	25	نسر
6	عبعب	16	ذوالکفین	26	رئام
7	ذوالکعبات	17	ذوالشری	27	عمیانس
8	الحرق	18	عائم	28	مرحب
9	رضی	19	سعیر	29	یغوث
10	مناة	20	إساف	30	ذواللبا
				31	ذریح

نوٹ: نمبروں کے مطابق بتوں کی تفصیل بائیں چوکھٹے میں ہے اصل نقشے میں صرف مقامات دیئے ہیں

مشہور بت اور ان کو توڑنے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

بت	بت شکن صحابی
ودّ	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
القلس	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مناۃ	حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لات	حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عزّیٰ	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سواع	حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سوالکفین	حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ذوالخلصہ	حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا

منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نمازیں پڑھا کرتے تھے

جائے نماز رسول صلی اللہ علیہ وسلم
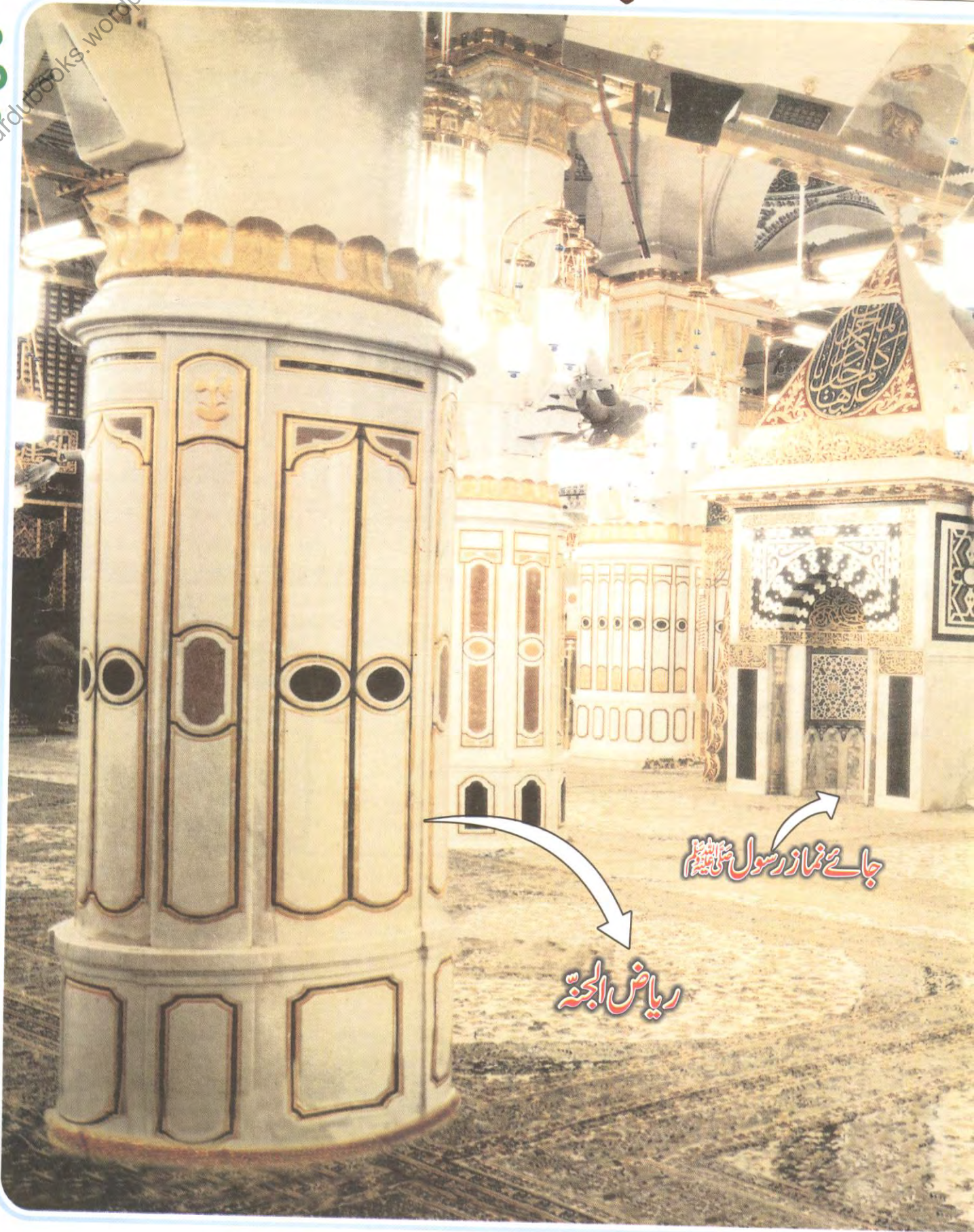
ریاض الجنۃ

دو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رہنمائی کیلئے اندھیری رات میں روشنی ہونا

6 حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے دو آدمی گہری اندھیری رات میں آپ کی مجلس سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں کیلئے نکلے تو یکا یک ان کے سامنے دو چراغوں کی طرح مشعلیں روشن ہوگئیں۔ (اور ان کی رہنمائی کرنے لگیں) پس آگے جا کر جب دونوں کے راستے الگ الگ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ ہوگیا۔ (بخاری شریف)

فائدہ: بخاری ہی کی ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو صحابہ اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کو فرشتوں کا کندھا دینا

7 حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھا تو منافقین کہنے لگے کہ ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے اور درحقیقت یہ اس فیصلے کی پاداش میں ہے جو انہوں نے بنو قریظہ کے سلسلے میں دیا تھا۔ جب یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا جنازہ بظاہر اس لئے ہلکا معلوم ہو رہا ہے کہ فرشتوں نے اس کو اٹھایا ہوا ہے۔ (ترمذی شریف)

صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن سنانے کا اللہ کی طرف سے حکم ہونا

8 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

قال اللہ سمانی لک

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لے کر فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، کیا مجھے رب العالمین کی محفل میں یاد کیا گیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعم قد ذرفت عیناہ۔ ہاں!

یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ (حوالہ صحیح بخاری)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دشمن عذاب الٰہی کی گرفت میں

9 علامہ کمال الدین دمیری نے حیاۃ الحیوان میں امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تاریخ نیشاپور کے حوالے سے حضرت ثمامہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم خراسان سے آرہے تھے کہ ہمارے ساتھ ایک شخص تھا جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بولتا تھا۔ ہم نے اس کو ہر چند منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ ایک دن وہ ناشتہ کے بعد قضائے حاجت کو گیا، کافی دیر گزرنے کے بعد ہم نے ایک آدمی کو پتہ کرنے کے لئے بھیجا وہ گھبرایا ہوا واپس آیا، کہنے لگا کہ اپنے مسافر ساتھی کی خبر تو لو۔ ہم گئے تو دیکھا کہ بھڑوں کا ایک چھتہ اسے چمٹا ہوا ہے اور اس کے جوڑ جوڑ کو الگ کر دیا ہے۔ ہم اسے سمیٹنے لگے تو ہمیں بھڑوں نے چھوا تک نہیں۔ (حیاۃ الحیوان ج2 ص114 مترجم تذکرۃ الدہر)

صحابہ کے دشمنوں کو اللہ تعالیٰ اس طرح پکڑتا ہے۔

10 جنتی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا شجرہ نسب

عشرہ مبشرہ

جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں جنت کی بشارت سنائی

فہر قریش

غالب
لوئی
کعب
مرہ

حارث
اظلح
حنبہ
وہب
بلال
عامر
عبداللہ
جراح
ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ

حکیم
کلاب
قصی زید
زہرہ
عبدمناف
وہب
مالک
ابی وقاص
سعد رضی اللہ عنہ

عبدحارث
عبدعوف
عوف
عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

عبدالعزیٰ
اسد
خویلد
عوام
زبیر رضی اللہ عنہ

عبدمناف
عبدالشمس
امیہ
العاص
عفان
عثمان رضی اللہ عنہ

ہاشم
عبدالمطلب
عبداللہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ابی طالب
علی رضی اللہ عنہ

عدی
زراح
قرط
عبداللہ
نفیل
عمر
زید
سعید رضی اللہ عنہ

رباح
عبداللہ
رباح
عبدالعزا
نفیل
خطاب
عمر رضی اللہ عنہ

تیم
اسد
کعب
عمرو
عثمان
عبید
طلحہ رضی اللہ عنہ
عامر
ابوقحافہ
عثمان
عبداللہ رضی اللہ عنہ
ابوبکر رضی اللہ عنہ

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے خوشبو آنا

(10) حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے مٹی اٹھائی تو اس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ یہ دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کے چہرہ انور سے خوشی کا اظہار ہونے لگا اور آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ!! سبحان اللہ!! (کنزل العمال)

شیر کا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اکرام کرنا

(11) حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں بھٹک گیا تو ایک شیر آنکلا۔ وہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا کہ میں نے اس سے کہا اے شیر! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ شیر نے گردن جھکادی، میں اس پر بیٹھ گیا وہ مجھے لے کر جنگل سے نکل آیا، اور میرے راستے تک مجھے پہنچادیا۔ (کنزل العمال)

(12) حضرت ابوسفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حیرہ میں بنی مرازیہ کے سردار سے گفت وشنید کرنے لگے تو انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میزبانی کے لئے شربت پیش کیا۔ ساتھ جانے والے مسلمانوں نے کہا: احتیاط کیجئے اس میں انہوں نے زہر ملادیا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کوئی بات نہیں۔ یہ کہہ کر شربت اٹھایا اور بسم اللہ کہہ کر پی گئے اور زہر نے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ (مسند ابی یعلی، طبرانی)

صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا سے شراب کا شہد سے بدل جانا

(13) حضرت خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس شراب کا مٹکا لایا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی اللہ اس شراب کو شہد سے بدل دیجئے۔ چنانچہ وہ شراب شہد میں بدل گئی۔ (ابن ابی الدنیا)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مصر میں آواز دینا اور روم میں سنائی دینا

(14) حضرت ابوقر صافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو صاحبزادوں کو رومیوں نے ایک جنگ میں قیدی بنالیا اور انہیں اپنے ساتھ روم لے گئے۔ جب نماز کا وقت آتا تھا تو حضرت ابوقر صافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عسقلان (مصر) میں چھت پر چڑھتے اور اپنے صاحبزادوں کے نام لے لے کر انہیں نماز کے وقت سے آگاہ کرتے تاکہ وہ نماز پڑھ لیں اور اگر سوئے ہوئے ہوں تو بیدار ہو کر نماز کی تیاری کرلیں۔ چنانچہ وہ دونوں روم میں اپنے والد کی آواز سنا کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد، طبرانی)

بھڑوں کا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کی حفاظت کرنا

(15) حضرت عاصم بن ابی افلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمنا تھی کہ ان کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے بدن کو مشرکین کی بے حرمتی کرنے سے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ جب وہ شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نعش کی حفاظت کیلئے بھڑوں کو بھیج دیا۔ اور وہ بھڑیں ان کی نعش کے گرد بادل کی طرح چھا گئیں۔ اس طرح کسی مشرک کی جرأت نہ ہوئی کہ بڑھ کر ان کی نعش کی بے حرمتی کرسکے۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عجیب کرامت

(16) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جہاد میں مسلمانوں کے سردار حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خشک بے آب وگیاہ صحرا میں پانی کیلئے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے فوراً بارش نازل فرمادی۔ اسی طرح دوران جہاد ایک مرتبہ دریا آڑے آیا تو انہوں نے دعا کی اور ہم سب دریا پر اسی طرح چلتے ہوئے پار ہوگئے جس طرح خشکی پر چلا جاتا ہے اور ہم میں کسی کے پیر تک نہیں بھیگے۔ (طبرانی)

دریا ریت کا صحرا بن گیا

(17) اسی طرح حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ مسلمانوں کا لشکر جسمیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل تھے جب پیش قدمی کرتا ہوا دریائے دجلہ تک پہنچا تو انہوں نے دریا کو اسی طرح چل کر پار کرلیا جس طرح خشکی پر چلا جاتا ہے۔ ایرانی دیکھ کر کہنے لگے دیوانہ ہا آمدند۔ یعنی دیوانے آرہے ہیں، دیوانے آرہے ہیں اور میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ (بیہقی، تاریخ ابن جریر، ابونعیم)

ایک صحابی کیلئے غیبی رزق کا انتظام

(18) ایک صحابی اپنے گھر آئے تاکہ کھانا کھائیں۔ گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا، یہ باہر نکلے تاکہ کچھ بندوبست کریں، ان کی اہلیہ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو کھڑی ہوئیں اور آٹا پیسنے کی چکی اٹھائی اور تنور کے پاس رکھ دی اور اسے گھما کر دعا کرنے لگیں کہ "اللّٰھم ارزقنا" اے اللہ آپ ہمیں رزق عطا فرمائیے۔ اب جو دیکھتی ہیں تو چکی میں گندم (کے دانے) بھرے ہوئے ہیں اور آٹا پس پس کر نکل رہا ہے۔ دوسری طرف تنور کو دیکھا تو اس میں روٹیاں پک کر تیار تھیں۔

چنانچہ دونوں میاں بیوی نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا، اس کے بعد ان دونوں کو تجسس ہوا کہ دیکھیں کہ آٹا کہاں سے آرہا ہے تو انہوں نے چکی کے پاٹ علیحدہ علیحدہ کئے تو آٹا پسنا یکدم بند ہوگیا۔ انہوں نے یہ قصہ حضور اکرم ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چکی کے پاٹ نہ اٹھاتے تو قیامت تک آٹا نکلتا رہتا۔ (بزاز، طبرانی)

قرآن سننے کیلئے آسمان سے فرشتوں کا نزول

(19) حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو میں نماز میں سورہ بقرہ کی تلاوت کررہا تھا۔ قریب ہی میرا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ یکایک گھوڑے نے اچھلنا شروع کردیا۔ میں سہم کر خاموش ہوگیا تو گھوڑا بھی پرسکون ہوگیا۔ پھر جب میں نے دوبارہ تلاوت شروع کی تو گھوڑے نے پھر اچھل کود شروع کردی۔ میں پھر خاموش ہوگیا تو گھوڑا بھی پرسکون ہوگیا۔ پھر جب سہ بارہ تلاوت شروع کی تو گھوڑے نے پھر اچھلنا شروع کردیا۔ میرا بیٹا یحییٰ میرے پاس ہی لیٹا تھا، میں ڈر گیا کہ کہیں گھوڑے کی اچھل کود میں وہ زخمی نہ ہوجائے۔ لہٰذا میں نے تلاوت بند کردی تو گھوڑا بھی سکون سے ہوگیا۔ اب جو آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہوں تو بدلی سی چھائی ہوئی اور اس میں چراغوں کی طرح روشنیاں بکھری ہوئی ہیں، حتیٰ کہ وہ روشنیاں آسمان کی طرف چڑھتے چڑھتے غائب ہوگئیں۔ صبح جب میں نے حضور اقدس ﷺ کو رات کا قصہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جانتے ہو وہ کیا تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز سننے کیلئے قریب آئے تھے۔ اگر تم صبح تک تلاوت کرتے رہتے تو تمام لوگ ان کو دیکھ لیتے اور فرشتے ان سے پوشیدہ نہ رہتے۔ (بخاری، نسائی، مسلم، مسند احمد، مستدرک حاکم)

قید خانہ میں انگوروں کا تحفہ

(20) جب حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرکین نے مکہ میں قید کر رکھا تھا تو ان کے پاس بند کمرے میں کھانے کیلئے انگور موجود ہوتے تھے۔ حالانکہ پورے ملک میں اس وقت انگوروں کا کوئی وجود نہیں ہوتا تھا۔ (بخاری عن ابی ہریرہؓ)

ایک صحابی کی لاش کو آسمان کی طرف اٹھایا جانا

(21) حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شہید ہوئے تو کفار نے ان کے جسم کو تلاش کرنا شروع کردیا، مگر وہ کہیں نہیں ملے۔ حضرت عامر بن طفیل بیان کرتے ہیں جب وہ شہید ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ان کی لاش کو اوپر آسمان کی طرف اٹھایا جارہا ہے۔

زہر کا بے اثر ہوجانا

(22) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا، اہل قلعہ نے مطالبہ رکھا کہ اگر خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ زہر کا پیالہ پی لیں تو ہم اسلام قبول کرلیں گے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زہر کا پیالہ پی لیا اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

وہ لوگ جن کی قسم اللہ ضرور پورا کرتا ہے

(23) حضرات براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر وہ اللہ کی قسم دیں تو اللہ اسے ضرور پورا کردیں۔ چنانچہ مسلمان جب جہاد پر نکلتے اور لڑائی اپنی شدت پر پہنچتی تو لوگ ان سے عرض کرتے کہ آپ اللہ کو ہمیں فتح یاب کرنے کی قسم دیجئے۔ آپ یہ دعا کیا کرتے کہ اے میرے رب! آپ کو قسم ہے کہ جب ہم دشمنوں سے لڑ چکے ہیں تو آپ اب ان کو شکست بھی دلوادیجئے۔ چنانچہ اس دعا کے بعد مسلمان فتح یاب ہوجاتے۔ چنانچہ قادسیہ کے معرکے کے دن آپ نے دعا کی کہ اے میرے رب! جب آپ ہماری دشمنوں سے مڈبھیڑ کروائیں تو پہلا وہ شخص جسے شہادت کا شرف حاصل ہو مجھے بنائیے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک صحابیہ کی آنکھوں میں روشنی کا لوٹ آنا

(24) حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مشرکین نے اسلام قبول کرنے پر سخت اذیتیں پہنچائیں مگر انہوں نے اسلام نہیں چھوڑا۔ حتیٰ کہ ان ظالموں نے عذاب دے دے کر ان کو اندھا کردیا۔ جب وہ اندھی ہوگئیں تو مشرکین کہنے لگے اس کی بینائی کو لات اور عزیٰ نے چھین لیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا، نہیں! خدا کی قسم! ہرگز ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں میں دوبارہ روشنی پیدا فرمادی۔ (الاصابہ)

ایک صحابیہ کیلئے آسمان سے پانی کا اترنا

(25) حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب ہجرت کرکے مکہ سے نکلیں تو ان کے پاس نہ کھانے کو کچھ تھا، نہ پینے کو۔ دورانِ سفر پیاس کی شدت سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریب تھا کہ دم نکل جائے، وہ روزے سے تھیں۔ جب افطار کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے پاس کوئی سرسراہٹ محسوس کی۔ سر اٹھا کر دیکھا تو ایک ڈول پانی سے بھرا ہوا فضاء میں معلق نظر آیا۔ انہوں نے اس میں سے پانی پیا، یہاں تک کہ اچھی طرح سیراب ہوگئیں۔ ان کا بیان ہے کہ اس کے بعد تمام زندگی میں نے کبھی پیاس محسوس نہیں کی۔

تکبیر سے بادشاہ روم کے محل میں زلزلہ آ گیا

(26) حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں اپنے وفد کے ساتھ بادشاہِ روم کو اسلام کی دعوت دینے گیا تو ہم نے اس سے کہا لا الٰہ الا اللّٰہ ، اللّٰہ اکبر ان کلمات کا زبان سے نکلنا تھا کہ پورا کمرہ لرزنے لگا اور ایک زلزلہ سا آ گیا۔ (بیہقی)

تذکرہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف اور سلسلۂ نسب

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل نام خالد تھا، مگر ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت سے مشہور تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقبہ کی گھاٹی میں جا کر حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک پر اسلام قبول کیا۔ حضور ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو اس وقت آپ ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں 7 ماہ قیام فرمایا تھا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ اکثر غزوات میں شریک ہوئے حتیٰ کہ 80 سال کی عمر میں 52ہجری (672ء) میں جہاد قسطنطنیہ میں حصہ لیا۔ دوران جہاد وبا پھوٹ پڑی جس کی لپیٹ میں آ گئے۔ امیر لشکر کو وصیت کی کہ میرا جنازہ دشمن کی سرزمین میں جہاں تک جا سکو لے جا کر دفن کرنا۔ چنانچہ شہر کی فصیل کے قریب دفن کیے گئے۔ ظہورِ اسلام سے کوئی 700 برس پہلے شاہ یمن تبع اسعد بن کرب تسخیر ممالک کے لئے نکلا تو یثرب سے گزرا۔ اس کے ساتھ چار سو تورات کے عالم بھی تھے۔ ایک غلط فہمی کی بنا پر شہر کو تباہ کرنے کی قسم کھائی۔ علماء نے بتایا کہ تورات میں اس بستی کا نام طیبہ ہے اور یہ آخری نبی ﷺ کی ہجرت گاہ بنے گا۔ یہ شہر حفاظت الٰہی میں ہے۔ علماء نے یہاں مستقل قیام کی اجازت چاہی۔ تبع نے انہیں آباد کیا اور ایک سربہ مہر خط بڑے عالم کو اس تاکید کے ساتھ دیا کہ اس کی نسل سے جو کوئی ان نبی ﷺ کا زمانہ پائے یہ خط انہیں پیش کرے۔ یمن لوٹتے ہوئے اس نے کعبہ پر غلاف چڑھایا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تبع کو برا نہ کہو وہ ایمان لا چکا ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عالم کی اولاد میں سے تھے اور یہ خط انہوں نے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ بظاہر یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے لیکن تمام قدیم مؤرخ اس پر متفق ہیں۔

(وفا الوفا، ترجمہ بنام تذکرہ دیارِ حبیب ص:210)

مدینہ میں موجود حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان جس میں دوکانیں بنی ہوئی ہیں

حضور اکرم ﷺ کی مدینہ میں سب سے پہلی قیام گاہ

حضور ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو آپ ﷺ کی مدینہ آمد پر جس جس محلے سے رحمت دوعالم ﷺ کا گذر ہوتا وہاں کے رہائشی اونٹنی کی رسی تھام لیتے اور بصد ادب عرض گزار ہوتے کہ یارسول اللہ ﷺ! ہمارے ہاں قیام فرمایئے۔ ہم آپ ﷺ کو نہایت عزت وتکریم سے رکھیں گے اور ہر طرح سے آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے۔

رحمت دوعالم ﷺ ان کے والہانہ جذبات سے مسرور ہوتے اور ان کو دعائے خیر وبرکت سے نوازتے ہوئے ارشاد فرماتے: دَعُوْ هَا فَاِنَّهَا مَامُوْرَةٌ

اونٹنی کو جانے دو یہ حکم الٰہی کے ماتحت چل رہی ہے۔

رحمت دوعالم ﷺ خود بھی اونٹنی کو کسی مخصوص سمت میں لے جانے کی کوشش نہیں کررہے تھے۔ بلکہ بے مہار چھوڑ رکھی تھی اور وہ اپنی مرضی سے چلی جارہی تھی۔ آخر محلّہ بنی نجار میں پہنچ کر رک گئی اور جس مکان میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہا کرتے تھے اس کے دروازے کے قریب بیٹھ گئی۔ ذرا سا بیٹھ کر پھر اٹھ کھڑی ہوئی اور چاروں طرف گھوم پھر اور دیکھ بھال کر دوبارہ اپنی جگہ بیٹھ گئی اور اپنی گردن زمین پر ڈال دی۔ پھر دھیمی دھیمی آواز نکالی۔ شاید عرض کی ہو کہ آپ ﷺ کو جہاں پہنچانے کا مجھے حکم دیا گیا تھا وہ یہی جگہ ہے۔ چنانچہ رحمت دوعالم ﷺ اتر پڑے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کا سامان اور کجاوہ اٹھایا اور اپنے گھر لے گئے۔ بنی نجار کے بہت سے افراد اب بھی امیدوار تھے کہ شاید آقا ﷺ ہمارے ہاں قیام کرنے پر رضامند ہوجائیں مگر آپ ﷺ نے یہ فرما کر کہ اَلْمَرْءُ مَعَ رَحْلِهٖ ہر آدمی اپنے سامان کے پاس ٹھہرنا پسند کرتا ہے، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی میزبانی کا شرف بخش دیا۔

(سیرت ابن ہشام حصہ دوم ص:12، تاریخ طبری ج2 ص:206، بحوالہ جان دوعالم ﷺ)

بظاہر یہ بات انتہائی تعجب خیز معلوم ہوتی ہے کہ اہل مدینہ تو رحمت دوعالم ﷺ کو اپنے پاس ٹھہرانے کے لئے قدم قدم پر التجائیں کرتے رہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کے قیام کے لئے مدینہ بھر میں صرف حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان منتخب کیا۔ اس میں آخر کیا حکمت ہے؟ مگر اصل بات یہ ہے کہ قارئین کرام! کہ وہ مکان حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا ہی کب؟ وہ تو رحمت دوعالم ﷺ کا ذاتی مکان تھا، جس میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آباء واجداد صدیوں سے رہتے آرہے تھے۔ اس لئے درحقیقت آپ ﷺ اپنے مکان پر فروکش ہوئے تھے نہ کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر۔ اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے کئی سوسال پیچھے جانا پڑے گا۔

رحمت دوعالم ﷺ کی ولادت سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے ایک بہت بڑا بادشاہ گذرا ہے جس کا نام تبع ابن حسان تھا۔ وہ زبور کا پیروکار تھا اور بہت نیک انسان تھا۔ ایک دفعہ تقریباً اڑھائی لاکھ افراد کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا اور کعبہ پر ریشمی غلاف چڑھایا، واپسی پر جب اس کا گذر اس جگہ سے ہوا جہاں اب مدینہ طیبہ آباد ہے تو اس کے ساتھ سفر کرنے والے چار سو علماء نے خواہش ظاہر کی کہ ہم یہاں مستقل طور پر قیام کرنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ہماری مذہبی روایات کے مطابق یہ جگہ ایک عظیم نبی احمد ﷺ کی جلوہ گاہ بنے گی۔ ہم یہاں اس لئے رہنا چاہتے ہیں کہ شاید ہمیں اس نبی کے دیدار اور خدمت کی سعادت حاصل ہوجائے۔

نیک دل بادشاہ نے نہ صرف یہ کہ انہیں اجازت دے دی بلکہ سب کے لئے مکانات بھی تعمیر کرادیئے اور رہائش کی جملہ ضروریات بھی مہیا کردیں پھر ایک مکان خصوصی طور پر بنوایا اور آنے والے نبی کے نام ایک خط لکھا جس میں اقرار کیا کہ میں آپ پر ایمان لاچکا ہوں اور اگر آپ کا ظہور میری زندگی میں ہوگیا تو میں آپ کا دست وبازو بن کر رہوں گا۔

اس کے بعد یہ دونوں چیزیں مکان اور خط اس عالم کے حوالے کردیں جوان میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار تھا اور کہا کہ فی الحال تم اس مکان میں رہو اور یہ خط بھی سنبھال کر رکھو اگر تمہاری زندگی میں اس نبی کا ظہور ہوگیا تو یہ دونوں چیزیں میری طرف سے ان کی خدمت میں پیش کردینا ورنہ اپنی اولاد کو یہی وصیت کرجانا تاآنکہ یہ دونوں چیزیں اس نبی تک پہنچ جائیں۔

اس وصیت پر نسلاً بعد نسل عمل ہوتا رہا۔ اور وہ دونوں چیزیں اس پرہیزگار انسان کی اولاد میں منتقل ہوتی رہیں۔ اسی طرح ایک ہزار سال کا طویل عرصہ گذر گیا۔ اب اس مرد صالح کی اولاد میں سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مکان کے محافظ ونگہبان تھے اور خط بھی انہی کے پاس محفوظ تھا۔ پھر جب اس مکان کے حقیقی مالک ووارث نبی کریم ﷺ رونق آرائے بزم عالم ہوئے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر ایمان لائے تو ابولیلیٰ کو وہ خط دے کر مکہ بھیجا کہ ان کی خدمت میں پیش کردو۔ ابولیلیٰ نے اس سے پہلے رحمت دوعالم ﷺ کو نہیں دیکھا تھا مگر رحمت دوعالم ﷺ کی نگاہوں سے تو کوئی شے اوجھل نہ تھی۔ ابولیلیٰ پر نظر پڑتے ہی ارشاد فرمایا: تم ابولیلیٰ ہو اور تبع کا خط لے کر آئے ہو۔

ابولیلیٰ نے سوچا کہ یہ شخص شاید کوئی جادوگر ہے جس نے اپنی ساحرانہ قوتوں سے میرا نام بھی معلوم کرلیا اور یہاں آنے کے مقصد سے بھی آگاہ ہوگیا ہے۔ مگر الجھن یہ پڑگئی کہ جس مجسمہ حسن وجمال نے یہ بات کہی تھی اس کی نہ تو وضع قطع ساحرانہ تھی نہ اس کا روئے زیبا جادوگروں کے منحوس چہروں سے کوئی مشابہت رکھتا تھا۔ اس لئے ابولیلیٰ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اور آپ کو میرے بارے میں کیسے پتہ چل گیا۔ جب کہ آپ کے چہرے پر جادوگروں جیسی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

رحمت دوعالم ﷺ نے فرمایا: میں ہی محمد رسول اللہ ہوں، لاؤ وہ خط مجھے دو۔

ابولیلیٰ نے خط پیش کیا تو آپ ﷺ نے کھول کر پڑھا اور اس کے مندرجات سے اتنے مسرور ہوئے کہ تین دفعہ فرمایا:

مَرْحَبًا بِتُبَّعٍ ...... اَلْاَخِ الصَّالِحِ

میرے نیک بھائی تبع کو خوش آمدید، میرے نیک بھائی تبع کو جی آیانوں، میرے نیک بھائی تبع کو ہرکلا راشہ

(زرقانی ج:1 ص:432، بحوالہ جان دوعالم ﷺ)

اس ایمان افروز واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ والے مکان کو اولین جلوہ گاہِ مصطفیٰ ﷺ کے طور پر اس لئے منتخب فرمایا تھا کہ وہ مکان بنایا ہی آپ ﷺ کے لئے گیا تھا، جو ایک ہزار سال سے اپنے حقیقی وارث کی راہ تک رہا تھا۔ اس واقعہ سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندانی پس منظر تو معلوم ہوگیا اور جس ادب وعقیدت سے انہوں نے رحمت دوعالم ﷺ کی میزبانی کی اس کی جھلکیاں آپ آگے صفحات میں پڑھ لیں گے یہاں ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اہل محبت کی نگاہوں میں ان کے شرف میزبانی کا کتنا احترام تھا۔

مدینہ منورہ میں موجود حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان

زیر نظر تصویر مدینہ منورہ میں موجود حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کی ہے۔ یہ وہ مبارک گھر ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے 7 ماہ قیام فرمایا

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان مسجد نبوی کے جنوب مشرقی کونے پر واقع تھا، جس کے جنوب میں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا جو بعد میں دار جعفر صادق (حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان) سے مشہور ہوا اور شمال میں اولاً ایک گلی زقاق حبشہ نام سے تھی اس کے بعد اسی سمت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا اور مغربی سمت میں بھی ایک تنگ گلی تھی جس کے بعد متصلاً حضرت حسن بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا۔ آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسی مکان میں فروکش ہوئے اور جب تک ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرے تعمیر نہیں ہوئے یہیں مقیم رہے۔

ابو ایوبؓ کے گھر میں حبیب کبریا ٹھہرے
مگر جب ہوگئی تیار مسجد اس میں آٹھہرے (حفیظ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ پہنچے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے پاس اترے اور دریافت کیا: ہمارے ننھیال (عزیزوں) میں کس کا مکان سب سے زیادہ قریب ہے؟ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں ہوں، اللہ کے نبی یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا دروازہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ ہمارے لئے آرام کا بندوبست کرو۔

رکی یکبارگی ناقہ بحکم حضرت باری
جہاں ایک سمت بستے تھے ابوایوب انصاریؓ
صحابہؓ سے کہا جب تک نہ مسجد کی تیاری
ہمارے میزباں ہوں گے ابوایوب انصاریؓ (حفیظ)

یہ وہ مشہور و معروف مکان ہے جہاں ہجرت نبی ﷺ کے موقع پر آپ ﷺ کی اونٹنی خود بخود بیٹھ گئی تھی۔ حالانکہ مدینہ کا ہر انصاری یہ آرزو اور تمنا رکھتا تھا کہ نبی کریم ﷺ میرے مکان میں قیام فرمائیں مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ سعادت عظیمہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدر میں مرقوم کی ہوئی تھی۔ تاریخ المدینۃ المنورہ کے مصنف نے جذب القلوب اور وفاء الوفاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان دو منزلہ تھا۔ انہوں نے بالائی منزل کی پیشکش کی لیکن آپ ﷺ نے زائرین کی سہولت اور راحت رسانی کی خاطر زیریں منزل پسند فرمائی لیکن بعد میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست پر آپ ﷺ بالائی منزل میں چلے گئے تھے۔ اس مکان میں آپ ﷺ کا قیام کم از کم سات ماہ اور زیادہ سے زیادہ ایک سال بیان کیا جاتا ہے۔

(تاریخ المدینۃ المنورہ ص:42،43 ماخوذ جذب القلوب ص:59 اور وفاء الوفا جلد اول ص:33-128)

حویلی کے متعلق سہیلی روضۃ الانف میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یہ حویلی افلح کے قبضہ میں آئی۔ افلح نے حضرت مغیرہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار دینار میں بیچ دی۔

بعد میں اس مکان میں کافی تبدیلیاں ہوئیں، بقول عباسی کے سب سے اہم تبدیلی یہ ہوئی کہ ملک شہاب الدین غازی نے اسے خرید کر ایک مدرسہ تعمیر کیا اور اپنے نام سے منسوب کر کے اس کا نام مدرسہ شہابیہ رکھا اور اسے چاروں فقہی مذاہب کی تعلیم کے لئے وقف کر دیا۔ (حوالہ عمدۃ الاخبار)

یوں آنحضور ﷺ کی پہلی قیام گاہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہ کی تعلیم کا مرکز بن گیا۔

عبد القدوس انصاری کہتے ہیں بارہویں صدی ہجری کے آخر میں پھر اس کی تعمیر نو ہوئی اور اب مدرسہ کے بجائے گنبد و محراب بنا کر مسجد کی شکل دے دی گئی اور اس کی بیرونی دیوار میں ایک پتھر پر جلی حروف میں یہ عبارت کندہ کر دی گئی:

هٰذَا بَيْتُ اَبِىْ اَيُّوْب الاَنْصَارِىُّ موفد النَّبِيِّ
عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فى ١٢٩١ هجرى

یہ ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان اور نبی علیہ السلام کی اولین قیام گاہ ہے جس کی تعمیر جدید 1291ھ میں ہوئی۔

یہ گھر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

(حوالہ مدینہ میں موجود صحابہ کے مکانات)

اس کے بعد پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبد العزیز نے مسجد نبوی کی عظیم ترین توسیع کا منصوبہ بنایا تو یہ مکان بھی اس توسیع کی نذر ہو گیا جو اگرچہ مسجد کی عمارت میں شامل نہ ہوسکا۔ کیونکہ اس سمت میں کوئی توسیع نہیں کی گئی تاہم مسجد کی چاروں جانب جو وسیع و عریض لان بنائے گئے ہیں ان میں اس جگہ کو شامل کر دیا گیا اور اب اس کا محل وقوع مسجد نبوی کے جنوب مشرقی کونے پر صدر مینارہ سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔

مدینہ میں موجود
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کا مکان مبارک

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے مثال مہمان نوازی

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مکان دو منزلہ تھا۔ نچلی منزل میں آپ ﷺ نے خود قیام فرمایا اور اوپر والی منزل حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے چھوڑ دی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا نبی ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، مجھ سے یہ بات برداشت نہیں ہوسکتی کہ آپ ﷺ نیچے ہوں اور ہم اوپر، اس لئے مہربانی فرما کر آپ ﷺ اوپر والی منزل میں قیام فرمائیے۔ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: ابوایوب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نچلی منزل میں ہمیں بھی آسانی رہے گی اور ہم سے ملاقات کیلئے آنے والوں کو بھی سہولت ہوگی، اس لئے ہمیں یہیں رہنے دو۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت خاموش تو ہوگئے مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتے جس کی ایک ایک دھڑکن میں رحمت دو عالم ﷺ کی محبت اور ادب رچا ہوا تھا۔ چنانچہ رات کو جب بالائی منزل پر چڑھے تو اپنی زوجہ سے کہا: ہم بھلا رسول اللہ ﷺ سے اوپر کس طرح رہ سکتے ہیں۔ وہ تو اتنی عظیم ہستی ہیں کہ ان پر اللہ کا کلام نازل ہوتا ہے اور ان کی بارگاہ میں ملائکہ حاضری دیتے ہیں۔

بیوی نے بھی ان کی تائید کی اور دیر تک اسی موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ خاصی رات گذر گئی تو چند لمحوں کیلئے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ لگ گئی مگر جلد ہی ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے:

نَمْشِیْ فَوْقَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

آہ! کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اوپر چل پھر رہے ہیں۔

وہاں سے اٹھے، بیوی کو بھی اٹھایا اور ایک گوشے میں سمٹ سمٹا کر بیٹھ گئے۔ کارکنان قضا وقدر بھی شاید آج کی رات حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امتحان پر تلے ہوئے تھے کہ اندھیرے میں ٹھوکر لگنے سے پانی کا مٹکا ٹوٹ گیا اور چھت پر پانی پھیل گیا، مٹی کی کچی چھت بہت پتلی سی تھی، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں پانی نیچے ٹپک کر رسول اللہ ﷺ کی پریشانی کا سبب نہ بن جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا اکلوتا لحاف اتارا اور اسے پانی پر ڈال کر سارا پانی اسی میں جذب کرلیا۔

غرضیکہ پوری رات اسی پریشانی کے عالم میں گذر گئی اور دونوں میاں بیوی کو سکون کا ایک لمحہ نصیب نہ ہوسکا۔ صبح ہوئی تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ بالائی منزل پر جلوہ آرائی فرمائیں۔

رحمت دو عالم ﷺ نے وہی سابقہ وجہ بتائی اور نیچے رہنے کو ترجیح دی تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صبر نہ ہوسکا اور بصد عجز و نیاز عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! ایسا نہ کیجئے۔ خدا کی قسم! آپ ﷺ جس مکان کی زیریں منزل میں قیام فرما ہوں اس کی بالائی منزل پر چڑھنے کی حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی جرأت نہ ہوسکے گی۔ بالآخر ان کے اصرار پر رحمت دو عالم ﷺ بالائی منزل پر منتقل ہوگئے اور نچلی منزل میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہنے لگے۔ (زرقانی ج1 ص:431، سیرت حلبیہ ج، ص 86, 87)

تبرک نبی ﷺ سے فیضیاب ہونے کی سعادت

رحمت دو عالم ﷺ کا کھانا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی پکا کر بھیجا کرتے تھے۔ رحمت دو عالم ﷺ حسب ضرورت کھانا کھا کر جو کچھ بچ رہتا واپس بھیج دیتے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اہلیہ بڑے شوق سے وہ تبرک کھایا کرتے۔ خصوصا جس جگہ رحمت دو عالم ﷺ کی مبارک انگلیوں کے نشانات ہوتے اس کو بے حد رغبت سے تناول کیا کرتے۔

ایک دفعہ حسب معمول رحمت دو عالم ﷺ کو کھانا بھیجا اور خود تبرک کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد برتن واپس آئے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ آج کہیں بھی انگشت ہائے مبارک کے نشانات نہیں ہیں اور کھانا جس طرح گیا تھا اسی طرح واپس آگیا ہے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت خوفزدہ ہوگئے کہ نہ جانے کیا بات ہے؟ کہیں رسول اللہ ﷺ ناراض تو نہیں ہوگئے۔ ڈرتے ڈرتے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا آج کے کھانے سے تھوم کی بو آرہی تھی اور میری سرگوشیاں اتنی لطیف مزاج ہستیوں سے ہوتی ہیں کہ وہ ذرا سی بو بھی گوارا نہیں کرتیں اس لئے آج میں نے کھانا نہیں کھایا۔ تمہارے لئے کوئی ممانعت نہیں ہے تم کھا سکتے ہو۔

اس کے بعد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی آپ ﷺ کے کھانے میں تھوم وغیرہ جیسی بدبودار چیز نہیں ڈالی۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان سے منتقلی

رسول اللہ ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں تقریباً سات مہینے تک قیام پذیر رہے۔ یہاں تک کہ جب اس زمین میں مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی جس میں اونٹنی بیٹھی تھی تو آپ ﷺ ان حجروں میں منتقل ہوگئے جو مسجد کے اردگرد آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کیلئے بنائے گئے تھے اور آپ ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑوس میں رہنے لگے۔ کتنے اچھے اور شریف پڑوسی تھے جو ان دونوں کو میسر آئے تھے۔

مدینہ میں موجود حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان جس کو مسمار کر کے اب دو کانیں بنادی گئیں ہیں

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے بے مثال گورنر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور خوب داد شجاعت حاصل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ جہاد میں گزرا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی عزت کرتے تھے اور انہیں بھی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بڑا اعتماد تھا جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب اور والی (گورنر) مقرر کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی ان کی زندگی کا بیشتر حصہ جہاد میں صرف ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جو لڑائیاں پیش آئیں ان میں سے جنگ خوارج میں وہ شریک تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں مدائن تشریف لے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر جو اعتماد اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قابلیت وحسن تدبیر کا جس قدر اعتراف تھا وہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب انہوں نے کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا تو مدینہ میں حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین چھوڑ گئے اور وہ اس عہد میں امیر مدینہ رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کی سابقہ حسنِ خدمت کی بنا پر بارگاہ خلافت سے حسب ترتیب ماہانہ وظائف ملتے تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ پہلے 4 ہزار درہم تھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیس ہزار درہم کر دیا۔ پہلے کچھ غلام ان کی زمین کی کاشت کیلئے مقرر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 40 غلام مرحمت فرمائے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آل واولاد

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ کا نام حضرت ام حسن بنت زید انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ وہ مشہور صحابیہ تھیں۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ان کے بطن سے صرف ایک لڑکا عبدالرحمٰن تھا۔

اس حسن خدمت اور محبت کی یادگار میں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھی تمام اصحاب اور اہل بیت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت وعظمت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے۔ اسی زمانہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کو بصرہ تشریف لے گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں جس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقامت کیلئے اپنا گھر خالی کر دیا تھا میں بھی اپنا گھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خالی کردوں اور اپنے تمام اہل وعیال کو دوسرے مکان میں منتقل کر دیا اور مکان مع اس تمام ساز و سامان کے جو گھر میں موجود تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نذر کر دیا۔

ایک حدیث کیلئے مدینہ سے مصر کا سفر

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کا زمانہ آیا۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی طرف سے مصر کے گورنر تھے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور امارت میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو مرتبہ مسر کے سفر کا اتفاق ہوا۔ پہلا سفر طلب حدیث کے لئے تھا، انہیں معلوم ہوا تھا کہ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی خاص حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ صرف ایک حدیث کے لئے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عالم پیری میں مصر کے سفر کی زحمت گوارا کی۔ مصر پہنچ کر پہلے حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر گئے۔ حضرت مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر پائی تو جلدی سے گھر سے باہر نکل آئے اور معانقہ کے بعد پوچھا کیسے تشریف لانا ہوا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان بتادیجئے۔ حضرت مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رخصت ہو کر حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر پہنچے۔ ان سے ستر المسلم کی حدیث دریافت فرمائی۔ اور کہا کہ اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اس حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں۔ حدیث سن کر اونٹ پر سوار ہوئے اور سیدھے مدینہ منورہ واپس چلے گئے۔ (حوالہ مسند احمد 153/4)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ عرصے بعد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری

وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جان نثاروں کیلئے روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کیا شے مایہ تسلی ہو سکتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے پاس تشریف رکھتے تھے اور اپنا چہرہ ضریح اقدس سے مس کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں مروان مدینہ کا گورنر تھا وہ آ گیا۔ اس کو بظاہر یہ فعل خلاف سنت نظر آیا، لیکن حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ مروان واقف رموز نہ تھا۔ اصل اعتراض کو سمجھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اینٹ اور پتھر کے پاس نہیں آیا۔ (حوالہ مسند احمد 414/5)

آپ ﷺ کی ضیافت کیلئے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بکری ذبح کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گرمی کی ایک سخت دوپہر میں گھر سے نکل کر مسجد کی طرف آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر پوچھا کہ ابوبکر! آپ اس وقت گھر سے کیوں نکلے ہیں؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھوک کی شدت اور بے چینی کی وجہ سے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! میرے گھر سے نکلنے کا سبب بھی یہی ہے۔

اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی اپنے حجرے سے تشریف لائے اور ان دونوں حضرات سے دریافت کیا: آپ دونوں اس وقت کس غرض سے اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلے ہیں؟

واللہ ہم بھوک سے بے چین ہو کر نکلے ہیں جس کو ہم اپنے اندر شدت سے محسوس کر رہے ہیں۔ دونوں نے جواباً عرض کیا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس ہستی کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں نے بھی اسی بھوک سے پریشان ہو کر گھر سے قدم باہر نکالا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ چلئے۔ اور تینوں حضرات حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ روزانہ رسول اللہ ﷺ کیلئے کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز بچا کر رکھتے تھے اور جب آپ ﷺ کسی وجہ سے تاخیر کرتے اور وقت مقررہ پر تشریف نہ لاتے تو وہ کھانا گھر والوں کو کھلا دیتے۔

جب یہ لوگ دروازے پر پہنچے تو حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا گھر سے نکل کر ان پاس پہنچیں اور بولیں کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی تشریف آوری ہماری عزت افزائی کا باعث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟

تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سن لی۔ وہ قریب ہی اپنے کھجوروں کے باغ میں کام کر رہے تھے۔ وہ یہ کہتے ہوئے تیزی سے لپکے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کا آنا ہمارے لئے باعث افتخار ہے۔ پھر انہوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ آپ ﷺ کی تشریف آوری بے وقت کیسے ہوئی؟ آپ ﷺ تو اس وقت کبھی تشریف نہیں لاتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوایوب تم ٹھیک کہتے ہو۔

پھر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ باغ میں گئے اور اس میں سے کھجوروں کا ایک گچھا اٹھا لائے جس میں تمر، رطب اور بسر ہر قسم کی کھجوریں لگی ہوئی تھیں۔ پیارے نبی ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا: اسے کاٹنے کی کیا ضرورت تھی؟ تم نے اس میں سے صرف پکی ہوئی کھجوریں کیوں نہیں توڑ لیں؟

انہوں نے کہا کہ میں نے مناسب سمجھا کہ آپ ﷺ اس میں سے تمر، رطب، اور بسر کھجوریں اپنی پسند کے مطابق تناول فرمائیں اس کے علاوہ میں آپ ﷺ کیلئے ایک بکری بھی ذبح کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ذبح دودھ والی کرنی ہو تو دو دھاری بکری مت ذبح کرنا۔

پھر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بکری کا ایک سالہ بچہ لیا اور اسے ذبح کر دیا پھر انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا: ایوب کی ماں! آٹا گوندھ کر ہمارے لئے روٹیاں پکالو، تم بہت عمدہ روٹیاں پکانا جانتی ہو۔

اس کے بعد انہوں نے آدھا گوشت پکایا اور آدھے گوشت کو بھون لیا۔ جب کھانا پک کر تیار ہو گیا اور نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں کے سامنے رکھ دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے گوشت میں سے ایک ٹکڑا لیا اور اس کو روٹی میں رکھ کر فرمایا: ابوایوب! یہ ٹکڑا جلدی سے فاطمہ کو دے آؤ، اس کو کئی دنوں سے ایسا کھانا نہیں ملا ہے۔ پھر جب سب لوگ کھا کر آسودہ ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: روٹی، گوشت، تمر، رطب اور بسر۔ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ کی آنکھیں اشک آلودہ ہو گئیں پھر ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہی وہ نعمت ہے جس کے متعلق قیامت کے روز تم سے سوال کیا جائے گا تو جب تم کو اس قسم کی نعمت ملے اور اسے کھانے کیلئے اپنے ہاتھ میں لو تو کہو بسم اللہ اور جب آسودہ ہو جاؤ تو کہو:

الحمد للّٰہ الذی اشبعنا و انعم علینا فاضل

اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو آسودگی بخشی ہم کو انعام سے نوازا اور ہمارے اوپر مہربانی کی۔

پھر آپ ﷺ جانے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور چلتے چلتے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کل ہمارے پاس آنا۔ (آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص آپ کے ساتھ احسان کرتا تو آپ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اس کے احسان کا بدلہ چکا دیں) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی یہ بات نہیں سن سکے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ! رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ کل تم میرے پاس آنا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم میرے سر اور آنکھوں پر۔

ہدیہ بھی عظیم عطا کرنے والا بھی عظیم

جب دوسرے دن حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو ایک لونڈی (جو آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھی) یہ کہتے ہوئے عنایت فرمائی کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا۔ یہ جب تک ہمارے یہاں رہی ہے ہم نے اس میں سوائے خیر کے کچھ نہیں دیکھا۔

وہ لونڈی کو لئے ہوئے گھر لوٹے۔ جب حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو بولیں: ابوایوب یہ لونڈی کس کی ہے؟ ہماری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں عنایت فرمائی ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ یہ سن کر حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا نے کہا: کتنا عظیم ہے عطا کرنے والا اور کتنا عمدہ ہے عطیہ۔ اور آپ ﷺ نے ہم کو اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے دوبارہ کہا۔

خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر عمل کرنے کی اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ اس کو آزاد کر دیں۔ انہوں نے حل پیش کر دیا۔

آپ کو صحیح راہ سوجھی۔ آپ کو درست بات کی توفیق ملی۔ حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا نے ان کی تائید کی اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے لونڈی کو آزاد کر دیا۔

میزبان رسول ﷺ کا بے انتہا اعزاز و اکرام

دوسری بار غزوۂ روم کی شرکت کے ارادہ سے مصر تشریف لے گئے، فتح قسطنطنیہ کی آنحضرت ﷺ بشارت دے گئے تھے، امرائے اسلام منتظر تھے کہ دیکھئے یہ پیشگوئی کس جانباز کے ہاتھوں پوری ہوتی ہے۔ شام کے دارالحکومت ہونے کے سبب سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کا سب سے زیادہ موقع حاصل تھا۔ چنانچہ 52ھ میں انہوں نے روم پر فوج کشی کی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک بار حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کچھ تنگ ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ بیس ہزار روپے کے مقروض ہو گئے۔ گھر کا اور کھیتوں کا کام کاج کرنے کیلئے کوئی غلام بھی پاس نہ رہا۔ آخر مجبور ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ مگر چونکہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کچھ اختلافات رہے تھے۔ جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے زبردست حامی تھے اس لئے دونوں میں ہلکی سی تلخ کلامی ہو گئی اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر بصرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس چلے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کی اتنی قدر و منزلت کی کہ اپنا گھر آپ رضی اللہ عنہ کیلئے خالی کر دیا اور کہا: میرا جی چاہتا ہے کہ جس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کیلئے اپنا گھر خالی کر دیا تھا اسی طرح میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کے لئے اپنا گھر خالی کر دوں۔ پھر فرمایا اس گھر میں جو کچھ ہے وہ سارے کا سارا میں آپ رضی اللہ عنہ کی نذر کرتا ہوں۔ پھر پوچھا اور کوئی ضرورت؟ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے چار غلام چاہئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میری طرف سے بیس غلام قبول فرمائیے، اور کچھ؟

میں بیس ہزار کا مقروض بھی ہوں۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے بتایا۔ میں چالیس ہزار پیش کر دیتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

کتنا اکرام تھا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نگاہ میں میزبانِ رسول ﷺ کا کہ کھڑے کھڑے مکان کا سارا ساز و سامان، بیس غلام اور چالیس ہزار روپیہ نقد ان کی میزبانی پر نچھاور کر دیا۔

حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسطنطنیہ کے جہاد میں عاشقانہ موت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں 52ھ میں قیصر روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ پر بڑے اہتمام وانتظام کے ساتھ بری اور بحری دونوں راستوں سے پہلا حملہ کیا۔ فوج کی سپہ سالاری سفیان بن عوف ازدی کے سپرد تھی اور یزید بن معاویہ بھی فوج کے ایک حصہ کے کمانڈر تھے۔ اہل اسلام میں چونکہ عام طور پر مشہور تھا کہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا لشکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا مستحق ہو چکا ہے لہٰذا تاریخ اسلام کی بعض نہایت محترم اور اہم شخصیتیں مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہم بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ قسطنطنیہ کو فتح نہ ہوسکا لیکن اس مہم نے نہ صرف بحری جنگوں کا راستہ کھول دیا بلکہ اہل اسلام کے دل میں فتح قسطنطنیہ کی تمنا کی مستقل روشن شمع جلادی اور سلطنت عثمانیہ کے بطلِ جلیل سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کرلیا۔

چونکہ قیصر کے دارالخلافہ پر مسلمانوں کا یہ پہلا حملہ تھا اور رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ

میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو قیصر کے دارالحکومت پر چڑھائی کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔ (بخاری شریف ج1 ص:410)

قسطنطنیہ کے محاصرے کے دوران میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوگئے۔ یزید بن معاویہ نے دریافت کیا کہ اگر کوئی وصیت ہو تو ارشاد فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا: میری وصیت یہ ہے کہ جب میں وفات پاجاؤں تو میری لاش کو جہاں تک ممکن ہو دشمن کی سرزمین کے اندر تک لے جاکر دفن کرنا۔

چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کے مطابق ان کے جسم کو فوجی کروفر کے ساتھ قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار تک لے جایا گیا اور قبر کھود کر انہیں وہاں سپرد خاک کیا گیا۔ دفن کر چکنے کے بعد بآوازِ بلند اہل روم سے کہا گیا کہ اے روم والو! ہم نے یہاں اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان اور عظیم الشان ساتھی کو دفن کیا ہے۔ بخدا اگر تم نے ان کی قبر یا جسم کی بے حرمتی کی تو اس کے بدلے میں سلطنت اسلامی کی حدود میں تمام گرجوں کو پیوندِ خاک کردیا جائے گا اور کبھی ہماری حدود میں ناقوس نہیں بج سکے گا۔

ترکانِ عثمانی کے دورِ خلافت میں جب قسطنطنیہ فتح ہوا تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کو ازسرِ نو تعمیر کرایا گیا اور اس کے قریب ایک مسجد بنوائی گئی۔ عثمانی خلفاء کی رسم تاجپوشی اسی مسجد میں ادا ہوتی تھی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر آج تک زیارت گاہ خلائق ہے۔

مزار حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قسطنطنیہ کا مختصر تعارف واحوال

قسطنطنیہ (استنبول) ترکی کی یہ بندرگاہ (آبنائے باسفورس کے دونوں طرف) یورپ اور ایشا میں واقع ہے۔ 1990ء میں اس کی آبادی 66 لاکھ سے اوپر تھی۔ قسطنطنیہ 1453ء سے 1923ء تک سلطنت عثمانیہ (ترکی) کا دارالحکومت رہا۔ ترکوں سے پہلے رومیوں کا یہ دارالحکومت Constantinopolis یعنی "شہر قسطنطین" کہلاتا تھا۔ کیونکہ قیصر روم قسطنطین اعظم نے 330ء میں اسے یونانی شہر بیزنطیم Byzantium کی جگہ آباد کیا تھا۔ جس کی بنیاد ساتویں صدی ق م میں رکھی گئی تھی۔ ترکوں (مسلمانوں) نے یونانی نام eis ten polin (اندرونِ شہر) کو استنبول کہا جو اب تک معروف ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری ص:748)

زیر نظر تصویر قسطنطنیہ کی ہے جہاں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ 80 سال کی عمر میں بھی جہاد کیلئے نکلے اور وہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔

قسطنطنیہ: جہاں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار واقع ہے

زیر نظر تصویر قسطنطنیہ شہر کی ہے۔ یہ ترکی کا شہر آج کل استنبول کے نام سے معروف ہے۔ یہی وہ شہر ہے جہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کی سپہ سالاری میں ایک لشکر استنبول کو فتح کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ اس لشکر میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ 80 سال کی عمر میں اللہ کے راستہ میں نکلے۔ استنبول میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی اور امیر لشکر یزید بن معاویہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ پڑھایا اور پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قسطنطنیہ کے قلعہ کے پاس دفن کیا گیا۔ بعد میں کئی سو سال گزرنے کے بعد وہ قلعہ ملبہ کا ڈھیر بن گیا اور اس جگہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عالیشان مزار بنا دیا گیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اندیشہ تھا کہ شاید عیسائی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کو کھود ڈالیں، مگر عیسائیوں پر ایسی ہیبت سوار ہوگئی کہ وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس قبر کو ہاتھ نہ لگا سکے اور آج تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف اسی جگہ موجود ہے اور زیارت گاہ خلائق خاص و عام ہے، جہاں ہر قوم و ملت کے لوگ ہمہ وقت حاضری دیتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کے مبلغ کا حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں میں دفن ہونے کا واقعہ

کراچی کی ایک جماعت کی استنبول تشکیل ہوئی۔ جماعت کا ایک ساتھی جس کا نام اللہ بخش تھا وہ دن میں لوگوں کا اللہ سے تعلق جوڑنے کیلئے خوب محنت کرتا اور رات کو تہجد میں رو رو کر لوگوں کی ہدایت کیلئے دعا مانگتا۔ 7 مہینے کی اس جماعت نے وہاں خوب محنت کی اللہ کی شان! واپسی سے پہلے اللہ بخش نامی شخص بیمار ہوگیا تو موت سے قبل اس نے وصیت کی کہ مجھے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں میں دفن کرنا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اگر قیامت کے دن اللہ مجھے کہے کہ اے اللہ بخش! تو میرے لئے کیا لایا تو میں کہہ سکوں گا کہ اے اللہ میں نے تیرے دین کو پھیلانے کے لئے بیوی بچوں، کاروبار کو چھوڑا اور تیرے راستہ میں دور دور زمین پر پھرا حتیٰ کہ میں نے اپنی جان بھی تیرے راستہ میں دے دی۔

چنانچہ اس اللہ بخش کو شہادت کے بعد صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں دفن کیا گیا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ احقر کو بھی اپنے راستہ میں شہادت کی موت نصیب فرمائے اور جن لوگوں کے دل میں دین کے مٹنے کا درد و غم ہے ان کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے راستہ کی موت نصیب فرمائے۔ (آمین)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت

وہ صبح بہت سہانی تھی جس کا بہت دنوں سے انتظار تھا۔ مسجد کے ساتھ ہی ایک کمرے میں ہمارا قیام تھا۔ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد بیان ہوا۔ یہ جون کا مہینہ تھا لیکن استنبول کا موسم بہت خوش گوار تھا۔ سرسبز وشاداب پہاڑ، ہر طرف ہریالی کی سندر سندر خوشبو نے دل ودماغ کو معطر کردیا تھا۔ جیسے یہاں کا موسم خوشگوار ہے، ویسے ہی یہاں کے لوگ خوبصورت اور خوش مزاج ہیں۔ یہاں کے لوگوں نے ہمیں جو محبت دی وہ ہم تمام زندگی نہیں بھلا سکتے۔

خیال تھا کہ صبح صبح وہاں جائیں گے جہاں جانے کے لئے ہم کئی دن سے بے چین تھے، لیکن ہمارے رہبر اور ترجمان اپنی مصروفیات کی وجہ سے دوپہر کو آئے۔ ایک گاڑی کرائے پر لی اور روانہ ہوئے۔ کچھ نہ پوچھیے دل کی کیا کیفیت تھی۔ یہ سوچ کر کہ کہاں ہم اور کہاں میزبانِ رسول ﷺ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت۔ کہیں ہم خواب تو نہیں دیکھ رہے۔ آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے رہے۔

وہ نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا جب نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ انصار میں سے ہر ایک کی تمنا تھی کہ آپ ﷺ ان کے گھر پر تشریف لائیں اور قیام فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: قصویٰ (اونٹنی کا نام) کو کچھ نہ کہو، یہ وہاں ٹھہرے گی جہاں اللہ کا حکم ہوگا۔
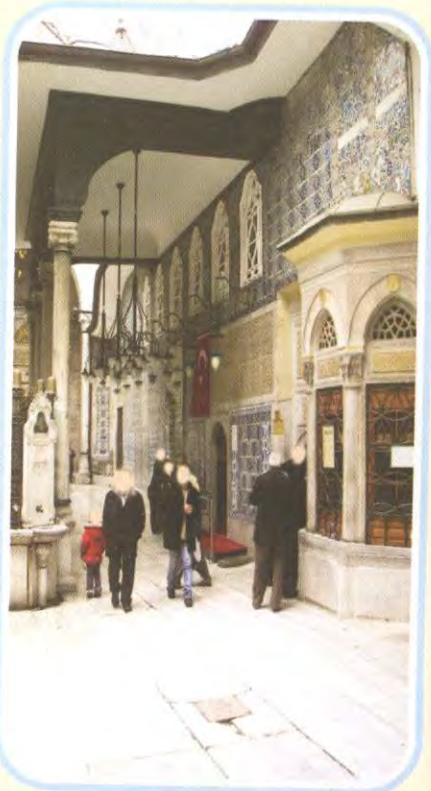
چنانچہ اونٹنی سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی، چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں کے گھر میں قیام فرمایا تھا۔ 90 سال کی عمر میں جہاد کے شوق میں قسطنطنیہ (استنبول) روانہ ہوئے۔ بوڑھے تھے، جسم بھی بھاری تھا، صاحبزادوں نے عرض بھی کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ جائیں ہم جو ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے قرآن پاک کی یہ آیت ٹھہرنے نہیں دیتی

اِنْفِرُوْ خِفَافًا وَّثِقَالاً

ہلکے ہو یا بوجھل نکلو اللہ کے راستے میں

اللہ کے راستے میں جان دینے کی تمنا بھی پوری ہوئی اور استنبول میں قبر بنی۔

درود شریف پڑھتے ہوئے اور نظروں کی حفاظت کرتے ہوئے تقریباً 30 منٹ میں ہم سلطان محمد فاتح کی بنائی ہوئی مسجد کے سامنے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سلطان نے استنبول فتح کرنے کے بعد پہلی نماز ادا کی تھی۔ اس جگہ بعد میں مسجد تعمیر کردی گئی۔ یہ مسجد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے بالکل سامنے ہے۔ دونوں کے درمیان ایک بڑا پرانا درخت ہے۔ ہم نے ظہر کی نماز اس مسجد میں باجماعت ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوکر ہم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی طرف دھک دھک کرتے دل کے ساتھ روانہ ہوئے۔ کچھ نہ پوچھئے کیا کیفیت تھی۔ کہیں کوئی بے ادبی نہ ہوجائے۔

ہم نے جوتیاں اتار کر ایک طرف رکھ دیں۔ قدمین شریفین کی طرف سے اندر داخل ہوئے اور چہرہ مبارک کی طرف آکر سلام پڑھا اس حال میں کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ کچھ دیر وہیں کھڑے قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہے۔ مزار مبارک کے ایک کونے میں ایک اور متبرک ترین چیز شیشے کے خوب صورت کیس میں رکھی ہوئی تھی۔ اور وہ تھا ایک پتھر جس پر نبی کریم ﷺ کے قدمین شریفین کے نشان تھے۔ یہ نشان یا مقام ابراہیم علیہ السلام پر بنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشانات کے مشابہ تھے۔ میں دیر تک ٹکٹکی باندھ کر ان نشانوں کو دیکھتا رہا۔ پلکیں جھپکنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ خیالات ہی خیالات میں اس نشان کو اپنے سینے سے لگایا۔

مزار مبارک سے باہر آئے تو ہمارے گائیڈ ہمیں ایک طرف لے چلے۔ انہوں نے بتایا کہ استنبول میں 33 صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبریں ہیں۔ چلتے چلتے ایک قبر پر رک گئے۔ اس کے گرد چاردیواری بنی ہوئی تھی اور گیٹ پر تالا لگا ہوا تھا۔ ہمیں بتایا گیا کہ یہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر ہے۔ قبر باہر سے نظر آرہی تھی، لیکن دل چاہتا تھا کہ اندر جا کر سلام کریں۔ ابھی ہم سوچ ہی رہے تھے کہ ایک صاحب ہاتھ میں چابی پکڑے ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کیا آپ اندر جانا چاہتے ہیں؟ (یہ بات انہوں نے ترکی زبانی میں کہی، لیکن ہم اس کا مطلب سمجھ گئے)

ہم نے کہا: بالکل اندر جانا چاہتے ہیں۔

انہوں نے تالا کھول دیا ہم سلام پڑھتے ہوئے اندر داخل ہوگئے۔ تقریباً 8 فٹ لمبی قبر تھی بالکل کچی۔ ہم کپڑا بچھا کر بیٹھ گئے۔ قرآن پاک کی حسبِ توفیق تلاوت کرنے کے بعد مولانا عامر رشید صاحب نے ریاض الصالحین سے وہ احادیث سنائی جو حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی تھیں۔ مولانا روتے جارہے تھے اور احادیث سند کے ساتھ سناتے جارہے تھے۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہماری کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔ کچھ دیر وہاں بیٹھنے کے بعد آگے چل پڑے۔ چند قدم آگے ایک اور مزار تھا اس پر حضرت ادھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اس مزار کے اندر جانے کا موقع نہ مل سکا۔ باہر ہی سے فاتحہ پڑھ کر واپس اپنی رہائش گاہ پر آگئے۔ یہ سفر 1996ء میں ہوا لیکن آج بھی وہ سفر ہمارے دل میں ایسے نقش ہے جیسے کل ہی واپس آئے ہوں۔ (بشکریہ ابوعبداللہ، لاہور)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کا اندرونی اور بیرونی منظر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا آنکھوں دیکھا حال

جناب عبدالرحمٰن مکی صاحب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ترکی کے شہر استنبول کی جامع مسجد ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نمازیوں اور زائرین کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے۔ رمضان کے مہینے میں استنبول کی روح اس مسجد میں کھنچ آتی ہے۔ قراء کی جماعتیں باری باری تلاوت قرآن میں مصروف رہتی ہیں۔ ترکوں کو ویسے بھی قرآن پڑھنے اور قرآن سننے کا بڑا شوق ہے۔ نمازوں کے اوقات کے علاوہ بھی لوگ صرف قرآن سننے کیلئے مسجد میں آتے ہیں اور ہمہ تن گوش ہو کر کلامِ خداوندی کو سنتے ہیں۔ عورتوں کا بھی بڑا رجوع ہے۔ مغربی لباس میں ملبوس عورتیں جب مسجد میں داخل ہوتی ہیں تو ٹانگوں کو لمبے گون یا سیاہ جرابوں سے ڈھانک لیتی ہیں اور سروں پر رومال باندھ لیتی ہیں۔ پورا ماحول خشیت اور تقدس کی فضا سے معمور ہوتا ہے۔

مزار حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح جامع مسجد ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ گنبدوں کے جھرمٹ اور پچی کاری کے کمالات دیکھتے آنکھیں نہیں تھکتیں۔ بے اختیار اس ترکی معمار کے حق میں کلماتِ تحسین زبانی پر جاری ہو جاتے ہیں جس کے فن نے محمد الفاتح کی اس مخلصانہ کوششوں کو چار چاند لگا دیئے۔ مسجد سے ایک ملحقہ کمرے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض تبرکات بھی رکھے ہوئے ہیں۔ اس دہرے تقدس کی وجہ سے پرہیزگار ترک اس مسجد میں بکثرت نماز کیلئے آتے ہیں اور تینتیس دانوں کی ایک تسبیح پھیرتے رہتے ہیں۔

مزار کا بیرونی دروازہ مقفل تھا، شاید کبھی کبھار کھولا جاتا ہو۔ جی چاہتا تھا کہ مرقد مبارک کے قریب جا کر فاتحہ پڑھی جائے لیکن وہاں کوئی منتظم بھی موجود نہ تھا جس سے دروازہ کھولنے کی درخواست کی جاسکتی یا کم سے کم یہی معلوم کیا سکتا کہ اسے بند رکھنے میں کیا مصلحت ہے۔ مجبوری کے عالم میں جالیوں میں سے زیارت کی۔ سعودی عرب جانا ہوتا ہے اور معلوم ہے کہ جنت معلٰی (مکہ مکرمہ) جنت بقیع (مدینہ منورہ) احد کی پہاڑیوں کے دامن میں اور میدانِ بدر میں کیسی کیسی عظیم ہستیاں مدفون ہیں لیکن وہاں تو قبروں کا نام و نشان مٹا دیا گیا ہے لہٰذا تشنگی سی رہتی ہے کہ انسان کی نظر خوگر محسوس ہے۔ یہاں پہلی بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح سالم قبر نظروں کے سامنے تھی لیکن وا حسرتا، اسے بھی دور سے ہی فاتحہ کا نذرانہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ تاہم غنیمت ہے کہ اندر بجلی کے بلب روشن تھے اور قبر کا تعویذ صاف نظر آتا تھا جسے سبز جھلملاتی چادر نے ڈھانپ رکھا تھا۔ عمارت کے مقفل حصے میں کچھ اور قبریں بھی تھیں جو ظاہر ہے کہ عمائدین سلطنت عثمانیہ کی ہوں گی کیونکہ باہر ملحقہ حصے میں بھی درجہ دوم کے اکابرین اور ان کی بیگمات کی پختہ قبریں موجود تھیں جن کی سنگِ سرخ سے بنی ہوئی الواح پر مرحومین کے کوائف بزبان ترکی خوبصورت خطِ نستعلیق میں کندہ تھے۔

مزار کا وسیع وعریض صحن زائرین کے لئے ناکافی ہو رہا تھا۔ قبر مبارک ایک ہال نما کمرے کے اندر ہے۔ لوگ ایک دروازے سے داخل ہوتے ہیں اور دوسرے سے نکلتے ہیں۔ سلام کہنے والے مردوں اور عورتوں کی دو لمبی قطاریں لگ رہی تھیں۔ 20-25 کی تعداد زائرین اندر داخل ہوتے اور سلام اور مختصر سی دعا کے بعد پہرہ دار سپاہیوں کے معمولی اشارے سے واپس ہو جاتے ہیں۔

پاکستانی زائر ہونے کی وجہ سے مجھے قطار کی پابندی سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ اندر داخل ہوا اور اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، جو آج ترکی کی ملتِ مسلمہ کے دینی جوش و جذبہ کا محرک بنا ہوا ہے، سلام مسنون پیش کیا۔ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ قبر خوش عقیدہ لوگوں کے تصرفات سے محفوظ ہے۔ کوئی نذر، نذرانہ نہیں، گل پاشی و شمع افروزی نہیں، طواف و سجود نہیں، پردۂ سکوت چھا رہا ہے۔ لوگ پورے احترام اور وقار کیساتھ دم سادھے سلام کرتے ہیں اور چند لمحات کے بعد نکل جاتے ہیں۔ ترک قوم کے اندر مجموعی طور پر جو نفاست اور سلیقہ شعاری پائی جاتی ہے وہ ہر جگہ نمایاں ہے۔ ساتھیوں نے بتایا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم مبارک سونے کے ایک جڑاؤ صندوق کے اندر ہے جو قبر کے اندر رکھا ہوا ہے۔ قبر کی ساخت ترکی طریقے کے مطابق سر کی جانب سے اونچی اور پاؤں کی جانب سے کافی پست ہے۔ ترکانِ جنگ آزماؤں کا یہ قدیم عقیدہ ہے کہ زندگی کی طرح موت بھی نشیب و فراز سے بھری ہونی چاہیے۔

سلطنت عثمانیہ کے بانی عثمان اول (1290 تا 1326ء) کی جو تلوار آلِ عثمان کے پاس نسلاً بعد نسل چلی آرہی تھی محمد الفاتح نے وہ تلوار جامع مسجد ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں رکھوا دی۔ محمد الفاتح کے بعد جو سلطان بھی سریر آرائے سلطنت ہوتا وہ جامع مسجد ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضری دیتا اور اس تلوار کو حمائل کرتا۔ دنیا پرست سلاطین تاجپوشی کے وقت جو فضول خرچ تقریبیں منعقد کرتے ہیں اور جس جاہ و جلال کی نمائش کرتے ہیں عثمانی سلاطین ان کے برعکس اس روایت کے پابند رہے ہیں کہ تخت نشینی کے وقت سلطان باوضو ہو کر جامع مسجد ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر ہوتا، دو رکعت نماز ادا کرتا اور مسجد کے امام صاحب کے ہاتھ سے سیفِ عثمانی لے کر گلے میں حائل کرتا۔ اسی طرح جب کوئی لشکر جہاد کے لئے نکلتا تو سالارِ لشکر اس موقع پر بھی امام کے ہاتھ سے اس تلوار کو لیتا اور یہ عہد کرتا کہ تلوار اسلام کی محافظ رہے گی اور اسلام تلوار کا محافظ رہے گا۔ اس کے بعد تکبیر وتہلیل کے نعروں کے ساتھ وہ اپنی سپاہ کو لے کر جہاد کے لئے روانہ ہو جاتا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی مٹی کی کرامت

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی مٹی میں بیماری کی شفا رکھی تھی جس کی وجہ سے مایوس العلاج لوگ شفایاب ہو جاتے تھے۔ اب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک سنگ مرمر کے مضبوط پتھروں سے بنی ہوئی ہے۔

(حوالہ اکمال فی اسماء الرجال 586 وحاشیہ کنز العمال 225/6)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کا بیرونی منظر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارِ مبارک کا بیرونی منظر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے خوبصورت گنبد و مینار
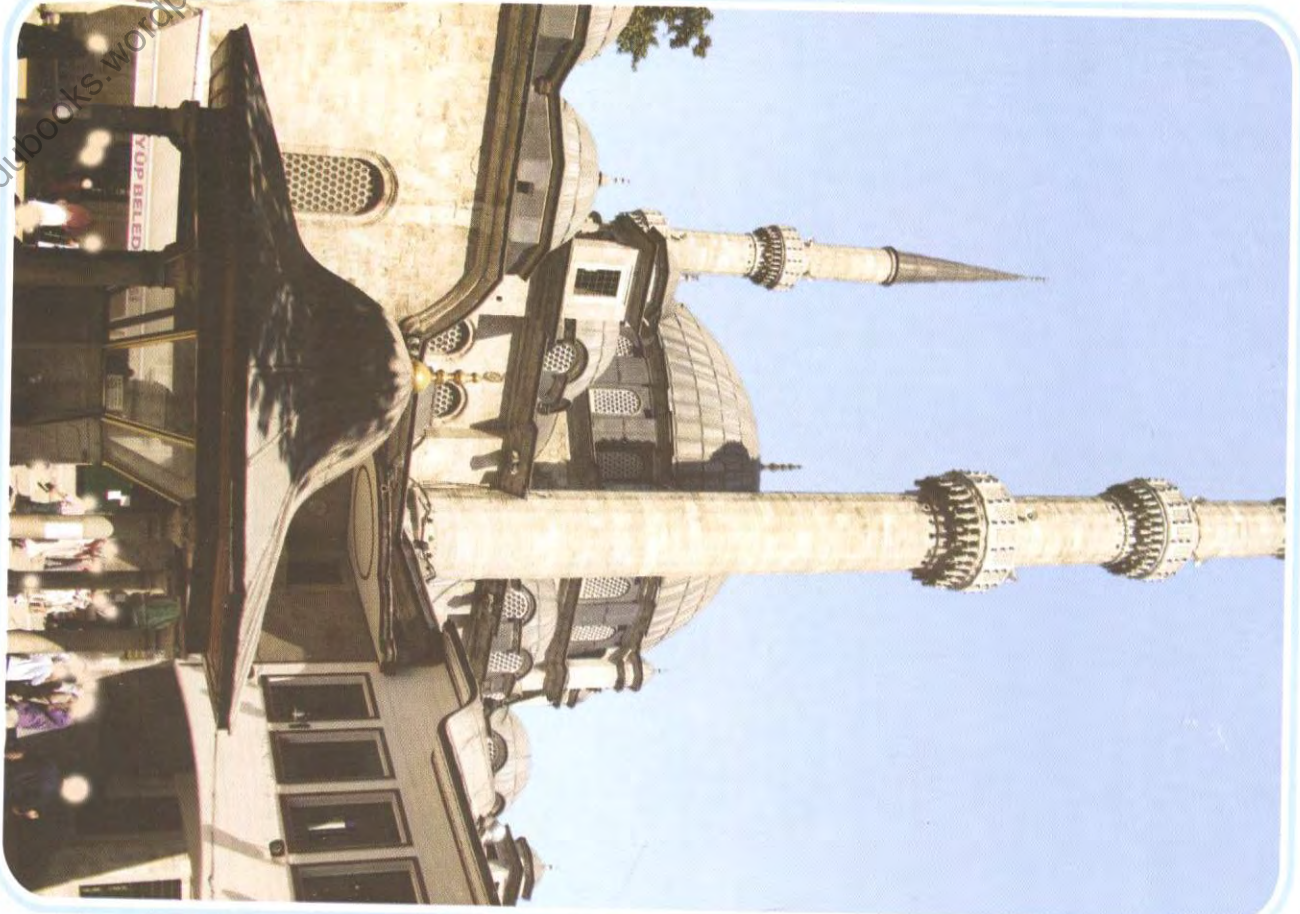
مزار حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہر کا احوال

جناب افتخار احمد حافظ صاحب اپنے سفر نامہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی زیارت کے بعد وہاں کا نقشہ کچھ اس طرح لکھتے ہیں کہ یہ مقام استنبول شہر سے کچھ فاصلے پر واقع ہے۔ اور اس علاقے کو ایوب سلطان کے نام سے پکارتے ہیں۔ شہر سے ہر وقت بآسانی بسیں، ٹیکسیاں وغیرہ مل جاتی ہیں۔ جمعہ کے دن کافی رش ہوتا ہے اور ویسے عام دنوں میں بھی لوگ اکثر آتے رہتے ہیں۔ مسجد سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ بہترین قسم کے فانوس اور قیمتی سرخ قالین بچھے ہوئے ہیں اور مسجد سے باہر سامنے کی طرف حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ہے۔ حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عظیم اور خوش نصیب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کا خوبصورت منظر

EY BELEDİ
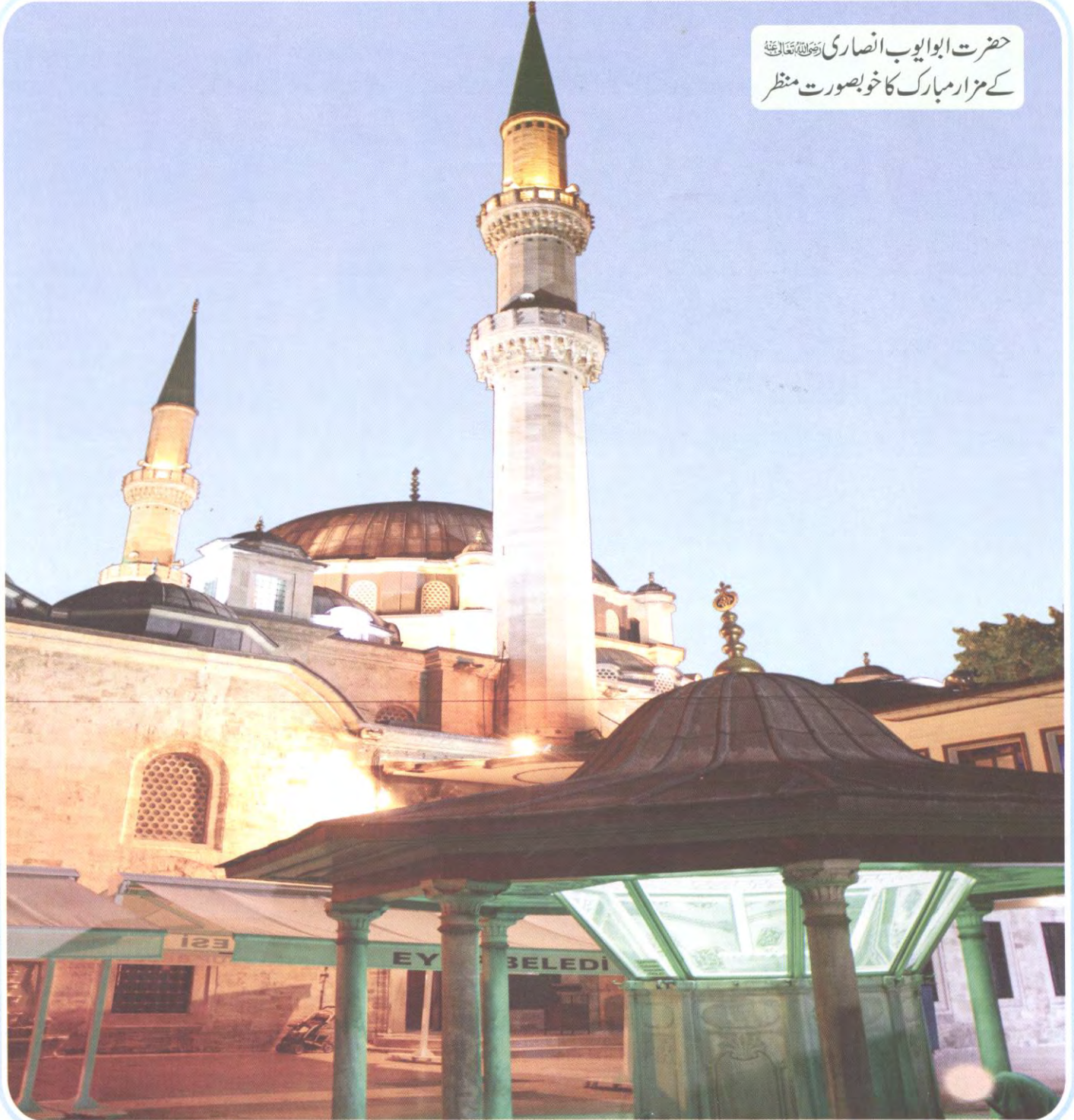
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے مختلف مناظر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کا بیرونی منظر
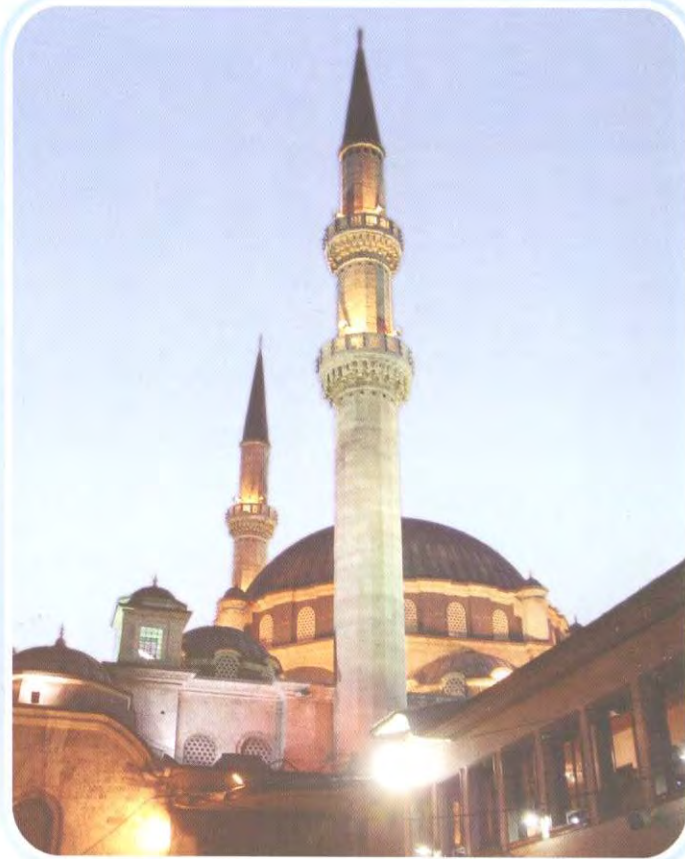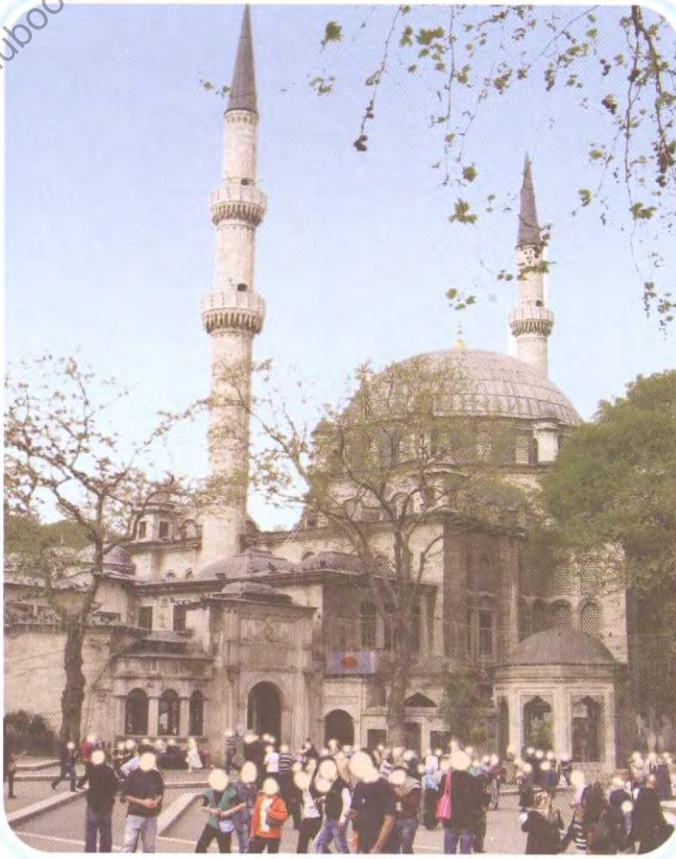
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے صحن کا منظر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا صحن

استنبول میں واقع حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے صحن کا خوبصورت منظر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے متعلق ایک رسم کا احوال

جناب یعقوب نظامی صاحب اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ جب ہم ترکی کے شہر استنبول میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر پہنچے مسجد بھی دیکھی اور مزار بھی۔ مسجد کے مقابلے میں مزار زیادہ خوبصورت تھا۔ نفیس کمرہ، دیواروں پر کندہ آیات، خوبصورت طغرے، بیش قیمت قندیلیں، مزار پر آیات سے مزین سبز ریشمی چادر، سرہانے بندھا ہوا عمامہ اور مزار پر بکھرے ہوئے پھول۔ واقعہ یہ ہے کہ ترک قوم بھی قبر پرستی میں مصریوں سے پیچھے نہیں۔

فاتحہ سے فارغ ہوکر ظہر کی نماز ہم نے اسی مسجد میں پڑھی۔ امام صاحب تو سوٹ میں ملبوس، ڈاڑھی مونچھوں سے بے نیاز تھے۔ البتہ نمازیوں میں چند عمر رسیدہ آدمی ڈاڑھی والے بھی نظر آئے۔ ایک صاحب جو اگرچہ سوٹ میں تھے لیکن اپنی نسبتاً لمبی ڈاڑھی اور چند معتقدین کی ہمراہی کی وجہ سے صوفی اور پیر معلوم ہوتے تھے میرے اجنبی لباس اور لمبی ڈاڑھی کو دیکھ کر میری طرف متوجہ ہوئے اور عربی میں گفتگو کی۔ ان کے دریافت کرنے پر میں نے اپنا تعارف کرایا تو بڑی محبت سے پیش آئے اور جیب سے عطر نکال کر عطر گلاب کی ایک شیشی مجھے عنایت فرمائی۔

مزار کو سلامی دینے کے لئے اپنے اعزہ کے ساتھ آئے ہوئے دو نہایت خوبصورت ترک بچے بھی دیکھے جو خاص قسم کا حسین وجمیل لباس پہنے ہوئے تھے۔ بعد میں سلطان احمد کی مسجد میں بھی اسی طرح کے بچے دیکھے۔

معلوم ہوا کہ ختنہ کے موقع پر اسی لباس میں بچوں کو پہلے مزارات پر لے جایا جاتا ہے، جن میں سب سے مقدم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار ہے، اس کے بعد ختنہ کی جاتی ہے۔ مزار ایوب سلطان کی زیارت سے فارغ ہوکر ہم نے ٹیکسی لی اور مسجد سلطان احمد پہنچے اور مسجد کے ساتھ ساتھ اس کا میوزیم بھی دیکھا۔ اس کے بعد ہم صوفیہ کے میوزیم میں داخل ہوئے۔ جابجا حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویریں گرجا ہونے کا پتہ دیتی ہیں اور محراب ومنبر مسجد ہونے کا۔ بہرحال اس میوزیم کی عمارت بڑی عالی شان ہے۔ اس میں ایک جگہ دیوار میں ایک سوراخ ہے جسے حضرت خضر علیہ السلام کا انگوٹھا کہا جاتا ہے۔ لوگ اس میں اپنا انگوٹھا ڈالتے ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کا داخلی دروازہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

موت کے وقت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ میری خواہش ہے کہ جب میرا انتقال ہوجائے تو میری لاش کو گھوڑے پر رکھ کر دشمن کی سرزمین میں جتنی دور تک لے جانا ممکن ہو لے جانا اور وہاں لے جا کر دفن کرنا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوگئی تو یزید نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت پر عمل کیا اور قسطنطنیہ کی دیوار کے قریب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کیا گیا۔ (الاصابہ ص:405، ج:1)

تاریخ میں ہے کہ سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کرنے کے بعد اہتمام کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی تلاش شروع کی اور ایک بزرگ کی نشاندہی پر اس جگہ وہ دستیاب ہوگئی۔ سلطان محمد فاتح نے جامع ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے یہاں مسجد تعمیر کی۔ اور اس وقت سے یہ جگہ زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ یہ پورا محلّہ ابوایوب ہی کہلاتا ہے۔ مزار مبارک پر لوگ اکثر بیٹھے ہوئے تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ (تاریخ دولت عثمانیہ از ڈاکٹر محمد عزیز ص:121، ج:1)
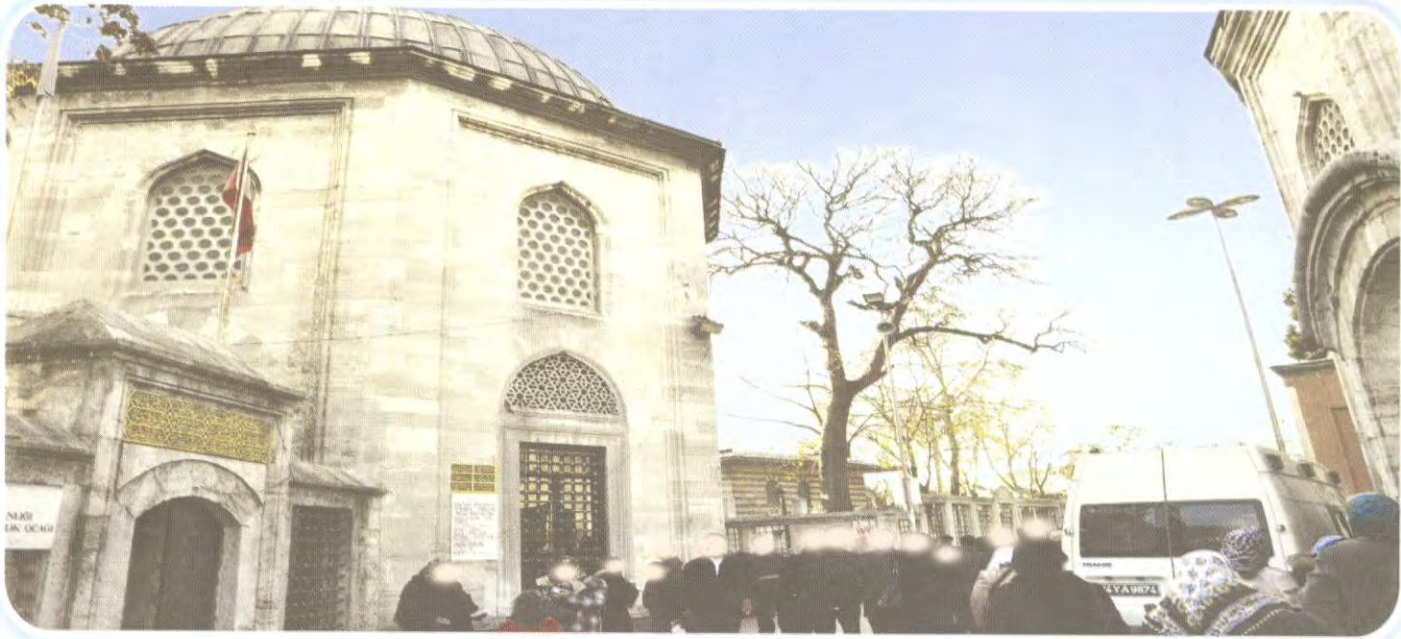
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے دو مختلف مناظر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کا بیرونی منظر

استنبول میں واقع حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب مزار مبارک کی مختلف زاویوں سے لی گئی تصاویر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے متصل مسجد کا اندرونی منظر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا اندرونی منظر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے متصل مسجد کا اندرونی منظر
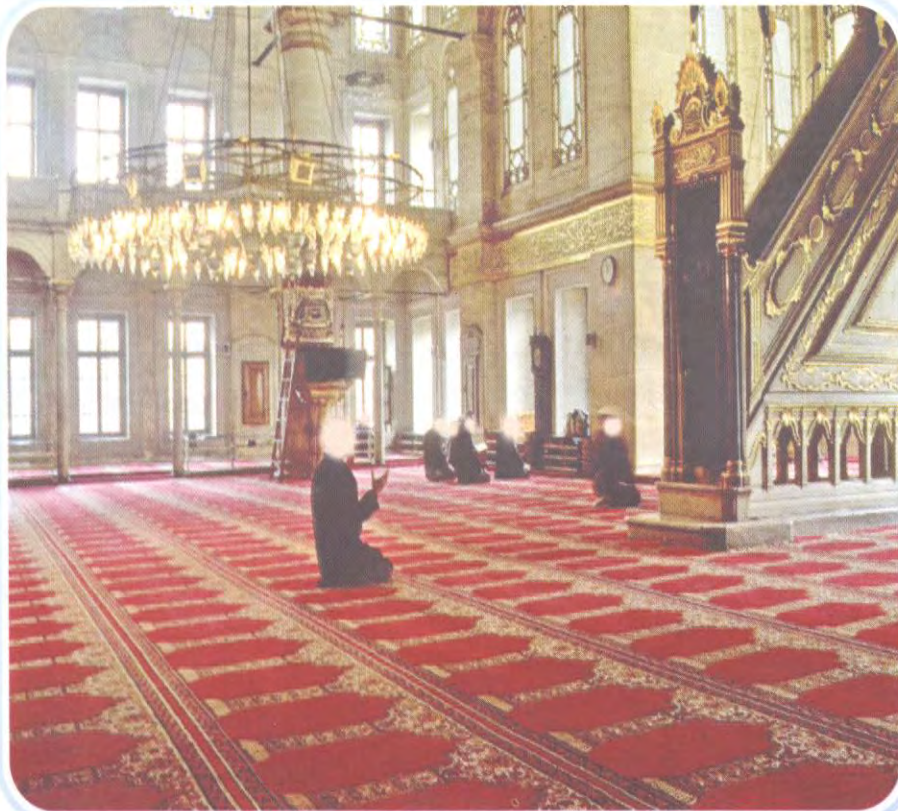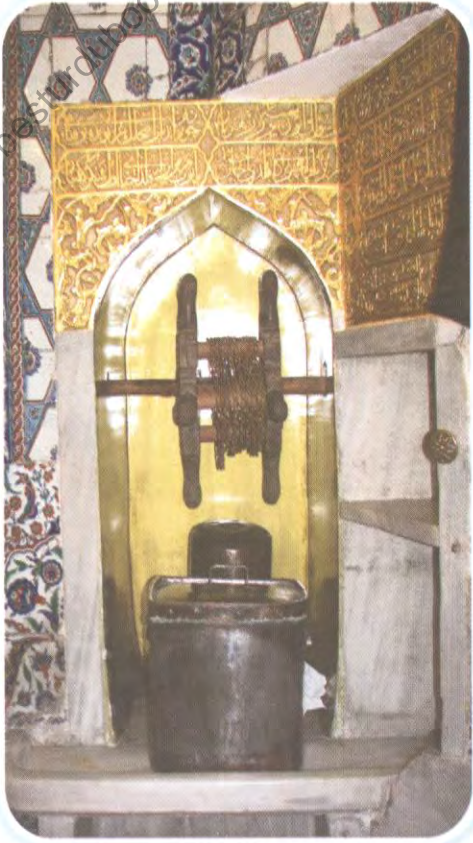
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا اندرونی منظر
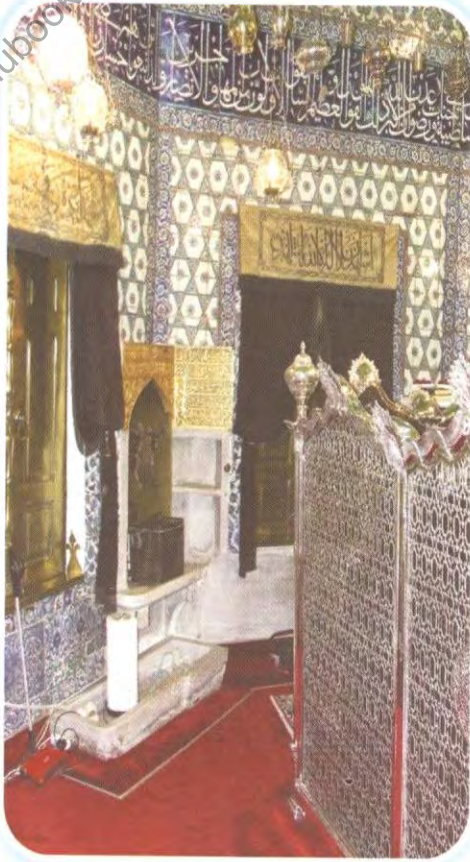
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار میں موجود خوبصورت فوارہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک والے کمرے کا اندرونی منظر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک میں موجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک والے کمرے کے خوبصورت نقش ونگار

مزار حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی چھت پر کیے گئے خوبصورت نقش ونگار

حضرت ایوب علیہ السلام کی قبر مبارک کا نورانی منظر

زیر نظر تصویر حضرت ایوب علیہ السلام کے مزار مبارک کی ہے۔ یہ مزار دمشق میں واقع ہے۔ انبیاء علیہم السلام سے منسوب 1500 مقامات ومزارات کی تصویری زیارت کے لئے احقر کی کتاب ❶ تبرکات انبیاء کا تصویری البم ❷ مقامات انبیاء کا تصویری البم کا مطالعہ کریں۔
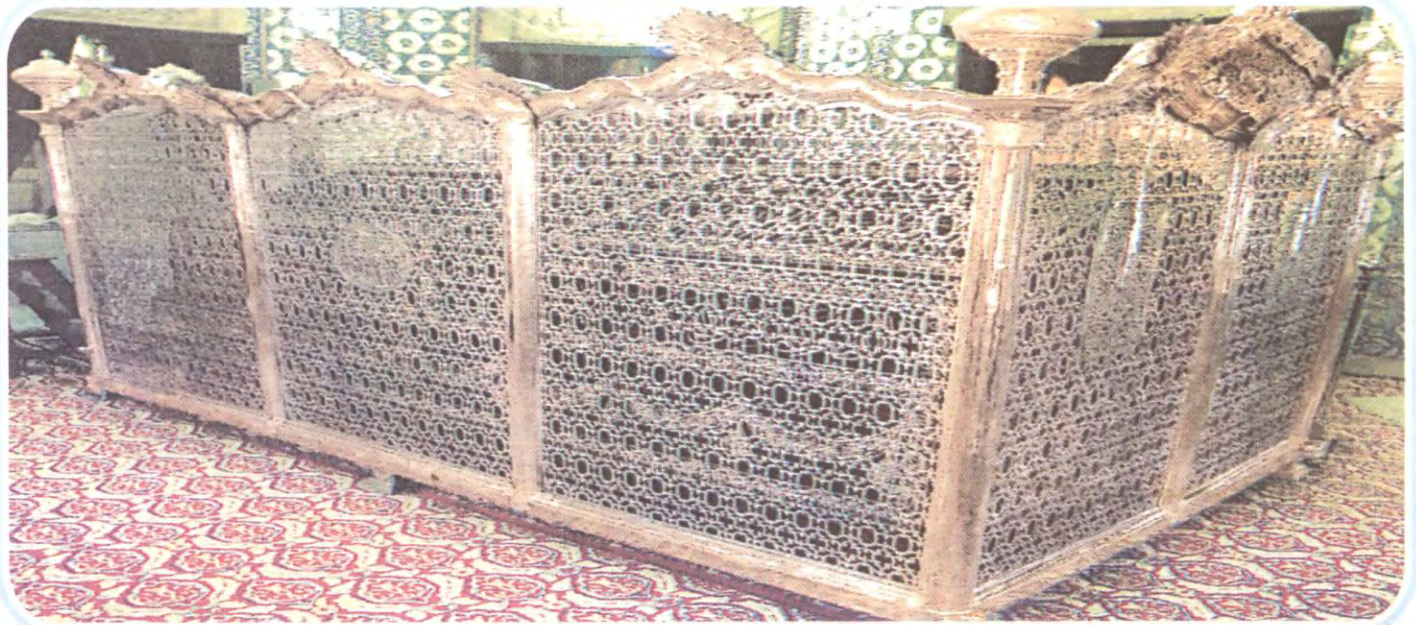
زیر نظر تصویر میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک میں بنی قبر مبارک کے اطراف میں لگی خوبصورت جالی کی ہے جو جدید ترکی تعمیر کا ایک عظیم شاہکار ہے

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا مزار پر انوار استنبول میں ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ایک اونچے چبوترے میں ہے اور مزار مبارک کو پیتل کی جالی دار دروازے سے بند کیا ہوا ہے۔ اور یہ ایک پر کیف مقام ہے۔ ترکی کے اکثر لوگ سکون قلب کیلئے یہاں حاضری دیتے ہیں اور خاص کر جمعہ والے دن کافی رش ہوتا ہے لیکن دیکھا گیا کہ اتنا رش ہونے کے باوجود لوگ بڑے طریقے سے لائن میں خاموشی سے اندر داخل ہوتے ہیں۔ سلام پیش کرتے ہیں اور کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش پا جو ایک پتھر پر معلوم ہوتا ہے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے سامنے والی دیوار میں نصب ہے۔ اوپر شیشہ لگا ہوا ہے اور درج ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے۔

ھٰذا نقش قدم پیغمبری

یہ میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کا نشان ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک میں موجود قبر والے کمرے کے باہر لگی جالیاں

زیر نظر تصویر میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کا منظر نظر آ رہا ہے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک والے کمرے کی مختلف زاویوں سے لی گئی تصاویر

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

تذکرہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ افریقہ کے ساحلی ملک حبشہ (ایتھوپیا) کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامۃ تھا۔ حبشہ سے مکہ مکرمہ آگئے تھے، یہاں ایک شخص کے غلام تھے، اسی حالت میں مشرف بہ اسلام ہوئے، اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تقریباً 30 سال تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ (دین حق کے بارے میں) سبقت لے جانے والے چار ہیں، عرب سے میں ہوں، روم (یورپ) سے صہیب ہیں، فارس (ایشیا، ایران وعراق وغیرہ) سے سلمان ہیں اور حبشہ (افریقہ) سے بلال۔ (حوالہ بخاری ومسلم)

حبشہ وہ جگہ جہاں سے ہجرت کر کے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ تشریف لائے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اسلام قبول کیا اور مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلانے کا شرف پایا
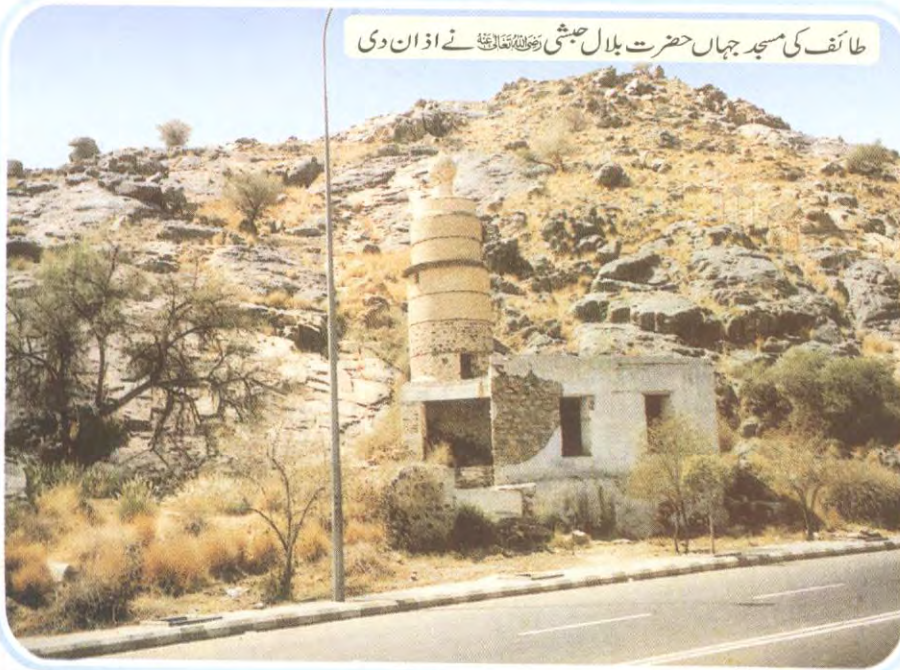
طائف کی مسجد جہاں حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن ہجرت مدینہ کے بعد 2ھ میں اذان شروع ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی سے سب سے پہلی اذان دلوائی اور مستقل طور سے ان ہی کو مؤذن مقرر فرما دیا۔ اس وقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیاتِ طیبہ اور سفر وحضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن رہے، یہ اتنی بڑی سعادت تھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حسرت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ "اب میں پچھتاتا ہوں، کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کر کے اپنے بیٹوں حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مؤذن مقرر کرا دیتا۔" (بحوالہ جمع الفوائد)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام کیلئے تکالیف برداشت کرنا

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ کالا تھا، مگر دل نہایت ہی اجلا اور پاک صاف، پیدائشی غلام تھے۔ پہلے ابن جدعان کی ملکیت میں تھے اور اس کی بکریاں چرانے پر مامور تھے۔ اسی دور میں ایمان کی روشنی نے ان کے دل کو جگمگا دیا۔ غلامانہ زندگی کی مجبوریوں کے پیش نظر پہلے تو اپنے ایمان کو چھپائے رکھا، لیکن ایک دن چوری پکڑی گئی۔ اس روز حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ کے گرد نصب شدہ بتوں کے پاس کھڑے تھے، اتفاق سے اس وقت وہاں اور کوئی نہیں تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ مکمل تنہائی ہے تو معبودانِ باطلہ سے نفرت کا بھرپور مظاہرہ شروع کر دیا۔ وہ بتوں پر تھوکتے جاتے اور کہتے جاتے

قَدْ خَابَ وَخَسِرَ مَنْ عَبَدَ كُنَّ

جس شخص نے تمہاری عبادت کی وہ یقیناً گھاٹے اور خسارے میں رہا

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ رہے تھے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا مگر دور سے دیکھے جا چکے تھے۔ دیکھنے والے ابن جدعان کے پاس گئے اور اس سے پوچھا:

اَصَبَوْتَ ؟

کیا تم اپنے دین سے منحرف ہو گئے ہو؟

میں؟ ابن جدعان حیرت سے بولا، کیا میرے جیسے انسان کے بارے میں یہ تصور بھی کیا جا سکتا ہے۔

ہاں! انہوں نے جواب دیا۔ کیونکہ تمہارے اس کلوٹے نے آج یہ حرکت کی ہے۔ (یعنی تمہاری پشت پناہی کے بغیر اس کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی تھی)

ابن جدعان اپنے خداؤں کی اس توہین پر لرز اٹھا۔ اس نے اس جرم عظیم کے کفارہ میں بتوں کے لئے سو اونٹ ذبح کیے اور لوگوں سے کہہ دیا کہ بلال کے ساتھ تمہارا جس طرح دل چاہے سلوک کرو۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سزائیں دی جانے لگیں۔ (السیرۃ الحلبیہ 325)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دین کیلئے سخت تکالیف برداشت کرنا

مگر شدید ابتلاء کا دور اس وقت شروع ہوا جب ابن جدعان نے ان کو امیہ بن خلف کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ امیہ بھی ایک بڑا ظالم تھا۔ وہ اذیت رسانی کے نت نئے ڈھنگ سوچتا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آزماتا۔ کبھی ان کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دے دیتا تھا اور لڑکے انہیں مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے، گلے پر رسی کے نشان پڑ جاتے، دم گھٹنے لگتا، مگر زبان پر توحید کا نغمہ مچلتا رہتا: اَحَدٌ...... اَحَدٌ

اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔ (السیرۃ الحلبیہ ص:224)

کبھی شدید گرمی کے موسم میں ایک دن بھوکا پیاسا رکھ کر دوسرے دن عین دوپہر کے وقت آگ کی طرح تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر ایک بھاری سِل رکھ دیتا اور کہتا کہ تیرے ساتھ یہی سلوک ہوتا رہے گا۔

حَتّٰى تَمُوْتَ اَوْ تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ

یہاں تک کہ تو یا تو مر جائے گا یا محمد (ﷺ) کا دامن چھوڑ دے گا۔

اس کے جواب میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر توحید کا ڈنکا بجا دیتے۔ اَحَدٌ اَحَدٌ (البدایہ والنہایہ ج3 ص57)

اور کبھی سنگدلی و بے رحمی کی ہر حد کو توڑتے ہوئے ان کے جسم کو پتھروں سے کوٹا اور کچلا جاتا۔ (الاستیعاب ج1 ص144)

ایک دن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حالت میں دیکھا تو امیہ سے کہا

اَلَا تَتَّقِی اللّٰهَ فِیْ هٰذَا الْمِسْكِیْن

اس مسکین پر یوں ستم ڈھاتے ہوئے تجھے ذرا بھی خدا کا خوف محسوس نہیں ہوتا۔

اس کو تم نے ہی بگاڑا ہے۔ امیہ جھنجھلا کر بولا، اگر ایسا ہی ترس آ رہا ہے تو اسے چھڑا لو۔ (یعنی خرید لو)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے پاس ایک حبشی غلام ہے جو اس سے زیادہ توانا اور مضبوط ہے اور ہے بھی تیرا ہم مذہب وہ لے لے اور یہ مجھے دے دے۔

امیہ کا تو خود ناک میں دم تھا کہ اس پر ستم ایجاد کا ہر حربہ بے اثر ہو چکا تھا ہر تدبیر ناکام ہو چکی تھی چنانچہ وہ رضا مند ہو گیا۔ اور یوں کافر غلام، کافر مالک کے پاس چلا گیا اور مومن غلام مومن آقا کا ہو گیا۔ (السیرۃ الحلبیہ ج1 ص225)

اگر مومن آقا اس کو اپنی ملکیت میں رکھتا تب بھی اس کو کوئی تکلیف نہ ہونے دیتا مگر رحم دل آقا نے صبر واستقامت اور خلوص ووفا کے اس مجسمے کو آزادی کی نعمت کے بغیر رکھنا گوارا نہ کیا اور خریدتے ہی بوجہ اللہ آزاد کر دیا۔

پھر غزوہ بدر میں خدا نے یہ دن بھی دکھایا کہ ظالم امیہ پر مظلوم بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہباز کی طرح جھپٹا اور لمحوں میں اس بے رحم وسفاک شخص کو خاک وخون میں لوٹا دیا اور اس کی مکروہ زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس واقعہ سے بے پناہ مسرت حاصل ہوئی اور انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا:

هَنِيْئًا، زَادَكَ الرَّحْمٰنُ خَيْرًا

فَقَدْ اَدْرَكْتَ ثَارَكَ يَابِلَالَ

مبارک ہو بلال رحمٰن تمہیں مزید بھلائیوں سے نوازے کہ تم نے اپنا انتقام لے لیا۔ (الاستیعاب بہامش الاصابہ ج1 ص:144)

غزوہ بدر: جہاں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ظالم سابقہ مالک "امیہ بن خلف" کو عبرتناک موت سے دوچار کیا

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات

1. حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ بلال! رات میں نے جنت میں اپنے سے بھی آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔
(بخاری، مسلم، عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

2. ایک حدیث میں ہے کہ اہل حبش میں سے سب سے پہلے جنت میں جانے والے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ (ابن عساکر عن الحسن مرسلا)

3. ایک اور حدیث میں ہے کہ جب بلال تمہیں میری کوئی حدیث سنائیں تو اسے سچ جانو، کیونکہ بلال جھوٹ نہیں بولتے۔
(ابن عساکر عن امرأۃ بلال)

4. ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بلال اچھے آدمی ہیں۔ ان کی پیروی ایک مسلمان ہی کرسکتا ہے۔ وہ قیامت کے دن تمام مؤذنوں کے سردار ہوں گے۔ (ابن ماجہ، طبرانی، مستدرک عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

5. حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ ایک مرتبہ صبح ہوئی تو حضور اقدس ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوا بھیجا (وہ آئے تو) ان سے پوچھا کہ بلال! کیا چیز ہے جس کی وجہ سے تم مجھ سے پہلے جنت میں موجود تھے۔ میں جب کبھی بھی جنت میں جاتا ہوں تو اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنتا ہوں۔ چنانچہ جب رات کو میں جنت میں گیا تو وہاں (پھر) اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے کبھی اذان نہیں دی ہے مگر یہ کہ اس سے پہلے دو رکعت نفل نہ پڑھے ہوں اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرا وضو ٹوٹا ہو اور میں نے فوراً وضو نہ کرلیا ہو اور اس کے بعد دو رکعت نہ پڑھی ہو۔ میں نے ان دونوں باتوں کا ہمیشہ ہی اہتمام کیا ہے۔
حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہی دو وجوہات کی بناء پر تمہارے ساتھ یہ معاملہ ہوا۔ (ترمذی و مشکوٰۃ المصابیح بتغیر یسیر)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پھوٹ پھوٹ کر رونا

سیدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی وفات کی وجہ سے ہم پر رنج و مصیبت کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے تھے۔ اچانک ہم نے کدالوں کی آواز صبح ہی صبح سنی تو ہمارے رنج میں اضافہ ہوگیا۔ ادھر سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی اذان دی جب "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہا تو رو پڑے اور پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ جس سے ہمارا غم اور تازہ ہوگیا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سچائی کا اظہار کرنا

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک بھائی تھے۔ انہوں نے ایک گھرانے میں اپنے لئے شادی کا پیغام بھیجا۔ لڑکی والوں نے کہا کہ اگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے گھر تشریف لے آئیں تو ہم رشتہ دے دیں گے۔ بھائی کے کہنے پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے گئے۔ مگر وہاں جاکر لگی لپٹی رکھے بغیر کہہ دیا کہ میرے بھائی کی شکل و صورت بھی اچھی نہیں ہے اور دین کے معاملے میں بھی کمزور ہے۔ اس لئے آپ لوگوں کا جی چاہے تو رشتہ دیں، نہ چاہے تو انکار کردیں۔
کیا عجیب سفارش تھی! مگر وہ لوگ بھی کیسے عجیب ایمان والے تھے! انہوں نے کہا کہ "ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہیں...... ہم یہ رشتہ ضرور دیں گے۔"
اس طرح برادر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی ہوگئی۔
(المستدرک للحاکم جلد 3 صفحہ 283)
کیسے سچے انسان تھے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کیسے قدردان تھے وہ لوگ!! رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کعبہ کی چھت پر اذان دینا

پھر وہ وقت بھی آیا کہ اُسی مکہ مکرمہ میں جہاں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کلمہ طیبہ پڑھنے کی خاطر اذیتیں دی جاتی تھیں، جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کعبہ شریف کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی بار مکہ مکرمہ میں کعبے کی چھت پر اذان دی۔ (تاریخ مکہ للازرقی)

کعبہ شریف: جس کی چھت پر کھڑے ہوکر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح مکہ کی موقع پر اذان دی تھی

خانہ کعبہ کی چھت پر اذان بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حلب: جہاں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت مدینہ کے بعد قیام فرمایا

آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتہائی غمگین ہونا

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ سے بڑی محبت تھی۔ حضور ﷺ کا جب وصال ہوگیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے تھے کہ لوگو! تم نے کہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے؟ دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دو یا مجھے آپ ﷺ کا پتہ بتا دو۔

حضور ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ چھوڑنا

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی غم ہجر میں مدینے کو چھوڑ کر ملک شام کے شہر حلب میں چلے گئے۔ ایک سال کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال! تو نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑ دیا؟ کیا تمہارا دل ہم سے ملنے کو نہیں چاہتا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خواب دیکھ کر لبیک یا سیدی اے آقا غلام حاضر ہے کہتے ہوئے اٹھے اور اسی وقت رات ہی کو اونٹنی پر سوار ہو کر مدینے کو چل پڑے۔ رات دن برابر چل کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے سیدھے مسجد نبوی میں پہنچے اور حضور ﷺ کو ڈھونڈا مگر حضور ﷺ کو نہ دیکھا پھر حجروں میں تلاش کیا۔ جب وہاں بھی نہ ملے۔ تب مزار انور پر حاضر ہوئے اور رو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! حلب سے غلام کو یہ فرما کر بلایا کہ ہم سے ملنے آؤ اور جب بلال زیارت کے لئے حاضر ہوا تب حضور پردہ میں چھپ گئے۔

یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہو کر قبر انور کے پاس گر گئے۔ بہت دیر میں جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوش آیا تو لوگ قبر انور سے اٹھا کر باہر لائے۔ اس عرصہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے کا سارے مدینہ میں غل ہوا کہ آج رسول اللہ ﷺ کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے ہیں۔ ان سب نے مل کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ اللہ کے لئے ایک دفعہ وہ اذان سنا دو جو رسول اللہ ﷺ کو سناتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سن کر مدینہ کے لوگوں کا دھاڑیں مار مار کر رونا

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ دوستو! یہ بات میری طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ میں جب حضور ﷺ کی اس دنیوی زندگی میں اذان کہا کرتا تھا تو جس وقت ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ'' کہتا تھا تو رسول اللہ ﷺ کو سامنے آنکھوں سے دیکھ لیتا تھا۔ اب بتاؤ کہ کیسے دیکھوں گا؟ مجھے اس خدمت سے معاف رکھو۔

ہر چند لوگوں نے اصرار کیا مگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار ہی کیا۔ بعض صحابہ کی یہ رائے ہوئی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کا کہنا نہ مانیں گے تم کسی کو بھیج کر حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلالو۔ اگر وہ آ کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اذان کی فرمائش کریں گے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور مان جائینگے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے اہل بیت سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عشق ہے۔

یہ سن کر ایک صاحب جا کر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لائے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آ کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے بلال! آج ہمیں بھی وہی اذان سنا دو جو ہمارے نانا جان ﷺ کو سنایا کرتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں اٹھا کر کہا کہ ''تم میرے محبوب ﷺ کے کلیجہ کے ٹکڑے ہو۔ نبی کے باغ کے پھول ہو۔ جو کچھ تم کہو گے، منظور کروں گا۔ تمہیں رنجیدہ نہ کروں گا کہ اس طرح حضور ﷺ کو مزار میں رنج پہنچے گا۔'' اور پھر فرمایا: ''حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے لے چلو، جہاں کہو گے اذان کہہ دوں گا۔''

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد کی چھت پر کھڑا کر دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہنا شروع کی۔ اللہ اکبر!

مدینہ منورہ میں یہ وقت عجب غم اور صدمہ کا تھا۔ حضور ﷺ کو وصال فرمائے ہوئے ایک زمانہ ہوا تھا۔ آج مہینوں کے بعد اذان بلال کی آواز سن کر حضور ﷺ کی دنیوی حیات مبارکہ کا سماں بندھ گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سن کر مدینہ منورہ کے بازار، گلی کوچوں سے لوگ آ کر مسجد میں جمع ہوئے۔ ہر ایک شخص گھر سے نکل آیا۔ پردہ والی عورتیں پردہ سے باہر آ گئیں اور اپنے بچوں کو ساتھ لائیں۔ جس وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ'' منہ سے نکالا، ہزارہا چیخیں ایک دم نکلیں۔ اس وقت رونے کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ عورتیں روتی تھیں، ننھے ننھے بچے اپنی ماؤں سے پوچھتے تھے کہ تم بتاؤ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن رسول اللہ ﷺ تو آ گئے، مگر رسول اللہ ﷺ مدینہ کب تشریف لائیں گے؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ'' منہ سے نکالا اور حضور ﷺ کو آنکھوں سے نہ دیکھا تو حضور ﷺ کے غم ہجر میں بے ہوش ہو کر گر گئے اور بہت دیر کے بعد ہوش میں آ کر اٹھے اور روتے ہوئے ملک شام واپس چلے گئے۔ (مدارج النبوۃ، صفحہ 236، ج2)

حلب میں رہائش اختیار کرنے کی وجہ

سرکار دو عالم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدینہ طیبہ میں نہ رہا گیا اور وہ جہاد کے لئے شام آ کر مقیم ہو گئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت ہی میں شام آ گئے تھے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں روک لیا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شام آئے۔

حلب شہر کا خوبصورت منظر

حلب: جہاں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ سے ہجرت کے بعد رہائش اختیار فرمائی تھی۔ حلب ملک شام کا ایک شہر ہے۔

نگاہ فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مقام بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے اپنا وہی مطالبہ دہرایا جو مطالبہ انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا تھا۔ چنانچہ ابن سعد اور حافظ ذہبی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال فرمایا تو سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی وہی بات دہرائی جو انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت احترام کرتے تھے اور ان کو اپنا آقا اور سردار کہتے تھے۔ چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

ابوبکر سیدنا اعتق بلالاً سیدنا

ابوبکر ہمارے سردار تھے اور انہوں نے ہمارے سردار بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (خرید کر) آزاد کیا۔

اسی احترام کی وجہ سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں شام جانے کی اجازت دے دی اور وہ شام چلے گئے اور پھر وہیں ان کا انتقال ہوا۔

جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام تشریف لے جانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اے بلال! اذان کے لئے کسے مقرر کروں؟''

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ''حضرت سعد (قرظ) کو۔ کیونکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قباء میں اذان دیتے رہے ہیں۔''

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کے لئے مقرر فرمایا اور یہ فیصلہ کر دیا کہ اس کے بعد ان کی اولاد اذان دے گی۔

1۔ طبقات ابن سعد (237/2) 2۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب بلال بن رباح، رقم 3471، بحوالہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے 100 واقعات

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ سے دمشق کی طرف سفر

بیت المقدس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے ہی ملک شام میں شوق جہاد کی وجہ سے مقیم تھے جب آپ کو بیت المقدس کی فتح اور سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کا علم ہوا تو فرطِ مسرت سے وہاں حاضر ہوگئے۔ خصوصی طور سے سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی گئی کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کے لئے کہا جائے کیونکہ ان کی اذان کی آواز سنے مدت ہوگئی اور ویسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "سید المؤذنین" فرمایا ہے۔

مسلمانوں کی اس خواہش پر سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ "بلال! اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اذان کہنے کی درخواست کرتے ہیں تا کہ عہد نبوت کا نقشہ ایک دفعہ پھر دیکھیں۔"

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ "امیر المومنین! میں عزم کر چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں دونگا لیکن آج صرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کی تعمیل میں اذان دونگا۔

بیت المقدس میں اذانِ بلال پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر رقت طاری ہونا

جب اذان دینی شروع کی تو واقعی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آنکھوں کے سامنے پھر عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم آ گیا اور ہر دل میں رقت طاری ہوگئی۔ ابھی آپ نے "اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر" ہی کہا تھا کہ لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور جب "اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ" کہا تو لوگوں کے رونے کی وجہ سے کہرام مچ گیا۔ قریب تھا کہ اللہ کے ذکر سے ان کے قلوب پھٹ جاتے، سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی ریش مبارک اشکوں سے تر ہوگئی۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے روتے بے تاب ہوگئے اور ان سب سے زیادہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے تھے، یہاں تک کہ ان کی ہچکی بندھ گئی اور دیر تک یہی نقشہ جما رہا۔ سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دیکھ کر چاہتے تھے کہ اذان کو ادھورا ہی چھوڑ دیا جائے۔ لیکن انہوں نے اذان کو مکمل کیا جس کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً نماز پڑھائی۔

(سیر اعلام النبلاء (357/1) بحوالہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے 100 واقعات)

زیر نظر تصویر بیت المقدس کی ہے جہاں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح بیت المقدس کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست پر اذان دی

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

وفات کے وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وردِ بھرا شعر

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے انتظار سے عبارت تھا۔ چنانچہ جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیخودی کے عالم میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

غدًا نلقى الآحبه محمدا وحزبه

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موت کی شدت دیکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ نے کہا:

"واویلاہ" (ہائے افسوس!)

لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"وافرحاہ" (واہ رے خوشی!)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار دنیا میں دو ممالک میں موجود ہے

1 دمشق
2 اردن

دمشق کے قبرستان باب الصغیر میں موجود حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

دمشق میں ایک قبرستان ہے جو باب الصغیر کے نام سے مشہور ہے یہ قبرستان ہزاروں سال پرانا ہے۔ اس قبرستان میں کئی سو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ و بزرگان دین مدفون ہیں۔ قبرستان کے دروازے سے داخل ہوتے ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا گنبد نظر آتا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے اطراف میں دمشق اور شام کے بہت سے امراء اور حکام مدفون ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے خاص طور پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے آس پاس دفن ہونے کی وصیت کی تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک والا کمرہ 16 فٹ چوڑا اور اتنا ہی لمبا ہے۔ قبر مبارک زمین سے 5 فٹ اونچی ہے۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار شام میں تین جگہ بیان کیا جاتا ہے۔ ایک یہاں، دوسرے داریا نامی قصبے میں، تیسرے حلب میں۔ لیکن زیادہ تر علماء کا رجحان اسی طرف ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باب الصغیر کے اسی قبرستان میں مدفون ہیں۔

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے قریب ایک قبر پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی لکھا ہوا ہے۔ ایک روایت بھی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ داریا کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ داریا میں مقیم رہے، لیکن حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا رجحان اسی طرف ہے کہ ان کا مزار داریا میں نہیں بلکہ دمشق کے "الباب الصغیر" کے قبرستان میں ہے۔ جس کا تذکرہ پیچھے آچکا ہے اور اسی کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خیر بھی گذر چکا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضری کے وقت دل کی عجیب کیفیت تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رشک بھری زندگی کے واقعات یاد آ رہے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ عرب کے وہ قریشی سردار جو پورے جزیرۂ عرب میں عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے اور جن کے سامنے عرب کے باعزت خاندانوں کی گردنیں جھکی رہتی تھیں، وہ تو اسلام سے روگردانی کر کے ذلت و گمنامی کے غار میں جا گرے، آج کوئی احترام کے ساتھ ان کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتا اور حبشہ کے یہ باشندے جن کی زندگی غلامی میں بسر ہو رہی تھی، اور جنہیں کوئی گلے لگانے کے لئے تیار نہ تھا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پہنچ کر زندہ جاوید ہو گئے۔ (بحوالہ جہاں دیدہ)

باب الصغیر

زیر نظر تصویر دمشق کے مشہور قبرستان باب الصغیر کی ہے جہاں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

هذا مقام سيدنا بلال الحبشي رضي الله عنه
مؤذن سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم جدد
في سبعة ايام في ذي القعدة
سنة ١٣٤٨

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر لگا ہوا کتبہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کا داخلی دروازہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کا گنبد

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا داخلی دروازہ

دمشق کے قبرستان باب الصغیر میں موجود حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب قبر مبارک

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا اندرونی منظر

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک والے کمرے کی خوبصورت دیواریں

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

دو عمدہ چیزیں

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس ان چیزوں سے زیادہ عمدہ کوئی چیز نہ تھی جن کو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھے دے دیا۔ میرا مؤذن حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور میری ناقہ جس پر میں نے اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صاحبزادی حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ہجرت کی، گویا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میں جنت کے دروازہ پر دیکھتا ہوں کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میری امت کی شفاعت فرما رہے ہیں۔

1۔انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (34/2)
بحوالہ بلال رضی اللہ عنہ کے 100 واقعات

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی مختلف زاویوں سے لی گئی تصاویر

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کا اندرونی منظر

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب قبر مبارک

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کے برابر میں موجود قبروں پر لگے ہوئے کتبے

اردن میں موجود حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

اردن میں موجود حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی نشاندہی کرنے والا بورڈ

اردن میں موجود حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب مزار مبارک کا بیرونی منظر

اردن میں موجود حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا بیرونی منظر

اردن میں موجود حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب قبر مبارک

تذکرہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ خاندان قریش کے بہت ہی نامور اشراف میں سے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت بی بی لبابہ صغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن تھیں۔ یہ بہادری اور فن سپہ گری و تدابیر جنگ کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کے باپ ولید کی اسلام دشمنی مشہور تھی۔ جنگ بدر اور جنگ احد کی لڑائیوں میں یہ کفار کے ساتھ رہے اور ان سے مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی نقصان پہنچا۔ مگر ناگہاں ان کے دل میں اسلام کی صداقت کا آفتاب طلوع ہوگیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 628ء میں صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دے کر اسلام قبول کیا اور پہلے واقعات پر حضور اکرم ﷺ سے معافی مانگتے ہوئے آئندہ دین اسلام کی خاطر جنگیں لڑنے کا اعلان کیا۔ اسلام قبول کرنے کے تین ماہ بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ اسلام قبول کرنے سے قبل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لے چکے تھے۔

جنگ احد میں جنگ کا نقشہ بدلنے میں ان کا بہت بڑا کردار تھا۔ اسلام کے دامن کو پکڑنے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سے معرکوں میں حصہ لیا۔ 630ء میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان فوج جو چار حصوں میں تقسیم تھی۔ ان میں سے ایک کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ تھی۔

جنگ موتہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری اور سیف اللہ کا خطاب

فتح مکہ کے بعد 8 ہجری میں حضور اکرم ﷺ نے تین ہزار سپاہیوں کو اپنے ایک آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں شام کے علاقہ بلقاء کی طرف روانہ کیا تاکہ والی بصریٰ شرحبیل جس نے آنحضرت ﷺ کے قاصد حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا تھا، کو سبق سکھایا جائے۔ تاریخ میں یہ جنگ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسلامی فوج کی شرحبیل کی فوجوں سے مڈبھیڑ ہوئی جو تعداد میں ایک لاکھ سے زائد تھے۔ جنگ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے پھر کمان حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی وہ بھی شہید ہوگئے۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمان سنبھالی تو وہ بھی شہید ہوگئے۔ آخر کمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ آئی تو وہ اس بے جگری سے لڑے کہ دوران جنگ اُن کی نو تلواریں ٹوٹیں۔ یوں لڑتے لڑتے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی فوج کو بچا کر واپس مدینہ منورہ لے آئے۔ تلواریں ٹوٹنے کی بات جب حضور اکرم ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”سیف اللہ“ کا خطاب عطا فرمایا۔ اسی حوالے سے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

سوچا بھی ہے اے مردِ مسلماں کبھی تو نے
کیا چیز ہے فولاد کی شمشیرِ جگردار
قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن
یا خالدِ جانباز ہے یا حیدرِ کرّار

دمشق کے علاوہ عراق، ایران اور پھر رومیوں کے خلاف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو جنگی حکمت عملی اختیار کی وہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھی گئی ہیں۔

مسیلمہ کذاب سے جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتح

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک خونریز جنگ کے بعد فتح حاصل کی تھی۔ مسیلمہ کذاب نے اپنے چالیس ہزار پیروکار میدان میں اتارے جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ نہ کرسکے اور اکثریت جہنم رسید ہوئی۔ کچھ بھاگ گئے۔ مسیلمہ وحشی بن حرب کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگوں کا مختصر احوال

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایران کے خلاف فتح

مسیلمہ کذاب کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق کی مہم پر بھیجا۔ عراق اس زمانے میں ایران کے زیرانتظام تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق کے ایرانی گورنر ہرمز سے کامیہ کے مقام پر جنگ کی اور اسے عبرتناک شکست دی۔ اس جنگ میں ہرمز خود مارا گیا تھا۔

اسی طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق میں پے در پے کئی جنگیں لڑ کر ایران کے تسلط سے عراق کا علاقہ آزاد کروالیا تھا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراق وشام کی سرحد دومۃ الجندل، جہاں کے عرب عیسائی قبائل مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے، کا محاصرہ کیا اور انہیں شکست فاش دی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 636ء میں بمطابق 15 ہجری یرموک کے مقام پر رومیوں کو ایسی عبرتناک شکست دی کہ انہیں پھر اس علاقہ کی طرف پلٹ کر دیکھنے کا ہوش نہ رہا۔ 17 ہجری میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ کا حکم تسلیم کرلیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 642ء میں بمطابق 21 ہجری، ساٹھ سال کی عمر میں حمص (شام) کے مقام پر فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ (حوالہ پیغمبروں کی سرزمین)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل فرمان نبوی ﷺ کی روشنی میں

1. حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے بہت اچھے بندے ہیں اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ (ترمذی عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
2. حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

خَالِدٌ سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَنِعْمَ فَتَى الْعَشِيْرَةِ

”خالد اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اور اپنے قبیلے کا ایک بہترین جوان ہے۔“

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کی:

اِنَّ خَالِدًا سَيْفٌ سَلَّهُ اللّٰهُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ

”خالد ایک تلوار ہے جسے اللہ نے مشرکین پر سونتا ہے۔“

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ ﷺ سے محبت وعقیدت

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی ساتھ بے انتہاء محبت بھی رکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے آثار کو بابرکت سمجھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ثقہ راویوں نے بتایا کہ جس دن رسول اللہ ﷺ حجامت بنواتے تو لوگ محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھتے اور آپ ﷺ کے بال مبارک حاصل کرتے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کی پیشانی کے بال لیے اور انہیں اپنی ٹوپی میں رکھ لیا۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ ٹوپی جنگ یرموک میں گم ہوگئی۔ انہوں نے کہا کہ اسے تلاش کرو لیکن انہیں وہ ٹوپی نہ ملی۔ پھر انہوں نے دوبارہ تلاش کی تو وہ ٹوپی مل گئی۔ وہ ٹوپی بڑی بوسیدہ اور پرانی تھی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا، اپنا سر منڈوایا۔ لوگ آپ ﷺ کے مبارک بال حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ میں نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کی پیشانی کے بال حاصل کیے اور انہیں اپنی ٹوپی میں رکھ لیا۔ جب بھی میں لڑائی میں شریک ہوتا، یہ ٹوپی میرے ساتھ ہوتی اور مجھے فتح نصیب ہوتی۔ (حوالہ شہسوار مجاہد)

مسجد خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فتح مکہ کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ سے شہر میں داخل ہوں اور آبادی کے شروع میں اسلامی جھنڈا گاڑ دیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ اللیط (جرول کی سمت نشیبی جگہ کا نام) سے شہر میں داخل ہوں۔ چنانچہ جس جگہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا گاڑا تھا وہاں ایک مسجد تعمیر کردی گئی۔ اس مسجد اور اس سے متصل سڑک کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب کردیا گیا۔ حارۃ الباب میں یہ مسجد ربیع السرسام کے مقام پر واقع ہے۔ اس کی تعمیر جدید 1377ھ مطابق 1958ء میں مکمل ہوئی۔

مکہ مکرمہ میں موجود حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب مسجد جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح مکہ کے موقع پر جھنڈا گاڑا تھا

حضور ﷺ کا رعب و دبدبہ

طبقات ابن سعد میں حارث بن ہشام کے حوالے سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے میں تقریباً ہر معرکے میں رسول اقدس ﷺ کے مقابلے میں خم ٹھونک کر آیا ہوں۔ لیکن ہر مرتبہ آپ ﷺ کا رعب و دبدبہ میرے دل پر طاری ہوا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی محبت میرے دل میں پیدا کر دی۔ ایک دفعہ جب رسول اکرم ﷺ اپنے اصحاب کو میدان جنگ میں ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ بڑا مناسب موقع ہے، اگر اس وقت حملہ کر دیا جائے تو مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ لیکن حوصلہ نہیں پڑ رہا تھا مجھے یوں محسوس ہوا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے روک لیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسی میدان میں عصر کی نماز پڑھائی، پھر دل میں خیال آیا کہ یہ حملے کا بہترین موقع ہے لیکن قدم آگے نہ بڑھ سکے۔ میں نے کہا کہ ان کی پردہ غیب سے حفاظت ہو رہی ہے۔ یہ یقیناً خطہ عرب بلکہ پوری دنیا پر غالب آ جائیں گے۔

جب قریش سے مصالحت کرنے کے بعد آپ ﷺ اپنے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ہمراہ واپس مدینہ پلٹ گئے تو میں نے سوچا اب کیا ہوگا؟ یہ خیالات میرے دل میں آنے لگے کہ کیا میں حبشہ چلا جاؤں؟ وہاں کا حکمران نجاشی تو پہلے ہی محمد (ﷺ) کا دامن گیر ہو چکا ہے اور آپ (ﷺ) کے ساتھ وہاں امن کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

کیا شاہ ہرقل کے پاس چلا جاؤں اور اپنا آبائی دین چھوڑ کر نصرانیت یا یہودیت اختیار کر لوں یا خطہ عرب کو خیرباد کہتے ہوئے کسی عجمی ملک کی راہ لوں یا اپنے گھر میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤں۔ غرضیکہ خیالات کا ایک سیل رواں تھا کہ تھمتا ہی نہ تھا۔ انہی خیالات میں گم تھا کہ میرے بھائی کا تحریری پیغام مجھے ملا جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا۔ میرے بھائی نے بڑے ہی پیار بھرے انداز میں مجھے لکھا:

''بھائی جان! میرے آقا دو جہاں کے سردار شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ نے ایک روز مجھ سے پوچھا خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ ایک دن ضرور میرے بھائی کو آپ ﷺ کے قدموں میں لے آئے گا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ میرا ذہین و بہادر بھائی اسلام جیسی نعمت سے محروم رہ جائے۔''

اس پیغام سے میرے دل میں اسلام قبول کرنے کی رغبت ہوئی اور اس سے مجھے دلی مسرت ہوئی کہ رسول اقدس ﷺ نے مجھے یاد کیا۔ میرے تو بخت جاگ اٹھے۔ اسی دوران ایک رات گہری نیند سویا ہوا تھا کہ مجھے ایک خواب آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک تنگ و تاریک اور بے آب و گیاہ جگہ سے سرسبز و شاداب اور کھلے میدان کی طرف جا رہا ہوں۔ آنکھ کھلی تو میرے دل میں ایک خوشگوار احساس پیدا ہوا اور میں نے مدینے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ میرے دل میں یہ تمنا انگڑائیاں لینے لگی کہ کاش سوئے مدینہ جانے والا کوئی راہی مل جائے جس کا رفیق سفر بن سکوں۔

میں نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے دلی ارادے کا اظہار کیا تو وہ بخوشی میرے ساتھ روانگی کیلئے تیار ہو گئے۔ ہم دونوں دیدار نبی ﷺ کا خیال نہاں خانہ دل میں سمائے ہوئے مدینہ رواں دواں ہوئے۔ دوران سفر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے آ رہے ہیں۔ میں نے انہیں خوش آمدید کہا۔ انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟

میں نے کہا: اسلام قبول کرنے مدینے جا رہے ہیں۔

میں نے پوچھا: آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں جا رہے ہو؟

انہوں نے کہا کہ یہی لگن مجھے بھی مدینے کھینچے لیے جا رہی ہے۔ ہم تینوں ساتھی شاداں و فرحان، خراماں خراماں سوئے منزل چلتے ہوئے یکم صفر 8 ہجری کو مدینہ طیبہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ میں نے نہایت ادب و احترام سے رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کلمہ طیبہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا تو رسول اقدس ﷺ نے محبت بھرے انداز میں ارشاد فرمایا:

''خالد! تمہاری عقل و دانش اور فہم و فراست کی بناء پر مجھے بہت امید تھی کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور اسلام قبول کر لو گے۔

میں نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہوئے عرض کیا کہ:

''یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے بارگاہ کریم میں دعا کیجئے کہ وہ میرا یہ گناہ معاف کر دے جو میں بزور شمشیر لوگوں کو راہ اسلام سے روکتا رہا اور بزور بازو مسلمانوں کے لئے طرح طرح کی مشکلات پیدا کرتا رہا۔''

آپ ﷺ نے میری یہ پریشانی دیکھتے ہوئے نہایت ہی شفقت بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا:

''خالد گھبراؤ نہیں۔ اسلام قبول کرنے سے دور جاہلیت کے سب گناہ از خود مٹ جایا کرتے ہیں۔''

میں نے عرض کیا کہ:

''اس کے باوجود میری التجا ہے کہ آپ ﷺ میرے لئے بارگاہ ایزدی میں دعا کریں۔''

آپ ﷺ نے میرے حق میں یہ دعا کی۔

''الٰہی! خالد بن ولید کو بخش دے۔''

''الٰہی! خالد بن ولید پر رحم کر۔''

''الٰہی! اس کی جملہ خطائیں معاف کر دے، بلاشبہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور آپ ﷺ کے بابرکت ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے آغوش اسلام میں پناہ گزیں ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک سے متصل مسجد کے صحن کا منظر

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر مبارک

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کی ایک جانب واقع تھا اور بہت چھوٹا اور تنگ سا مکان تھا۔ ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکان کی تنگی اور چھوٹے پن کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

ارفع البناء فی السماء وسئل الله السعة

اس کو آسمان کی طرف اونچا اٹھاؤ اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس کی وسعت کی دعا کرو۔

تاریخ مدینہ کے مصنف کی تحقیق کے مطابق ان کا مکان مسجد نبوی ﷺ سے مشرقی جانب چھٹے دروازے کے سامنے واقع تھا۔ جنوبی جانب حضرت جبلہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور شمالی جانب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکانات منہدم کر کے ان کی جگہ پر قاضی کمال الدین ابوالفضل محمد بن عبداللہ بن قاسم شہرزوری نے ایک مسافر خانہ بنوادیا، جو صرف مردوں کے لئے مخصوص تھا (جبکہ عورتوں کے لئے ایک علیحدہ قیام گاہ تھی، جسے حضرت جبلہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زمین پر انہی قاضی کمال الدین نے بنوایا تھا)۔(2)

یہ مسافر خانہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہوا اور ابھی ماضی قریب تک ''رباط خالد'' کے نام سے جانا جاتا تھا، مگر عبدالقدوس انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ ''آثار المدینۃ المنورۃ'' میں لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ کے شرعی امور کے محکمہ نے مورخہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۱۱ھ کو ایک فرمان جاری کر کے اس مسافر خانہ کو مسجد نبوی کے خدام اور حجرۂ شریفہ کے چوکیداروں کے مخصوص اوقاف میں شامل کر دیا۔ حکومت سعودیہ کی پہلی توسیع کے دوران اسے منہدم کر کے مشرقی شاہراہ میں شامل کر دیا گیا۔(3)

1۔ تاریخ المدینۃ المنورۃ (244/1-250) عمدۃ الاخبار ص 116

2۔ وفاء الوفا (730/2)

3۔ المدینۃ المنورۃ ص 41

اور اس کا محل وقوع قدیم ''باب ملک عبدالعزیز'' کے قریب تھا، اسی وجہ سے یہ دروازہ پہلے ''باب خالد بن ولید'' ہی سے موسوم تھا۔ (توسعۃ الحرم النبوی صفحہ 57)

اور اب دوسری توسیع کے بعد دار خالد کی یہ زمین مسجد نبوی میں شامل ہو کر امت آخر الزماں کے لئے سجدہ گاہ بن گئی۔ زادها الله شرفا وعظمة

عظیم کمانڈر کا جھونپڑی نما مکان

یہ مکان اتنا چھوٹا تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور ﷺ سے تنگی کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نیچے کے بجائے اوپر کی جانب بڑھاؤ اور اللہ سے وسعت کی دعا کرو۔ (وفاء الوفاء، 730/2)

محمد حسین ہیکل نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تواضع، قناعت اور اس مکان کی تنگی پر تبصرہ کرتے ہوئے بڑی عبرت آموز بات کہی ہے کہ اس تنگ و تاریک مکان کو دیکھ کر کوئی باور کر سکتا ہے کہ یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان ہے؟ جو جاہلیت میں قریش کے ہیرو، ممتاز شہسوار اور ماہر سپہ سالار رہے اور اسلام لانے کے بعد اسلام کے جاں باز سپاہی، دشمنوں کے لئے اللہ کی ننگی تلوار بنے رہتے تھے، جنہوں نے موتہ کی جنگ میں اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے جنگ کا نقشہ بدل دیا تھا اور جن کی فتوحات کا حلقہ اتنا وسیع ہوا کہ روم اور فارس کی زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ پڑ گئی تھی۔ کیا واقعی وہ اس مکان میں رہتے تھے۔ (فی منزل الوحی، صفحہ 503)

اللہ اکبر! سو جان قربان ہو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس آقا ﷺ پر جس کے غلاموں کی کوئی مثال نہیں۔

مسجد نبوی ﷺ کا خوبصورت منظر جہاں آج سے 1400 سال پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا۔ بعد میں مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کے دوران ان کے گھر کو مسجد نبوی ﷺ میں شامل کر لیا گیا

مسجد رایہ: جہاں فتح مکہ کے موقع پر خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا گاڑا تھا

مسجد رایہ کا بیرونی منظر

مسجد رایہ کا اندرونی منظر

مسجد رایہ کا بلند و بالا مینار

وہ جگہ جہاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 50 تیراندازوں کو شکست دے کر جنگ میں فتح پائی تھی

احد کی یہ جگہ جبل رماۃ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیراندازوں کو حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں کھڑا کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ جب تک میں نہ کہوں یہ جگہ مت چھوڑنا۔ مگر جب کفار شکست کھا کر بھاگنے لگے تو ان تیراندازوں نے یہ جگہ چھوڑ دی۔ دوسری طرف جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ جبل رماۃ نامی ٹیلہ خالی ہو گیا ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیچھے سے حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کو کافی نقصان ہوا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے مثال معرکے

اب ہم ان معرکوں کا اشاریہ پیش کرتے ہیں جن میں خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شجاعت کے جوہر دکھائے

تاریخ	معرکہ	تاریخ	معرکہ
شوال 3ھ/مارچ 625ء	غزوۂ احد	24 رجب 12ھ/4 اکتوبر 633ء	جنگ دُومۃ الجندل
شوال 5ھ/مارچ 627ء	غزوۂ خندق یا احزاب	19 شعبان 12ھ/29 اکتوبر 633ء	جنگ مصیّخ
جمادی الاولیٰ 8ھ/اگست 629ء	جنگ مؤتہ	23 شعبان 12ھ/2 نومبر 633ء	جنگ ثنّی
رمضان 8ھ/نومبر 629ء	فتح مکہ	23 شعبان 12ھ/2 نومبر 633ء	جنگ زمیل و رضاب
شوال 8ھ/دسمبر 629ء	غزوۂ حنین/غزوۂ طائف	15 ذی قعدہ 12ھ/21 جنوری 634ء	جنگ فراض
11ھ/632ء	جنگ بزاخہ	19 صفر 13ھ/25 اپریل 634ء	مرض الصغر میں جنگ غسان
محرم 12ھ/مارچ 633ء	جنگ ذات السلاسل	25 ربیع الاوّل 13ھ/29 مئی 634ء	فتح بصریٰ
یکم صفر 12ھ/17 اپریل 633ء	جنگ مذار	27 جمادی الاولیٰ 13ھ/29 جولائی 634ء	جنگ اجنادین
22 صفر 12ھ/8 مئی 633ء	جنگ ولجہ	17 جمادی الآخر 13ھ/18 اگست 634ء	جنگ مرج الصغر
25 صفر 12ھ/11 مئی 633ء	جنگ اُلّیس	28 ذی قعدہ 13ھ/23 جنوری 635ء	جنگ فحل و بیسان
28 صفر 12ھ/14 مئی 633ء	جنگ امغیشیا	15 رجب 14ھ/3 ستمبر 635ء	فتح دمشق
ربیع الاول 12ھ/14 مئی 633ء	جنگ مقر	25 ربیع الاوّل 15ھ/6 مئی 636ء	فتح بعلبک
ربیع الاول 12ھ/مئی 633ء	جنگ حیرہ	21 ربیع الآخر 15ھ/2 جون 636ء	فتح حمص
4 رجب 12ھ/15 ستمبر 633ء	جنگ انبار	5 رجب 15ھ/13 اگست 636ء	جنگ یرموک
11 رجب 12ھ/23 ستمبر 633ء	جنگ عین التمر	(معجم البلدان: 1/408، بحوالہ اٹلس فتوحات اسلامیہ)	

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دومۃ الجندل کے حاکم کو گرفتار کرنا

غزوہ تبوک میں ایک موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چار سو سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل روانہ فرمایا اور ان سے یہ فرمایا کہ جب تم دومۃ الجندل پہنچو گے تو اس کا حاکم اکیدر تمہیں شکار کرتے ہوئے ملے گا تو تم اسے قتل کرنے کے بجائے گرفتار کر کے میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ وہ اس کے قلعہ کے پاس پہنچے تو اکیدر چاندنی رات میں قلعہ کی فصیل پر اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا گانا سن رہا تھا کہ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک نیل گائے قلعہ کی پھاٹک سے ٹکرا رہی ہے۔ بس وہ اپنے بھائی وغیرہ کے ساتھ اس کے شکار کے لئے قلعہ سے اترا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے پیچھے دوڑا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں آ پہنچے۔ پھر جو مقابلہ ہوا تو اکیدر کا بھائی مارا گیا اور وہ گرفتار ہوا۔ چنانچہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ اس وقت وہ صلح پر راضی ہو گیا اور جزیہ ادا کر کے اسلامی ریاست کے تابع رہنا منظور کر لیا۔

(حوالہ شان اولیاء)

مقام دومۃ الجندل

مقام دومۃ الجندل
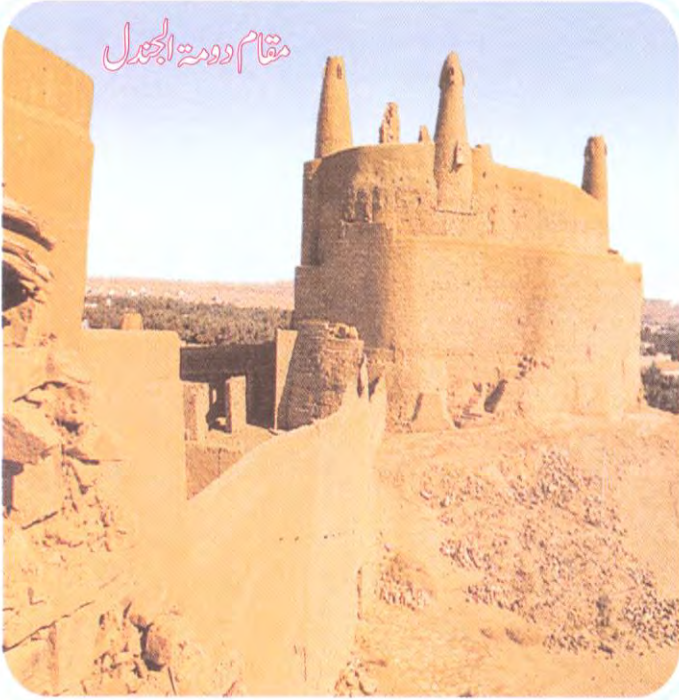
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہرمز سے مقابلے کا احوال

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عالی شان شجاعت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سرزمین عرب میں ہرمز کو سب سے بڑا جری اور بہادر سمجھا جاتا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسیلمہ کذاب کا خاتمہ کر کے فارغ ہوئے تو بصرہ تشریف لائے۔ کاظمیہ کے مقام پر ہرمز سے مقابلہ آمنا سامنا ہوا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مقابلے میں آنے کی دعوت دی، مقابلہ ہوا تو اسے قتل کر دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا سارا ساز و سامان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔ اس سامان میں ایک ٹوپی تھی، جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ ایرانیوں میں جب کوئی شخص امتیازی حیثیت حاصل کر لیتا تھا تو اسے ایک لاکھ درہم مالیت کی ٹوپی پہنائی جاتی تھی۔ (حوالہ شہسوار مجاہد)

زیر نظر تصویر کاظمیہ کی ہے۔ یہ عراق کا شہر ہے جہاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرمز کو قتل کیا تھا۔
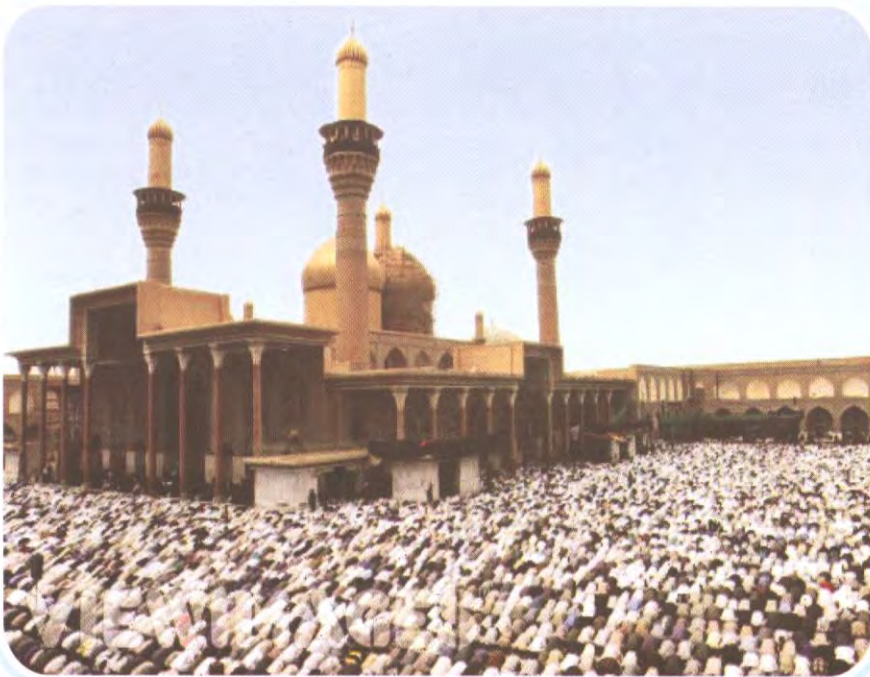
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب اور کنیت

حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی، ایک عظیم سپہ سالار اور تاریخ ساز فاتح تھے۔ ان کی کنیت ابوسلیمان اور ابوولید اور لقب سیف اللہ تھا۔ سلسلۂ نسب ساتویں پشت (یعنی مرہ بن کعب بن لؤی) میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ صلح حدیبیہ تک کفار مکہ نے اہل اسلام کے خلاف جتنی جنگیں لڑیں ان میں وہ شریک تھے۔ عمرۃ القضاء (۷ ہجری) کے بعد مسلمان ہوئے۔ انہوں نے فتنۂ ارتداد کا استیصال کرنے اور قیصر و کسریٰ کا سطوت و حشمت ختم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ساٹھ سال کی عمر میں حمص (شام) میں ہوئی۔ (ملخص: الاصابہ، اسد الغابہ، الاستیعاب، سیر اعلام النبلاء)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یادگار جنگی کارنامے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام پہنچتے ہی بصریٰ کا رخ کیا اور اسے 25 ربیع الاول 13 ہجری مطابق 30 مئی 636ء کو فتح کرلیا۔ اس طرح شام میں برسرپیکار اسلامی افواج کے عقب میں دارالخلافہ مدینہ کو جانے والے راستے محفوظ ہوگئے، پھر انہوں نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصریٰ میں چھوڑا اور خود حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ دمشق پر لشکر کشی کی۔ اس وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیریں فلسطین میں تھے اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے اور حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان خیمہ زن تھے۔

ان حالات میں رومیوں نے جنگی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے حمص سے ایک بڑی فوج وردان کی قیادت میں میدان بقاع کے راستے بصریٰ کی طرف روانہ کی تاکہ وہ اسے مسلمانوں کے قبضے سے چھڑا لے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افواج کا محاصرہ کرلے۔ اسی طرح ایک اور رومی لشکر پیش قدمی کرتے ہوئے جنوب میں اجنادین میں پہنچا اور اس کے بالائی فلسطین کی بندرگاہ یافا سے بحری کمک آن وارد ہوئی۔

یہ صورتحال دیکھ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق کا محاصرہ ترک کرکے پیچھے آگئے۔ ادھر حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصریٰ سے پسپائی اختیار کی۔ یوں وہ سب اور حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر اجنادین میں اکٹھے ہوگئے تاکہ وہاں رومی عیسائیوں سے دو دو ہاتھ کریں۔

اسی اثناء میں رومی سپہ سالار وردان کا لشکر بھی اجنادین آپہنچا اور پھر یہیں سرزمین شام کا پہلا بڑا معرکہ پیش آیا (27 جمادی الاولیٰ 13 ہجری، 29 جولائی 636ء)۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں 33 ہزار کے اسلامی لشکر نے ایک لاکھ سے زیادہ رومیوں کو شکست دی۔ ان میں سے 3 ہزار مسیحی مارے گئے اور باقی مختلف سمتوں بھاگ نکلے۔

(حوالہ اٹلس فتوحات اسلامیہ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار

زیر نظر تصویر ٹوپ کاپے نامی میوزیم میں موجود تلواروں کی ہے جس میں سے لال رنگ والی تلوار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے

معرکۂ یرموک

شکست کے بدلے کیلئے رومیوں کی فوجی تیاریاں

سقوطِ دمشق کے بعد مسلمانوں نے توقف کیا۔ حتیٰ کہ سردی کی شدت ختم ہوگئی جو ملک شام پر مسلط تھی۔ پھر وہ بعلبک اور حمص پر قابض ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلسطین لوٹ آئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق ہی میں مقیم رہے۔ رومی نہ بعلبک میں ٹھہر سکے اور نہ حمص میں زیادہ مزاحمت کر سکے۔ لیکن ان کی فوجی قوت میں کمی نہیں آئی تھی۔ پھر ہرقل نے قسطنطنیہ، آرمینیا اور الجزیرہ سے فوجیں اکٹھی کیں۔ حتیٰ کہ اس نے مغربی رومن سلطنت سے بھی مدد طلب کی۔ اس طرح اس نے دو لاکھ کی نفری جمع کر لی جو خشکی اور سمندر کے راستے سے آئے تھے۔ ان کی قیادت باہان (Baanes) کر رہا تھا جبکہ مسلمانوں کی تعداد 33 ہزار تھی۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبریں ملیں تو انہوں نے اہل حمص سے جمع کردہ جزیہ واپس کر دیا اور دمشق لوٹ آئے۔ رومیوں نے مسلمانوں کے پیچھے آنے پر حمص اور بعلبک پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ پھر وادی بقاع سے گزر کر دمشق کا رخ کرنے کے بجائے حُولہ کے نواح میں آن پہنچے۔ مسلمان جان گئے کہ رومی انہیں بڑے گھیرے میں لینا چاہتے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید کسی بھی قسم کی پسپائی اختیار کرنے پر اعتراض کیا کہ کسی بھی شہر سے انخلا کے بعد دوبارہ اسے اپنے قبضے میں کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور یہ کہ شہر کے باشندوں سے جزیہ کی وصولی اس امر سے مشروط تھی کہ ان کے تحفظ اور دفاع کی ذمہ داری اٹھائی جائے گی (لہٰذا ان کے دفاع سے منہ موڑ کر پسپائی اختیار کرنا قرینِ صواب نہیں)۔

رومی لشکر سے مقابلے کیلئے مسلمانوں کی لشکرکشی

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید کی۔ لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فلسطین سے خط بھیجا کہ فلسطینیوں اور اہل اردن نے بغاوت کر دی ہے اور انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طے کیا کہ جنوب کی طرف سے پسپا ہو کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جیش سے جا ملیں۔ یوں مسلمانوں کے تمام لشکر جابیہ میں اکٹھے ہوگئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رضامندی سے خود اسلامی عساکر کی قیادت سنبھال لی۔

ادھر رومیوں کی کوشش یہ تھی کہ وہ وادی بقاع اور وادی اردن کے راستے مسلمانوں کے زیرِ قبضہ علاقوں کے جنوب میں پہنچ کر ان کی پسپائی کا راستہ کاٹ دیں۔

دشمن کے ارادے بھانپ کر مسلمانوں نے بہتر جانا کہ وہ اپنی فرودگاہ (معسکر) جابیہ سے اذرعات لے جائیں۔ ادھر رومیوں کا رُخ جابیہ کی طرف تھا، جبکہ مسلمان جابیہ سے نکل آئے تھے۔ ان کے گھڑسوار اور تیرانداز دستے ان کے عقب کی حفاظت کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ وہ اذرعات پہنچ گئے۔ اس دوران میں رومی دیرایوب آن پہنچے۔ اس روز تاریخ 21 جمادی الآخرہ 15 ہجری مطابق 31 جولائی 636 تھی اور منگل کا دن تھا۔ (نقشہ 87، یرموک 1)

اس دوران میں باہان کو ہرقل کا خط پہنچا کہ رومی لشکر کسی ایسی کھلی جگہ قیام کرے جو بھاگنے کے لئے تنگ ہو، تاکہ ان کی عددی اکثریت ان کے لئے مفید ثابت ہو اور ان کی فوج فرار نہ ہونے پائے۔

چنانچہ انہوں نے اپنی چھاؤنی دریائے یرموک کے کنارے رقاد اور علان نامی ندیوں کے درمیان منتقل کر لی۔ بہت گہری رقاد ندی رومیوں کے پیچھے بہتی تھی۔ اسی طرح دریائے یرموک کا پاٹ بھی گہرا تھا۔ یہ رومیوں کی کم فہمی تھی کہ انہوں نے گہری ندیوں سے گھرے اس میدان کو قدرتی دفاع خیال کیا جو کہ پیچھے سے ان کی حفاظت کرے گا۔ ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیرایوب پہنچ کر اسلامی لشکر کو رومیوں کے راستے پہ ڈالا اور اعلان ندی پا کر ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا کہ دشمن کے فرار کا عقبی راستہ بند ہوگیا۔ یہ ہفتے کا دن تھا (25 جمادی الآخرہ 15 ہجری مطابق 14 گست 636ء)۔ (نقشہ 88، یرموک 2)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فوج کو دوبارہ ترتیب دیا اور اسے میمنہ، قلب اور میسرہ میں تقسیم کیا۔ فوج کے یہ تینوں اہم حصے گھڑسوار دستوں پر مشتمل تھے۔ رومیوں نے صف بندی بھی اسی طرح کی تھی۔ ان کے میمنہ کا سالار ابن قناطر (Baccinatar) تھا اور اس کے ہمراہ جُرجیر ارمنی بھی تھا۔ ان کے میسرہ کی قیادت درنجار کر رہا تھا۔ غسانی عربی قبائل کے 12 ہزار جنگجوان کے مقدمۃ الجیش میں تھے جن کا سالار جبلہ بن ایہم تھا۔ اس اثناء میں مسلمانوں کو خبر ملی کہ مسیحی صبح دم جنگ چھیڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے رات اپنی صفیں درست کرنے میں گزاری۔

یرموک جہاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھلائے

رومی لشکر کی تعداد اور جنگی سامان

باہان نے پیر (5 رجب 15 ہجری مطابق 13 اگست 636ء) کو اپنا لشکر آگے بڑھایا۔ رومی لشکر میں 20 صفیں، 80 ہزار گھڑسوار اور ایک لاکھ 20 ہزار پیادے تھے۔ سات کلومیٹر سے زیادہ لمبائی میں پھیلا یہ لشکر سیلاب کی طرح امنڈتا آگے بڑھا۔ ان کی اس پیش رفت میں رعد کی سی گرج تھی۔ انہوں نے صلیبیں اٹھا رکھی تھیں۔ لشکر کے ہمراہ اسقف اور پادری بھی تھے جو انہیں جوش دلا رہے تھے۔ 30 ہزار عیسائیوں میں سے ہر دس کی ٹولی نے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیر سے باندھ رکھا تھا تاکہ وہ فرار نہ ہو سکیں اور آخر تک ثابت قدم رہیں۔

لشکر اسلام کی خواتین صفوں کے پیچھے اونچی جگہ پر تھیں۔ مسلمان گھڑسوار لشکر کے آگے تین صفوں میں ایستادہ تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ان کے گھڑسوار اپنی عددی اقلیت کے باعث شاید رومیوں کے شدید حملے کے آگے ٹھہر نہ سکیں، لہٰذا انہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ نصف اپنی قیادت میں لشکر اسلام کے میمنہ کے پیچھے رکھے اور نصف حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں میسرہ کے پیچھے تعینات کیا۔ نیز حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں تین سو مجاہدین قلب کے پیچھے بھیج دیئے تاکہ لشکر اسلام کا عقب محفوظ اور قوی ہو اور ان کے بدلے میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قلب میں تعینات کیا۔ (بحوالہ اٹلس فتوحات اسلامیہ)

مقام جنگ یرموک، جہاں خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھائے

مقام جنگ یرموک

جنگ یرموک میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں رومیوں پر بھرپور حملہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین جنگیں بڑی مشکل تھیں ۔یعنی جنگ اُحد، جنگ عقرباء (معرکۂ یمامہ) اور جنگ یرموک ۔ان تینوں جنگوں میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سے برتر دشمن کی صفوں کو درہم برہم کرنے کے لئے لمحے کا انتظار کیا تاکہ ان پر اچانک چھاپہ مارکر ان کے قدم اکھیڑ دیں۔

یرموک میں رومی میسرہ نے جس کی قیادت درنجار کررہا تھا، اسلامی میمنہ پر شدید دباؤ ڈالا۔جس کی قیادت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھی اور اس میں قبائل ازد، مذحج، حضر موت، حمیر اور خولانا کے مجاہدین برسرپیکار تھے۔ مسلمان ثابت قدم رہے اور انہوں نے تلواروں کے خوب جوہر دکھائے۔حتیٰ کہ رومیوں کا جم غفیر ان پر حملہ آور ہوا جبکہ باہان ان کے ایک حصے کو پیچھے سے تحفظ فراہم کررہا تھا۔رومیوں کے دباؤ سے میمنہ کے مجاہدین قلب کی طرف ہٹنے لگے حتیٰ کہ بعض پڑاؤ (معسکر) کی طرف پلٹ گئے۔ پھر جب کفار کے مقابلے میں جمے رہنے کی پکار بلند ہوئی تو وہ لوٹ آئے اور اپنی اُن جگہوں پر، جن سے وہ پسپا ہوئے تھے، دوبارہ ڈٹ گئے۔ادھر حملہ آور رومیوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔حتیٰ کہ 20 ہزار رومی گھڑ سوار اسلامی میمنہ کے پیچھے جاکر ان کے پڑاؤ میں گھس گئے۔

اسی طرح رومی میمنہ ابن قناطر کی قیادت میں اسلامی میسرہ پر حملہ آور ہوا۔جس میں کنانہ، قیس، لخم، جذام، خثعم، غسان، قضاعہ اور عاملہ کے مجاہدین شامل تھے۔ اسلامی میسرہ قلب کی طرف سمٹ گیا۔اسی دوران رومی میمنہ کے گھڑسوار نہایت تیزی سے اپنے میسرہ کی طرف اسلامی لشکر گاہ (معسکر) پر حملہ آور ہوئے تو مسلم خواتین نے خیموں کی چوبیں مار مار کر انہیں پیچھے دھکیل دیا۔

اسلامی جیش کا قلب صحیح سالم رہا تھا۔ جس کے قائد حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور ان کے پیچھے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے 300 مجاہدین شریک جنگ تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں رومیوں کو عبرتناک شکست

اب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھڑسوار حرکت میں آئے اور ان رومیوں پر ٹوٹ پڑے جو اسلامی لشکر گاہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ (نقشہ 92 یرموک 6)

مسلمانوں نے انہیں لشکر گاہ کے باہر گھیر لیا اور ان کا یہ حملہ اس قدر اچانک اور زوردار تھا کہ دس ہزار رومی آناً فاناً موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور باقی فرار ہو کر مسلمانوں کے خیموں کی آڑ لیتے ہوئے میدان جنگ سے باہر چلے گئے۔مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا حتیٰ کہ وہ دور نکل گئے۔اسی طرح رومی گھڑسوار مسلمانوں کے حملے کی تاب نہ لاکر اچانک میدان جنگ سے بھاگ نکلنے لگے اور مجاہدین کے ہاتھوں مارے یا فرار ہوجاتے رہے تھے۔اس دوران حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلم گھڑسواروں کے ساتھ میدان جنگ میں لوٹ آئے اور آتے ہی دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

رومی فوج نے دیکھا کہ اُن کے گھڑسواروں کی ٹولیاں یکے بعد دیگرے مارچ کرتے ہوئے میدان جنگ سے نکل جاتی ہیں اور پھر ان کے بجائے مسلم گھڑسوار لوٹ کر آتے ہیں جو اُن پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور انہیں نقصان پہنچاتے ہیں۔اس تحیر خیز چال کو جنگی نفسیات کی اصطلاح میں صدمۂ قتال کہتے ہیں۔ اس صورت حال میں رومیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے اور مسلمانوں نے تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے ان پر اجتماعی دھاوا بولا تو رومی دم دبا کر بھاگ اٹھے۔

راویوں کا کہنا ہے کہ ''وہ یوں بھاگ گئے جیسے ان پر کوئی دیوار ٹوٹ پڑی ہو جبکہ مسلمان انہیں رقادندی اور دریائے یرموک کے سنگم کی طرف دھکیلتے اور گراتے چلے گئے جو انتہائی گہرائی میں تھا۔زنجیروں میں بندھے ہوئے سپاہیوں کی وجہ سے رومیوں کی مشکلات بڑھ گئی۔چنانچہ مسلمان اونچائی سے ان پر ٹوٹ پڑے اور لاشوں کے پشتے لگادیئے۔''

راویوں کے اندازے کے مطابق رومی مقتولین کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی جبکہ دوبدو لڑائی میں مرنے والے عیسائی ان کے علاوہ تھے۔یہ قتال رات بھر جاری رہا۔حتیٰ کہ صبح ہوگئی اور میدان جنگ میں رومیوں کی لاشوں کے سوا کچھ نہ رہا۔تب مسلمان مفرور رومیوں کے تعاقب میں نکل گئے۔

(حوالہ اٹلس فتوحات اسلامیہ)

یرموک میں مسلمانوں کا ساٹھ ہزار کے لشکر کو شکست دینا

یرموک کے پہلے دن جبلہ بن ایہم مسلمانوں سے لڑنے ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر آیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف ساٹھ ساتھیوں کو لے کر میدان میں آئے۔ یہ دیکھ کر جبلہ یہ سمجھا کہ شاید صلح کے لئے آئے ہیں۔ لیکن یہ تو لڑنے آئے تھے۔ پھر شام تک تلواریں چلتی رہیں۔ یہاں تک کہ وہ ساٹھ ہزار کا لشکر بھاگ گیا۔ اس وقت صرف پانچ مسلمان شہید اور پانچ گرفتار ہوئے تھے۔ چنانچہ ان کو چھڑانے کے لئے اپنے سو ساتھیوں کو لے کر باہان ارمنی کے پاس گئے اور اس کے تخت کے قریب بچھے ہوئے نہایت قیمتی فرش کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اس کو الٹ دو۔

اس پر باہان نے کہا کہ میں نے یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت کے لئے بچھایا ہے۔

فرمایا۔ اللہ کا فرش تیرے فرش سے بہت ہی اچھا ہے۔

پھر اس نے کہا ہم تم بھائی بھائی ہو جائیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسلام قبول کر لو تو ہم بھائی بھائی ہو جائیں گے اور اگر اسلام قبول نہیں کرو گے تو مجھے وہ دن قریب نظر آ رہا ہے کہ تیری گردن میں رسی ہوگی اور لوگ تجھے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کھڑا کریں گے۔

یہ سن کر باہان آگ بگولہ ہو گیا اور حکم دیا کہ ان کو پکڑ لو۔

اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تلوار کھینچ کر ساتھیوں سے فرمایا تم بھی تیار ہو جاؤ اور اس کی جرار فوج کی طرف نہ دیکھو۔ اس وقت آپس میں ایک دوسرے کو بھی نہ دیکھو۔ یہ سننا تھا کہ باہان ڈھیلا ہو گیا۔ کہنے لگا میں تو یونہی ہنسی مذاق کر رہا تھا۔

فتح وشکست کا دارومدار اللہ کی مدد پر

جنگ یرموک میں رومیوں کی تعداد ڈھائی لاکھ تھی اور مسلمان تقریباً چھیالیس ہزار تھے۔ اس وقت رومیوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ تیس ہزار رومیوں نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھیں تاکہ بھاگنے کا خیال تک نہ آئے اور ہزاروں پادری صلیبیں لئے ان کو جوش دلا رہے تھے۔ اس وقت کسی مسلمان نے یہ کہہ دیا کہ رومیوں کے مقابلہ میں ہماری تعداد بہت کم ہے۔

اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"فتح وشکست سپاہیوں کی کثرت یا قلت سے نہیں ہے بلکہ اللہ کی مدد سے ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میرے گھوڑے کے سم درست ہوتے تو میں کہتا کہ رومی اتنی ہی تعداد اور بڑھا لیں۔"

مقام جنگ یرموک، جہاں مسلمانوں کو رومیوں کے مقابلہ میں فتح حاصل ہوئی

جنگ موتہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت کا کارنامہ

موتہ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوشیلا خطاب

جنگ موتہ میں شاہ روم ہرقل کی فوج ایک لاکھ تھی اور مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ صورتحال دیکھ کر مجاہدین میں حسب ذیل تقریر فرمائی: ”مسلمانو! شہادت ہی کے ذوق میں ہم گھر سے نکلے ہیں۔ اگرچہ ہمارے مقابلے میں بہت زیادہ فوج ہے، لیکن ہم جمعیت کے لحاظ سے دشمن کے ساتھ نہیں لڑتے، بلکہ ہمارا لشکر اور ہماری قوت اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی اسلام کی بدولت ہی ہمیں آج تک فتح مند کیا ہے۔ غازیو! اٹھو اور اللہ کا نام لے کر کفر کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو جاؤ۔“

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ ہمت افزاء تقریر سن کر سب جانثارانِ اسلام نے یک زبان ہو کر کہا۔ بے شک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سچ کہتے ہیں اور سب مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔

جنگ موتہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے جوش وخروش اور شجاعت کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ مخالفین کے لشکر میں جا گھسے اور شہید ہو گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہوتے ہی جھنڈا حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تھام لیا اور رجز خوانی کرتے ہوئے دشمنوں کی صفوں کا صفایا کرنے لگے۔ جب ان کا گھوڑا زخمی ہو گیا تو پھر بھی پا پیادہ لڑنے لگے اور دشمنوں نے جب ہر طرف سے وار کرنا شروع کر دیا تو پہلے ان کا ایک بازو کٹ گیا، لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے بازو سے جھنڈا تھام لیا اور اسی طرح لڑتے رہے اور جب دشمنوں نے دوسرا بازو بھی جدا کر دیا تب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں کو جوڑ کر علَم اسلام کو اپنے سینے سے لگا لیا لیکن علَم کو گرنے نہ دیا۔ آخر اسی حالت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت پائی۔ ان کے بعد علَم اسلام حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھایا اور گھوڑے سے اتر کر پا پیادہ جنگ میں شریک ہوئے اور خوب لڑے۔ یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمان پریشان ہونے لگے۔ مگر حضرت ثابت بن ارقم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علَم اسلام ہاتھ میں لے کر کہا کہ مسلمانو! اب تم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا سردار مقرر کر کے جہاد جاری رکھو۔

چنانچہ سب نے اس پر اتفاق کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور مسلمانوں کو للکار کر بڑے جوش وخروش کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں کا کچھ ایسے زور سے حملہ ہوا کہ کفار کے حوصلے پست ہونے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پیش پیش تھے اور جس کافر پر بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کا وار پڑتا وہ ایک ہی وار میں ٹھنڈا ہو جاتا، یہاں تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے رہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نو تلواریں لڑتے لڑتے ٹوٹ گئیں۔ ہر تلوار ٹوٹتے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری تلوار لے کر دشمنوں پر شیر کی طرح جھپٹتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس شجاعت کا دشمنوں پر ایسا رعب چھایا کہ ان کے پاؤں ڈگمگانے لگے۔ چونکہ رات ہو چکی تھی اس لئے دونوں لشکروں میں لڑائی بند ہو گئی۔ صبح کو جب مقابلے کے لئے پھر دونوں لشکر صف آرا ہوئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مسلمانوں کو جو گزشتہ دن پیچھے تھے آگے کر دیا اور اگلی صفوں کو پیچھے کر دیا۔ اس صف آرائی سے دشمن کو یہ یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کی نئی کمک آگئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش وخروش سے حملہ کر دیا۔ ان کے ساتھ اگلی صفوں کے مسلمانوں نے بھی تازہ جوش دکھایا تو دشمنوں نے منہ پھیر لیا اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصلحت وقت سے ان کا تعاقب نہ کیا اور جو مال غنیمت ہاتھ آیا، لے کر باقی مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینہ شریف کو لوٹ آئے۔

(تاریخ اسلام، صفحہ 230)

مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ موتہ کے میدان میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا سنبھالا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب جھنڈا خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اٹھایا ہے جو

”سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ“ ہے

اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے

اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرما دی۔

اسی وقت سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ”سیف اللہ“ (اللہ کی تلوار) مشہور ہوا۔ یہی غزوۂ موتہ ہے جس نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”جعفر طیار“ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ“ بنایا۔ (بحوالہ انبیاء کی سرزمین میں)

حضرت مولانا مفتی اعظم محمد رفیع عثمانی مدظلہم العالی لکھتے ہیں کہ جہاں غزوۂ موتہ ہوا، ہم اسی میدان میں کھڑے تھے۔ یہاں سے کسی قدر بلندی پر شہر موتہ ہے اور وہیں پر ان تینوں حضرات حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات ہیں۔ ان مزارات پر اب شاندار عمارتیں بنا دی گئی ہیں اور دور دور سے لوگ ان کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ بحمداللہ یہ سعادت ہمیں بھی نصیب ہوئی اور وہیں ایک مزار سے متصل شاندار مسجد میں ہم نے نماز ظہر ادا کی۔

موتہ اچھا خاصا بڑا شہر ہے۔ وہاں کے لوگوں نے بتلایا کہ جب تک یہاں پکی سڑکیں اور آبادی کی کثرت نہیں تھی اس وقت تک جب ہم جمعہ کے دن صبح کو فجر کی نماز کے لئے جاتے تھے تو یہاں تلواروں کی جھنکار اور گھوڑوں کی ٹاپوں اور ہنہنانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں جیسے جنگ ہو رہی ہو، لیکن جب سے آبادی بڑھی اور عمارتیں پکی بن گئیں تو وہ آوازیں آنا بند ہو گئیں۔

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلا مزاحمت امغیشیا پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے فتح کی خوشخبری کے ساتھ مال غنیمت بھیجا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوشی کا یہ عالم تھا کہ بے اختیار بول اٹھے ”اے معشر قریش! تمہارے شیر نے ایک شیر پر حملہ کیا اور اس کے غار میں جا کر اس پر غلبہ پایا۔ اب عورتیں خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسی اولاد پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔“

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگی تاریخ میں ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ دنیا ورطۂ حیرت میں پڑ گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جرأت، شجاعت اور عظمت کا اعتراف تو دشمن نے بھی کیا۔ جرمن فوج کے سپہ سالار جنرل ارون رامیل سے جب پوچھا گیا کہ میدان جنگ میں تیری کامیابی کا راز کیا ہے؟ تو اس نے برملا کہا کہ ”میں میدان جنگ میں مسلم جرنیل (حضرت) خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے طریقے اپناتا ہوں۔“

جامعۃ مؤتۃ

موتہ کے مقام پر تعمیر مدرسہ کا بیرونی منظر

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب سیف اللہ کیوں؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے مایہ ناز جرنیل تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں بے شمار فتوحات ہوئیں۔ اسلام کا پرچم دور دراز کے ملکوں تک پہنچا۔ فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑتے ہوئے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومیوں کی طرف بڑھے تو میدان جنگ میں رومیوں کا ایک زبردست پہلوان جو انتہائی طاقتور اور جنگجو تھا اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے میدان میں آیا اور بلند آواز سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو للکارتے ہوئے اپنے مقابلہ پر بلایا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس رومی کی للکار پر انتہائی تیزی اور پھرتی کے ساتھ لشکر اسلام سے نکل کر اس کی طرف بڑھے۔ اس رومی پہلوان کا نام جرجہ تھا۔

جرجہ پہلوان نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو کہنے لگا میں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھوڑی دیر کے لئے میری بات سن لیں۔ اس دوران ہم ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کے پابند ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی بات سن کر رک گئے۔ چنانچہ جرجہ پہلوان آگے بڑھا اور اس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ مجھے عرصہ سے ایک بات بے چین کیے ہوئے ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں جو بھی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھوں گا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے اس کے بارے میں بالکل سچ جواب دیں گے کیونکہ جھوٹ بولنا بہادروں کا شیوہ نہیں ہے اور میں یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے دھوکہ نہیں دیں گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا، کہو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟

جرجہ پہلوان کہنے لگا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے یہ بتائیں کہ کیا خدا نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پیغمبر (ﷺ) پر آسمان سے کوئی تلوار اتاری ہے اور وہ تلوار انہوں نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو عطا فرمائی ہے کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جس قوم پر بھی اس کو نکالتے ہیں اس قوم کو شکست دیئے بغیر وہ تلوار میان میں نہیں جاتی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے جواب دیا کہ ایسی کوئی بات نہیں۔

جرجہ پہلوان کہنے لگا تو پھر آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو "سیف اللہ" کیوں کہا جاتا ہے؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے جرجہ سنو! اللہ تعالیٰ نے ہم میں اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، میرا شماران لوگوں میں ہوتا تھا جنہوں نے شروع میں حضور نبی کریم ﷺ کی مخالفت کی، پھر وہ وقت آیا جب اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت بخشی اور میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی غلامی اختیار کر لی۔ اس وقت حضور سرور کائنات ﷺ نے مجھ سے فرمایا تم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہو۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر سونتا ہے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے میری مدد اور کامیابی کے لئے دعا فرمائی اس لیے میرا نام سیف اللہ ہے اور میں تمام مسلمانوں سے مشرکین پر بہت بھاری اور سخت ہوں۔ یہ سب کچھ حضور نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت کی وجہ سے ہے۔

رومی پہلوان جرجہ کا قبول اسلام

یہ سن کر جرجہ پہلوان کہنے لگا۔ میں ایک آخری بات آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اگر کوئی دین اسلام میں داخل ہو جائے تو اس کی حیثیت آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لوگوں میں کیا ہوتی ہے؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہماری اور اس کی حیثیت میں کوئی تضاد نہیں ہوتا۔ ہم سب آپس میں برابر ہوتے ہیں بلکہ اس داخل ہونے والے کا درجہ ہم سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

جرجہ پہلوان یہ سنتے ہی اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اور کلمہ اسلام پڑھ کر دین اسلام میں داخل ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے لے کر لشکر اسلام میں آئے۔ جرجہ نے غسل کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو دین کے احکامات بتائے اور اس کے بعد جرجہ پہلوان نے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر لشکر اسلام میں شامل ہو کر رومیوں کے خلاف بھرپور انداز میں جہاد میں حصہ لیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی کی کرامت

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میدان جنگ میں تشریف لے جاتے اپنی ٹوپی کو ضرور سر پر رکھ کر جاتے اور ہمیشہ فتح ہی پا کر لوٹتے۔ کبھی شکست کا منہ نہ دیکھتے۔ ایک مرتبہ جنگ یرموک میں جبکہ میدان جنگ گرم ہو رہا تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی گم ہو گئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑنا چھوڑ کر ٹوپی کی تلاش شروع کر دی۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ تیر اور پتھر برس رہے ہیں، تلوار اور نیزہ اپنا کام کر رہے ہیں، موت سامنے ہے اور اس عالم میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی ٹوپی کی پڑی ہوئی ہے اور وہ اسی کو ڈھونڈنے میں مصروف ہیں تو انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جناب ٹوپی کا خیال چھوڑیئے اور لڑنا شروع کیجئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی اس بات کی پرواہ نہ کی اور ٹوپی کی بدستور تلاش جاری رکھی۔ آخر ٹوپی ان کو مل گئی تو انہوں نے خوش ہو کر کہا کہ بھائیو! جانتے ہو مجھے یہ ٹوپی کیوں اتنی عزیز ہے؟ جان لو کہ میں نے آج تک جو جنگ بھی جیتی اسی ٹوپی کے طفیل، میرا کیا ہے سب اسی کی برکتیں ہیں، میں اس کے بغیر کچھ بھی نہیں اور اگر یہ میرے سر پر ہو تو پھر دشمن میرے سامنے کچھ بھی نہیں۔ لوگوں نے کہا آخر اس ٹوپی کی کیا خوبی ہے؟

تو فرمایا کہ یہ دیکھو، اس میں سرور عالم ﷺ کے سرانور کے بال مبارک ہیں جو میں نے اس میں سی رکھے ہیں۔ حضور ﷺ ایک مرتبہ عمرہ بجالانے کو بیت اللہ تشریف لے گئے اور سر مبارک کے بال اتروائے تو اس وقت ہم میں سے ہر ایک شخص بال مبارک لینے کی کوشش کر رہا تھا اور ہر ایک دوسرے پر گرتا تھا تو میں نے بھی اسی کوشش میں آگے بڑھ کر چند بال مبارک حاصل کر لیے تھے اور پھر اس ٹوپی میں سی لیے۔ یہ ٹوپی اب میرے لئے جملہ برکات و فتوحات کا ذریعہ ہے، میں اسی کے صدقہ میں ہر میدان کا فاتح بن کر لوٹتا ہوں، پھر بتاؤ! یہ ٹوپی اگر نہ ملتی تو مجھے چین کیسے آتا؟ (حجۃ اللہ علی العالمین، صفحہ 686)

صحرائے سماوہ میں سے
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سفر شام

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اللہ پر اعتماد اور بھروسہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرکمان مسلمانوں کا لشکر مختلف ممالک میں فتوحات اسلامی کے ڈنکے بجا رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی فتح ونصرت کے پرچم لہرا رہا تھا۔ اسی سلسلہ میں شہر حیرہ کے باغی وطاغی کافروں کی شرارت وعہد شکنی کی خبر پا کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیرہ کا رخ کیا۔ بہادران اسلام کی آمد کی خبر سنتے ہی اہل حیرہ اپنے قلعوں میں گھس کر قلعہ میں بند ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب قلعوں کو چاروں طرف سے محصور کر لیا اور کئی شب وروز تک قلعوں کو گھیرے رکھا اور لڑائی اس لیے نہ چھیڑی کہ شاید یہ لوگ راہ راست پر آجائیں۔ لیکن جب ان کی طرف سے کوئی ایسی تحریک نہ دیکھی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حملہ کر کے شہر کی آبادی اور اس کے اندر کے ویروں (ساز وسامان) اور کنسیوں پر قبضہ کر لیا۔

قبضہ کر لینے کے بعد ایک عیسائی پادری عمرو بن عبدالمسیح جو کہ نہایت بوڑھا تھا اپنے قلعہ سے نکل آیا۔ مسلمانوں نے اسے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن المسیح کی طرف توجہ فرمائی اور دریافت کیا تمہاری عمر کتنی ہے؟ عمرو نے کہا ''سینکڑوں برس۔'' بوڑھے کے ہمراہی خادم کے پاس ایک زہر کی پڑیا تھی۔ اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اسے ساتھ کیوں لائے ہو؟ اس نے کہا اس خیال سے کہ اگر تم نے میری قوم کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تو میں اسے کھا کر مرجاؤں اور اپنی قوم کی ذلت وتباہی نہ دیکھوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پڑیا سے زہر نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اس سے کہا: بے موت کوئی نہیں مرتا۔ اگر موت کا وقت نہ آیا ہو تو زہر بھی اپنا کچھ اثر نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَآءِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَآءٌ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ کلمات ادا کر کے وہ زہر پھانک لیا۔ اس بوڑھے کافر نے یہ اعتقاد اور خدا پر اعتماد کا منظر دیکھا تو ششدر رہ گیا، اور وہ تمام لوگ بھی حیران رہ گئے جو قلعوں سے نکل کر آئے تھے اور عمرو بن المسیح کی زبان سے یہ کلمہ بے اختیار نکل گیا کہ ''جب تک تمہاری شان کا ایک شخص بھی تم میں موجود ہے، تم اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتے۔'' (تاریخ اسلام، صفحہ 376 ج 2، وشلی فی حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ 867)

بعض مورخین نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ منظر دیکھ کر عمرو بن المسیح نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! یہ اتنا خطرناک زہر کھا کر بھی زندہ ہیں، یہ بہت ہی حیرت کی بات ہے۔ اب بہتر یہی ہے کہ ان سے صلح کر لو، ورنہ ان کی فتح یقینی ہے۔

چنانچہ ان عیسائیوں نے ایک گرانقدر جزیہ دے کر صلح کر لی۔ یہ واقعہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا سے شراب کا شہد بننا

حضرت خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس شراب سے بھری ہوئی مشک لے کر آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اس کو شہد بنادے۔ تھوڑی دیر بعد جب لوگوں نے دیکھا تو وہ مشک شہد سے بھری ہوئی تھی۔ (حجۃ اللہ ج 2 ص 867، طبری ج 4 ص 4)

شراب کا سرکہ بن جانا

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کی کہ امیر لشکر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج میں کچھ لوگ شراب پیتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی تلاشی لینے کا حکم دے دیا۔ تلاشی لینے والوں نے ایک سپاہی کے پاس سے شراب کی ایک مشک برآمد کی، لیکن جب یہ مشکل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کی گئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ الٰہی میں یہ دعا مانگی کی یا اللہ! اس کو سرکہ بنادے۔

چنانچہ جب لوگوں نے مشک کا منہ کھول کر دیکھا تو واقعی اس میں سرکہ نکلا۔ یہ دیکھ کر مشک والا سپاہی کہنے لگا کہ خدا کی قسم! یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ میں نے اس مشک میں شراب بھر رکھی تھی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، ج 2 ص 867)

بادشاہ کے فرش سے قیمتی فرش

باہان ارمنی نے صلح کی بات چیت کے لئے سپہ سالار اسلام کو پیغام بھیجا۔ اسلام کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ نفس نفیس باہان کے پاس تشریف لے گئے۔ باہان نے دربار کو خوب شان وشوکت کے ساتھ آراستہ کیا۔ ریشم کا فرش بچھایا۔

جب خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے تو فرمایا ''یہ فرش ہٹادیا جائے۔''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہیوں نے فرش پرے پھینک دیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر بیٹھ گئے۔

باہان اور اس کے درباری حیرت زدہ رہ گئے۔

باہان نے کہا۔ ''اے سپہ سالار اسلام! میں نے یہ فرش آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احترام میں بچھوایا تھا۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''اے باہان! تیرے فرش سے اللہ تعالیٰ کا فرش اچھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بچھا ہے۔ نہ دھونا پڑتا ہے نہ ناپاک ہوتا ہے بلکہ ناپاک کو بھی پاک کر دیتا ہے۔ تم لوگوں نے ریشم کا فرش بچھایا، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔'' (سیرت ابن ہشام)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا اندرونی منظر

مسیلمہ کذاب کے خلاف مسلمانوں کی لشکر کشی

حضور ﷺ کے وصال کے بعد مسیلمہ کذاب کھل کر سامنے آ گیا اور تقریباً ایک لاکھ آدمیوں کو اپنا معتقد بنا کر اسلامی حکومت سے سرکشی کا علم بلند کر دیا۔ وہ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اتنا بد دماغ ہو گیا تھا کہ کوئی مسلمان مل جاتا، تو اس سے زبردستی اپنی نبوت منوانے کی کوشش کرتا، اگر وہ انکار کر دیتا تو طرح طرح کی اذیتیں دے کر شہید کرا دیتا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی سرکوبی کے لئے حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔ وہ روانہ ہو گئے تو مسیلمہ کی کثیر جمعیت کے پیش نظر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی امداد کے لئے مزید فوج دے کر بھیجا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش شجاعت میں کمک پہنچنے سے پہلے ہی مسیلمہ کذاب سے لڑائی چھیڑ دی، لیکن ان کی مٹھی بھر فوج کی مسیلمہ کذاب کے ٹڈی دل کے سامنے کچھ پیش نہ چلی اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پسپا ہونا پڑا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس ہزیمت کی اطلاع ملی تو وہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلد بازی پر سخت ناراض ہوئے اور انہیں حکم بھیجا کہ مدینہ واپس آنے کے بجائے مہرہ اور عمان کا رخ کرو اور وہاں کے مرتدوں سے جنگ کرو۔

دوسری طرف حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم بھیجا کہ تم یمامہ جا کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں مسیلمہ کذاب سے لڑو۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دنوں مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے۔ حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی وہی غلطی سرزد ہوئی جو حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہو چکی تھی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہنچنے سے پہلے ہی مسیلمہ کذاب سے جنگ چھیڑ دی۔ مسلمانوں کی قلیل جماعت کو ہزیمت ہوئی اور پیچھے ہٹنا پڑا۔ اسی اثناء میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجرین اور انصار کی ایک فوج کے ہمراہ بطاح آ پہنچے۔ اس فوج میں حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ جب ہر طرف سے مسلمان بطاح آ گئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسیلمہ کذاب کی طرف بڑھے۔ اس وقت مسیلمہ کذاب کے پاس چالیس ہزار سے زیادہ جنگجوؤں کا لشکر تھا، ان کے مقابلے میں مسلمان سرفروشوں کی تعداد صرف تیرہ ہزار تھی۔

عقرباء کے میدان میں اہل حق اور مرتدین کے درمیان سخت خونریز جنگ ہوئی۔

مورخ ابن جریر طبری کا بیان ہے کہ

لم یلق المسلمون حربًا مثلها قط

یعنی مسلمانوں کو اس سے زیادہ سخت معرکہ کبھی پیش نہ آیا۔

لڑائی کے آغاز سے پہلے مسیلمہ کذاب کے بیٹے شرحبیل نے رجز خوانی کرتے ہوئے اپنے قبیلے کو خوب مشتعل کیا اور ان کی قومی عصبیت کو یہ کہہ کر ابھارا کہ اے بنو حنیفہ آج تم اپنی عزت و ناموس کے لئے کٹ مرو، ورنہ مسلمان تمہاری عورتوں اور لڑکیوں کو لونڈیاں بنا لیں گے۔

شرحبیل کی للکار سن کر مرتدین نے بڑے جوش سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے بھی جانیں ہتھیلی پر رکھ لیں اور نہایت پامردی سے اس طوفانی حملے کو روکا۔ لیکن مرتدین کا دباؤ اتنا شدید تھا کہ مسلمانوں کی صفیں ٹوٹ پھوٹ جاتی تھیں۔ مسیلمہ کذاب کے لشکر کے جوان بھی کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ مگر پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسلامی لشکر کے دوسرے جرنیل مسلمانوں کو ہزیمت سے بچانے کے لئے از خود زندہ دلی سے لڑ رہے تھے۔ اسی کوشش میں حضرت قیس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سالم مولائے ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کئی دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مردانہ وار لڑتے ہوئے اپنی جانیں اسلام پر قربان کر دیں۔

اس نازک موقع پر حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے۔ اہل سیر کا بیان ہے کہ جب وہ میدان کارزار کا رخ کیا کرتے تھے تو ان کے بدن پر شدید لرزہ طاری ہو جاتا جس پر قابو پانے کے لئے کئی آدمی ان کو دبا لیتے تھے۔ جب یہ لرزہ دور ہو جاتا تو ان میں بلا کی قوت پیدا ہو جاتی اور وہ میدان جنگ میں آ کر شیر کی طرح بپھرتے۔ اس روز بھی یہی ہوا۔ مسلمانوں کو خطرے میں دیکھ کر ان کو سخت جوش آیا اور لرزے سے فارغ ہو کر میدان میں پہنچ کر للکارے۔

اَیْنَ یَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ
اَنَا الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ هَلُمَّ اِلَیَّ

"اے گروہ مسلمین کدھر جاتے ہو، میں براء بن مالک ہوں، میری طرف آؤ"

ان کی للکار پر مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم پھر جم گئے اور انہوں نے تازہ جوش کے ساتھ دشمن پر زبردست حملہ کیا۔ اس وقت دشمن کا ایک نامی جنگجو حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آیا۔ وہ بڑا لحیم شحیم اور قد آور آدمی تھا اور لوگوں میں "حمار یمامہ" کے لقب سے مشہور تھا۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار نیام میں ڈالی اور اس کی تلوار چھین کر ایسی بھرپور ضرب لگائی کہ دو ٹکڑے ہو گیا۔

لڑائی جس نہج پر ہو رہی تھی اسے دیکھ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندازہ لگایا کہ جب تک مسیلمہ کذاب کو ختم نہیں کیا جاتا لڑائی کا فیصلہ نہ ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے جانبازوں کا ایک دستہ لے کر دشمن پر ایک طوفانی حملہ کیا اور مرتدین کی صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے مسیلمہ کذاب کی طرف بڑھے۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی دستے میں داد شجاعت دے رہے تھے۔ مسیلمہ کذاب نے جب دیکھا کہ مسلمان ان کے سر پر پہنچنا چاہتے ہیں تو وہ گھبرا کر قبیلہ بنو حنیفہ سمیت پیچھے ہٹا اور اپنے قلعہ بند باغ "حدیقۃ الرحمٰن" میں جا گھسا۔ اس کا دروازہ بہت مضبوط تھا اور اسے توڑنا ناممکن تھا۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں سے کہا "مسلمانو! باغ کے اندر ہمیں اتار دو ہم اس کے اندر جا کر دشمنان خدا سے لڑیں گے۔"

مسلمان اپنے ان سرفروشوں کو خطرے میں ڈالنے سے ہچکچائے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو دیوار پھاند کر خود ہی باغ کے اندر کود گئے۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو قسم دے کر کہا کہ مجھے بھی باغ میں اتار دو اور پھر دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔ مسلمانوں نے مجبور ہو کر انہیں دیوار پر چڑھا دیا اور وہ بھی مردانہ وار باغ میں جا کودے۔

جنگ یرموک میں مسلمانوں کی فتح

بیہقی نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی ہے کہ حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ڈھال پر بیٹھ گئے تھے اور مسلمانوں سے کہا تھا کہ اس ڈھال کو نیزوں پر اٹھا کر انہیں دیوار پر چڑھا دیں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چھلانگ لگانے سے ایک پاؤں ٹوٹ گیا تھا لیکن حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخیریت باغ میں اتر گئے اور بھوکے شیر کی طرح مرتدین پر ٹوٹ پڑے۔ لڑتے بھڑتے باغ کے پھاٹک پر پہنچ گئے اور اسے کھول دیا۔ اس وقت تک وہ دس مرتدین کو قتل کر چکے تھے۔ مسلمان فوج یلغار کر کے اندر گھسی اور مرتدین کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا۔ مسیلمہ کذاب بھاگنے کی فکر میں تھا کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ لیا، تاک کر اپنا برچھا اس پر پھینکا اور وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اسے قتل ہوتے دیکھ کر مرتدین میں بھگدڑ مچ گئی اور وہ اپنے ہزاروں آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں کا نقصان بھی کچھ کم نہ تھا، ان کے ایک ہزار آدمیوں نے جام شہادت پیا جن میں بہت سے جلیل القدر صحابہ علیہم الرضوان اور حفاظ قرآن شامل تھے۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخموں سے چور چور ہو گئے تھے۔ تیر اور تلوار کے اسی سے زیادہ زخم تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اٹھوا کر اپنی قیام گاہ پر لائے اور بذات خود ان کی تیمارداری کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاج کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ماہ تک وہاں قیام کیا۔ جب حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم مندمل ہو گئے تو پہلے کے سے جوش اور ولولہ کے ساتھ پھر جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے وقت خواہش

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ موتہ اور جنگ یرموک کے بعد بھی بہت سی جنگیں لڑیں۔ کسریٰ کی طاقت کو توڑا، قیصر کی سلطنت کو پاش پاش کیا۔ جنگ یرموک کی فتح حاصل کی اور سو کے قریب جنگوں میں حصہ لیا۔ لیکن جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال ہورہا تھا تو گھر کے اندر بستر پر تھے، رو رو کر اس حسرت کا اظہار کررہے تھے کہ اپنی ساری عمر شہادت کی تمنا میں اور جنگوں میں گزاری، لیکن مجھے میدان جنگ کی شہادت نصیب نہ ہوئی اور اب بستر پر جان دے رہا ہوں۔

اللہ کی تلوار کو کوئی نہیں توڑ سکتا

دارالعلوم دیوبند کے مدرس اول حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ جو بڑے درجے کے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے، فرماتے تھے کہ ''حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تمنا پوری نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ کسی کافر کے ہاتھوں قتل کیے جائیں۔ انہیں کوئی کافر قتل کر ہی نہیں سکتا تھا، کیونکہ یہ اللہ کی تلوار تھے، اور اللہ کی تلوار کو نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ کوئی موڑ سکتا ہے۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شوق شہادت اور جذبہ جہاد

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس رات میرے گھر میں نئی دلہن آئے جس سے مجھے محبت بھی ہو اور مجھے اس سے لڑکے کے ہونے کی بشارت بھی اس رات مل جائے تو یہ رات مجھے اس رات سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ جس میں پانی جما دینے والی سخت سردی پڑ رہی ہو اور میں مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ ہوں اور صبح کو دشمن پر حملہ کرنا ہو۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شوق وجذبہ کا یہ عالم تھا کہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ تمنا تھی کہ اللہ کے راستہ میں شہید ہوجاؤں۔ لہٰذا جن جگہوں میں جانے سے شہادت مل سکتی تھی ان سب جگہوں میں گیا۔ میں نے ایک رات اس حال میں گزاری تھی کہ ساری رات صبح تک بارش ہوتی رہی اور میں ساری رات سر پر ڈھال لیے کھڑا رہا اور صبح کو ہم نے کافروں پر اچانک حملہ کردیا۔ فرماتے ہیں کہ مجھے زندگی کی کوئی رات میدان جہاد کی سخت رات سے زیادہ اچھی نہیں لگی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عاشقانہ موت

وفات کے وقت یہ حالت تھی کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ کسی نے وجہ پوچھی؟ تو فرمایا ''میں نے اپنی زندگی میں تقریباً تین سو جنگیں لڑی ہیں۔ میرے جسم کے ہر حصے میں تیروں، تلواروں اور نیزوں کے زخم لگے ہیں مگر شہادت نصیب نہیں ہوئی اور آج ایک اونٹ کی طرح بستر پر جان دے رہا ہوں۔ اللہ بزدلوں کو کبھی چین نہ دے۔ میں مرجاؤں تو میرے ہتھیار اور گھوڑے ذرا خیال کرکے جمع کرلینا اور ان کو اللہ کے راستہ میں بطور سامان جنگ دے دینا۔

کاش یہ جرأت وہمت ہمیں بھی نصیب ہو۔ (حوالہ شان اولیاء)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساٹھ سال زندگی بسر کی۔ بڑے بڑے بہادروں کو تہہ تیغ کیا اور خود اپنے بستر پر موت کو گلے لگایا۔ بزدلوں کی آنکھیں کبھی بھی ٹھنڈی نہ ہوئیں۔

شہسواروں کے شہسوار، بہادروں کے سردار، مرتدین پہ غلبہ پانے والے، جھوٹے نبیوں کی کمر توڑنے والے، ایران وروم کو سرنگوں کرنے والے، دشمن کے لشکروں کے پرخچے اڑانے والے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ غمگین ہوئے۔ مسلمانوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر شدید حزن و ملال اور رنج والم محسوس کیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا جب وقت آیا تو انہوں نے اپنا گھوڑا، اپنا اسلحہ اور غلام اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کردیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اللہ ابوسلیمان پر رحم فرمائے۔ وہ ہمارے گمان کے عین مطابق تھے۔''

بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زرہیں روکے رکھیں اور انہیں اللہ کی راہ میں استعمال کیا۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب فوت ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمنوں کے سینوں کے لئے سیدھا تیر اور دوستوں کے لئے بڑے نرم دل تھے۔''

اور یہ بھی فرمایا:

''حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے اہل اسلام میں ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے جو پر ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔''

سیرت اور سوانح نگار علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت 21 ہجری میں ہوئی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات حمص شہر میں ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت نامہ بھی بھیجا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کا تذکرہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خوبصورت جملے پر ختم کرتے ہیں کہ عورتیں خالد جیسا سپوت جنم دینے سے عاجز آگئیں۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا خوبصورت منظر

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

حمص کا محل وقوع اور تاریخ

جناب یعقوب نظامی صاحب اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ حمص دمشق سے ایک سو ساٹھ کلومیٹر اور حلب سے ایک سو نوے کلومیٹر دور ہے۔ حمص کی تاریخ پانچ ہزار سال پرانی ہے۔ 2300 ق م میں اس کی بنیاد پڑی۔ مختلف اوقات میں اس پر مختلف لوگوں نے قبضے کیے۔ یہ بہت عرصہ رومن حکمرانوں کا مرکز رہا جو اس شہر کو Emese عمیسا کے نام سے پکارتے تھے۔ 636ء میں مسلمانوں نے یہ شہر فتح کیا۔ اس وقت یہ عیسائیت کا مرکز تھا۔ 1516ء میں یہ حکومت عثمانیہ میں شامل ہوا۔ حمص کو شام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے ایک طرف بحیرۂ روم اور دوسری طرف صحرا ہے جبکہ تیسری طرف دمشق اور چوتھی طرف حلب واقع ہے۔ اس سرسبز زرعی اور میدانی علاقے کے لوگوں کی اکثریت زیور تعلیم سے آراستہ ہے۔ یہ تمام شامی لوگوں سے زیادہ پڑھے لکھے ہیں۔ یہاں زرعی یونیورسٹی بھی ہے۔

حمص کی البعث یونیورسٹی بڑی مشہور ہے۔ جس میں میڈیکل، انجینئرنگ اور سائنس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ابھی حال ہی میں جرمن سیر یا یونیورسٹی بھی قائم ہوئی۔ رقبہ کے لحاظ سے شام کا یہ سب سے بڑا صوبہ ہے۔ جس کی آبادی ایک لاکھ تیس ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ شہر انتہائی جدید طرز پر تعمیر کیا گیا ہے۔ سڑکیں کشادہ اور عمارتیں خوبصورت ہیں۔ شہر میدانی علاقہ میں آباد ہے۔ حمص میں تیل ریفائنری، شوگر فیکٹری کے علاوہ کافی چھوٹی چھوٹی فیکٹریاں ہیں۔

حمص کے خوبصورت شہر کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ یہاں دنیائے اسلام کے سب سے بڑے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابدی آرام فرما رہے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا آنکھوں دیکھا حال

ہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے اردگرد وسیع اور چاروں طرف پھیلے باغیچے سے گزر کر مسجد میں داخل ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار حمص شہر کے عین درمیان میں بڑی شاہراہ کے کنارے ایک خوبصورت اور کشادہ جگہ پر واقع ہے۔ ہماری کوچ مزار کے عین سامنے کھڑی ہوئی۔ مزار کی حدود میں داخل ہوئے تو سامنے خوبصورت لان اور باغیچے تھے۔ جن میں خوبصورت پھول ماحول کو معطر کر رہے تھے۔

مسجد کے اندر دائیں طرف اسلام کے اُس عظیم ترین سپہ سالار کا مزار ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ کا خطاب عطا کیا تھا۔ مزار پر نگاہ ڈالی تو اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین آدمی پایا۔ اللہ کا شکر ادا کیا کہ جس نے اس سفر کی توفیق دی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری زندگی جہاد میں گذری۔ جسم کے ہر حصہ پر تلوار کے زخم کھائے، لیکن شہادت نصیب نہ ہوسکی۔ ان کے نام سے دشمن کانپتے تھے۔ سنا ہے رومی فوج کے گھوڑے سیف اللہ کا نام سن کر چشموں سے پیاسے بھاگ جاتے تھے۔ قبول اسلام کے بعد سیف اللہ کی تلوار جب بھی اٹھی اسلام کے دشمن کے خلاف اٹھی اور جب بھی چلی مظلوموں اور بے کسوں کی حفاظت کے لئے ہی چلی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمص کے مقام پر آخری بار تلوار کھول کر اعلان کیا کہ ''خدا اس دن سے عالم اسلام کو محفوظ رکھے جب یہ دوبارہ میرے شانے پر آراستہ ہو۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار اور کارناموں کے بارے میں سوچتے ہوئے میں مزار کے ایک کونے سے سر لگا کر بیٹھ گیا۔ میں نے کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ میری حالت اس وقت علامہ اقبال کے اس شعر کی مظہر تھی کہ

گفتار کے اسلوب پہ قابو نہیں رہتا
جب روح کے اندر متلاطم ہوں خیالات

روح کے اندر جب خیالات متلاطم ہوئے تو آنکھوں نے دل کی غمازی کی اور دلی کیفیت کو آنسوؤں کی صورت میں آشکارا کر دیا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور ساتھ لے کر روضے کے سرہانے لاکھڑا کیا۔

پھر میرے ساتھ کھڑے ہو کر دعا مانگی ''اے باری تعالیٰ! آج مسلمان بڑی تنگ دستی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ فلسطین، عراق، افغانستان، کشمیر، بوسنیا اور چیچنیا کے مسلمانوں پر کفار ظلم کے پہاڑ ڈھا رہے ہیں۔ ان مظلوم مسلمانوں کی پکار کسی کے کانوں میں نہیں پڑتی۔ ظالموں نے ظلم کی انتہاء کر دی ہے۔ ہماری آن، شان اور وقار ختم ہوگیا ہے۔ اے باری تعالیٰ! آج ہمیں دوبارہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں پر رحم فرما اور انہیں کوئی ایسا جرنیل عطا کر جو انہیں دشمنوں کے ظلم سے نجات دلائے۔''

دعا مانگنے کے بعد میں نے دو رکعت نماز نفل ادا کی اور پھر روضے کا جائزہ لیا۔ روضہ مسجد کے اندر ہے۔ لیکن قبر پر مقبرہ ہے۔ اردگرد جالیاں ہیں۔ جالیوں کے ساتھ یہاں بھی میں نے تالے اور کپڑے بندھے ہوئے دیکھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایسا کرنا یہاں کے عقیدت مندوں کا کام ہے۔ مقبرہ کے باہر ایک بورڈ پر لکھا ہوا ہے

هذا مقام الصحابي الجليل سيدنا خالد بن وليد رضي الله تعالى عنه
عاشق نبي صلى الله عليه وسلم

اس کے علاوہ مقبرے پر یہ شعر بھی لکھے ہوئے ہیں

خالد بن وليد سيف من
خالد سيف من سيف الله
سيف الله سله الله على المشركين
ونمر فتى العشيرة

قبر پر سبز چادریں بچھی ہوئی تھیں۔ سرہانے عرب کی روایات کے مطابق ایک سبز پگڑی رکھی ہوئی تھی۔ باہر کا گنبد سبز ہے جس پر جھنڈا لہرا رہا ہے۔ اس پر کلمہ شریف لکھا ہوا ہے۔ گنبد پر خوبصورت نقش و نگار ہیں۔

مسجد اور مزار کے باہر باغیچے میں ایک بہت اونچا مینار ہے۔ جس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول تحریر ہے:

''میں نے سو سے زائد جنگیں لڑیں، میرے جسم پر کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں تیروں کے نشان نہ ہوں۔ اس کے باوجود اپنے گھر چارپائی پر بزدلی کی موت مر رہا ہوں۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر ایک گھنٹہ رہنے کے بعد ساڑھے گیارہ بجے ہم حلب کی طرف چل پڑے۔ حمص سے حلب ایک سو نوے کلومیٹر دور ہے۔ یہ تمام علاقہ سرسبز تھا۔ لوگوں کو کھیتی باڑی میں مصروف دیکھا جو جدید طریقوں سے کھیتی باڑی کر رہے تھے۔ جگہ جگہ ٹیوب ویل اور زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے پانی کے فوارے تھے جو چاروں طرف حرکت کر رہے تھے۔ (حوالہ پیغمبروں کی سرزمین)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار و مسجد خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا خوبصورت گنبد و مینار

جناب افتخار احمد حافظ صاحب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک اور مسجد کے گنبد اور مینار دور سے ہی نظر آ جاتے ہیں۔ مسجد بہت وسیع بنی ہوئی ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی دائیں جانب ایک گوشے ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی دائیں جانب ایک گوشے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار اقدس ہے۔ اوپر ایک خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے اور مزار مبارک کے اردگرد چاروں طرف پیتل کی خوبصورت جالی لگی ہوئی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرما ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے بالمقابل بائیں گوشے میں ایک لوہے کی جالی دار کٹہرے میں سیدنا عبیداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ استراحت فرما ہیں۔ یہاں بھی لوگ اکثر سلام وفاتحہ کے لئے آتے رہتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا خوبصورت مینار

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا بیرونی منظر
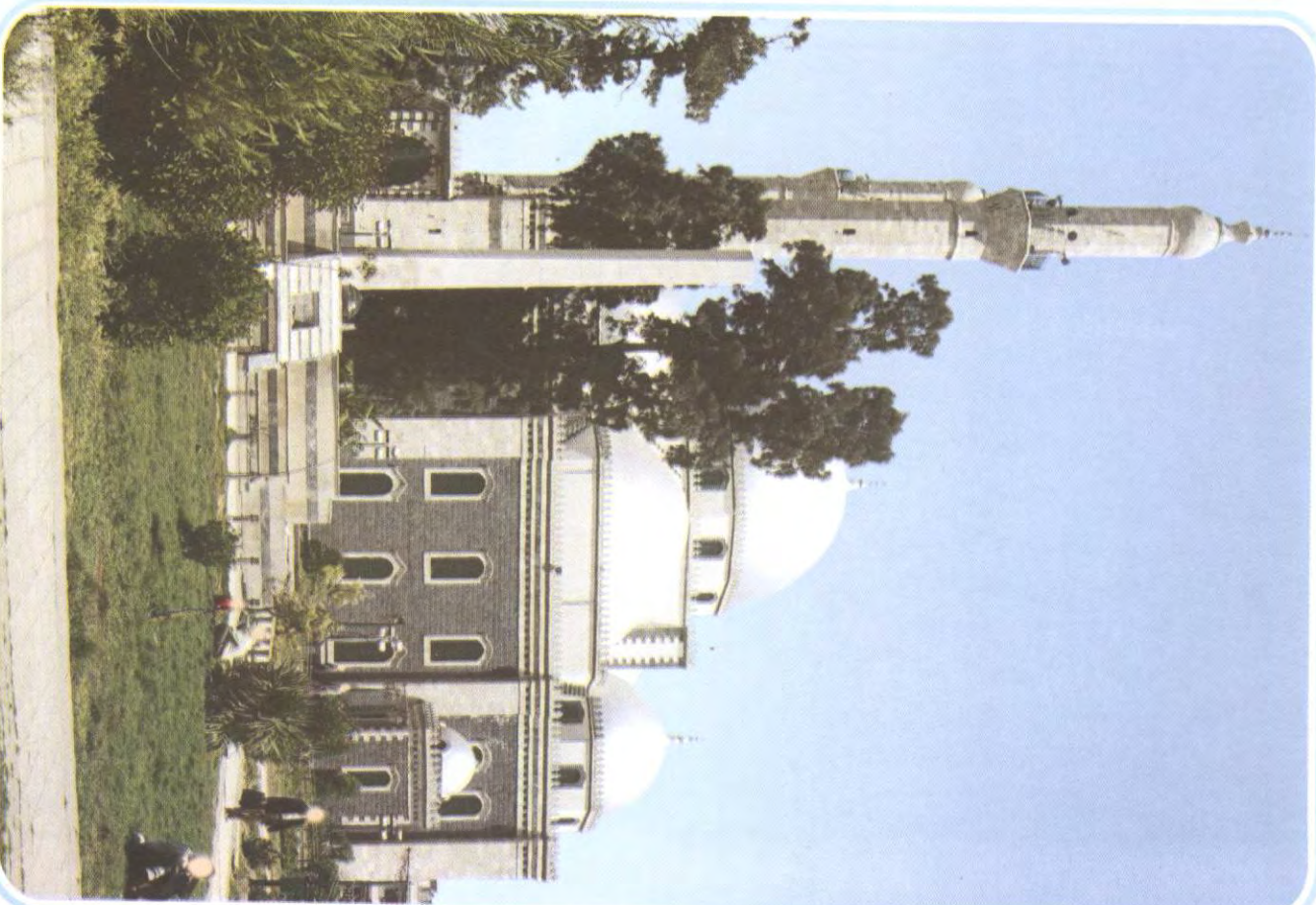
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی مختلف زاویوں سے لی گئی تصاویر

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے مقام کی نشاندہی کرنے والا بورڈ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے متصل مسجد کا برآمدہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا بیرونی منظر
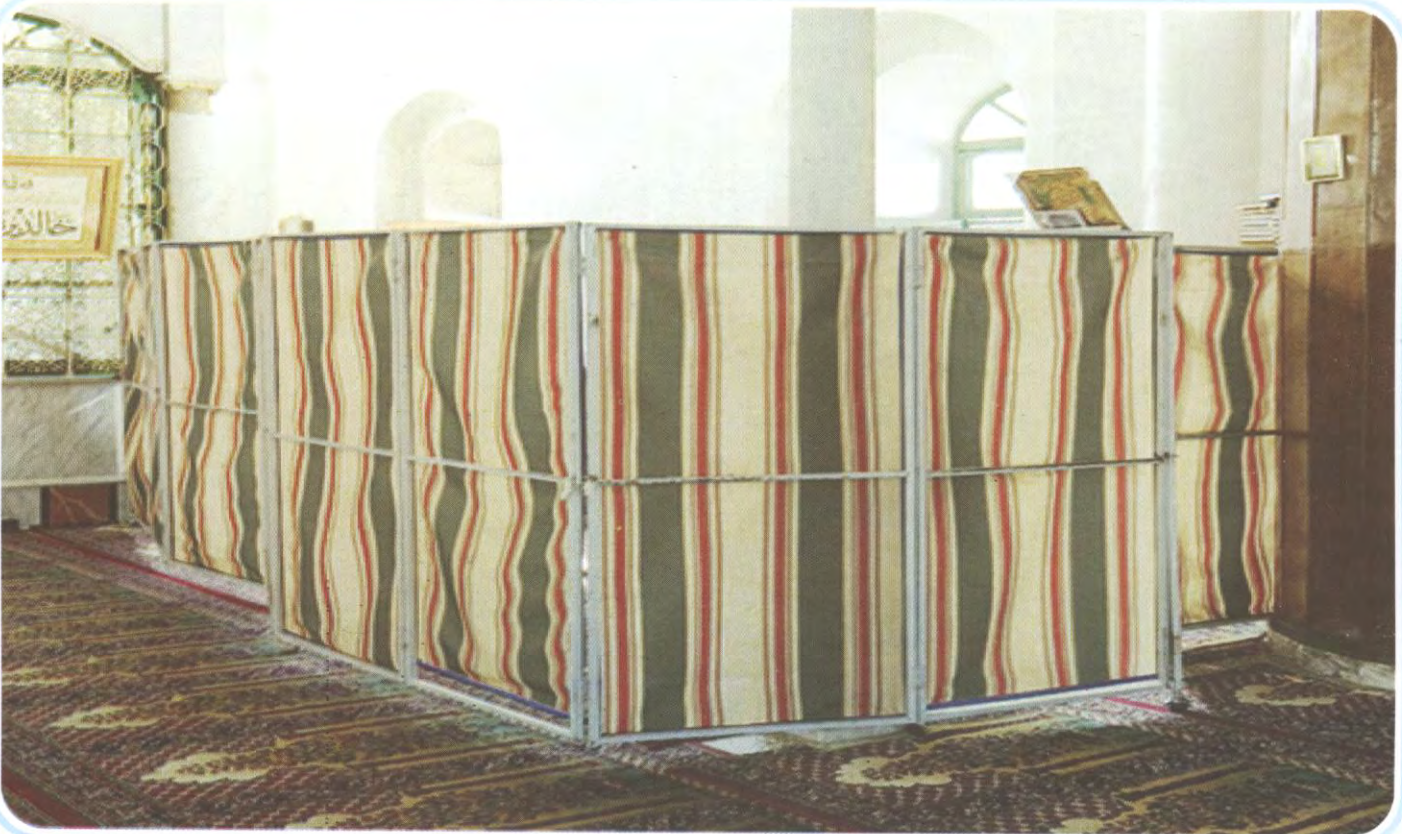
حمص میں موجود حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب مزار سے متصل مسجد میں عورتوں کے لئے مخصوص جگہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے باہر لگا کتبہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے اطراف میں بنی مسجد کے صحن کا منظر

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے متصل مسجد کا اندرونی منظر

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے متصل مسجد کے دو خوبصورت اندرونی مناظر

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے متصل مسجد کا منبر و محراب

مزار سے متصل مسجد کے ہال کا منظر

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک
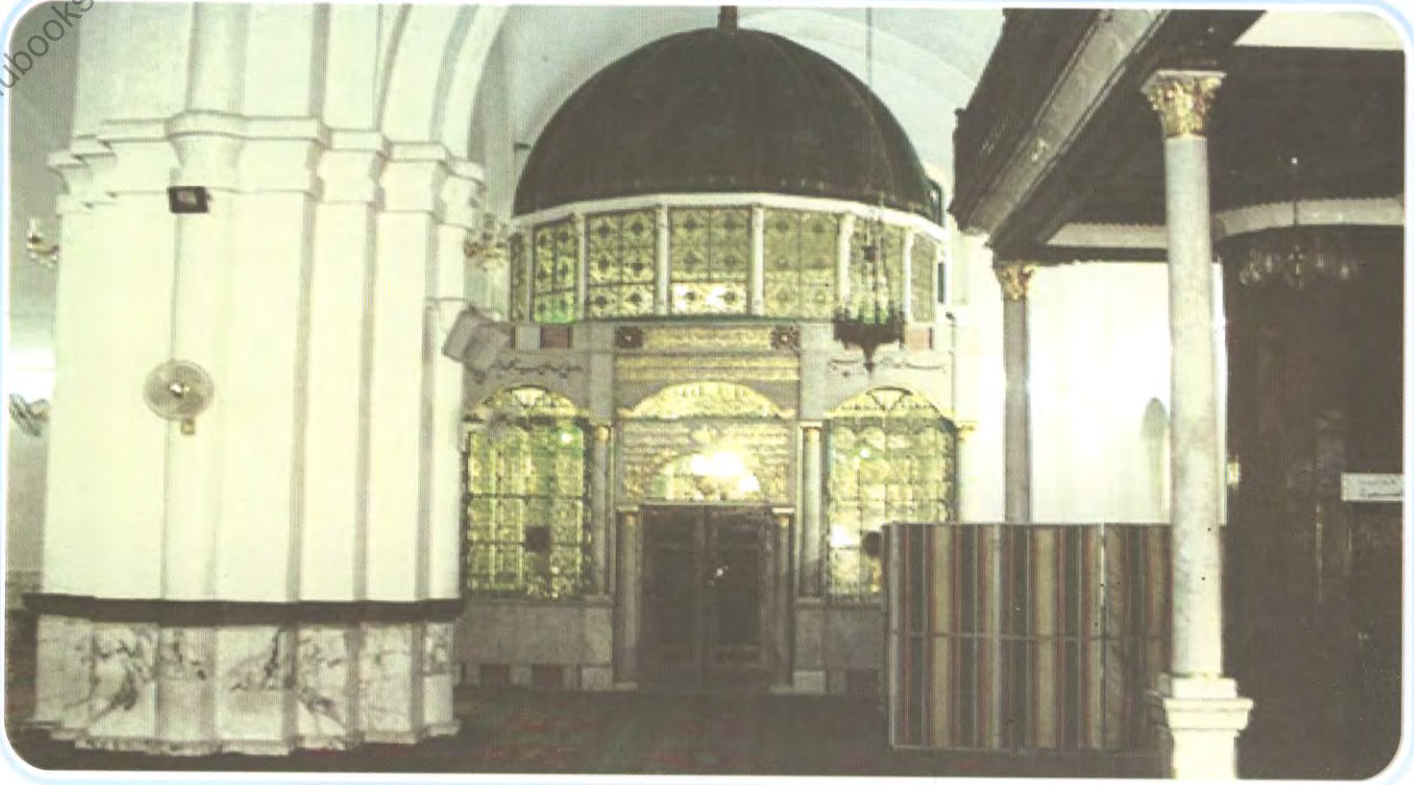
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار والے کمرہ کے دروازہ کا بیرونی منظر

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار والے کمرے کے باہر لگا کتبہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک
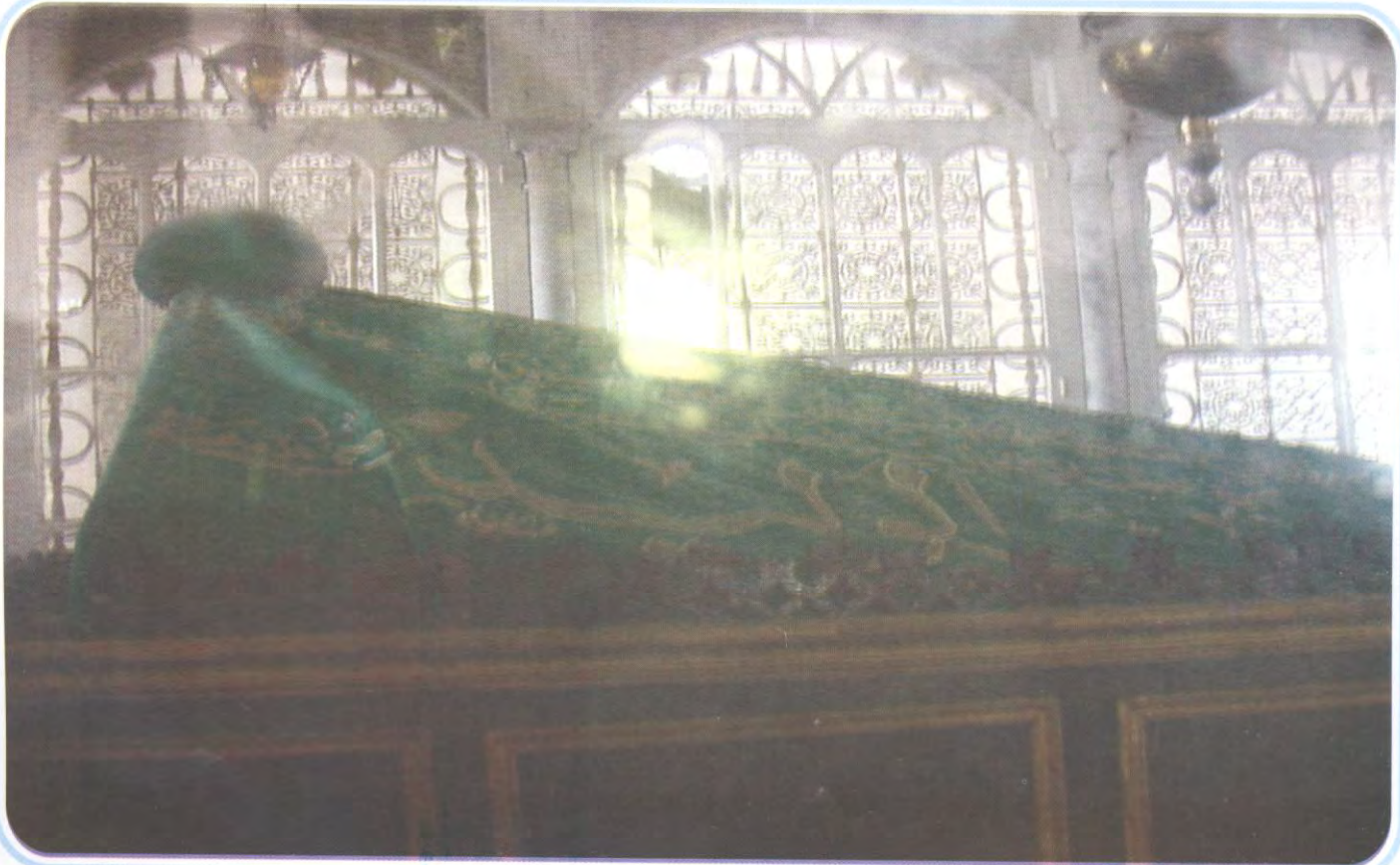
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار و قبر مبارک
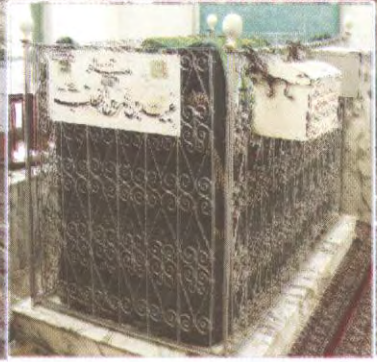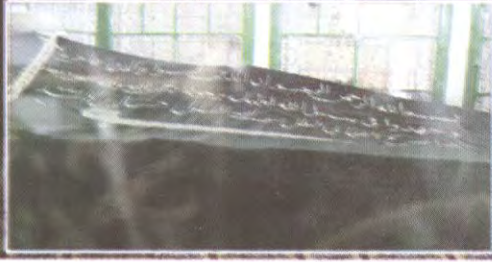
لقد شهدت مائة زحف أو زهاءها، وما في بدني موضع شبر، إلا وفيه ضربة بسيف أو رمية بسهم أو طعنة برمح وها أنذا أموت على فراشي حتف أنفي. فلا نامت أعين الجبناء.

خالد بن الوليد

زیرِ نظر تصویر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے باہر لگے کتبہ کی ہے۔ اس کتبہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مشہورِ زمانہ قول لکھا ہے جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موت کے وقت کہا تھا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''میں نے ایک سو سے زائد جنگیں لڑیں، میرے جسم پر کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں تیروں کے نشان نہ ہوں۔ اس کے باوجود اپنے گھر چارپائی پر بزدلی کی موت مر رہا ہوں۔''

تذکرہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یمن کے قبیلہ دوس سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام ''عبدشمس'' تھا۔ مگر جب یہ 7 ہجری میں جنگ خیبر کے بعد دامن اسلام میں آ گئے تو حضور اکرم ﷺ نے ان کا نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ ایک دن حضور ﷺ نے ان کی آستین میں ایک بلی دیکھی تو ان کو یا اباہریرۃ (اے بلی کے باپ) کہہ کر پکارا۔ اسی دن سے ان کا یہ لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ لوگ ان کا اصلی نام ہی بھول گئے۔ یہ بہت ہی عبادت گزار، انتہائی متقی اور پرہیزگار صحابی ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ یہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ آٹھ سو صحابہ اور تابعین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ ہزار تین سو چوہتر حدیثیں روایت کی ہیں۔ جن میں سے چار سو چھیالیس حدیثیں بخاری شریف میں ہیں۔ 50 ہجری میں اٹھتر سال کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (اکمال ص 622 و قسطلانی ج ا ص 212 وغیرہ)

فضائل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمان نبوی ﷺ کی روشنی میں

1. حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کا خزانہ ہیں۔ (مستدرک عن ابی سعید الخدری)
2. ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ یارسول اللہ! میں آپ ﷺ کی حدیثیں سنتا ہوں، مگر یاد نہیں رہتیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اسے لپیٹ دیا۔ اس کے بعد میں کبھی کوئی حدیث نہیں بھولا۔ (ترمذی، عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
3. ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر امت کا ایک حکیم ہوتا ہے اور میری امت کے حکیم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (دیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
4. ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ''الٰہی! اپنے اس بندے (ابو ہریرہ) اور اس کی ماں کی قدر و منزلت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں پیدا کر دے اور ان بندوں کی قدر و منزلت ان دونوں کے دلوں میں پیدا کر دے۔'' (صحیح مسلم، رقم 6396)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا قبول اسلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خود اپنا بیان ہے کہ میری والدہ مشرکہ تھیں۔ میں نے ان کو ایک روز اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے اس کے جواب میں حضور ﷺ کی شان میں کچھ ناگوار کلمے کہے۔ میں روتا ہوا بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! دعا فرما دیجئے اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ماں کو ہدایت دے دے۔

آنحضرت ﷺ نے ان الفاظ میں دعا فرمائی:

اللّٰھم اھد ام ابی ھریرۃ

اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت (اسلام) دے دے۔

میں اسی وقت دعا کی قبولیت کا یقین کر کے خوشی خوشی نکلا اور والدہ کے پاس پہنچنے کا ارادہ کیا تو دیکھا دروازہ بند ہے۔ والدہ نے اندر ہی سے میرے قدموں کی آہٹ سنی اور وہیں سے کہا کہ ابو ہریرہ اپنی جگہ کھڑے رہو۔ میں باہر ہی کھڑا ہو گیا اور مجھے پانی گرنے کی آواز آئی۔ یہ آواز غسل کرنے کی تھی۔ والدہ نے غسل کیا، کپڑے پہنے اور دروازہ کھولنے کی جلدی میں دوپٹہ بھی نہ اوڑھا اور دروازہ کھول کر کہنے لگی:

یَا اَبَاھُرَیْرَۃَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

ابو ہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

میں واپس ہو کر بارگاہ رسالت ﷺ میں پہنچا اور اب خوشی میں رو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے واقعہ سنا اور اللہ کی حمد بیان فرمائی اور اچھے کلمات ادا فرمائے۔ (حوالہ مشکوٰۃ شریف)

صفہ میں رہائش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حضرات میں زیادہ مشہور ہیں جو صفہ میں مقیم تھے۔ انہوں نے صفہ ہی کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ جب تک حضور ﷺ اس دنیا میں تشریف فرما رہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفہ ہی میں مقیم رہے۔ صفہ کے تمام رہنے والوں اور وہاں آ کر نئے ٹھہرنے والوں کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب پہچانتے تھے۔ جب حضور ﷺ اصحاب صفہ کو کھانے کے لئے جمع کرنا چاہتے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے بلاتے تھے۔ کیونکہ وہ ان کو درجہ بدرجہ پہچانتے تھے۔

صفہ میں قیام کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بڑی مشقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مسلسل فاقوں کی نوبت آ جاتی تھی۔ ایک ایک چادر میں زندگی گذارتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ اپنی بھوک کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھ پر تین روز ایسے گذرے کہ میں نے کچھ نہیں کھایا اور اس قدر ضعف بڑھ گیا کہ میں صفہ تک جانے کے ارادہ سے چلا۔ راستہ میں گر جاتا تھا۔ لڑکے مجھے دیکھ کر کہتے ابو ہریرہ دیوانے ہو گئے ہیں جو چلتے چلتے گر جاتے ہیں۔ میں نے ان کی آواز سن کر زور سے کہا کہ میں دیوانہ نہیں ہوں تم دیوانے ہو (جو بلا تحقیق کسی کو دیوانہ بنا رہے ہو)۔ اس طرح گرتا پڑتا صفہ تک پہنچ گیا۔ وہاں دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں اور اصحاب صفہ کو ثرید کھلا رہے ہیں جو دو پیالوں میں کہیں سے آپ ﷺ کے پاس ہدیۃً آیا تھا۔

میں وہاں پہنچ کر اُچک اُچک کر کھڑا ہونے لگا تا کہ آپ ﷺ کی نظر مجھ پر پڑ جائے۔ حتیٰ کہ سب کھا چکے اور پیالوں میں سوائے کناروں میں لگے ہوئے کھانے کے اور کچھ نہیں بچا۔ حضور ﷺ نے کناروں میں لگے ہوئے کھانے کو خود ہی جمع فرمایا جو سب مل کر ایک لقمہ بن گیا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنی مبارک انگلیوں پر رکھ کر مجھے دیا اور فرمایا کہ لے اللہ کا نام لے کر کھا لے۔ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس ذرا سے لقمہ میں ایسی برکت ہوئی کہ میں اسے کھاتا رہا اور وہ بڑھتا ہی رہا۔ حتیٰ کہ میرا پیٹ بھر گیا۔ (ترغیب عن ابن حبان)

چبوترہ صفہ جہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین کی تعلیم کے لئے اپنی زندگی کے کئی سال گزارے

چبوترہ اصحابِ صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضور سید دو عالم ﷺ کی مسجد کے پیچھے بائیں طرف قریب ہی ایک سایہ دار جگہ تھی جہاں فقراء و مساکین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم جن کا کوئی گھر بار نہ تھا، دن رات رہا کرتے تھے۔ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ایک سو سے چند زیادہ تھے اور ان میں بوجہ تزویج یا موت یا مسافرت کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ حضور ﷺ بحکم احکم الحاکمین ان کے ساتھ خاص معیت و مجالست رکھتے تھے۔

صفہ کا محل وقوع

صفہ کے محل وقوع کی تعین میں متقدمین متفق ہیں۔ البتہ بعض معاصر مورخین کی رائے ہے کہ آج جس جگہ پر ''دکۃ الأغوات'' (خدمت گاروں کا چبوترہ) ہے وہیں پر پہلے ''صفہ'' واقع تھا۔ جب کہ متقدمین کی رائے کے مطابق ''صفہ'' اس چبوترے کے جنوب میں مغرب میں تھا اور یہی صحیح ہے جیسا کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جب قبلہ بیت المقدس سے بدل کر خانہ کعبہ کو بنایا گیا تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق شمالی دیوار پر ایک چھت ڈال دی گئی۔ اسی چھت دار حصہ کو ''صفہ'' کہا جاتا تھا۔

اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قرآن میں ذکر

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الکہف 28)

یعنی اپنی ذات کو ان سے وابستہ رکھیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں محض اس کی رضا جوئی کے لئے)۔

ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے فقر و فاقے کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس سوائے ایک تہبند کے جس سے بمشکل ستر عورت ہوتا، اور کوئی کپڑا پہننے کے لئے نہ ہوتا تھا اور شدت بھوک سے بعض مرتبہ بے ہوش ہو جاتے اور پیٹ پر پتھر باندھ لیتے اور بعض مرتبہ کمال درماندگی اور احتیاج سے حضور اکرم ﷺ کے دروازہ شریف پر جا پڑتے۔ باہر سے آنے والے لوگ ان کا حال دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ شاید یہ لوگ دیوانے ہیں۔

حضور ﷺ اکثر ان کے پاس تشریف لاتے اور ان کو تسلی و تشفی دیتے اور صبر و رضا اور زہد و قناعت کے فضائل بیان کرتے اور فرماتے! میں تمہارے ساتھ ہوں۔

نیز فرماتے کہ اگر تم لوگ جان لو کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے نزدیک تمہاری کیا قدر و منزلت ہے تو تم اس سے زیادہ فقر و فاقہ کو محبوب رکھتے۔ بعض مرتبہ آپ ﷺ ایک ایک، دو دو کو مالدار صحابہ کے حوالہ فرما دیتے کہ ان کی مہمانی کرو اور جو باقی بچتے ان کو اپنے ساتھ شریک فرما لیتے اور جس قدر صدقات وغیرہ آتے انہیں عطا فرماتے اور ہدایا میں بھی ان کا حصہ مخصوص فرماتے۔''

ایک دودھ کے پیالے کا 70 صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں پورا ہونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں سے ایک ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز میں شدت بھوک سے بے حد پریشان ہو کر آپ ﷺ کی راہ گزر پر آ بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ تشریف لائے اور میرا حال دیکھ کر تبسم فرمایا اور فرمایا: ابو ہریرہ!

میں نے عرض کیا، لبیک یا رسول اللہ!

آپ ﷺ نے فرمایا: ادھر آؤ!

میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے حجرہ تک پہنچا۔ فرمایا یہ ایک پیالہ دودھ ہے جو کسی نے مجھے ہدیے کے طور پر پیش کیا ہے۔ تو تم جاؤ اور اصحاب صفہ کو بلا لاؤ!

میں تعمیل حکم میں چل پڑا۔ لیکن دل میں خیال آیا کہ ایک پیالہ تو دودھ ہے اور آپ ﷺ سارے اصحابِ صفہ کو بلا رہے ہیں۔ اگر فقط مجھ ہی کو عطا فرما دیتے تو میں اس کو پی کر تھوڑی دیر آرام پاتا۔ الغرض میں ان سب کو جو تعداد میں 70 تھے بلا لایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ!

میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ!

یہ لو دودھ کا پیالہ اور ان سب کو پلاؤ۔

میں نے ایک کو دیا، اس نے خوب سیر ہو کر پیا۔ مگر دودھ ذرہ برابر بھی کم نہ ہوا۔ پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو یہاں تک کہ سب نے خوب سیر ہو کر پیا۔ مگر دودھ بالکل کم نہ ہوا۔ پھر وہ لے کر میں آپ ﷺ کے حضور حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے تبسم فرمایا: اب فقط ہم اور تم رہ گئے ہیں۔

میں نے عرض کیا: صدقت یا رسول اللہ ﷺ

فرمایا: بیٹھ جاؤ اور خوب سیر ہو کر پی لو۔

میں نے بھی خوب سیر ہو کر پیا اور باقی آپ ﷺ کے آگے رکھ دیا۔

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے شکر کا خطبہ پڑھا اور پھر اس کو نوش فرما لیا۔ (الخصائص الکبریٰ، ص 2/80۔ بیروت۔ جذب القلوب ص 107)

کیوں جناب ابو ہریرہ تھا وہ کیسا جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے پیٹ بھر گیا

چبوترہ اصحاب صفہ پر بیٹھ کر ذکر و اذکار اور نوافل ادا کرنا چاہئیں۔

مسجد نبوی ﷺ میں موجود مقام چبوترہ صفہ جہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہا کرتے تھے

چبوترہ اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم: مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود وہ جگہ جہاں 400 صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رہتے تھے

زیر نظر تصویر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی دیوار کی ہے

اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعداد

یہ تعداد کم وبیش ہوتی رہی ہے۔ چار سو تک بھی پہنچی۔ ان نفوس قدسیہ میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو بشر کعب بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمیر بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حبیب بن سیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جب بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ثابت در لیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عتبہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عدیم بن ساعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شادی سے قبل) حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مسلح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت صفوان بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عکاشہ بن محض رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو عبیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حجاج بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مسعود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مقداد بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابومرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوکبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوعبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مجذر بن دمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابورجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ذوالشمنالین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت رافع بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابورویحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سلامہ بن سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سب سے زیادہ احادیث کے راوی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی۔ ان کے بہت سے فضائل ہیں۔ انہیں بہت زیادہ احادیث یاد تھیں اور انہیں کثرت سے بیان کیا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کو یہ بات عجیب لگی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''تم گمان کرتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بہت بیان کرتا ہے۔ اللہ ہی حساب لینے والا ہے۔ میں ایک مسکین آدمی تھا۔ روکھی سوکھی کھا کر ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا کرتا تھا، مہاجرین کو بازار میں خرید وفروخت کی مصروفیت بھی تھی اور انصار اپنے باغات کی حفاظت میں بھی مشغول رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنا کپڑا بچھا دے گا، وہ مجھ سے سنی ہوئی احادیث کبھی نہیں بھولے گا۔ میں نے اپنا کپڑا بچھا دیا۔ یعنی ادب سے دامن پھیلا کر بیٹھا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ نے اپنی حدیث پوری کرلی۔ پھر میں نے اس کپڑے کو اپنے ساتھ چمٹالیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ سے سنی ہوئی بات کبھی نہیں بھولا۔

قوت حافظہ کا حال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قوت حافظہ بھی بے مثال تھی اور یہ قوت حضور اقدس ﷺ کا معجزہ تھی جس کا واقعہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم تین شخص مسجد میں بیٹھے تھے۔ ایک تو میں خود تھا اور ایک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک تیسرے صاحب تھے۔ ہم تینوں اللہ سے دعا کررہے تھے اور اللہ کی یاد میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک حضور اقدس ﷺ تشریف لے آئے اور ہمارے پاس پہنچ گئے۔ آپ ﷺ کے آنے پر ہم خاموش ہوگئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم کررہے تھے اسے پھر سے کرو۔ لہٰذا میں نے اور ان تیسرے صاحب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ تھے اللہ سے کچھ دعا کی اور حضور ﷺ نے آمین کہی۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی اور بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کیا کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَاسَئَلَکُمْ صَاحِبِیَّ وَعِلْمًا لَایُنْسٰی وَاَسْئَلُکَ

اے اللہ! میں تجھ سے وہی مانگتا ہوں جو میرے ان دونوں ساتھیوں نے مانگا اور اس کے ساتھ ایسے علم کا بھی سوال کرتا ہوں جو کبھی نہ بھولوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے آمین کہی۔

ہم دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم بھی اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ایسا علم نصیب ہو جسے بھول نہ سکیں۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ دوسرا آدمی تم سے نمبر لے گیا اور یہ دعا اپنے لئے تم سے پہلے کر گزرا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ تم مجھ سے غنیمت کے ان مالوں کا کیوں سوال نہیں کرتے جیسا کہ تمہارے ساتھی کرتے ہیں؟

میں نے عرض کیا کہ میں تو آپ ﷺ سے یہی سوال کرتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے اس علم میں سے کچھ تعلیم فرمائیں جو اللہ نے آپ ﷺ کو عنایت فرمایا ہے۔ اس وقت میں ایک چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ اس کو میں نے اتار کر اپنے اور رسول ﷺ کے درمیان بچھادی۔ اس وقت آپ ﷺ نے کچھ ارشاد فرمایا۔ جب آپ ﷺ کی بات ختم ہوگئی تو فرمایا کہ اس چادر کو اپنے جسم سے ملالو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد آپ ﷺ کی کسی بات میں سے ایک حرف بھی نہ بھولتا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء و مثلہ فی الاصابہ)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

ابوھریرہ احفظ من روی الحدیث فی دھرہٖ

یعنی اپنے زمانہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث کے تمام روایت کرنے والوں سے حدیثوں کے یاد کرنے میں بڑھے ہوئے تھے۔

ابوصالح کا ارشاد ہے:

ھو احفظ لاصحاب للحدیث

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حفظ حدیث میں تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بڑھے ہوئے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے حافظہ پر ناز بھی تھا اور بے دھڑک حدیثیں بیان کرتے چلے جاتے تھے۔

ایک حدیث کے بیان کرتے وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے ہوش ہوجانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز جن لوگوں کے متعلق سب سے پہلے فیصلہ دیا جائے گا ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا جو میدان جہاد میں قتل ہونے کی وجہ سے شہید سمجھ لیا گیا۔ قیامت کے دن اسے لایا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کی پہچان کرائیں گے۔ جن کو وہ پہچان لے گا۔ یعنی وہ نعمتیں اسے یاد آجائیں گی جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اسے دی تھیں۔ اللہ جل شانہ اس سے سوال فرمائیں گے کہ تو نے ان نعمتوں کو کس کام میں لگایا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے آپ کے راستہ میں یہاں تک جنگ لڑی کہ میں شہید ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ شانہ فرمائیں گے کہ تو نے جھوٹ کہا۔ یعنی تیرا یہ کہنا غلط ہے کہ تو نے میرے لئے جنگ لڑی بلکہ تو اس لئے لڑا کہ تیرے متعلق یہ کہا جائے کہ تو بہادر ہے، سو دنیا میں کہا جاچکا۔ اس کے بعد حکم ہوگا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کردی جائے گی۔

اور ایک وہ شخص بھی ان لوگوں میں ہوگا جن کے متعلق سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا جس نے علم دین سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھا اس کو (بھی) قیامت کے دن لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کی پہچان کرائیں گے۔ چنانچہ وہ پہچان لے گا۔ اس سے حق تعالیٰ سوال فرمائیں گے کہ تو نے ان نعمتوں کو کس کام میں لگایا؟

وہ جواب دے گا کہ میں نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور آپ کی رضا کے لئے قرآن پڑھا۔

اللہ جل شانہ فرمائیں گے تو نے جھوٹ کہا۔ بلکہ تو نے اس لئے علم حاصل کیا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن تو نے اس لئے پڑھا کہ تیرا نام ہو جو تیری خواہش تھی اس کے مطابق کیا جاچکا، اس کے بعد حکم ہوگا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کردی جائے گی۔

اور وہ شخص بھی ان لوگوں میں سے ہوگا جن کا فیصلہ سب سے پہلے کیا جائے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دیا تھا اور مختلف قسم کی مالیات سے اس کو سرفراز فرمایا تھا۔ قیامت کے روز اسے لایا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے۔ چنانچہ وہ یاد کرے گا۔ حق تعالیٰ کا سوال ہوگا کہ تو نے ان نعمتوں کو کس کام میں لگایا؟ وہ کہے گا کہ کوئی ایسا مصرف خیر میں نے نہیں چھوڑا جس میں خرچ کرنا آپ کی رضا کا باعث ہو۔ ہر کار خیر میں، میں نے آپ کی رضا کے لئے اپنا مال خرچ کیا۔

حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے میرے لئے خرچ نہیں کیا بلکہ تو نے اس لئے خرچ کیا کہ تیرے متعلق یہ کہا جائے کہ تو سخی ہے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل یہ کہا جاچکا اور تیرا مقصد پورا ہوگیا۔ اس کے بعد حکم ہوگا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ تعمیل کردی جائے گی۔ (مشکوٰۃ از مسلم شریف)

یہ حدیث ترمذی شریف میں بھی مروی ہے اور اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کی روایت کا ارادہ فرمایا تو میدان حشر کے تصور سے بے ہوش ہوگئے۔ ہوش آنے پر پھر بیان کرنا چاہا تو دوبارہ بے ہوش ہوگئے۔ پھر ہوش آیا اور تیسری بار بیان کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس دفعہ بھی بے ہوشی طاری ہوگئی اور اس کے بعد پھر جب ہوش آیا تو بیان فرمائی۔

جب یہ حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو فرمایا کہ جب ان تین شخصوں کے ساتھ ایسا ہوگا تو ان کے علاوہ دوسرے اشخاص کے متعلق جن کی نیتیں اچھی نہ ہوں گی اچھا معاملہ ہونے کی کیا امید کی جائے؟ یہ فرما کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر روئے کہ دیکھنے والوں نے یہ سمجھ لیا کہ آج ان کی جان ہی جاکر رہے گی۔

ابلیس سے پناہ مانگنا

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سجدوں میں زنا کرنے، چوری کرنے یا کفر کرنے اور کبیرہ گناہ کرنے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان باتوں کا خدشہ ہے؟

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''مجھے کون ان باتوں سے اطمینان دلاسکتا ہے جبکہ ابلیس زندہ ہے اور دلوں کو مائل کرنے والا ہے۔ انہیں جیسے چاہے پھیر سکتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ 930،929،928/8)

فکر آخرت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرض الموت میں محاسبہ آخرت کا خیال کرکے بہت روتے تھے۔ ایک دن لوگوں نے پوچھا کہ آپ روتے کیوں ہیں؟

تو فرمایا ''میں اس دنیا کی دلفریبیوں کے چھوٹ جانے پر نہیں روتا میں تو اس لئے روتا ہوں کہ سفر طویل ہے اور زادراہ کم۔ میں اس وقت جنت اور دوزخ کے نشیب وفراز میں ہوں۔ معلوم نہیں کس راستے پر جانا پڑے۔ (بالفاظ دیگر مجھے معلوم نہیں کہ میری آخری منزل جنت ہوگی یا جہنم)۔ البدایہ والنہایہ 937/8 طبقات ابن سعد 62/2 سیر الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جلد 3، حصہ دوم 52

نعلین مبارک کے ساتھ عظیم بشارت کا واقعہ

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جھرمٹ میں جلوہ افروز تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے اردگرد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما تھے۔ ان حضرات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان سے اٹھ کر تشریف لے گئے۔

جب آپ ﷺ کافی دیر گزرنے کے بعد بھی واپس تشریف نہ لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خوفزدہ ہوئے کہ کہیں ہم سے علیحدہ ہو کر آنحضرت ﷺ کو کوئی ایذا نہ پہنچادے (یعنی ان کی عدم موجودگی میں کسی دشمن کی طرف سے آپ ﷺ کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے)۔ اس خیال سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت مضطرب اور متفکر ہو گئے اور آپ ﷺ کو ڈھونڈنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے گھبراہٹ کے عالم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور رسول اقدس ﷺ کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے چلتے انصار کے خاندان بنونجار کے ایک باغ کے پاس پہنچ گئے۔ وہ باغ ایک چاردیواری سے گھرا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باغ کے چاروں طرف چکر لگایا تاکہ باغ کے اندر جانے کے لئے کوئی راستہ یا دروازہ مل جائے۔ لیکن کافی تلاش کے بعد بھی راستہ نہ ملا۔ آخر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانی ایک گول نالی (چھوٹی سی نہر) نظر آئی جو باہر کے ایک کنوئیں سے باغ کے اندر جاتی تھی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمٹ کر اور سکڑ کر اس نالی کے شگاف سے باغ کے اندر داخل ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ باغ کے اندر رونق افروز تھے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو فرمایا ''ابو ہریرہ!''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ''جی ہاں! یارسول اللہ (ﷺ) میں ہی ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا ''تم کیسے آئے ہو؟''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ ہمارے درمیان تشریف رکھے ہوئے تھے، پھر وہاں سے اٹھ کر چلے آئے اور جب دیر تک آپ ﷺ تشریف نہ لائے تو ہمیں ڈر ہوا کہ مبادا ہم سے علیحدہ دیکھ کر آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا جائے۔ اسی اندیشے سے گھبرا کر ہم سب چل پڑے اور سب سے پہلے گھبرا کر میں ہی نکلا تھا۔ یہاں تک کہ اس باغ تک پہنچ گیا اور جب مجھے کوئی دروازہ نظر نہ آیا تو لومڑی کی طرح سمٹ، سکڑ کر اس شگاف میں سے کسی طرح گھس آیا ہوں اور دوسرے لوگ بھی میرے پیچھے آرہے ہیں۔

رحمۃ العالمین ﷺ نے اپنے نعلین (جوتے) مبارک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا:

''اے ابو ہریرہ! میرے یہ جوتے لے جاؤ اور اس باغ سے نکل کر جو آدمی بھی تمہیں ایسا ملے جو دل کے پورے یقین کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو اس کو جنت کی بشارت دے دو۔''

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین مبارک اور عظیم بشارت کو لیے وہاں سے نکلے اور اس ارادے کے ساتھ کہ ہر ملنے والے کو یہ عظیم خوشخبری سناؤں گا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا ''تمہارے ہاتھ میں یہ دو جوتے کیسے ہیں؟''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین مبارک ہیں اور آپ ﷺ نے مجھے یہ دے کر بھیجا ہے کہ جو کوئی بھی صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینے والا مجھے ملے اس کو جنت کی بشارت اور خوشخبری سنا دوں۔''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر ہاتھ مارا جس سے وہ سرین کے بل گر پڑے اور ان سے فرمایا ''واپس چلو۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے رسول اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس واپس چلے گئے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پیچھے تشریف لے گئے۔

رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حالت میں دیکھا تو پوچھا ''ابو ہریرہ! تمہیں کیا ہوا؟''

عرض کیا ''عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے راستے میں ملے تھے اور آپ ﷺ نے جو پیغام دے کر مجھے بھیجا تھا میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے میرے سینے پر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ میں اپنی سرین کے بل گر پڑا اور مجھ سے کہا کہ چلو واپس چلو۔''

رسول اللہ ﷺ نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟''

انہوں نے کیا ''یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! کیا آپ ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے نعلین دے کر اس لئے بھیجا تھا کہ جو کوئی دل کے یقین کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینے والا اس کو ملے وہ اس کو جنت کی بشارت دے دے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ہاں (میں نے ہی یہ کہہ کر بھیجا تھا)۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! ایسا نہ کیجئے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں لوگ بس شہادت پر ہی بھروسہ کر کے (سعی و عمل سے بے پرواہ ہو کر) بیٹھ جائیں۔ لہٰذا انہیں اسی طرح عمل کرنے دیجئے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اچھا انہیں عمل کرنے دو۔'' (صحیح مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روکنا ایسا عمل ہے جس پر انہیں مطعون نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بشارت کی خوشی میں مستغرق ہیں، آسانی سے نہیں رکیں گے مارنا مقصود نہ تھا اور یہ سب کچھ بھی اس حیثیت سے کیا تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ایک استاد سے کم نہ تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو قائم رکھا۔

(حوالہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے 100 واقعات)

زیر نظر تصویر حضور ﷺ سے منسوب نعلین مبارک کی ہے جو کہ توپ کاپے میوزیم میں محفوظ ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روزانہ بارہ ہزار مرتبہ تسبیح پڑھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ بہت بڑے عابد وذاکر بھی تھے۔ ان کے پوتے جناب نعیم بن المحرر نے فرمایا کہ ہمارے دادا جان کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں تھیں۔ اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک ان پر تسبیح نہ پڑھ لیتے تھے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ بارہ ہزار مرتبہ تسبیح پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جتنے گناہ کرتا ہوں اسی قدر تسبیح پڑھ لیتا ہوں۔ (صفۃ الصفوۃ 12)

حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں روزانہ بارہ ہزار مرتبہ استغفار یعنی استغفر اللہ واتوب الیہ پڑھتا ہوں۔ یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجوروں کی گٹھلیاں بھری رہتی تھیں۔ ان گٹھلیوں پر سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھتے تھے۔ جب وہ خالی ہو جاتی تھیں تو ان کی باندی پھر ان گٹھلیوں کو بھر کر ان کے پاس رکھ دیتی تھی۔ (حلیۃ الاولیاء 12)

ابوعثمان ہندی تابعی فرماتے ہیں کہ میں سات روز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مہمان رہا۔ ساتوں روز میں نے دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے خادم اور ان کی بیوی نمبروار یکے بعد دیگرے عبادت میں لگے رہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تینوں نے ساری رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک عبادت کرتا رہتا تھا اور دو سوتے رہتے تھے۔ جب ایک سونے لگتا تو دوسرے کو اٹھا دیتا تھا۔ غرضیکہ ساری رات ان کے گھر میں عبادت ہوتی رہتی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھنی ہوئی بکری کھانے سے انکار

حضرت سعید مقبری رحمۃ اللہ تعالیٰ (تابعی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے (جو ایک جگہ کھانے کے دسترخوان پر جمع تھے) اور ان کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے (کھانے کے لئے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بلایا لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور (اپنے نہ کھانے کے عذر میں) فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی سے بھی اپنا پیٹ نہیں بھرا۔ لہٰذا یہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ میں بھنی ہوئی بکری جیسی لذیذ غذا سے اپنا پیٹ بھروں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی میسر نہ ہوئی تھی۔ (بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

بیماری سے محبت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی تکلیف سے مجھے اتنی محبت نہیں جتنی بخار سے ہے کیونکہ بخار جوڑ جوڑ میں گھس جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ہر جوڑ کے درد پر مستقل ثواب دیتے ہیں۔ (الاصابہ)

باندی کے ساتھ رحم کا معاملہ

آخرت کی فکر کی وجہ سے ظلم وزیادتی سے رک جانا حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی خاص عادت تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس صفت میں کمال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنی باندی کو سزا دینے کے لئے کوڑا اٹھایا اور ابھی مارنے بھی نہ پائے تھے کہ آخرت کے بدلہ کا خیال آ گیا اور فرمایا کہ آخرت کے بدلہ کا خیال نہ ہوتا تو میں تجھے اس کوڑے سے درست کر دیتا۔ پھر یہ فرما کر اسے آزاد کر دیا کہ میں تجھے اس ذات گرامی کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں جو مجھے تیری قیمت پوری پوری دے گا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو آزاد کر دیا۔

مہمان نوازی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مہمان نواز تھے۔ ابونضرہ عبدی کا بیان ہے کہ میں چھ ماہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مہمان رہا۔ میں نے کسی بھی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان سے زیادہ میزبانی کا حق ادا کرنے والا اور مہمان کی خدمت کے لئے مستعد رہنے والا نہیں دیکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

جنازہ دیکھ کر عبرت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی جنازہ گزرتا ہوا دیکھتے تو فرماتے:

رُوْحِیْ فَاِنَّا غَادُوْنَ مَوْعِظَةٌ بَلِیْغَةٌ وَغَفْلَةٌ سَرِیْعَةٌ يَذْهَبُ الْاَوَّلُ وَيَبْقَى الْآخِرُ لَا عَقْلَ

یعنی اے جنازہ! تو چل ہم بھی پہنچنے والے ہیں۔ موت بڑی نصیحت ہے اور بغیر مہلت کے (سب سے) غافل کر دینے والی ہے۔ پہلے جانے والے جا رہے ہیں اور جن کا نمبر بعد میں ہے وہ باقی ہیں (مگر) عقل ان کو بھی نہیں۔

ایک پیشین گوئی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "جب تم اپنی مسجدوں کو دلہن بنا دو اور ان کو سجا دو، پس تمہاری ہلاکت ہے۔" (حوالہ حلیۃ الاولیاء)

جنگ یرموک میں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی

اس جنگ میں کئی مرتبہ رومیوں نے مسلمانوں پر ایسا دباؤ ڈالا تھا کہ اگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان جیسے اور بہادروں نے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی نہ کی ہوتی تو ان کے قدم اکھڑ گئے ہوتے۔ ان ہی میں سے ایک ایسے ہی نازک موقع پر انہوں نے اپنے قبیلے والوں کو للکار کر کہا "بہادرو! جنت کی حوریں تمہاری منتظر ہیں، ان سے ملنے کے لئے اپنے آپ کو آراستہ کر لو۔ اللہ کا قرب اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ اللہ کے نزدیک نیکی کی اس سے زیادہ پسندیدہ جگہ اور کوئی نہیں ہے کہ جہاں اس وقت تم کھڑے ہو۔"

اس پر قبیلہ ازد کے بہادر ان کے پاس جمع ہو گئے اور پھر سب نے مل کر اس زور کا جوابی حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں تتر بتر ہو گئیں۔

تواضع وانکساری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ متواضع اور منکسر المزاج واقع ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ کے امیر ہونے کے باوجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاکساری کا یہ عالم تھا کہ اپنی کمر پر لکڑیوں کا گٹھڑ جنگل سے لاد کر لایا کرتے تھے اور چونکہ مذاق کی عادت تھی اس لئے گٹھڑ لادے ہوئے بازار سے گزرتے اور مذاق میں فرماتے تھے کہ راستہ چھوڑو امیر آ رہا ہے۔ (حوالہ تذکرۃ الحفاظ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت تھی کہ ایک لمحہ کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ جمال میری جان کا سرمایۂ راحت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یہ محبت ہی تھی کہ ایک دن حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے تو عرض کیا ذرا پیٹ کھولیے کہ جہاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا ہے وہاں میں بھی بوسہ دوں پھر وہاں بوسہ دیا۔

کیا سادگی تھی

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی وقت مدینہ منورہ کے گورنر بھی تھے۔ ان دنوں میں ایک مرتبہ لکڑیاں اٹھائے بازار سے گزرے اور مذاقاً حضرت ابن ابی مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "اے ابن ابی مالک اپنے امیر کے لئے راستہ کشادہ کرو۔"

انہوں نے عرض کیا "اللہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے۔ کیا یہ راستہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کافی نہیں ہے۔"

فرمایا "ارے امیر کے سر پر لکڑیوں کا گٹھڑ بھی تو ہے۔"

وادی سینا کا سفر اور حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ وادی سینا کا سفر کیا اور کوہ طور (جبل موسیٰ) کی زیارت کی۔ محدثین نے یہ تصریح نہیں کی کہ وہ کس زمانے میں وہاں گئے۔ البتہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں 32 ہجری سے پہلے کسی وقت وہاں گئے۔ اس سفر کا حال خود انہوں نے اس طرح بیان کیا ہے:

میں (ایک دفعہ) کوہ طور کی طرف گیا۔ وہاں میری ملاقات حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ انہوں نے میرے سامنے تورات میں سے کچھ بیان کیا اور میں نے ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث بیان کیں۔ ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ ان (تمام) دنوں میں جن میں آفتاب طلوع ہوتا ہے، بہترین دن جمعہ کا ہے۔ اسی روز آدمؑ پیدا کیے گئے، اسی دن ان کو جنت سے نکالا گیا، اسی روز ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن وہ فوت ہوئے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی اور کوئی چوپایہ ایسا نہیں ہے جو جمعہ کی صبح سے آفتاب طلوع ہونے تک کان لگائے ہوئے نہ ہو (یعنی قیامت کے ہولناک دن کا منتظر نہ ہو) مگر جن اور انسان اس سے غافل ہیں اور جمعہ کے دن ایک ساعت ہے کہ اگر کوئی مسلمان بندہ اس کو پالے اور اس میں نماز پڑھ کر اللہ سے دعا مانگے تو اللہ اس کی خواہش کو پورا کردے گا۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ یہ دن سال میں ایک مرتبہ آتا ہے۔

میں نے کہا بلکہ یہ ساعت ہر جمعہ میں ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تورات کو پڑھا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد (مدینہ واپس آکر) میں نے حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ یہ (دعا کی قبولیت والا) دن سال میں ایک مرتبہ آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر فوراً بولے۔ "حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھوٹ کہا"

پھر میں نے کہا کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بعد تورات کو پڑھا اور کہا کہ وہ ساعت ہر جمعہ کے دن ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ کہا۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس ساعت سے واقف ہوں۔

میں نے کہا تو پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے بتائیں اور بخل نہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ ساعت جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے۔ میں نے ان کی بات سن کر کہا کہ یہ جمعہ کے دن آخری گھڑی کیونکر ہوسکتی ہے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان بندہ اس ساعت کو پائے وہ اس میں نماز پڑھتا ہو (یعنی نماز پڑھ کر دعا مانگے) اور اس وقت جس کا تم نے ذکر کیا ہے نماز نہیں پڑھی جاتی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص نماز کے انتظار میں اپنی جگہ بیٹھا رہے وہ گویا حالت نماز میں ہے۔ یہاں تک کہ وہ نماز پڑھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے جواب میں کہا "ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ہی فرمایا تھا۔"

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "نماز سے مراد یہی ہے کہ وہ نماز کا انتظار کرے۔"

(موطا امام مالک، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، بحوالہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے 100 واقعات)

زیر نظر تصویر وادی سینا کی ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کا تحفہ ملا اور اسی جگہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات فرمائی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بھوکا شیطان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رمضان المبارک کے فطرانے والے مال کی حفاظت پر رسول اکرم ﷺ نے میری ڈیوٹی لگادی۔ ایک دفعہ ایک شخص آیا اور کھانے کے چلو بھرنے لگا۔ میں نے اسے پکڑلیا اور کہا میں تجھے رسول اکرم ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔

اس نے کہا میں خود بھی محتاج ہوں ور میری کفالت میں کچھ اہل وعیال بھی ہیں اور مجھے ایک سخت ضرورت لاحق ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ صبح کے وقت میں نبی ﷺ کے پاس آیا۔

آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا:

یَااَبَاهُرَيْرَةَ مَافَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ

اے ابوہریرہ! گزشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا؟

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول اس نے سخت حاجت اور اہل و عیال کا عذر پیش کیا تھا۔ مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے جانے دیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اَمَا اِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ

خبردار! یقیناً اس نے تیرے ساتھ جھوٹ بولا، وہ عنقریب دوبارہ آئے گا۔

آپ ﷺ کی بات سن کر مجھے اس کے دوبارہ لوٹنے کا یقین ہوگیا۔ میں نے اس کے لئے گھات لگائی۔ وہ آیا اور دونوں ہاتھوں سے جلدی جلدی کھانا سمیٹنے لگا۔

میں نے اسے پھر پکڑ لیا۔ اور کہا اب تو میں ضرور عدالت پیغمبری ﷺ میں مجرم بنا کر لے جاؤں گا۔

وہ میری بات سن کر بڑی مسکنت سے کہنے لگا۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں یقیناً بہت ضرورت مند ہوں اور اہل وعیال والا ہوں۔ آئندہ نہیں آؤں گا۔

اس کا انداز دیکھ کر مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔

صبح نبی کریم ﷺ نے پوچھا:

یَااَبَاهُرَيْرَةَ مَافَعَلَ اَسِيْرُكَ

ابوہریرہ! قیدی کے بارے میں بتاؤ؟

میں نے کہا حضور ﷺ اس نے سخت ضرورت اور بیوی بچوں کا بہانہ تراشا تھا۔ مجھے ترس آ گیا اور اسے چھوڑ دیا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَمَا اِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ

خبردار! بلاشبہ اس نے تیرے ساتھ جھوٹ بولا اور وہ عنقریب لوٹے گا۔

نبی کریم ﷺ کی اس پیشین گوئی سے مجھے اس کی دوبارہ آمد کا یقین ہوگیا اور میں تیار رہا۔ وہ آیا اور کھانا اٹھانے لگا۔ میں نے اس کو دبوچ لیا اور کہا کہ یہ آخری بار تھا، اب تو ضرور لے کر جاؤں گا۔ تم کہتے ہو کہ نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتے ہو۔

وہ کہنے لگا۔ مجھے چھوڑ دو گے تو تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جن کی وجہ سے اللہ تجھے نفع پہنچائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کون سے کلمات ہیں؟

وہ کہنے لگا کہ جب تم بستر پر پہنچو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو (اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ...... الْعَظِيْمُ) اس کی مکمل تلاوت کرنے کی بناء پر اللہ کی طرف سے تم پر ایک نگہبان مقرر کر دیا جائے گا۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں پھٹک سکے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح نبی ﷺ نے پھر معمول کے مطابق دریافت کیا:

یَااَبَاهُرَيْرَةَ مَافَعَلَ اَسِيْرُكَ

پچھلی رات تمہارے قیدی نے کیا کہا؟

میں نے کہا: اس رات جب میں نے اسے پکڑا تو اس نے ایک انوکھی بات بتلائی۔ کہنے لگا کہ میں تمہیں ایسے کلمات بتاتا ہوں جن کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں نفع دے گا۔ چنانچہ میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔

نبی کریم ﷺ نے پوچھا (مَاهِيَ؟) وہ کون سے کلمات ہیں؟

میں نے کہا: اس چور نے مجھے بتایا کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیت الکرسی مکمل پڑھ لیا کرو۔ جس کی وجہ سے اللہ تم پر ایک نگہبان اور محافظ متعین کر دے گا اور شیطان صبح تک قریب نہیں آ سکے گا۔ (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیکی اور بھلائی کے معاملات میں انتہائی حرص وذوق رکھتے تھے)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَمَا اِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ؟ قُلْتُ: لَا: قَالَ: ذَاكَ شَيْطَانٌ

خبردار! بلاشبہ اس نے تم سے یہ بات سچی کی ہے۔ حالانکہ وہ بہت جھوٹا تھا۔ کیا تمہیں علم ہے کہ تین راتوں تک کس کے ساتھ تم ہم کلام ہوتے رہے ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شیطان تھا۔ (بخاری کتاب الوکالة باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا نمبر 2311 اور دلائل النبوۃ (بیہقی): 108/7)

یادداشت ہو تو ایسی......!!!

ایک مرتبہ عبدالملک نے سوچا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ احادیث کی روایت کرتے ہیں، کیا یہ روایات من وعن انہی الفاظ کی ہیں جو نبی ﷺ کے تھے یا روایت بالمعنی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ان کی دعوت کی اور بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا گیا۔ اس نے ایک پردہ لٹکا کر اس کے پیچھے دو کاتب حضرات کو بٹھا دیا اور انہیں کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بولیں گے آپ لوگوں نے لکھنا ہے دو بندے اس لئے بٹھائے کہ آپس میں بھی تطبیق ہو سکے۔

جب محفل شروع ہوئی تو عبدالملک کہنے لگا۔ حضرت! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی ﷺ سے بہت باتیں سنیں، آپ مہربانی فرما کر ہمیں بھی ان کی کچھ باتیں سنا دیجئے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس محفل میں ایک سو احادیث روایت فرمائیں اور لکھنے والوں نے لکھ لیں۔ مگر کسی کو کچھ پتہ نہ چلا۔ اس کے بعد محفل برخاست ہوگئی۔

ایک سال کے بعد اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبارہ دعوت دی۔ اس بار اس نے پھر پردے کے پیچھے انہی دو آدمیوں کو بٹھا دیا اور کہا کہ اپنے گزشتہ نوٹس نکالنا اور ملاتے جانا۔ میں ان سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو احادیث پچھلی مرتبہ سنائیں ان کا بڑا مزہ آیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہربانی فرما کر وہی حدیثیں آج بھی سنا دیجئے۔

چنانچہ جب محفل لگی تو اس نے کہا: حضرت! جو حدیثیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچھلے سال سنائی تھیں وہ سن کر بڑا مزہ آیا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی حدیثیں آج پھر سنائیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر وہی ایک سو احادیث سنائیں۔ دونوں کاتب ورطۂ حیرت میں پڑ گئے کہ کہیں ایک حرف کا بھی فرق نہیں آیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ان کو Photographic Memory عطا فرمائی تھی۔ (حوالہ خطبات فقیر)

جنت کے درخت

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ پودے لگا رہے تھے۔ اس طرف آنحضرت ﷺ کا گزر ہوا اور فرمایا کہ کیا کر رہے ہو؟

عرض کیا پودے لگا رہا ہوں۔

فرمایا: کیا میں اس سے اچھے پودے نہ بتلا دوں؟ سنو:

سُبْحَانَ اللّٰهِ والحمدللّٰه ولا اله الا اللّٰه واللّٰه اکبر

یہ جنت کے پودے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے بدلہ تمہارے لئے جنت میں ایک درخت لگ جائے گا۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دنیا سے بے رغبتی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے زاہد تھے۔ دنیا کی دلچسپیوں میں ان کا دل نہیں لگتا تھا۔ مدینہ منورہ میں ایک شخص نے مکان بنایا، جب اس کی تعمیر ختم ہوگئی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادھر سے گذر ہوا۔ اس شخص نے کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذرا ٹھہریئے اور مجھے یہ بتا جایئے کہ میں مکان کے دروازے پر کیا لکھوں؟

فرمایا کہ یہ لکھ دو:

اِبْنِ لِلْخَرَابِ وَلِدْ لِلثُّكْلِ وَاجْمَعْ لِلْوَارِثِ

یعنی ویران ہونے کے لئے بنائے جا اور بچھڑنے کے لئے (موت کے لئے) جنے جا اور وارث کے لئے جمع کئے جا۔ (حلیۃ الاولیاء، 12)

ایک مرتبہ اپنی بیٹی سے فرمایا:

لَاتَلْبَسِي الذَّهَبَ فَاِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكِ اللَّهَبَ

یعنی سونا مت پہن، کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں آخرت میں اس کے پہننے کی وجہ سے تجھے دوزخ کی آگ کی لپیٹ نہ پہنچے۔

چونکہ عورتیں دکھاوے کے لئے زیور پہنتی ہیں اور اس سے ان کے اندر غرور وتکبر پیدا ہوجاتا ہے جو کہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اس لئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی کو سونا پہننے سے روکا۔ نہ پہنے گی نہ تکبر کا موقع ملے گا نہ دوزخ کی آگ میں جانے کا باعث ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عاشقانہ موت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر مقام عقیق میں ایک گھر بنالیا تھا، وہیں وفات پائی۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو رونے لگے۔ لوگوں نے کہا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا:

اَمَا اِنِّیْ لَا اَبْکِیْ عَلٰی دُنْیَاکُمْ هٰذِهٖ وَلٰکِنِّیْ اَبْکِیْ عَلٰی بُعْدِ سَفَرِیْ وَقِلَّةِ زَادِیْ وَاِنِّیْ اَصْبَحْتُ صُعُوْدٍ وَّمَهْبَطٍ عَلٰی جَنَّةٍ اَوْنَارٍ وَلَا اَدْرِیْ اِلٰی اَیِّهِمَا یُؤْخَذُ بِیْ

خوب سمجھ لو کہ میں تمہاری اس دنیا کے چھوٹ جانے پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس فکر میں رو رہا ہوں کہ میرا سفر بہت لمبا ہے اور سامانِ سفر بہت کم ہے اور میں اب ایسے موقع میں ہوں کہ روح نکلتے ہی یا تو جنت میں جانے والا ہوں یا دوزخ میں، میں نہیں سمجھتا کہ مجھے پکڑ کر کس میں لے جایا جائے گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں یوں فرمایا:

بُعْدُ لِلْمَفَازَةِ وَقِلَّةُ لِلزَّادِ وَعَقَبَةٌ كُوْدٌ الْمَهْبَطُ مِنْهَا اِلَی الْجَنَّةِ اَوْ اِلَی النَّارِ

میرا رونا اس لئے ہے کہ میرے سفر کا راستہ لمبا ہے اور زادِ راہ کم ہے اور گھاٹی سخت ہے اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ جانا کہاں ہے؟ جنت میں جانا ہے یا دوزخ میں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ میں فرمایا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''میں ایک سیڑھی پر چڑھنے والا ہوں جس سے یا تو جنت میں اترنا ہوگا یا دوزخ میں، مجھے معلوم نہیں کہ ان میں سے کون سی جگہ مجھے لے جایا جاتا ہے۔

اے اللہ مجھے اپنی ملاقات عطا فرما

محدث ابن ابی الدنیا حضرت سعید المقری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرض وصال کے دوران عیادت کرنے کے لئے جب مروان آیا اور اس نے دعا دی کہ اللہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شفا عطا فرمائے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی:

اللهم انی احب لقاء ک فاحبب لقائی (الاصابہ 4،210)

اے اللہ! میں تیری ملاقات چاہتا ہوں تو بھی میری ملاقات چاہنے والا ہو جا۔

مروان واپس دربار میں پہنچا ہی تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا۔

مقام جنازہ

وفات کے بعد ان کا جنازہ عقیق سے مدینہ منورہ لایا گیا۔ حضرت ولید بن عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد دفن کیے گئے۔ نماز میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت کا زمانہ تھا۔ جب حضرت ولید بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی وفات کی خبر لکھ کر بھیجی تو انہوں نے حضرت ولید بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ ان کے وارثوں کو دس ہزار درہم دے دو اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (حوالہ حلیۃ الاولیاء)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سنہ وفات کے بارے میں اصحاب سیر کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے 57 ہجری بتایا ہے۔ دوسری جماعت کی رائے کہ 58 ہجری میں وفات پائی۔ مورخ واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے 59 ہجری بتایا ہے۔ (الاصابہ)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات مدینہ میں ہوئی۔ اس سلسلے میں بہت سی روایات ملتی ہیں۔ مگر حیران کن بات یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک دمشق میں موجود ہے۔ اب یہ مزار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے یا کسی اور کا یہ اللہ ہی کے علم میں ہے۔ جامع مسجد اموی کے قریب حمیدیہ بازار ہے۔ اس کی دائیں جانب دو تین دکانیں چھوڑ کر مزار عندالبعض شام کی سرحد میں ہے۔ لیکن ''الصحابۃ الاعلام ممن دفن فی الشام'' میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی نہیں لایا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار کسی اور جگہ پر ہے۔

ایک قول کے مطابق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (واللہ اعلم)

دمشق کے مشہور بازار سوق الحمیدیہ، جہاں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار و مسجد ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے

سوق الحمیدیہ جہاں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا بیرونی منظر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر ایک زائر فاتحہ پڑھتے ہوئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی نشاندہی کرنے والا بورڈ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر زائرین کا ہجوم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک (دمشق)

سوق الحمیدیہ میں موجود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب قبر مبارک

تذکرہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلمان آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے۔ ابوعبداللہ کنیت۔ فارس کے رہنے والے تھے۔ خاندانی طور پر شاہان فارس سے ملتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ اس پر سبھی متفق ہیں کہ ڈھائی سو سال سے بہرحال زیادہ ہے۔ بعض اہل سیر نے تو ساڑھے تین سو سال عمر بتائی ہے اور کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا زمانہ پایا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہانی خود ان کی زبانی

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کہانی اپنی زبانی یوں بیان کی کہ میرا والد بستی جیئی کا نمبردار تھا اور میری حفاظت و نگہداشت میں خاصی احتیاط کرتا تھا۔ ہم مجوسی تھے، میرے والد نے مجھے آتشکدہ کی نگرانی سپرد کر رکھی تھی اور حکم دیا تھا کہ یہ آگ بجھنے نہ پائے۔

ایک مرتبہ مجھے کھیتوں کی نگہداشت کے لئے بھیجا اور ساتھ ہی تاکید کی کہ بہت جلد واپس آ جانا۔ میں عیسائیوں کے گرجا کے قریب سے گذرا تو ان کی دعا ہو رہی تھی۔ ان دعائیہ کلمات نے میرے دل پر اثر کیا۔ میں نے یقین کر لیا کہ یہ عقیدہ ہمارے عقیدے سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ میں نے ان لوگوں سے گفتگو میں دلچسپی لی۔ متعدد سوالات کیے۔ گھر پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ میرے والد نے تلاش کے لئے آدمی دوڑائے۔

گھر پہنچا تو والد نے دیر سے آنے کا سبب پوچھا۔

میں نے صاف صاف بات کہہ دی۔ والد نے مجھے ہر طریقے سے سمجھایا کہ ہمارا دین صحیح ہے، حق ہے، باقی ادیان باطل ہیں۔ مگر باپ کی تقریر نے میرے دل پر کوئی اثر نہ کیا اور میں نے کہہ دیا ''اباجی! سچ تو یہ ہے کہ دین نصرانیت حق ہے۔''

بس پھر کیا تھا، مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور دکھوں کا آغاز ہو گیا۔ مجھے کمرے میں بند کر دیا گیا۔ گھر سے باہر جانے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ پاؤں میں بیڑیاں پہنا دی گئیں۔ اب میرے لیے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا کہ کسی نہ کسی طریقے سے یہاں سے نکل جاؤں۔ میں نے خفیہ طور پر عیسائیوں سے رابطہ کیا اور انہیں کہا کہ جب کوئی قافلہ شام کو جائے تو مجھے بتا دینا۔

آخر ایک قافلے کے ساتھ نکل بھاگنے کا موقع مل گیا۔

شام جا کر پوچھا کہ یہاں بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں کے بتانے پر میں اس بڑے پادری عالم کے پاس پہنچا۔ اپنی ساری سرگزشت سنائی اور درخواست کی کہ مجھے اپنے پاس رکھ کر دین سکھائیں۔ اس نے مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ میں دیر تک اس کے پاس رہا، مگر وہ عالم اچھا ثابت نہ ہوا۔ جو کچھ وہ لوگوں کو کہتا تھا، خود نہیں کرتا تھا، حریص تھا۔ طماع تھا۔ خائن تھا۔ اس کے مرنے پر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس کے پاس سات مٹکے اشرفیوں سے بھرے ہوئے ہیں تو لوگوں نے اس کی تجہیز و تکفین سے انکار کر دیا۔ اس کی میت کو سولی پر چڑھا کر سنگسار کیا اور اس کی جگہ دوسرے عالم کو بٹھا دیا جو نہایت عابد، زاہد، متقی اور شب زندہ دار تھا۔

مجھے اس عالم سے اس قدر محبت ہوئی کہ پہلے کسی سے نہ ہوئی تھی۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے بتا دو کہ تمہارے بعد کس کی خدمت میں حاضری دوں۔ مذہبی معاملات و مسائل میں کس کی راہنمائی حاصل کروں۔ اپنی روحانی پیاس بجھانے کے لئے کس چشمہ کی طرف رخ کروں؟ اس نے کہا موصل کے فلاں عالم کے پاس پہنچ جانا۔

چنانچہ میں وہاں پہنچا۔ ایک عرصہ وہاں رہا۔ خدمت کی۔ انہوں نے اپنی موت کے وقت مجھے وصیت کی کہ میں اس کے بعد نصیبین کے فلاں عالم کی طرف جاؤں۔

چنانچہ وہاں حاضر ہوا۔ کافی عرصہ رہا۔ خدمت کی۔ آخر ان کی وصیت کے مطابق شہر عموریہ کے ایک عالم کی خدمت میں پہنچا۔ جب ان کی موت کا وقت آیا تو میں نے اپنی سرگزشت سنا کر پوچھا آپ فرمائیں اب مجھے کیا کرنا چاہئے اور کہاں جانا چاہئے؟ مرتے ہوئے اس عالم نے بتایا کہ میری نظر میں اس وقت کوئی ایسا راہنما نہیں جو تجھے صحیح راستے پر چلا سکے۔ البتہ میری معلومات کے پیش نظر آخر الزماں پیغمبر کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ صحرائے عرب میں اس کا ظہور ہو گا۔ اس کا دین، دین ابراہیمی ہو گا۔ وہ ایک کھجوروں کے علاقہ کی طرف ہجرت کرے۔ اگر تم سے ہو سکے تو اس تک پہنچنے کی کوشش کرنا اور اگر ان میں یہ علامات پائی جائیں تو یقین کر لینا کہ وہی رسول موعود ہیں

1. وہ صدقہ کا مال نہیں کھائیں گے۔
2. وہ ہدیہ قبول کر لیں گے۔
3. نخلستانی علاقہ کی طرف ہجرت کریں گے۔
4. دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی۔

جب تم تسلی کر لو کہ یہ چاروں علامات ان کے اندر پائی جاتی ہیں تو یقین کر لینا کہ یہی وہ نبی موعود ہیں۔ یہی وہ رسول آخر ہیں

پادری مجھے یہ نصیحتیں کرنے کے بعد فوت ہو گیا۔ میں متلاشی رہا کہ کوئی قافلہ مل جائے جو سرزمین عرب میں لے جائے۔ میرے پاس گائیں، بکریاں جمع ہو گئی تھیں۔ اتفاق سے ایک قافلہ بھی مل گیا۔ میں نے کہا، یہ سارا مال تمہیں دے دوں گا۔ مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلو۔ بات طے ہو گئی۔ مگر میرے ساتھ سلوک یہ ہوا کہ اس قافلہ نے مجھے غلام بنا کر وادی قریٰ کے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔

جب اس یہودی کے ساتھ اسکے علاقے میں آیا تو مجھے محسوس ہوا کہ شاید یہی وہ سرزمین ہے جس کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے۔ اسی تذبذب میں تھا کہ اس یہودی نے بنوقریظہ کے ایک دوسرے یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔ یہودی مجھے سرزمین مدینۃ الرسول میں لے آیا۔ باغات دیکھے، کھجوریں مشاہدہ کیں۔ دل نے یقین کر لیا کہ یہی مطلوبہ نخلستان ہے۔

بنوقریظہ: جہاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام کی حیثیت سے رہے۔ بعد میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مالک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ لے آیا جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور پھر آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلامی سے نجات دلائی

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

میرے دوستو! خدا کی قسم، اب میں تمہارے کام کا نہیں رہا کہ مجھے دیارِ حبیب کا پہاڑ نظر آ گیا ہے۔

آخر میں نے کام ختم کرلیا۔ لرزتا کانپتا درخت کے نیچے اترا اور مالک سے کہا کہ تم کیا بات کر رہے تھے؟ مالک نے ناراضگی کے ساتھ مجھے طمانچہ مارا اور کہا، تمہیں ایسی باتوں سے کیا تعلق؟ جاؤ اپنا کام کرو۔ خبردار آئندہ اگر ایسی بات کی!

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ پہلی علامت نخلستان والی تھی جو میں نے مدینۃ الرسول ﷺ میں حاضر ہوتے ہی دیکھ لی تھی۔ دوسری علامت یہ بتائی گئی تھی کہ وہ رسول ﷺ صدقہ قبول نہیں کریں گے۔ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے قبا تشریف لا چکے تو میں صدقہ لے کر قبا حاضر ہوا اور عرض کیا ''حضور ﷺ یہ صدقہ آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے لایا ہوں، قبول فرمائیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا ''میرے لئے صدقہ جائز نہیں۔''

یہ فرمایا اور صدقہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سپرد کر دیا۔ اس طرح دوسری علامت کی بھی تصدیق ہوگئی۔ پھر جب حضور ﷺ قبا سے چل کر مدینۃ الرسول ﷺ جلوہ گر ہوئے تو میں دوبارہ کچھ لے کر حاضر ہوا۔ ''حضور ﷺ! صدقہ تو آپ ﷺ قبول نہیں کرتے، اب یہ ہدیہ لایا ہوں شرفِ قبولیت سے نوازیں۔''

آپ ﷺ نے قبول فرما لیا۔ تو میرا یقین مزید بڑھ گیا کہ تیسری علامت بھی سچی ثابت ہوگئی۔ اب میں اس موقع کا متلاشی تھا کہ آخری علامت دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت کو کس طرح دیکھوں؟ ایک دن آپ ﷺ جنت البقیع میں ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ میں نے جھک کر سلام عرض کیا اور آگے سے اٹھ کر پشت مبارک کے پیچھے آ کر بیٹھ گیا تاکہ مہرِ نبوت کی زیارت کر سکوں۔

حضور ﷺ میری اس کیفیت کو جان گئے۔ فوراً پشت مبارک سے چادر اٹھا دی۔ میں نے مہرِ نبوت کو دیکھا، چوما اور گوہر مقصود مل جانے کی خوشی میں رو پڑا۔

حضور ﷺ نے فرمایا ''سامنے آؤ۔''

میں حضور ﷺ کے پیچھے سے اٹھ کر سامنے حاضر ہو گیا اور آپ ﷺ نے اسی وقت مجھے مشرف بہ اسلام فرما دیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہجرت کے مقامات

اصفہان

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچپن اصفہان کی بستی جئی میں گزرا۔ یہ عہد سلاجقہ (1037-1157ء) اور صفوی دور (1501-1736ء) میں ملک فارس (موجودہ ایران) کا دارالحکومت رہا۔ یہ وسطی ایران میں تہران اور شیراز کے درمیان زندہ رود نامی دریا کے کنارے واقع ہے۔ اس تاریخ میں ''اصفہان کو نصف جہاں'' کی شہرت حاصل رہی۔ اموی اور عباسی خلافت میں یہ صوبائی صدر مقام تھا۔ اس کا اصل نام اسپہان تھا جو عربی میں اصبہان اور اصفہان کہلایا اور آخر کار دنیا بھر میں اصفہان کے نام سے مشہور ہوا۔ اصفہان کی آبادی آٹھ لاکھ کے قریب ہے۔ یہ شاہ عباس اعظم صفوی (1587 تا 1629ء) کی تعمیر کردہ مسجد فن تعمیر کا نہایت خوبصورت نمونہ ہے۔ عباس اعظم ہی نے 1593ء میں قزوین کے بجائے اصفہان کو دارالحکومت بنایا۔

فارس

ملک ایران قبل از اسلام صدیوں سے پارس کہلاتا تھا جسے عرب ''فارس'' اور اہل یورپ Persia کہتے تھے۔ آج بھی پارسی آتش پرست ''پارس'' سے نسبت رکھتے ہیں۔ ظہور اسلام کے بعد ''پارس'' کو ''فارس'' کہا جانے لگا۔ حتیٰ کہ شاہ محمد رضا خان پہلوی (1941-1926ء) نے اسے آریوں کی نسبت سے ایران کا نام دے دیا۔ آج کل فارس، ایران کے جنوب مغربی صوبے کا نام ہے۔

اموی اور عباسی دور میں بھی فارس صوبے کا نام تھا۔ صوبہ فارس خلیج فارس (الخلیج العربی) سے متصل ہے اور اس میں اصفہان اور شیراز کے تاریخی شہر واقع ہیں۔ اس کی سرحدیں مختلف زمانوں میں بدلتیں رہیں۔

عباسیوں کے بعد خودمختار فارس کبھی تو موجودہ صوبہ فارس پر مشتمل ہوتا تھا اور کبھی اس کی سرحدیں خراسان، سیستان، بلوچستان، قندھار اور شمال میں آذربائیجان اور جارجیا تک وسیع ہوجاتی تھیں۔ جیسے نادر شاہ افشار کے دور (1736-1747ء) میں۔ ورودِ اسلام کے وقت سلطنت فارس کا دارالحکومت مدائن یا قطسیفون (Ctesiphon) (یونانی میں طیسفون) تھا، اس کے نزدیک عہد فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فیصلہ کن جنگ مدائن لڑی گئی۔ مدائن کے کھنڈر موجودہ شہر سلمان پاک کے نزدیک دجلہ کے کنارے ملتے ہیں۔

دمشق

السوریہ (شام) کا دارالحکومت دنیا کا قدیم ترین آباد دارالحکومت ہے۔ یہ اموی خلافت (41ھ تا 132ھ مطابق 661ء تا 749ء) کا دارالخلافہ رہا۔ بعد میں زنگی اور ایوبی سلاطین نے اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ دمشق کو سکندر اعظم، ہلاکو خان اور امیر تیمور جیسے فاتحین نے فتح کیا۔

موصل

شمالی عراق میں دریائے دجلہ پر واقع یہ تاریخی شہر اموی اور عباسی خلافتوں میں صوبہ الجزیرہ کا دارالحکومت رہا۔ موصل کی آبادی چھ سات لاکھ ہے۔ اس کے قریب وادی دجلہ و فرات (میسوپوٹیمیا) کے قدیم شہر نینویٰ کے کھنڈرات ملتے ہیں۔

نصیبین

دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقہ الجزیرہ کا یہ شہر ان دنوں ترکی میں سرحد شام کے پاس واقع ہے۔

اصفہان: جہاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچپن سے جوانی کا وقت گزارا پھر یہاں سے دین حق کی تلاش میں ہجرت کرتے ہوئے مدینہ جا پہنچے اور پھر حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک پر اسلام قبول کیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی سے آزادی کی کہانی

تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مالک یہودی بڑا ظالم اور لالچی آدمی تھا۔ اس نے انہیں آزاد کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ تاہم مسلمانوں کے بار بار اصرار کے بعد یہودی نے شرط لگائی کہ اگر وہ کھجور کے درخت ایک مقررہ تعداد میں لگا دیں تو انہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرط مان لی۔

یہودی نے بڑی کڑی شرط لگائی اور کہا چالیس اوقیہ (5.443 کلوگرام) سونا ادا کرنے کے علاوہ کھجور کے تین سو پودے لگائے جائیں اور جب وہ بارآور ہو جائیں تو آزاد کروں گا۔

ظاہر ہے کھجوروں کے تناور اور بارآور ہونے کے لئے ایک مدت درکار تھی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو حکم دیا، انہوں نے دس دس، بیس بیس پودے مہیا کیے اور انہیں لگانے کے لیے تین سو گڑھوں کی کھدائی میں بھی بھرپور معاونت کی۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس باغ میں تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے ایک ایک پودے کو لگایا۔ یہ پودے اس عظیم ہستی کے مبارک ہاتھوں سے لگائے گئے تھے، جنھوں نے روحانی دنیا کی بنجر زمینوں کی آبیاری کی اور مردہ دلوں کی اجڑی ہوئی کھیتیوں کو سرسبز و شاداب کیا تھا۔ ایک پودا بھی خشک نہ ہوا، بلکہ تمام کے تمام پودے اسی سال بارآور ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست انور کی برکت سے تمام پودے شاداب ہو گئے مگر ایک پودا جو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لگایا تھا، خشک ہو گیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ لگایا تو یہ بھی تیار ہو گیا۔ طبقات ابن سعد کی ایک روایت میں پانچ سو پودوں کا ذکر ہے۔ اب سونا ادا کرنے کا مرحلہ باقی تھا۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے کبوتری کے انڈے کے برابر سونا آیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سلمان! یہ لے جاؤ اور اس میں سے اپنے مالک کا مطلوبہ سونا ادا کرو۔''

عرض کی ''حضور! میرے ذمہ تو بہت سا سونا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اسی سے پورا فرما دے گا۔''

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوَزَنْتُ لَھُمْ مِنْھَا اَرْبَعِیْنَ اُوْقِیَّۃً فَاَدَّیْتُھَا اِلَیْھِمْ وَبَقِیَ عِنْدِیْ مِثْلَ مَا اَعْطَیْتُھُمْ

''اس ہستی کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اس کبوتری کے انڈے برابر سونے سے تول تول کر چالیس اوقیے (5 کلو، 443 گرام) سونا اس یہودی کو ادا کر دیا، جبکہ اسی مقدار میں سونا میرے پاس باقی بچ گیا۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور کرم نوازی سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزادی نصیب ہوئی۔

باغ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وہ باغ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو پودے لگائے تھے، سلمان فارسی کے باغ کے نام سے مدینہ منورہ کی معروف زیارت گاہوں میں شامل رہا۔ ان پودوں میں دو پودے باقی تھے، جن کا پھل دوسری کھجوروں کی نسبت بڑا، صحت مند اور شیریں تھا۔ ان درختوں سے صندل جیسی خوشبو کی مہک آتی اور زائرین ان کی زیارت سے شادکام ہوتے۔

افسوس کہ سعودی حکومت نے دیگر بہت سی مقدس یادگاروں کی طرح اس مقدس اور خاص یادگار کو بھی ختم کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاتھوں سے لگے چار سو درختوں کو 1974ء کے موسم حج میں نذر آتش کیا گیا۔

مولانا محب اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''میں ان دنوں مدینہ پاک میں تھا۔ ہم نے دیکھا کہ جب یہ روح فرسا سانحہ پیش آیا تو پورے باغ پر سوگواری کی سی کیفیت تھی۔ اس پر اہل محبت کے رقت و اضطراب کے مناظر کا مشاہدہ ہم نے بچشم خود کیا۔ باغ کی ساری بہار تو ان ہی دو پودوں سے تھی۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باغ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے پودے لگائے تھے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ شفقت

جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا مدّعا معلوم نہ ہوا۔ چنانچہ ترجمانی کے لئے ایک ترجمان کو بلایا گیا تو ایک یہودی تاجر ملا جو عربی فارسی دونوں زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کرنے لگے اور یہودیوں کی مذمت۔ مگر یہودی ترجمان نے آپ کے محامد ومحاسن کو سب وشتم میں بدل کر کہا: یارسول اللہ! یہ شخص آپ کو گالیاں دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فارس سے آیا ہے، اسے کیا تکلیف پہنچی ہے جو مجھے گالیاں دیتا ہے۔

اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو کا ترجمہ عربی میں کیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا ترجمہ یہودی کو سنایا۔ یہودی سٹپٹا کر کہنے لگا: جب آپ فارسی ترجمہ جانتے تھے تو مجھے کیوں ترجمان بنایا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے آگاہ کردیا۔

یہودی فوراً کہہ اٹھا: یارسول اللہ! پیشتر ازیں میں آپ پر طرح طرح کے اتہام وبہتان باندھتا تھا۔ مگر اب میرا ایمان ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد انک محمد رسول الله

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عربی زبان سکھلا دی جائے۔

جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یارسول اللہ انہیں حکم دیں کہ وہ اپنی آنکھیں بند کر کے منہ کھلا رکھیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالیں۔

جونہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے منہ میں لعاب دہن ڈالا تو آپ عربی میں گفتگو کرنے لگے۔ (حوالہ شواہد النبوۃ)

زیر نظر تصویر جنت البقیع کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو بوسہ دیا تھا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔ اگر ان کی کوئی فضیلت بھی حدیثوں میں منقول نہ ہوتی تو کیا ان کی یہ تھوڑی فضیلت ہے کہ دین حق کی تلاش میں ٹھوکریں کھاتے پھرے اور بالآخر اسے پا کر ہی دم لیا۔ مگر اس کے ساتھ ان کی بہت سی فضیلتیں حدیث وسیر کی کتابوں میں آئی ہیں جو مجھے مل سکیں ہیں ان میں سے چند نقل کرتا ہوں۔

1. سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے۔
   1 علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 2 عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ 3 سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حوالہ ترمذی شریف)
2. نیز ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے چار شخصوں سے (خصوصی) محبت رکھنے کا حکم فرمایا ہے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی ان چاروں سے (خصوصی) محبت ہے۔
   عرض کیا گیا: یارسول اللہ! ان کے نام ہمیں بھی بتا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے ہیں، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے ہیں، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے ہیں، ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (یہ فرما کر پہلی بات کو مکرر فرمایا) اللہ نے مجھے ان سے محبت رکھنے کا حکم فرمایا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ اللہ کو ان سے محبت ہے۔ (حوالہ ترمذی)
3. حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم میں سے ہے۔ وہ ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔ (طبرانی، مستدرک عن عمرو بن عوف)
4. ایک حدیث میں ہے کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل فارس میں سب سے پہلے جنت میں جانے والے ہوں گے۔ (طبقات ابن سعد عن الحسن مرسلاً)
5. ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔ کسی شخص نے پوچھا یارسول اللہ! کیا ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں فرشتے کو دیکھ رہا تھا کہ وہ سلمان کی نیکیاں لے کر اوپر جارہا ہے۔ (طبرانی، ابن عساکر ابی امامۃ)
6. ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جس کے قلب کو اللہ تعالیٰ نے نور سے منور فرمایا ہے تو اس کو چاہئے کہ سلمان فارسی کو دیکھ لے۔ (ابن عساکر عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
7. ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ سلمان کا علم بہت وسیع ہے۔ (ابن عساکر عن ابی صالح)

چرند وپرند تابع فرمان

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مشہور کرامت یہ بھی ہے کہ ایک بار جنگل میں دوڑتے ہوئے ہرن کو بلایا، تو وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس فوراً ہی حاضر ہوگیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ اڑتی ہوئی چڑیا کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی تو وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سن کر زمین پر اتر آئی۔ (تذکرہ محمود)

فرشتہ سے گفتگو

سلمہ بن عطیہ اسدی کا بیان ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسلمان کے پاس اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور وہ جان کنی کے عالم میں تھا تو آپ نے فرمایا کہ اے فرشتہ! تو اس کے ساتھ نرمی کر!

راوی کہتے ہیں کہ اس مسلمان نے کہا اے سلمان فارسی یہ فرشتہ آپ کے جواب میں کہتا ہے کہ میں تو ہر مومن کے ساتھ نرمی ہی اختیار کرتا ہوں۔ (حلیۃ الاولیاء ج1 ص204)

زیر نظر تصویر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منسوب کنویں کی ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت مدائن کے گورنر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر بنا دیئے گئے تھے، ان کی گورنری کے زمانہ کے واقعات بھی بڑے عجیب ہیں۔ اس زمانہ میں ان کو بیت المال کی طرف سے پانچ ہزار کی رقم ملتی تھی۔ وہ اس سب کو صدقہ کر دیتے تھے اور خود اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔ تقریباً تیس ہزار مسلمانوں پر گورنر مقرر تھے مگر حال یہ تھا کہ ان کے پاس ایک عبا (چادر کی طرح ایک بڑا سے کپڑا) تھی جسے آدھی بچھا لیتے تھے اور آدھی کو اوڑھ لیتے تھے۔

اسی گورنری کے دور میں انہوں نے اس طرح بھی زندگی گذاری کہ صرف درختوں کے سایہ میں بیٹھ بیٹھ کر دن پورے کر دیئے اور ایک کوٹھڑی تک نہ بنائی۔ سایہ ہٹ جاتا تو سایہ کے ساتھ خود بھی سرک جاتے تھے۔

کچھ روز ایسا بھی کیا کہ گورنر ہوتے ہوئے صرف درخت پر کپڑا ڈال کر کام چلا لیا اور اسی کو مکان کی جگہ استعمال فرما لیا۔ ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ آپ کے لئے مکان بنا دیں؟ تو فرمایا: اچھا بنا دو۔ جب وہ شخص چل دیا تو آواز دے کر بلایا اور فرمایا بتاؤ تو وہ کیسا بناؤ گے؟

اس نے جواب دیا کہ اتنا مختصر بناؤں گا کہ جب آپ کھڑے ہوں گے تو سر چھت سے لگ جائے اور جب آپ لیٹیں گے تو دیوار سے پاؤں لگ جائیں۔

یہ سن کر فرمایا، ہاں یہ ٹھیک ہے۔ (حلیۃ الاولیاء وصفۃ الصفوۃ 12)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سادگی

جن دنوں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے، ایک شخص ملک شام سے آیا، اس کے پاس ڈھیر سارا مال تھا۔ اس کی نظر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ بھاری جسم، دراز قد، طاقتور اور محنتی...... اس نے سوچا کہ یہ قلی ہے۔ انہیں بلا کر کہا کہ یہ سامان اٹھا کر میرے ساتھ چلو۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کا سامان اٹھانے میں کچھ بھی عار محسوس نہیں کی۔ سامان اٹھائے ہوئے جا رہے تھے۔ چند افراد نے آگے بڑھ کر کہا۔ جناب گورنر صاحب! ہم یہ سامان اٹھا لیتے ہیں۔

سامان کے مالک نے انہیں گورنر کے لقب کے ساتھ پکارتے ہوئے سنا تو حیران رہ گیا۔

ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

اس نے کہا کہ یہ گورنر ہیں۔

یہ شخص شرم و حیا سے پانی پانی ہو گیا۔ اس نے شدید افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ جناب! میں آپ سے واقف نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے، میرا سامان دے دیجئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارا سامان تمہارے گھر پہنچائے بغیر نہیں دوں گا اور فرمایا کہ میں نے یہ کار خیر تین مقاصد کے پیش نظر کیا ہے۔

1. تکبر اور غرور میرے قریب نہ آنے پائے۔
2. میں نے ایک مسلمان بھائی کی امداد کی ہے۔
3. تم اگر مجھ سے کام نہ لیتے تو مجھ سے کمزور کسی شخص سے کام لیتے۔ اس لئے میں نے مناسب جانا کہ خود ہی یہ کام انجام دے دوں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدائن سے شام آئے۔ اس وقت وہ وہاں کے گورنر تھے۔ مگر اپنی سادگی کی وجہ سے معمولی لباس اور ابتر حالت میں تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے آپ کو اس قدر ابتر کیوں بنا رکھا ہے؟

فرمایا: آرام و راحت تو صرف آخرت کے لئے ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے تین آدمیوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ ایک وہ جو دنیا کی طلب میں پڑا ہوا ہے اور موت اسے طلب کر رہی ہے۔ دوسرا وہ جو موت سے غافل ہے، حالانکہ موت اس سے غافل نہیں ہے۔ تیسرا وہ جو قہقہہ مار کر ہنستا ہے اور نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے یا ناراض!

ایک بار فرمایا کہ تین چیزیں مجھے اس قدر غمناک کرتی ہیں کہ میں رو دیتا ہوں۔ ایک تو آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی جدائی۔ دوسری چیز قبر کا عذاب اور تیسری چیز قیامت کا خطرہ۔

ہو جاتی تو گوشت یا مچھلی خرید کر پکاتے تھے اور کوڑھیوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے تھے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور خدمت خلق

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ کی کمائی کو پسند فرماتے تھے۔ نعمان بن حمید کا بیان ہے کہ میں اپنے ماموں کے ساتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت وہ مدائن کے گورنر تھے۔ جب ان سے ملے تو دیکھا کہ کھجور کی ٹوکریاں، کنڈیاں وغیرہ بنا رہے ہیں۔ اس ملاقات میں اپنے اس عمل کے متعلق فرمایا کہ میں ایک درہم میں کھجور کی ٹہنیاں خریدتا ہوں اور اس کی چیزیں بنا کر تین درہم میں فروخت کر دیتا ہوں۔ ان تین میں سے ایک درہم کی پھر ٹہنیاں خرید لیتا ہوں اور ایک درہم گھر والوں پر خرچ کر دیتا ہوں اور بقیہ ایک درہم کوڑھیوں پر خرچ کرتا ہوں۔ مجھے یہ عمل اس قدر محبوب ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی منع کریں گے تو نہ مانوں گا۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ خود کما کر کھاتے تھے۔ جب ان کی کچھ آمدنی

آپ کو معلوم ہے نا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مجوسی النسل تھے؟ لیکن اسلام نے ان کو کیا سے کیا بنا دیا؟

ایک بار ایک شخص حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے یہاں گیا۔ دیکھا کہ وہ بیٹھے آٹا گوندھ رہے ہیں۔

پوچھا: خادم کہاں ہے؟

فرمایا: کام سے بھیجا ہے۔ مجھ کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوا کہ اس پر دو کاموں کا بوجھ ڈالوں۔ اس غیر معمولی سادگی کی وجہ سے لوگوں کو اکثر آپ کے مزدور ہونے کا دھوکہ ہوتا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے رونے کا سبب

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لئے گئے تو انہیں روتے اور گریہ وزاری کرتے پایا۔ پس سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے سلمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا "اے میرے بھائی! تمہیں کس چیز نے گریہ پر مجبور کیا ہے؟ کیا آپ اللہ کے رسول ﷺ کے اصحاب میں سے نہیں ہیں؟"

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "میں دنیا کے لئے نہیں رو رہا ہوں اور نہ آخرت سے نفرت میرے رونے کا سبب ہے، میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ میں نے ایک وعدہ کیا تھا، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میں اس وعدے کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو چکا ہوں۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا "آپ سے اللہ کے رسول ﷺ نے کیا وعدہ لیا تھا؟"

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "اللہ کے رسول ﷺ نے اس وعدہ کے ساتھ ضمانت لی تھی کہ ہم میں سے ہر کسی کو دنیا سے اتنا لینا چاہئے جتنا ایک مسافر کی ضرورت کے لئے کافی ہوتا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میں اس وعدے کی پاسداری نہیں کر سکا اور سیدنا سعد رضی اللہ عنہ تمہارے لئے نصیحت یہ ہے کہ جب تم حاکم بنو تو اللہ سے ڈرتے ہوئے فیصلہ کرو اور جب قاسم بنو تو تقسیم کرتے وقت عدل کا دامن مت چھوڑو اور جب تمہیں کوئی ذمہ داری سونپی جائے تو اسے پوری توجہ سے ادا کرو۔

سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ آپ نے وفات کے وقت صرف چوبیں درہم ترکہ میں چھوڑے۔

(صحیح سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، رقم: 4104، الحلیۃ 1/ 253/254)

مدائن: جہاں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر کئی سال تک گورنری فرمائی

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات

1. ایک موقع پر سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی شان کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"سلمان عالم لایدرک"

"سلمان ایسے عالم ہیں کہ کوئی ان کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔" (کنز العمال 162/6)

2. ایک حدیث میں آتا ہے:

"جنت چار آدمیوں کی مشتاق ہے اور وہ حضرت علی، عمار، سلمان اور مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔" (مجمع الزوائد 307/9، کنز العمال 162/6)

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثالی شادی

3. عبدالرحمٰن السلمی بیان کرتے ہیں کہ نکاح کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سسرال پیادہ تشریف لے گئے۔ چند احباب ساتھ تھے۔ دروازے پر پہنچے تو اپنے احباب کو رخصت کیا اور اجرکم اللہ کہہ کر انہیں دعا دی۔

روایت ہے کہ جب مکان کو دیکھا تو اس کے در و دیوار کو پردوں سے آراستہ پایا۔ یہ چیز انہیں پسند نہیں آئی۔ چنانچہ فرمایا: کیا مکان کو بخار چڑھا ہوا ہے یا خانہ کعبہ بنی کندہ میں آ گیا ہے؟ جو اس کو غلاف چڑھا دیا گیا ہے۔

وہ لوگ کہنے لگے نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں۔ مگر آپ اس وقت تک گھر میں داخل نہ ہوئے جب تک صدر دروازے کے سوا باقی تمام پردے اتار نہ دیئے گئے۔

(حلیۃ الاولیاء 185/1، سنن بیہقی 373/7)

گھر میں داخل ہوئے تو وہاں بہت سا ساز و سامان جہیز وغیرہ موجود پایا۔ پوچھا یہ جہیز و سامان کس کے لئے ہے؟ بتایا گیا کہ یہ آپ کے اور آپ کی بیوی کے لئے ہے۔

یہ سن کر فرمایا: میرے خلیل حضرت محمد ﷺ نے مجھے اس بات کی وصیت نہیں فرمائی تھی۔ انہوں نے تو مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ میرا دنیاوی سامان مسافر سوار کے زادراہ کی طرح ہونا چاہئے۔ اسی طرح بہت سے خادموں کو دیکھا تو فرمایا میرے دوست نے مجھے اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دی تھی۔

شب عروسی میں جب اپنی بیوی کے کمرے میں گئے تو وہاں سے عورتوں کو چلے جانے کے لئے فرمایا۔ جب وہ چلی گئیں تو دروازہ بند کر کے پردہ گرا دیا۔ پھر بیوی کے قریب جا بیٹھے۔ اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا مانگی۔ (حلیۃ الاولیاء 185/1)

روایت ہے کہ اس کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ اگر میں تمہیں کوئی بات کہوں تو کیا تم اطاعت کرو گی؟

بیوی کہنے لگی، کیوں نہیں؟ آپ میرے سرتاج ہیں۔ آپ کی اطاعت ضرور کروں گی۔

یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا کہ میرے خلیل ابوالقاسم ﷺ نے ہمیں یہ فرمایا تھا کہ جب تم میں سے کوئی شخص شادی کرے تو میاں بیوی کو سب سے پہلے عبادت خداوندی پر اکٹھا ہونا چاہئے۔ اس لئے اٹھو اور ہم نماز ادا کر لیں۔ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا مانگی اور ان کی بیوی نے آمین کہی۔ یہ سب کچھ فرمان نبوت کے مطابق تھا۔ (حلیۃ الاولیاء 187/1، سنن بیہقی 273/7)

لوگوں کی قرآن مجید سے بے رغبتی پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو غصہ آنا

قبیلہ اشجع کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ مدائن شہر میں لوگوں نے سنا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں ہیں تو لوگ ان کے پاس آنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس ایک ہزار کے قریب آدمی جمع ہو گئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ۔

جب سب بیٹھ گئے تو انہوں نے سورہ یوسف پڑھنی شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ لوگ بکھرنے لگے اور جانے لگے اور تقریباً سو کے قریب رہ گئے تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آ گیا اور فرمایا تم لوگ چکنی چپڑی خوشنما باتیں سننا چاہتے ہو۔ میں نے تمہیں اللہ کی کتاب سنانی شروع کی تو تم چلے گئے۔

(حیاۃ الصحابہ 254/3، حلیۃ الاولیاء 253/1)

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحتیں

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لکڑی اپنے ہاتھوں میں پکڑی اور انگلیوں کے درمیان رکھ کر مجھے دکھائی اور فرمایا: اے جریر! اگر تم ایسی لکڑی بہشت میں تلاش کرو گے تو کہیں نہیں ملے گی۔

میں نے عرض کیا تو پھر نخل و شجر کہاں سے ہوں گے؟

فرمایا: ان کی جڑیں اور شاخیں تو موتیوں اور سونے کی ہوں گی اور ان درختوں پر ثمر ہائے بہشت ہوں گے۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی فرمایا تھا: اے جریر! کیا تم جانتے ہو کہ روز محشر کے اندھیرے اور ظلمات کیا ہیں؟ جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا:

ظلم الناس بينهم في الدنيا

یعنی لوگوں کا دنیا میں ایک دوسرے سے ظلم کرنا بھی ظلمات قیامت کا باعث ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء 202/1)

کھانے کی برکت کا انمول نسخہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تورات میں پڑھ رکھا تھا کہ کھانے کی برکت اس کے بعد وضو کرنے میں ہے۔ میں نے اس بات کا حضور ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده

کھانے کی برکت کھانے سے پہلے اور بعد (دونوں مرتبہ) وضو کرنے یعنی ہاتھ دھونے اور کلی کرنے میں ہے۔

(رواہ الترمذی فی کتاب الاطعمہ عن رسول اللہ 1769 وابوداؤد فی الاطعمہ 3269)

دنیا میں فقیرانہ زندگی کا اخروی فائدہ

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا کے عیش و عشرت سے گریز کیا کرتے تھے اور بسیار خوری سے انہیں سخت نفرت تھی۔ حضرت عطیہ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ایک مرتبہ کھانا کھا لینے کے بعد پھر کھانے کو ناپسند کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "میرے لئے یہی کافی ہے۔ میرے لئے یہی کافی ہے۔" اس کے بعد یہ حدیث رسول اللہ ﷺ بیان کیا کرتے تھے کہ میں نے رسول خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "تحقیق جو لوگ دنیا میں خوب سیر ہو کر کھاتے ہیں وہ آخرت میں سب سے زیادہ بھوکے رہیں گے۔ اے سلمان! یہ دنیا تو مومن کے لئے فقط قید خانہ ہے اور کافر کے لئے بس یہی جنت ہے۔" (حلیۃ الاولیاء 198/1-199)

علم کے خزانے کی مثال

حضرت ابوالبختری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو عبس کا ایک آدمی حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سفر میں تھا۔ اس آدمی نے دریائے دجلہ سے پانی پیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا اور پی لو۔

اس نے کہا نہیں میں سیر ہو چکا ہوں۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے تمہارے پانی پینے سے دریائے دجلہ میں کوئی کمی آئی ہے؟

اس آدمی نے کہا کہ میں نے جتنا پانی پیا ہے اس سے اس دریا میں کیا کمی آئے گی۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: علم بھی اسی دریا کی طرح، لہذا جتنا علم تمہیں فائدہ دے اتنا حاصل کر لو۔

(بحوالہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے واقعات)

غزوہ خندق میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خندق کھودنے کی تجویز

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد ہونے کے بعد سب سے پہلا معرکہ جو مسلمانوں کو پیش آیا وہ غزوہ خندق تھا (جسے غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں) یہ غزوہ 4 یا 5 ہجری میں ہوا تھا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ عرب کے مختلف قبیلے جمع ہو کر ہزار ہا کی تعداد میں مدینہ منورہ پر چڑھ آئے تھے اور ان کی نیت یہ تھی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو ایک ایک کر کے ختم کر دیا جائے۔ ان کی آمد کی خبر پا کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرانے تجربہ کار اور معمر آدمی تھے، ایرانیوں کی جنگوں کو جانتے تھے اور جنگ کے اصول سے خوب واقف تھے، انہوں نے مشورہ دیا کہ دشمنوں کی تعداد چونکہ بہت ہے اس لئے ان سے کھلے میدان میں جنگ کرنا مناسب نہیں ہے بلکہ مناسب یہ ہوگا کہ شہر کے چاروں طرف خندقیں کھودی جائیں۔ اس طرح شہر محفوظ ہو جائے گا اور قلعہ کا کام دے گا۔

اس تجویز کو پسند کیا گیا اور شہر کے چاروں اطراف میں خندق کھود دی گئی۔ اس خندق کی کھدائی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود شریک تھے۔ سردی کا زمانہ تھا اور ہر طرف خوف ہی خوف تھا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی خط کھینچ کر خندق کی حدود مقرر فرمائیں اور ہر دس آدمیوں کو چالیس ہاتھ کا رقبہ کھودنے کے لئے دیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے قوی اور تندرست آدمی تھے۔ ان کے متعلق انصار و مہاجرین میں اختلاف ہوا۔ انصار نے کہا کہ سلمان ہم میں سے ہیں اور مہاجرین نے کہا کہ ہم میں سے ہیں۔ ان کو ہمارے ساتھ قطعہ کھودنے کے لئے دیا جائے۔

یہ اختلاف سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلِ الْبَيْتِ

یعنی سلمان نہ انصار میں سے ہیں نہ عام مہاجرین میں سے ہیں بلکہ وہ ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔

جب دشمنان اسلام مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو یہاں آ کر انہوں نے خندق دیکھی اور اندر پہنچنا دشوار نظر آیا۔ لہٰذا محاصرہ کر کے پڑاؤ کیا۔ مسلمان مدینہ کی جانب خندق کے اس طرف تھے اور اس طرف دوسری پار دشمن پڑے ہوئے تھے۔ ایک ماہ مسلسل محاصرہ رہا اور گاہے بگاہے جانبین سے تیراندازی کی نوبت آئی۔ جس کے نتیجہ میں چھ مسلمان شہید ہوئے اور تین مشرک جہنم رسید ہوئے۔ اللہ جل شانہ نے ایک زبردست ہوا بھیجی جس کی وجہ سے مشرکین تتر بتر ہو کر بھاگ گئے اور مسلمان بحمد اللہ تعالیٰ وفضلہ اندر شہر میں آ گئے۔ (حوالہ جمع الفوائد)

مقام غزوہ خندق کا فضائی منظر

زیر نظر تصویر مقام غزوہ خندق کی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو شکست دینے کے لئے نئی جنگی اسکیم یعنی مدینہ کے اطراف میں خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا

غزوہ خندق کے موقع پر زبان نبوی ﷺ پر جاری اشعار مقدسہ

حضور سید عالم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ خود بھی خندق کھودنے میں مصروف رہے۔ آپ ﷺ نے پہلی کدال زمین پر ماری اور یہ کلمات ارشاد فرمائے:

بسم الله وبه بدينا
ولو عبدنا غيره' شقينا
حبذا ربّا وحبذا دينا

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اگر اس کے سوا کسی اور کی عبادت کی ہوتو بڑی بدنصیبی ہے۔ کیا اچھا رب ہے اور اس کا دین کس قدر اچھا دین ہے۔ (فتح الباری، ج1 ص504)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ کی زبان پر یہ اشعار مقدسہ تھے:

والله لولا ماهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

ترجمہ: خدا کی قسم اگر اللہ کی توفیق نہ ہوتی تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے نہ صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔

فانزل سكينة علينا فثبت اقدامنا ان لاقينا

ترجمہ: اے اللہ ہم پر سکون نازل فرما اور جنگ کے وقت ثابت قدم رکھنا۔

غزوہ خندق میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نعرہ

غزوہ خندق کا واقعہ شدت کی سردیوں میں پیش آیا۔ نہایت ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ فاقہ پر فاقہ تھا۔ مگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انتہائی محنت، لگن، ذوق و محبت سے خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ کام کرتے ہوئے یہ نعرہ زبان پر جاری تھا:

نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد مابقينا ابدًا

ترجمہ: ہم ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانیں فروخت کردی ہیں، حضور سید عالم ﷺ کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔ جب تک ہمارے جسموں میں جان ہے، کفار سے لڑتے رہیں گے۔ بقول شاعر

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر ہمیں انمول کردیا

شام، فارس اور یمن کی کنجیاں

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آ گئی۔ ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا تو فرمایا: ٹھہرو میں خود اترتا ہوں۔ بھوک کے باعث شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ جب پہلی بار بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو چٹان ایک تہائی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے شام کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ شام کے سرخ محلات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

دوسری بار بسم اللہ پڑھ کر کدال ماری تو دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے فارس کی کنجیاں عطا ہوئیں۔ خدا کی قسم مدائن کے محلات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

تیسری بار بسم اللہ پڑھ کر کدال ماری تو بقیہ چٹان ٹوٹ گئی۔ فرمایا اللہ اکبر! یمن کی کنجیاں مجھ کو عطا ہوئیں۔ خدا کی قسم صنعا کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

(الفتح الباری، ج7 صفہ305، سیرۃ المصطفیٰ، ج2 ص304)

زیر نظر تصویر سیٹلائٹ سے کھینچی گئی غزوہ خندق کے مقام کی ہے۔ سفید نشان اس جگہ کو واضح کرتا ہے جہاں حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ پر خندق کھدوائی تھی

غزوہ خندق کے مقام پر تعمیر کردہ مساجد کے چند خوبصورت مناظر
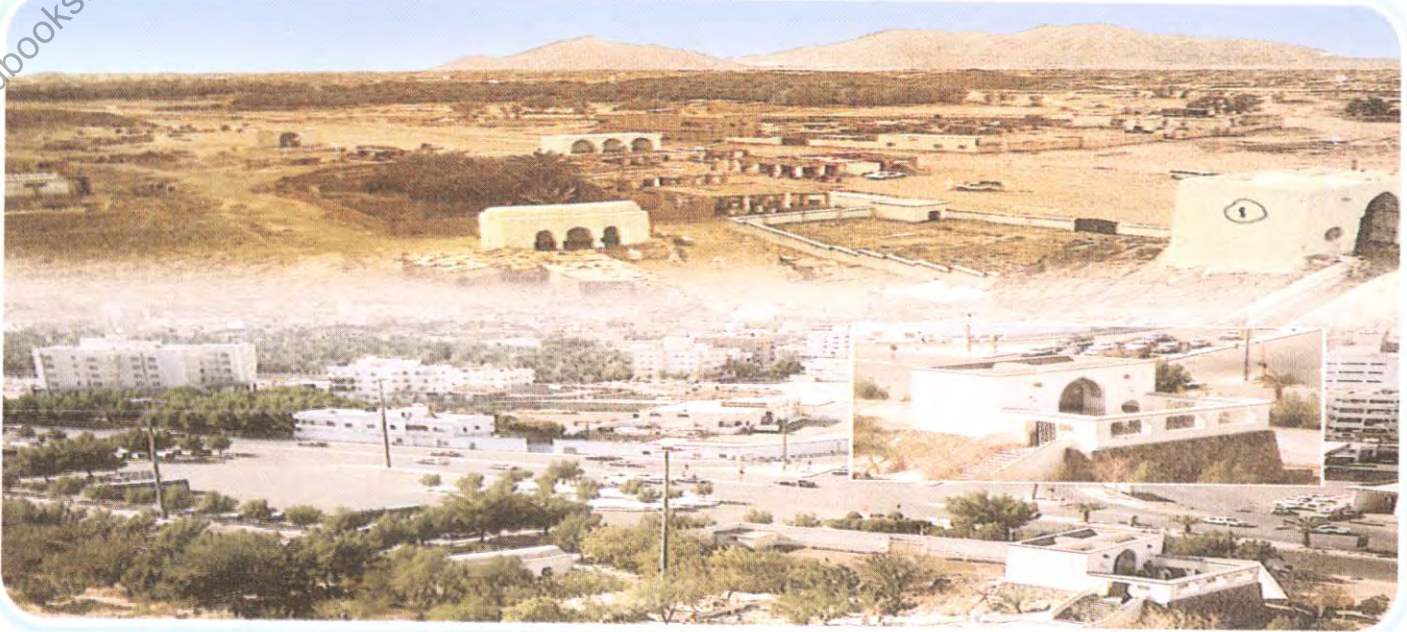
غزوہ خندق کو خندق اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے کنارے پر خندق کھدوائی تھی۔ جس کی وجہ سے کفار مدینہ میں داخل نہ ہو سکے۔ اس غزوہ میں کفار نے ایک مہینہ تک مدینہ کا محاصرہ کیا۔ مگر ناکام لوٹے۔ کفار کی تعداد دس ہزار تھی جبکہ مسلمان مجاہدین تین ہزار تھے اس غزوہ میں چھ صحابہ شہید ہوئے جبکہ کفار کے آٹھ نامی گرامی پہلوان مارے گئے۔

خندق کے مقامات پر بنی سات مساجد

سات مسجدیں: جبل سلع کے دامن میں جہاں غزوۂ خندق کے دوران لشکر اسلام کے مشہور مورچے تھے، وہاں یادگار کے طور پر سات مساجد تعمیر کی گئی ہیں۔ ان تصاویر میں یہ مسجدیں دکھائی گئی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جہادی محنتوں کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ پہلی تصویر ذرا قدیم ہے اور دوسری تصویر تازہ ترین۔ ان سات مساجد میں سے پہلی ''مسجد فتح'' کہلاتی ہے۔ یہ ایک ٹیلے پر تعمیر کی گئی ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک متواتر فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے رہے۔ بقیہ مساجد چند مشہور صحابہ کے مورچوں کے مقام پر تعمیر کی گئی ہیں۔ جہاں ان کی اقتداء میں نماز پڑھی جاتی تھی اور دفاع اسلام کا مقدس فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے۔ ان کے اسماء گرامی بالترتیب یہ ہیں:

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت سلمان فارسی، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ایک مسجد، مسجد فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے نام سے موسوم ہے۔

اس تصویر میں مسجد فتح ذرا قریب سے واضح کر کے دکھائی گئی ہے۔ ان مساجد کے محل وقوع سے ان جلیل القدر صحابہ کی امارت میں قائم کیے گئے مورچوں کی ترتیب خود بخود ظاہر ہوتی ہے۔ توحید اور جہاد کے متوالے فرزندان اسلام نے یہاں مساجد کی شکل میں یادگاریں قائم کر کے عقیدہ توحید کی حفاظت کے ساتھ نظریہ جہاد کی اشاعت بڑے خوبصورت اور بامعنی انداز میں کی ہے۔

خندق کے مقام پر بنی ہوئی خوبصورت مسجد

یہ خندق مقام شیخین سے جبل سلع کے مغربی حصے تک کھودی گئی۔ بعد میں وادی بطحان اور وادی رانوناء کے مقام اتصال تک پہنچادی گئی۔ اس کی لمبائی کوئی ساڑھے تین میل تھی۔ چوڑائی اتنی کہ گھڑ سواروں کے لئے جست لگانا ممکن نہ تھا اور گہرائی اتنی کہ پانی نکل آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو دس دس آدمیوں میں دس دس گز (یعنی چالیس ہاتھ) حصے کے حساب سے تقسیم فرمایا۔

کھدائی کا سامان پھاوڑے اور کدال بنی قریظہ سے مستعار لیے گئے۔ کھدائی کا یہ کام 20 دن میں مکمل ہوا۔ خود مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس اس کھدائی میں حصہ لیا۔

مسلمان خندق کی کھدائی سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ قریش، یہود اور ان کے حلیف گروہ در گروہ پہنچنا شروع ہوگئے۔ ان کا پڑاؤ غابہ کی چراگاہ اور بئر رومہ (کنواں) کے قریب السیول کے سنگم پر تھا۔ قریش اپنے ساتھ احابیش (بنو کنانہ اور اہل تہامہ) کے چار سو جنگجو لائے تھے۔ خود قریش کے تین سو گھڑ سوار پندرہ سو شتر سوار تھے۔

بنی غطفان کا قبیلہ نجد والوں کے ساتھ زنب نقمی میں خیمہ زن ہوا۔ بنی سلیم کے سپاہیوں کی تعداد سات سو تھی۔ قبیلہ فزارہ کے ایک ہزار شتر سوار تھے۔ بنو اشجع اور بنو مرہ کے چار چار سو بہادر جمع ہو گئے تھے۔ ان کی جملہ تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی۔ ان احزاب میں سپہ سالار ابوسفیان بن حرب تھا۔ خندق کو حائل پا کر سب حیران رہ گئے۔ ابوسفیان نے خیبر کے سردار حی بن اخطب (ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ) سے کہا کہ اب مدینے میں آباد بنی قریظہ کو توڑے بغیر فتح ممکن نہیں۔

مدینے میں محصور اہل ایمان کی تعداد تین ہزار تھی۔ ان کے پاس کل چھبیس گھوڑے تھے۔ خندق کی حفاظت کے لئے جابجا پہرے بٹھا دیئے گئے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں دو سو مجاہد بنی قریظہ کی نگرانی پر مامور تھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں تین سو اور حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں دو سو مجاہد مدینہ منورہ کی نگرانی پر مامور تھے۔

حفاظت کی خاطر بچوں اور عورتوں کو اوطاق (قلعوں) میں بھیج دیا گیا تھا۔ اس موقع پر حرفِ شناخت بھی مقرر کیا گیا۔ مسجد نبوی میں امام کی نیابت حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد ہوئی۔ (صاحب تحریر جناب شاہ مصباح الدین شکیل)

غزوہ خندق کے مقام پر تعمیر کردہ مسجد کا بیرونی اور اندرونی منظر

مقام غزوہ خندق پر بنی مسجد کا بیرونی منظر
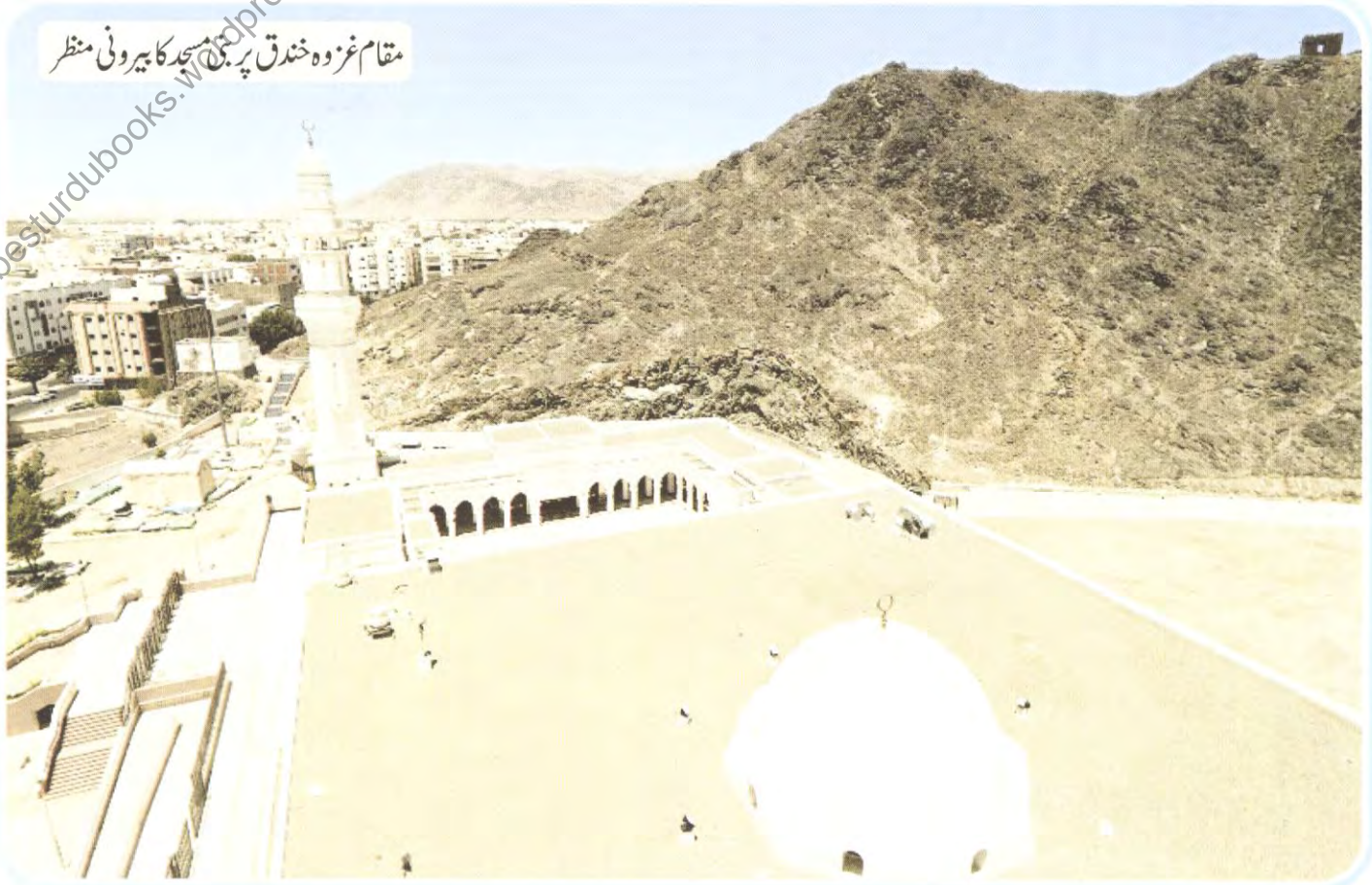
غزوہ خندق کے مقام پر بنی مسجد کے اطراف کا منظر

مقام غزوہ خندق پر بنی مسجد کا اندرونی منظر

غزوہ خندق کے مقام پر بنی مسجد سے اطراف کا خوبصورت منظر
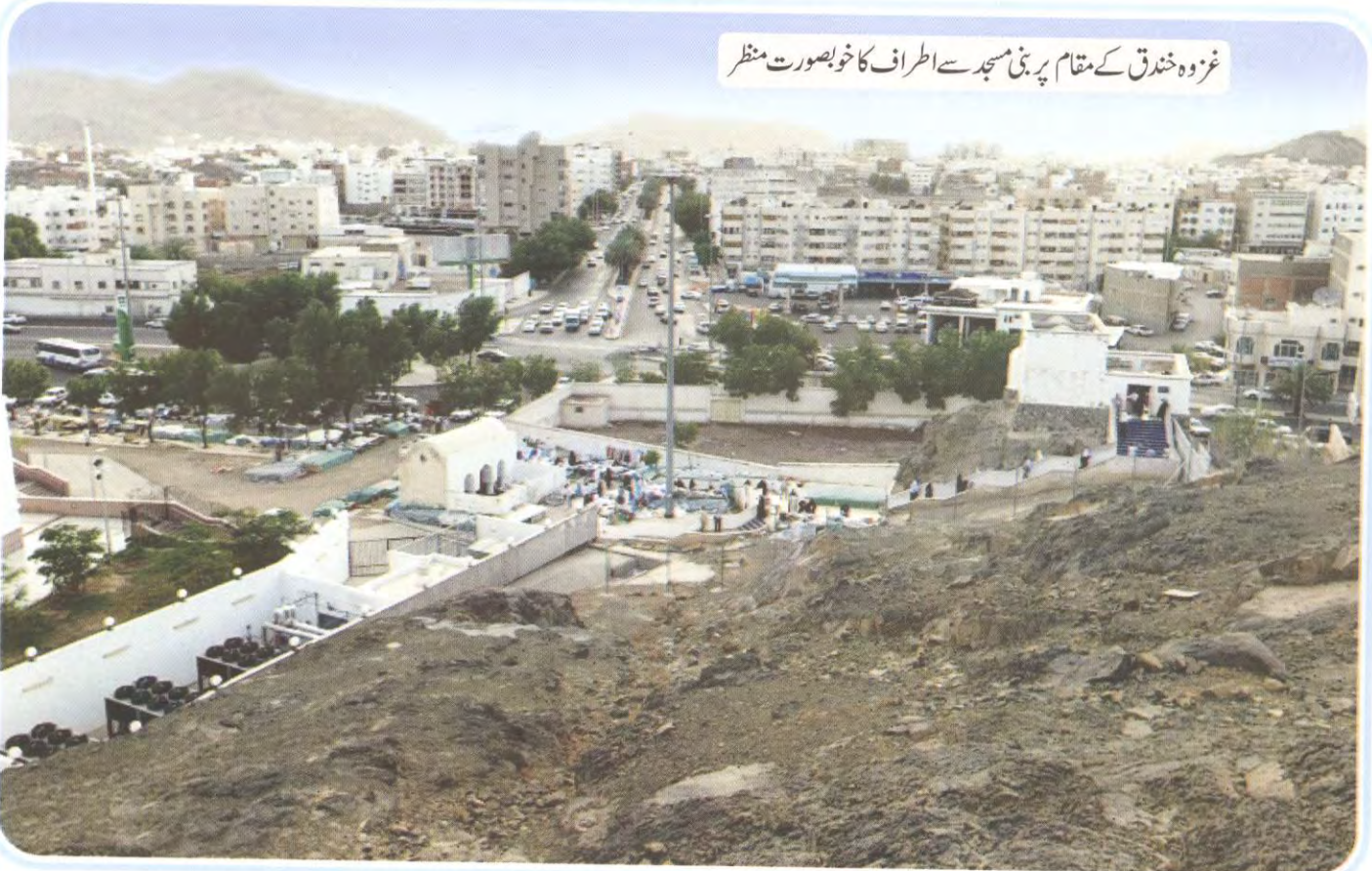
غزوہ خندق کے مقام پر بنی مسجد کی مختلف زاویوں سے لی گئی خوبصورت تصاویر

غزوہ خندق کے مقام پر بنائی گئی مساجد
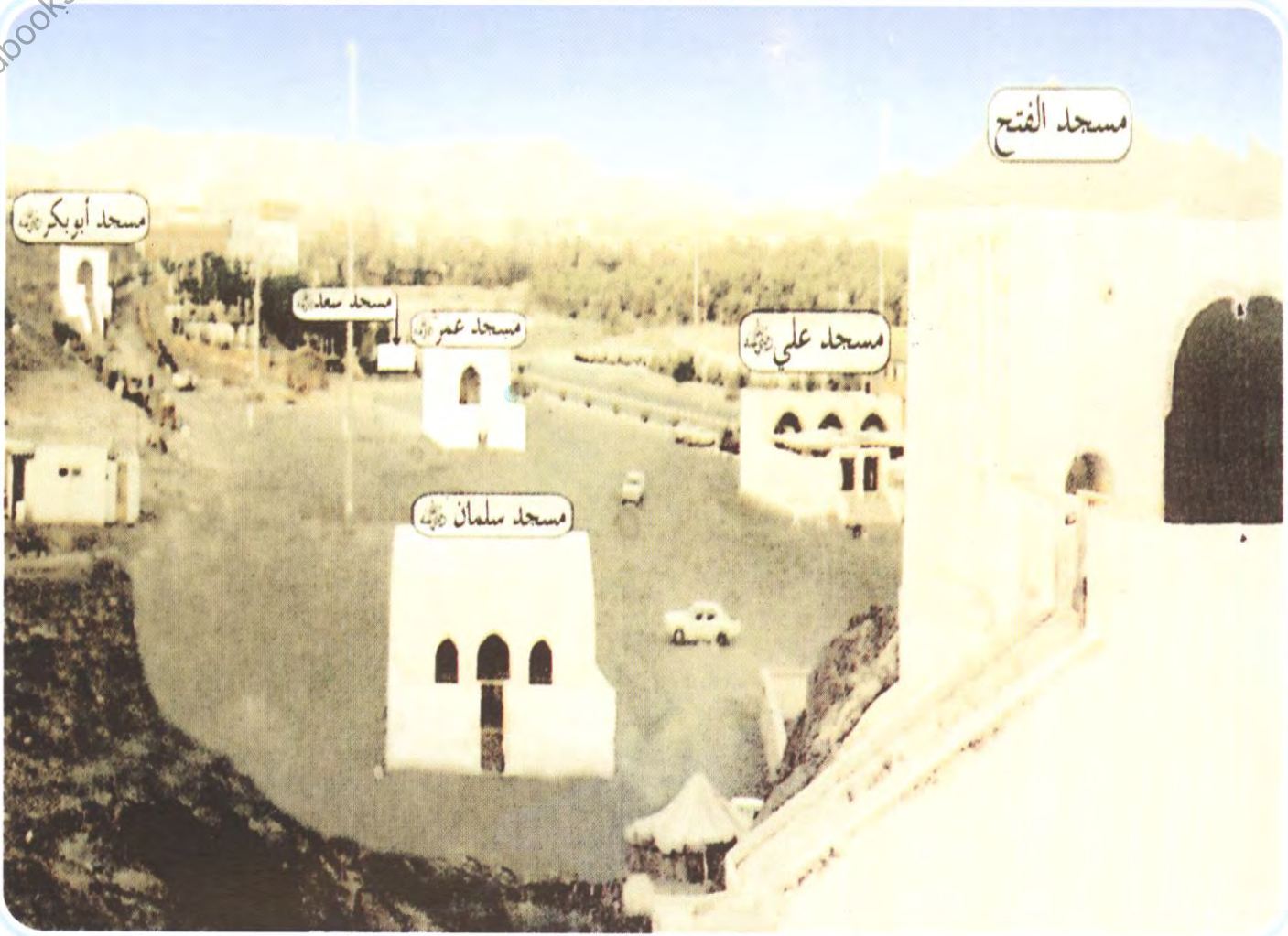
خندق کے مقام پر موجود مسجد فتح
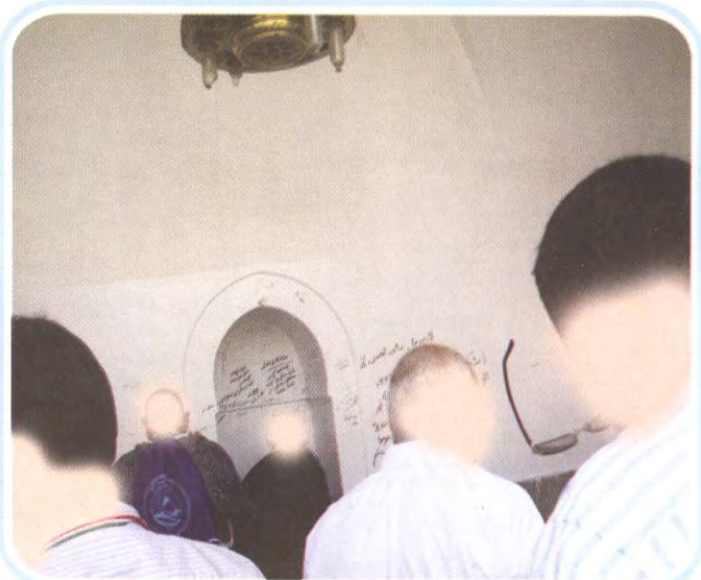
غزوہ خندق کے مقام پر بنائی گئی مسجد سے لیا گیا اطراف کا خوبصورت منظر
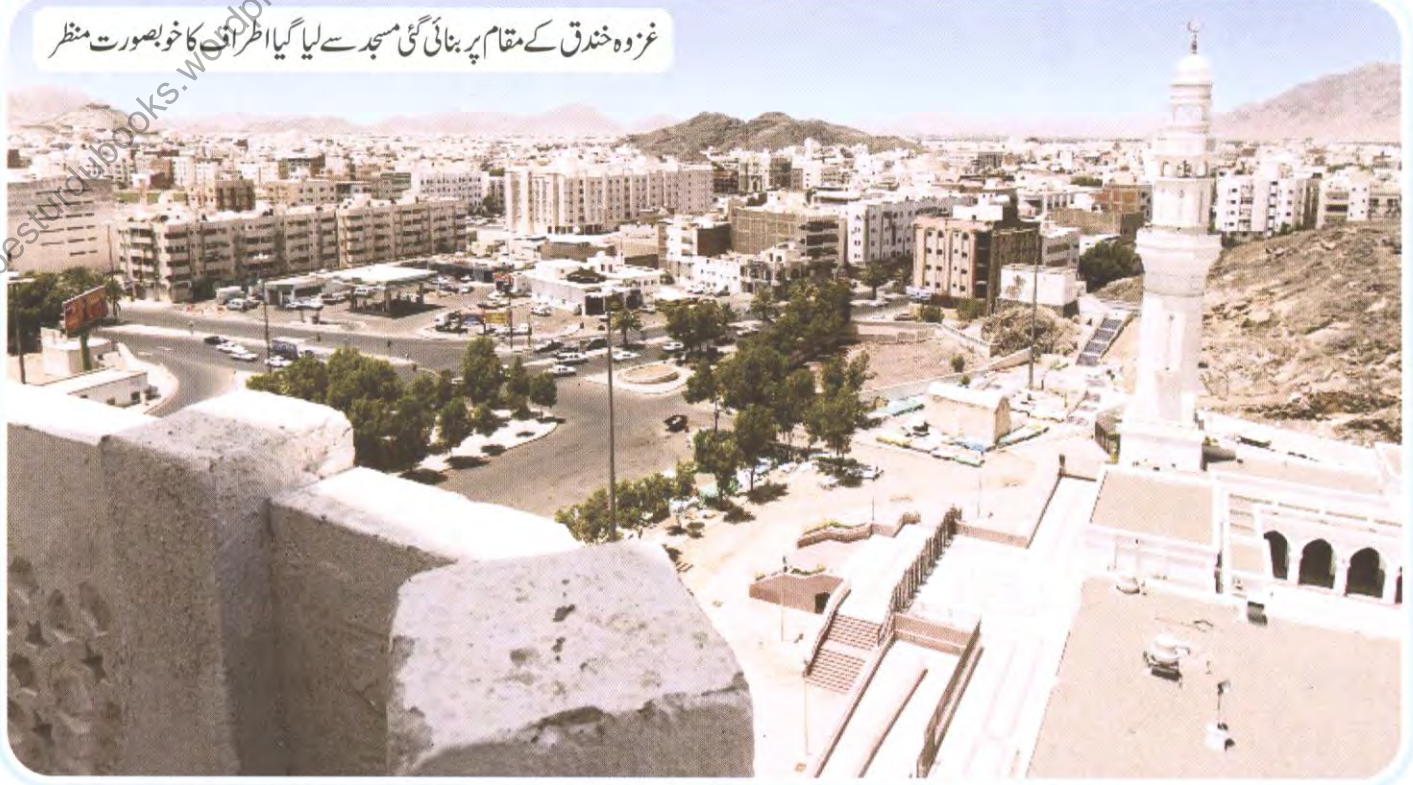
مقام غزوہ خندق

خندق والوں کی کھجوروں سے دعوت

بشر بن سعد کی لڑکی نے بیان کیا ہے کہ میری والدہ نے مجھے کچھ کھجوریں دیں تاکہ میں اپنے والد اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوں۔ میں کھجوریں لے کر جارہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ بیٹھا دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا: تمہارے پاس کیا ہے؟

میں نے جواب دیا: تھوڑی سی کھجوریں ہیں۔ پھر میں نے وہ کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی پر رکھ دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کی جھولی میں ڈال لیں اور کسی کو کہا کہ خندق والوں کو بلاؤ کہ سب آئیں۔ جب سب آگئے تو سب نے کھجوریں کھائیں اور واپس ہوئے۔ یہ تین ہزار افراد تھے۔ مگر ابھی تک کھجوریں جھولی میں موجود تھیں۔

غزوہ خندق کے مقام پر بنی مسجد کا اندرونی و بیرونی منظر

غزوہ خندق کے مقام پر بنی مسجد کے صحن کا منظر

غزوہ خندق کے مقام پر بنی مسجد کا اندرونی منظر

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عاشقانہ موت

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کو گئے، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یہ رونے کا کونسا موقع ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوش ہونا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی تھے۔ حوض کوثر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور دوسرے رفیقوں سے ملاقات ہوگی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ''خدا کی قسم! میں موت سے نہیں ڈرتا، نہ گھبراتا ہوں اور نہ دنیا کی کوئی حرص ہے۔ رونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز وسامان ایک مسافر کے زادِراہ سے زیادہ نہ ہوگا حالانکہ میرے گھر میں اس قدر سانپ یعنی سامان ہیں۔

کہتے ہیں جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت رحلت قریب پہنچا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ تمہارے پاس کچھ مشک تھا اس کا کیا ہوا؟ اسے پانی میں ڈال کر گھول دو اور پانی کو میرے سر کے اردگرد چھڑک دو، کیونکہ ابھی کچھ لوگ آئیں گے جن کا تعلق نہ انسانوں سے ہوگا نہ جنوں سے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کا بیان ہے جیسا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا ویسا کر کے میں باہر چلی گئی۔ اندر سے

السلام علیک یاولی اللّٰہ،
السلام علیک یاصاحب رسول اللّٰہ

کی آوازیں آنے لگیں۔ میں اندر آئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بستر پر ایسے پڑے ہوئے تھے جیسے محوِ خواب ہوں۔

خواب میں اپنے بہترین انجام کی خبر دینا

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا کہ ''اے بھائی! معلوم نہیں ہم میں سے کون پہلے وفات پا جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کو اپنی آرام گاہ دکھا دیں۔''

میں نے کہا: کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ اور مردے کو اختیار بھی ہے کہ وہ اپنی خواب گاہ دوسرے کو دکھا دے؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں، بندۂ مومن کی روح آزاد ہوتی ہے جہاں بھی چاہے جاسکتی ہے مگر کافروں کی روحیں مقام سجین میں مقید رہتی ہیں۔

چنانچہ جب حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی تو میں اس دن قیلولہ کر رہا تھا۔ جب میری آنکھیں گرم ہوئیں تو ناگاہ مجھے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر آئے۔ آپ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ رہے تھے۔ میں نے وعلیکم السلام کے بعد کہا: اے عبداللہ! آپ نے اپنی منزل کیسی پائی؟

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بہت اچھی اور تجھ پر بھی اس سے اچھی شے کا توکل کرتا ہوں۔ آپ نے اس بات کو تین بار دہرایا۔

علالت اور وفات

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 35 ہجری میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر 250 برس کی تھی۔ مدائن میں مقیم تھے، وہیں علیل ہوئے اور وہیں وفات پائی۔

باغ
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب کنواں

مزار سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی عمارت کے ایک حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ محو استراحت ہیں۔ جبکہ دوسرے حصے میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت کرام میں سے حضرت سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے سیدنا طاہر بن امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات ہیں

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا آنکھوں دیکھا حال

جناب مولانا محبّ اللہ صاحب اپنے سفرنامہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی زیارت کے بعد لکھتے ہیں کہ ''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراق کے شہر سلمان پاک میں مدفون ہیں۔ یہ بغداد سے 45 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔''

''سلمان پاک'' کا پرانا نام مدائن ہے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ میں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حذافہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آسودہ ہیں۔ یہیں شاہ ایران ''کسریٰ'' کے اس تاریخی محل (ایوان کسریٰ) کے آثار ہیں جو شب ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم شق ہوا اور اس کے چودہ کنگرے منہدم ہوگئے تھے۔ اس واقعہ کا تذکرہ امام بوصیری نے یوں کیا ہے:

وَبَاتَ اَیْوَانُ کِسْرٰی وَھُوَ مُنْصَدِعٌ
کَشَمْلِ اَصْحَابِ کِسْرٰی غَیْرِ مُلْتَئِمٖ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر کسریٰ (نوشیرواں) کا محل پھٹ گیا، جیسے اس کا لشکر منتشر ہوگیا اور پھر اکٹھا نہ ہوسکا۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے باہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فرمایا تھا:

سلمان منا اهل البيت

''سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔''

یہ فرمان بڑے حروف میں لکھا ہوا ہے۔

جناب یعقوب نظامی صاحب اپنے سفرنامہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی زیارت کے بعد لکھتے ہیں کہ میں اپنے قافلے کے ساتھ ان جلیل القدر صحابی کے مزار پر حاضر ہوا۔ مزار ایک مسجد کے ساتھ ہے اور خوبصورت اور صاف ستھرا ہے۔ میں نے جالی سے اندر جھانک کر دیکھا تو قبر پر نوٹوں کے ڈھیر پڑے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر نوٹوں کے علاوہ سگریٹوں کے نذرانے چڑھتے بھی دیکھے۔

سگریٹ کے نذرانوں کے ساتھ کچھ ٹافیاں اور ایک پینسل بھی دیکھی۔ قبر کے سرہانے قرآنی رحل تھی۔ اس کے ساتھ موم بتیاں جلا کر رکھنے والا اسٹینڈ بھی دیکھا۔

قبر عرب روایات کے مطابق ہے۔ جس کی اونچائی تین فٹ ہے۔ قبر پر سبز چادر اور مزار کے اوپر ٹین کی چھت ہے۔ روضے کے اردگرد جالی ہے۔ روضہ کی لمبائی چوبیس اور چوڑائی بھی چوبیس فٹ ہوگی۔ زیارت کرنے والوں میں اکثریت اہل تشیع کی تھی۔ روضے پر حاضری دینے کے لئے ہم متولی سے ملے اور اسے کچھ عطیات دیئے۔ متولی نے جوابی طور پر ہمیں روضے کے کچھ عطیات دیئے۔ یہاں چالیس منٹ قیام کے بعد شام 6:40 پر ہم واپس بغداد کے لئے روانہ ہوئے۔

مدائن میں داخل ہوکر سب سے پہلے ایک جامع مسجد آتی ہے۔ اس جامع مسجد کے احاطے میں تین صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) مدفون ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان تینوں کے مزارات پر حاضر ہوکر سلام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ مبارک قبریں الگ الگ کمروں میں ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں مدائن میں ہوئی اور یہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر مبارک پر آج بھی یہ حدیث کندہ ہے: ''سلمان منا اهل البيت''
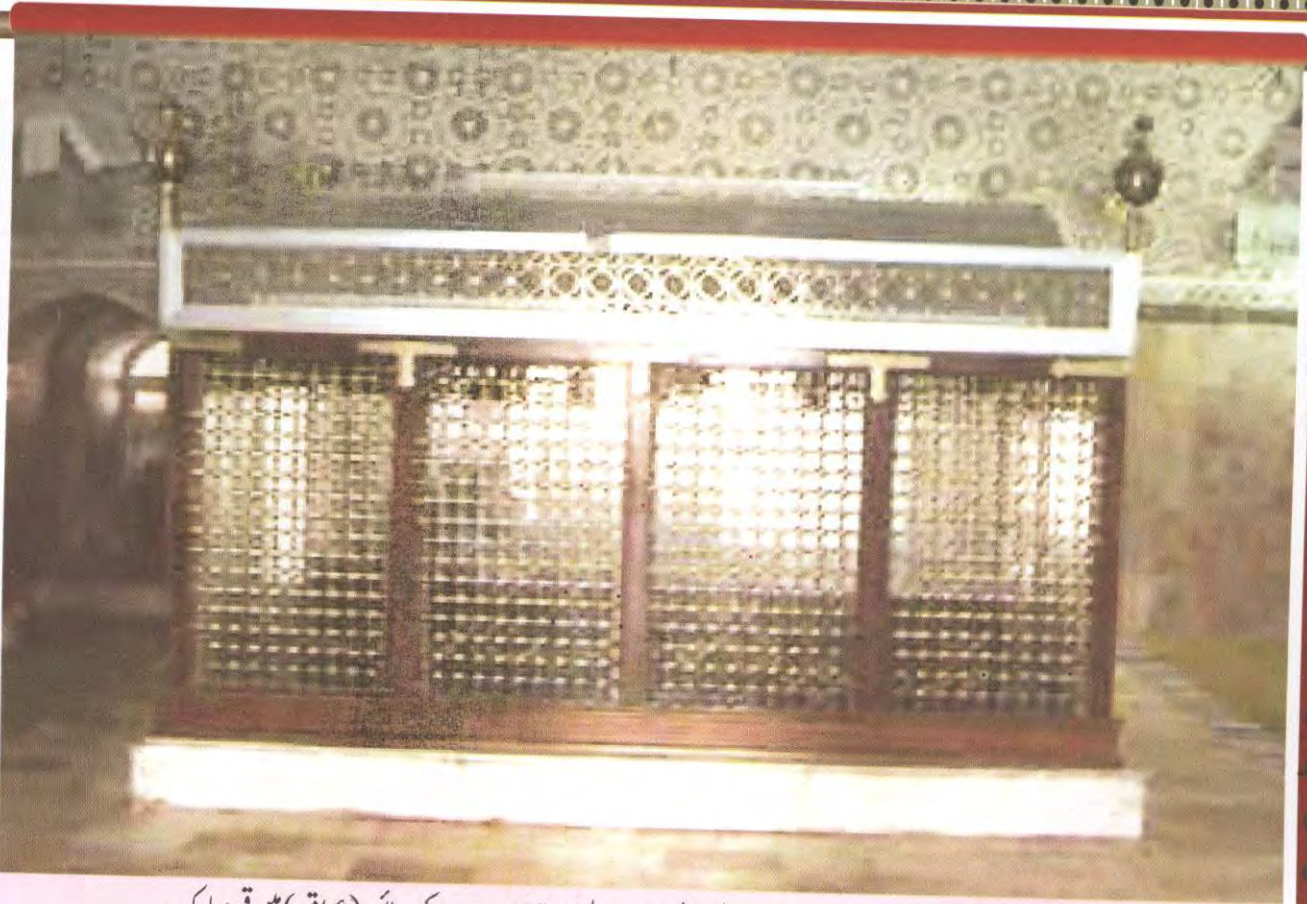
غزوہ خندق میں نمایاں خدمات انجام دینے والے صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدائن (عراق) میں قبر مبارک

حضرت سلمان فارسی، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مزار مبارک
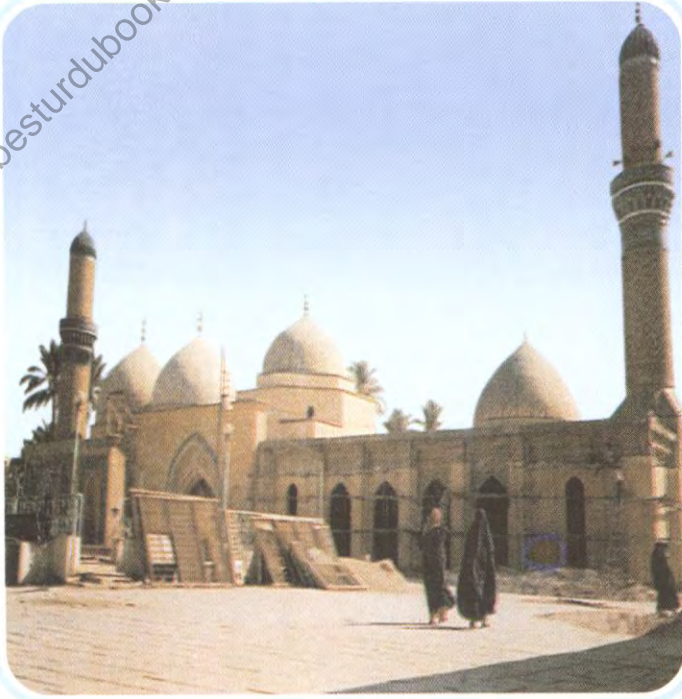
خندق کی کھدائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عراق میں مزار

فلسطین میں موجود حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک یاد رہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار عراق میں بھی موجود ہے اور مورخین کے نزدیک عراق کے شہر مدائن میں موجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر زیادہ صحیح ہے

عراق میں موجود حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام، کنیت اور حالات زندگی

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ یہ قبیلہ خزرج کے انصاری اور مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں۔ یہ ان ستّر خوش نصیب انصار میں سے ایک ہیں جن لوگوں نے ہجرت سے بہت پہلے میدان عرفات کی گھاٹی میں 18 سال کی عمر میں حضور اکرم ﷺ سے بیعت اسلام کی تھی۔ یہ جنگ بدر میں 20 سال کی عمر میں شریک ہوئے اور اس کے بعد کے تمام جہادوں میں مجاہدانہ شان سے شریک جنگ رہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کو یمن کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا تھا اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو ملک شام کا گورنر بھی مقرر کر دیا تھا۔ جہاں 18 ہجری میں انہوں نے طاعون عمواس میں علیل ہو کر 38 برس کی عمر میں وفات پائی۔

امام العلماء کا لقب ملنا

آپ بہت بلند پایہ عالم، حافظ، قاری، معلم اور نہایت ہی متقی و پرہیز اور اعلیٰ درجے کے عبادت گزار تھے۔ بنی سلمہ کے تمام بتوں کو انہوں نے ہی توڑ پھوڑ کر پھینک دیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت میں ان کا لقب ''امام العلماء'' ہے۔
(اکمال ص616 واسد الغابہ 4 ص378)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (اخلاص اور ان کی نیکیوں کے) اوپر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں۔ (مستدرک عن ابی عبیدہ)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہر ہر چیز ایمان کی دولت سے بھرپور ہے۔ (طبقات ابن سعد عن محمد بن عبداللہ)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گروہ علماء کی سرداری کریں گے۔ (حلیۃ الاولیاء عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ تمام لوگوں میں حلال و حرام کے مسائل سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ جلیل القدر انصاری صحابی ہیں جن کو آنحضرت ﷺ نے ''اعلمھم بالحلال والحرام'' (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حلال وحرام کے سب سے بڑا عالم) قرار دیا۔ (جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاذ، حدیث نمبر 3793، وسنن ابن ماجہ مقدمہ باب فضائل خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو

فاتح بدر و حنین، محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''قرآن چار آدمیوں سے سیکھو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوحذیفہ کے غلام سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی بن کعب'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(صحیح بخاری: 3808)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ ''اے معاذ! میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے تم سے اللہ کے لئے محبت ہے۔''

اس پر وہ فرماتے ہیں کہ ''اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم مجھے بھی آپ سے اللہ کے لئے محبت ہے۔''

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بے مثال فضیلت

شروع زمانہ میں جو لوگ دیر میں پہنچتے اور کچھ رکعتیں چھوٹ جاتیں تو وہ نمازیوں سے اشارہ سے پوچھ لیتے کہ کتنی رکعتیں ہوئیں اور وہ اشارے سے جواب دے دیتے۔ اس طرح لوگ فوت شدہ رکعتیں پوری کر کے صف نماز میں مل جاتے تھے۔

ایک دن جماعت ہو رہی تھی اور لوگ قعدہ میں تھے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور دستور کے خلاف قبل اس کے کہ رکعتیں پوری کرتے جماعت کے ساتھ قعدہ میں شریک ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے سلام پھیرا تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر بقیہ رکعتیں پوری کیں۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو فرمایا:

قدسن لکم فھکذا فاصنعوا کما صنع معاذ

یعنی معاذ نے تمہارے لئے ایک طریقہ نکالا ہے، تم بھی ایسا ہی کرو۔

یہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کتنی قابل فخر فضیلت ہے کہ ان کی سنت تمام مسلمانوں کے لئے واجب العمل قرار پائی اور آج تک اسی پر عمل درآمد ہے اور دنیا کے سارے مسلمان اسی کے مطابق اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت صحابی کے دل میں

عمرو بن میمون اودری کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے قاصد کی حیثیت سے ہمارے ہاں یمن تشریف لائے۔ میں نے فجر کی نماز میں ان کی تکبیر سنی۔ آپ کی آواز میں شدت اور سریلاپن تھا۔ میری دل میں اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت ڈال دی اور میں ان سے کبھی جدا نہ ہوا۔ یہاں تک کہ شام میں ان کے انتقال کے بعد ان کی تجہیز و تکفین میں بھی شریک تھا۔ (رواہ ابوداؤد 368 والنسائی 790 وابن ماجہ 1245 واحمد 3694)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ گو نوعمر تھے مگر سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کی عزت کرتے تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت ان کے دلوں میں پوری طرح موجود تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں خلافت سونپ کر اپنے رب عزوجل کے پاس پہنچوں اور مجھ سے میرا رب (جل شانہ) سوال کرے کہ تو محمد (ﷺ) کی امت کا کسے والی بنا آیا ہے؟ تو میں عرض کر دوں گا کہ (معاذ کو بنا آیا ہوں کیونکہ) میں نے تیرے نبی اور تیرے بندے (محمد ﷺ) سے سنا تھا کہ قیامت کے روز عالموں کے سامنے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری ایک جماعت کے برابر (تنہا) ہوں گے۔ (حلیۃ الاولیاء)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان وفضیلت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ، وَاَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِاللّٰہِ عُمَرُ، وَاَصْدَقُھُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ، وَاَقْرَاُھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ، وَاَفْرَضُھُمْ زَیْدُ بْنِ ثَابِتٍ، وَاَعْلَمُھُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَمِیْنٌ، وَاَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ.

''میرے امتیوں کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان امتی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اللہ کے امور میں سب سے زیادہ سخت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ سب سے سچی حیا کے پیکر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ قرآن کے سب سے زیادہ اور اچھا پڑھنے والے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ فرائض کے سب سے زیادہ جانکار زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حلال وحرام کا سب سے زیادہ علم معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہے اور ہر امت میں کوئی نہ کوئی امین ہوا کرتا ہے۔ میری امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔''

یہ روایت مسند احمد، ترمذی، نسائی، بیہقی وغیرہ میں مذکور ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تہجد میں دعا

حضرت معاذ بن جبل جب رات کو تہجد کی نماز ادا کرتے تو یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم قد نامت العیون وغارت النجوم وانت حی قیوم. اللھم طلبی للجنۃ بطیء، وھربی من النار ضعیف، اللھم اجعل لی عندک ھدی تردہ الی یوم القیامۃ انک لاتخلف المیعاد.

ترجمہ: اے اللہ! آنکھیں سو گئیں، ستارے چمک اٹھے جبکہ آپ حی و قیوم ہیں، اے اللہ! میری جنت کی طلب سست ہے اور جہنم سے بھاگنا کمزور ہے۔ اے اللہ! آپ میرے لئے اپنے پاس سے ایسی ہدایت کا انتظام فرما دیں جو قیامت کے دن کام آئے۔ بے شک آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

وصایا نبویہ (صلی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ سے نصیحتیں حاصل کرتے رہتے تھے اور خود رسول اللہ ﷺ بھی ان کو وصیتیں فرماتے رہتے تھے۔ جب یمن کو روانہ ہونے لگے تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ

اے اللہ کے رسول (ﷺ) مجھے وصیت فرمایئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَخْلِصْ دِیْنَکَ یَکْفِکَ الْعَمَلُ الْقَلِیْلُ

اپنے دین میں اخلاص رکھنا، ایسا کرنے سے تم کو تھوڑا عمل (بھی) کافی ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کرنے کی درخواست کی تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اُعْبُدِاللّٰہِ کَاَنَّکَ تَرَاہُ وَاعْدُدْ نَفْسَکَ فِی الْمَوْتٰی

اللہ کی ایسی عبادت کر جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر (یعنی یہ سمجھ کہ میں مر چکا، حساب و کتاب قائم ہے، غرضیکہ مرنے سے پہلے مرنے کے بعد کا انتظام کر لے)۔

موت کے مہمان کو خوش آمدید

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ دیکھو کیا صبح صادق ہو گئی ہے؟

ایک آدمی نے آ کر بتایا کہ ابھی نہیں ہوئی۔

پھر فرمایا: کیا صبح صادق ہو گئی ہے؟

پھر کسی نے آ کر بتایا کہ ابھی نہیں ہوئی۔

بالآخر ایک آدمی نے آ کر بتایا کہ صبح صادق ہو گئی ہے تو فرمایا میں اس رات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کی صبح دوزخ کی آگ کی طرف لے جائے۔ خوش آمدید ہو موت کو، خوش آمدید ہو اس مہمان کو جو بہت لمبے عرصے کے بعد ملنے آیا ہے۔ جس سے مجھے بہت محبت ہے۔ لیکن وہ ایسے وقت آیا ہے جبکہ میرے ہاں فاقہ ہے۔ اے اللہ! میں زندگی بھر تجھ سے ڈرتا رہا لیکن آج تیری رحمت کا امیدوار ہوں، اے اللہ! تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھے دنیا سے اور اس میں زیادہ عرصہ تک رہنے سے اس وجہ سے محبت نہیں ہے تاکہ میں نہریں کھودوں اور درخت لگاؤں بلکہ اس وجہ سے ہے تاکہ میں سخت گرمی کی دوپہر میں پیاس برداشت کروں۔ یعنی گرمیوں میں روزے رکھوں اور مشقت کے مواقع پر مشقت اٹھاؤں اور علم کے حلقوں میں علماء کی خدمت میں دوزانو بیٹھوں۔ (حیاۃ الصحابہ 184/3، بحوالہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے 100 واقعات)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں بت کی درگت

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت فطرۃً اثر پذیر واقع ہوئی تھی۔ چنانچہ نبوت کے بارہویں سال جب مدینہ میں اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قبول کرنے میں ذرہ بھر بھی پس و پیش نہ کیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ داعی اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدق دل سے توحید کا اقرار کیا۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

حج کا زمانہ قریب آیا تو حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ روانہ ہوئے۔ اہل مدینہ کی ایک جماعت جس میں مسلم و مشرک دونوں شامل تھے، ان کے ہمراہ ہوئی، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے۔ مکہ پہنچ کر عقبہ میں وہ نورانی منظر سامنے آیا جو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تشریف لائے اور اس جماعت سے بیعت لی۔ یہ جماعت مکہ سے مدینہ واپس ہوئی تو آفتاب اسلام کی روشنی گھر گھر میں پھیل گئی

یثرب تمام مطلع انوار ہوگیا

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمسن تھے، مگر جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ بنوسلمہ کے بت توڑے جانے لگے تو بت شکنوں کی جماعت میں وہ سب سے پیش پیش تھے۔ بت کا کسی کے گھر میں موجود ہونا اب ان کے لئے سخت تکلیف دہ تھا۔

بنوسلمہ کے اکثر گھر ایمان سے منور ہو چکے تھے لیکن اب بھی کچھ لوگ ایسے باقی تھے جن کا نفس آبائی مذہب چھوڑنے سے انکار کرتا تھا۔ عمرو بن جموع بھی انہی لوگوں میں سے تھے جو اپنے قبیلہ کے سردار اور نہایت معزز شخص تھے۔ انہوں نے لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا جس کا نام منات تھا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کچھ دوسرے نوجوان رات کو ان کے گھر پہنچے، وہ بے خبر سو رہے تھے۔ ان لوگوں نے بت کو اٹھا کر محلّہ کے ایک گڑھے میں پھینک دیا کہ آنے جانے والے اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔

صبح کو بت کی تلاش کے لیے نکلے تو اپنے جھوٹے معبود کو ایک گڑھے میں اوندھا پڑا دیکھ کر عمرو کا غیظ وغضب اختیار سے باہر ہوگیا۔ بہرحال اس کو اٹھا کر گھر لائے، نہلایا، خوشبو لگائی اور اس کی اصل جگہ پر رکھ دیا اور نہایت طیش میں کہا: جس شخص نے یہ حرکت کی ہے اگر مجھے اس کا نام معلوم ہو جائے تو بری طرح خبر لوں۔ لیکن جب پھر یہ واقعہ کئی مرتبہ لگاتار پیش آیا تو کفر سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے۔ (سیر الصحابہ 139/5)

زیر نظر تصویر مقام بیعت عقبہ کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چار سو اشرفیاں صدقہ کرنا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ایک مرتبہ اپنے زمانہ خلافت میں) ایک تھیلی میں چار سو اشرفیاں غلام کے ہاتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجیں اور غلام سے فرمایا کہ ان کو دے کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہنا اور دیکھنا ان کا کیا کرتے ہیں؟

غلام نے وہ تھیلی جا کر پیش کی اور عرض کیا کہ یہ امیر المومنین نے آپ کی خدمت میں بھیجی ہے تاکہ آپ ان کو اپنی ضرورت میں خرچ فرمالیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تھیلی لے کر پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعا دی کہ

وصلہ اللہ ورحمہ

اللہ تعالیٰ اسے اپنا بنادے اور اس پر رحم کرے

اور پھر اپنی باندی کو بلا کر اسی وقت ساری تقسیم فرمادیں۔

غلام نے واپس آکر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سارا ماجرا سنایا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی غلام کے ہاتھ اسی وقت ایک تھیلی میں چار سو اشرفیاں بھر کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجیں اور وہی نصیحت فرمائی کہ ان کو دے کر کھڑے رہنا اور دیکھنا کہ کیا کرتے ہیں؟

جب وہ غلام اشرفیوں کی تھیلی لے کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور اشرفیاں دے کر اس نے عرض کیا کہ یہ آپ کو امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی ہیں تاکہ آپ ان کو اپنی ضرورتوں میں خرچ فرمالیں۔

تو اول حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصلہ اللہ ورحمہ کی دعا دی اور پھر باندی کو بلا کر اسی وقت گھر گھر تقسیم کرادیں۔ صرف دو اشرفیاں بچی تھیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کو پتا چل گیا اور انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم بھی تو محتاج ہیں۔ ہمیں بھی دے دو۔ یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ دونوں اشرفیاں دور سے ہی اس کی طرف پھینک دیں۔

غلام نے سارا ماجرا دیکھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کر دیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ سب ایک ہی طرح کے ہیں۔ (حوالہ صفۃ الصفوہ)

علم کا سمندر

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کے سمندر تھے مگر کم بولتے تھے۔ ابو مسلم خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حمص کی مسجد میں گیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی جن کی تعداد 30 کے قریب تھی بیٹھے ہوئے ہیں اور ان ہی میں ایک صاحب جوان میں کم عمر ہیں جن کی آنکھیں سرگیں اور دانت نہایت چمکدار ہیں، یہ صاحب خاموش بیٹھے ہیں گفتگو میں شریک نہیں ہیں (مگر ان کی علمیت کا یہ عالم ہے) جب وہاں بیٹھے ہوئے حضرات کسی چیز کے متعلق تردد میں پڑ جاتے تو ان ہی نوجوان صاحب سے پوچھ لیتے تھے۔

میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک صاحب سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

اسی قسم کا واقعہ عائذ اللہ بھی نقل کرتے ہیں کہ عہد فاروقی کے ابتدائی دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ ایک روز (ایک) مسجد میں داخل ہوا، اس مسجد میں تیس سے کچھ اوپر حضرات صحابہ کی مجلس میں مجھے بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ سب حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کر رہے تھے اور ان کے درمیان ایک نوجوان بیٹھے ہوئے تھے جن کا رنگ بہت زیادہ گندمی اور گفتگو میٹھی تھی۔ چہرہ چمکتا ہوا تھا۔ اس وقت جتنے حضرات تشریف رکھتے تھے ان میں سب سے کم عمر ان ہی کی تھی، جب کسی بات میں ان حضرات کو شبہ ہوتا تو ان نوجوان سے پوچھ لیتے تھے اور وہ ان کو جواب دیتے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ سوال کیے بغیر کچھ نہ بولتے تھے۔ میں نے خود ان ہی سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو جواب دیا کہ میں معاذ بن جبل ہوں۔

منہ سے نور نکل رہا تھا

ابو بحریہ کہتے ہیں کہ میں حمص کی مسجد میں داخل ہوا تو ایک نوجوان کو بیٹھا ہوا پایا۔ جن کے بال بہت زیادہ گھونگھریالے تھے۔ ان کے چاروں طرف بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب وہ نوجوان بولتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کے منہ سے نور نکل رہا ہے اور موتی جھڑ رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟

تو جواب ملا کہ یہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء)

زیر نظر تصویر حمص شہر کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہتے تھے

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یمن روانگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخصت کرنا

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف روانہ کیا تو مجھے وصیت کرتے ہوئے دور تک تشریف لائے اور (میں) معاذ سوار تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل تھے۔ پس جب آپ وصیت سے فارغ ہوئے تو پھر فرمایا: یامعاذ! انک عسی ان لاتلقانی بعد عامی هذا، اولعلک ان تمر بمسجدی أوقبری

معاذ! بہت ممکن ہے کہ شاید اس سال کے بعد مجھ سے تمہاری ملاقات نہ ہو، یا شاید اب تم میری مسجد یا میری قبر کے پاس سے گذرو۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو نہ جانے کب سے اپنے جذبات کو ضبط کیے ہوئے تھے یہ فقرہ سنتے ہی پھوٹ پڑے۔ شاید پہلے دل کو یہ تسلی دیتے رہے ہوں گے کہ یہ ایک ڈیڑھ سال کی جدائی ہوگی، لیکن جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ جملہ سنا تو یقین ہوگیا کہ یہ جلوہ جہاں تاب اب جیتے جی نظر آنے والا نہیں ہے۔ ان کے منہ سے آہ نکلی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''معاذ! روؤ نہیں'' اور یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا رخ بھی موڑ کر مدینہ کی طرف کرلیا اور پھر فرمایا:

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُونَ، مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا

''مجھ سے قریب ترین لوگ وہ ہیں جو متقی ہوں، خواہ وہ کوئی ہوں۔'' (مسند احمد ص 235 ج 5؛ سیر اعلام النبلاء ص 448، ج 1)

زیر نظر تصویر ملک یمن کی ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں کے لوگوں کی اصلاح کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلم بنا کر بھیجا تھا۔

اب ذرا یہ منظر بھی دیکھئے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے حاکم ہو کر روانہ ہو رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو الوداع کہنے تشریف لائے ہیں۔ ان کو اپنے سامنے اونٹنی پر سوار کر رہے ہیں اور دیر تک ان کے ساتھ چلتے رہے۔ پھر اپنے پیارے سے فرماتے ہیں:

''معاذ شاید اس سال کے بعد مجھ سے تمہاری ملاقات نہ ہو۔ شاید تم میری مسجد یا قبر کے پاس سے گزرو۔''

یہ سنتے ہی اِک آہ نکلی اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت گورنر یمن اور چیف جسٹس

سیر الصحابہ کے مصنف حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یمن روانگی کے واقعہ میں لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی گورنری کے لئے بھیجا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر گورنر ہونے کے ساتھ ساتھ یمن کے مذہبی امور کے بھی چیف جسٹس تھے۔

جب آپ ﷺ نے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امارت کے لئے منتخب فرمایا تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطور امتحان پوچھا:

اے معاذ تم لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کروگے؟

تو معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: قرآن سے فیصلہ کروں گا۔

یہ سن کر حضور ﷺ نے پوچھا: اگر وہ مسئلہ اس میں نہ ملے تو؟

کہا: سنت رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

پھر آپ ﷺ نے پوچھا۔ اگر وہ مسئلہ قرآن وسنت میں بھی نہ ملے تو کیا کروگے؟

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: پھر میں اجتہاد کروں گا۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

حضور ﷺ کا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن روانگی کا حکم اور قیمتی نصیحتیں۔ (حوالہ سیر الصحابہ 5/145)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن بھیجنے کا ارادہ کیا تو ارشاد فرمایا کہ اے معاذ! جاؤ اپنی سواری تیار کر کے لے آؤ۔ میں تم کو یمن بھیجوں گا۔

میں اٹھا اور سواری تیار کر کے لے آیا اور مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب میرے تیار ہو کر آ جانے کا علم ہوا تو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے وصیتیں فرماتے ہوئے میرے ساتھ چلے۔ وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”اے معاذ! میں تم کو اللہ سے ڈرنے، سچ بولنے، عہد پورا کرنے، امانت ادا کرنے، خیانت سے بچنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یتیم پر رحم، پڑوس کے حق کی حفاظت، غصہ پینے، تواضع سے پیش آنے، سب کو سلام کرنے اور نرمی سے بات کرنے بھی وصیت کرتا ہوں اور یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ (اوصاف) ایمان میں لگے رہو اور قرآن شریف کے علوم حاصل کرو، آخرت سے محبت کرو، حساب (آخرت) سے گھبراتے رہو، دنیا کی امیدیں کم کرو، اور اچھے عمل کرو۔“

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ یمن کو روانہ کرتے ہوئے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی وصیت فرمائی کہ ”لذتیں حاصل کرنے سے بچنا کیونکہ اللہ کے بندے لذتوں میں پڑنے والے نہیں ہوتے۔“ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رکاب میں قدم رکھا تو آخری وصیت رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہ فرمائی:

یَامُعَاذُ اَحْسِنْ خُلُقَکَ لِلنَّاسِ

”اے معاذ! لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آنا۔“

سیناء
وادی القریٰ
مدینہ منورہ (یثرب)
مکہ مکرمہ
جدہ
نجد
جزیرہ نما عرب
دلمون (بحرین)
دارین
خلیج فارس
حجر
یمامہ
ربع الخالی
حضر موت
سودان
صنعاء
یمن
عدن
خلیج عدن
حبشہ
1000
800
600
400
200
200

زیر نظر نقشہ میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدینہ سے یمن کی طرف سفر کے راستہ کو واضح کیا گیا ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک (شام)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار اس وقت دو ممالک میں موجود ہے۔

1 شام 2 اردن

طاعون کی بیماری میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی عاشقانہ موت

حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب طاعون میں بتلا ہوئے تو انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بعد شام کی حکومت کے لئے نامزد فرمایا۔ اس زمانے میں طاعون انتہائی تیز رفتاری سے پھیل رہا تھا۔ اس موقع پر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو سنایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "تم لوگ شام کی طرف ہجرت کروگے، وہ تمہارے ہاتھ پر فتح ہوگا اور وہاں ایک ایسی بیماری ہوگی جو پھوڑے یا گٹھلی کی طرح ہوگی۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت بخشیں گے اور تمہارے اعمال کا تزکیہ فرمائیں گے۔"

اس کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا فرمائی کہ "یا اللہ! اگر معاذ نے واقعۃً یہ ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو اسے اور اس کے گھر والوں کو بھی اس فضیلت سے وافر حصہ عطا فرما۔

چنانچہ طاعون ان کے گھر میں بھی داخل ہوگیا اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا کوئی فرد اس سے نہیں بچا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طاعون کی گٹھلی شہادت کی انگلی میں نکلی۔ آپ اسے دیکھ کر فرماتے "اگر کوئی اس کے بدلے مجھے سرخ اونٹ بھی دے تو وہ مجھے پسند نہیں۔"

(مجمع الزوائد للہیثمی ص 311 ج 2، رواہ احمد وقال الہیثمی: اسمٰعیل بن عبداللہ لم یدرک معاذاً)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طاعون میں بتلا دیکھ کر ایک صاحب رونے لگے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیوں روتے ہو؟

انہوں نے جواب دیا کہ "میں اس وجہ سے نہیں روتا کہ مجھے آپ کے ذریعے کوئی دنیوی دولت ملتی تھی بلکہ اس علم پر رو رہا ہوں جو میں آپ سے حاصل کرتا تھا۔"

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "علم کو بھی نہ رو"۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ایسی زمین میں پیدا ہوئے تھے جہاں کوئی علم نہیں تھا، اللہ نے انہی کو علم عطا فرمایا۔ لہٰذا میرے مرنے کے بعد چار افراد کے پاس علم تلاش کرنا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔" (سیر اعلام النبلاء ص 459، التاریخ الصغیر للبخاری ص 74،73 مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر 20164)

بہر کیف ان کی دعا قبول ہوئی اور اسی طاعون میں 18 ہجری میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی۔

جناب یعقوب نظامی صاحب اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ عقیدت ومحبت کے ناقابل بیان جذبات کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خوش نصیب صحابی کے مزار پر حاضری دے کر جب ہم باہر نکلے تو دیکھا کہ مغرب کی جانب میدانی علاقہ کے اس پار افق پر جو پہاڑی سلسلہ شروع سے ہمارے ساتھ چلتا رہا ہے، وہ یہاں پہنچ کر بہت قریب آ گیا ہے۔ ہمارے رہنما نے بتایا کہ یہاں سے اردن کل ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور اس کے مغربی سرے سے اسرائیل کا مقبوضہ علاقہ شروع ہوگیا ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے مجاور نے بتایا کہ یہ پہاڑ جو مغربی سمت میں نظر آرہے ہیں نابلس کے پہاڑی سلسلے کا ایک حصہ ہیں اور ہمارے بالکل سامنے جو پہاڑی ہے اسے "کواکب الہواء" کہا جاتا ہے۔ ان پہاڑوں پر بہت سی بستیاں ہیں جن میں بعض فلسطینی بھی آباد ہیں، لیکن بہت سا حصہ صیہونی قابضین کے تسلط میں ہے۔

میں سوچ رہا تھا کہ اغوار کے اس مشرقی علاقے میں شمالاً جنوباً سڑک کی جو پٹی ہے، اس پر تمام تر وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آرام فرما ہیں جنہوں نے اپنے خون پسینے سے اردن، فلسطین اور شام کو رومی سلطنت کے جور واستبداد سے آزاد کرایا تھا، جنہوں نے اس علاقے کو کلمہ توحید کے انوار سے منور کرنے کے لئے اپنے وطن کو خیر باد کہا، عزیز واقارب کو چھوڑا، جنگ کی سختیاں برداشت کیں۔ دنیا کی عظیم ترین فوجی طاقت سے ٹکرلی اور بالآخر یہ عظیم ترین طاقت جو اپنے سونے اور لوہے پر مغرور تھی، ان بے سروسامان صحرانشینوں کے عزم اور استقامت سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئی۔ یہ خدامست مجاہدین اپنے مشن کی تکمیل کے بعد پوری طرح سرخرو ہوکر اس علاقے میں آسودہ ہوگئے۔ لیکن آج ان کے مزارات سے صرف چند کلومیٹر کے فاصلے پر اسرائیل نے اپنے غاصبانہ تسلط کے جھنڈے گاڑے ہوئے ہیں، ہم جو انہی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناخلف نام لیوا ہیں، اس سرزمین مقدس کو ان دشمنانِ خدا سے محفوظ بھی نہ رکھ سکے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار (شام)

نوٹ: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک شام اور اردن ممالک میں موجود ہے اس مناسبت سے ہم نے اس کتاب میں دونوں ملکوں میں موجود مقامات کو اس کتاب کی زینت بنایا ہے۔ اب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں مدفون ہیں یہ اللہ ہی کے علم میں ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک (شام)
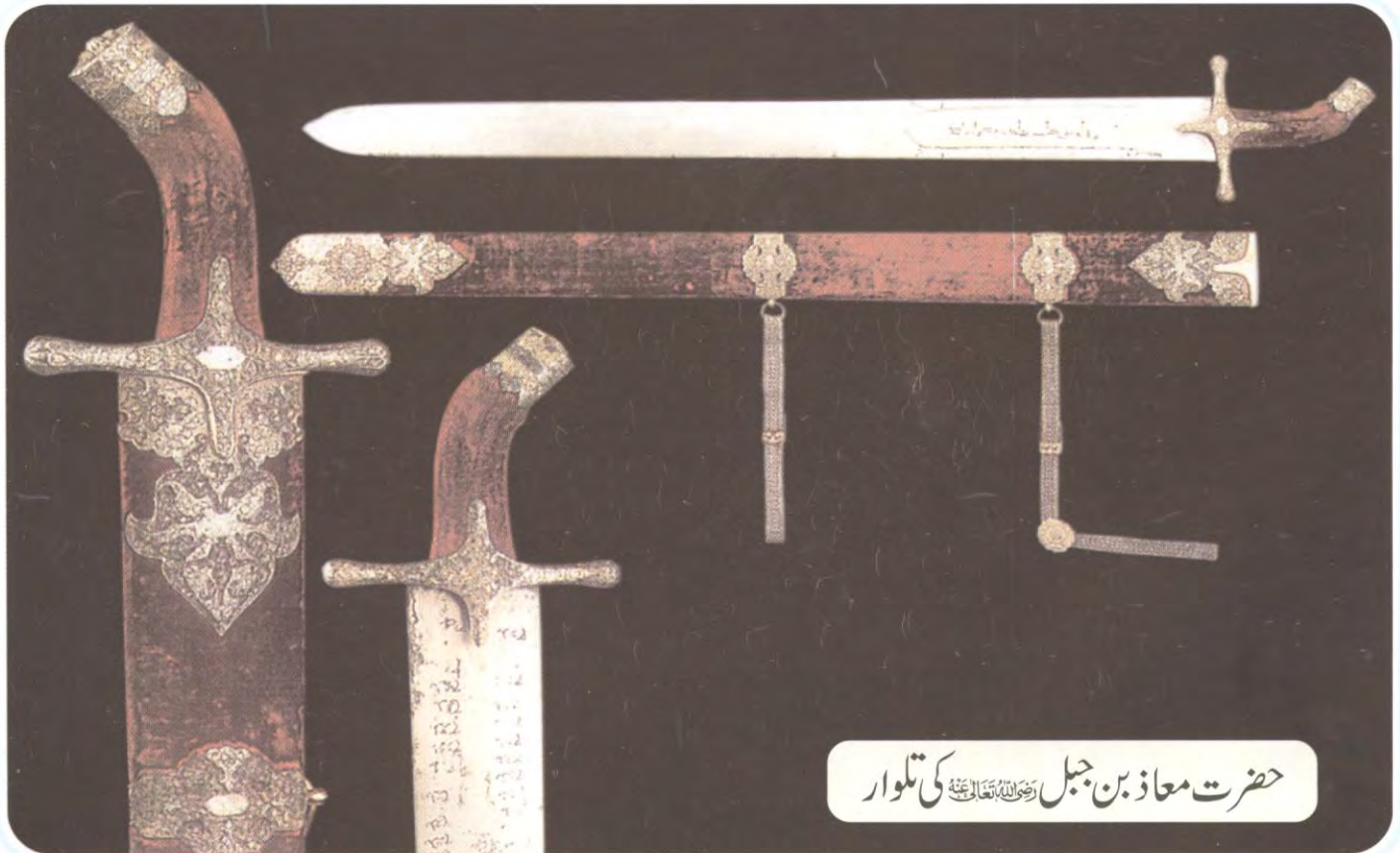
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی مختلف زاویں سے لی گئی تصاویر

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی مختلف زاویں سے لی گئی تصاویر

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے اندرونی مناظر
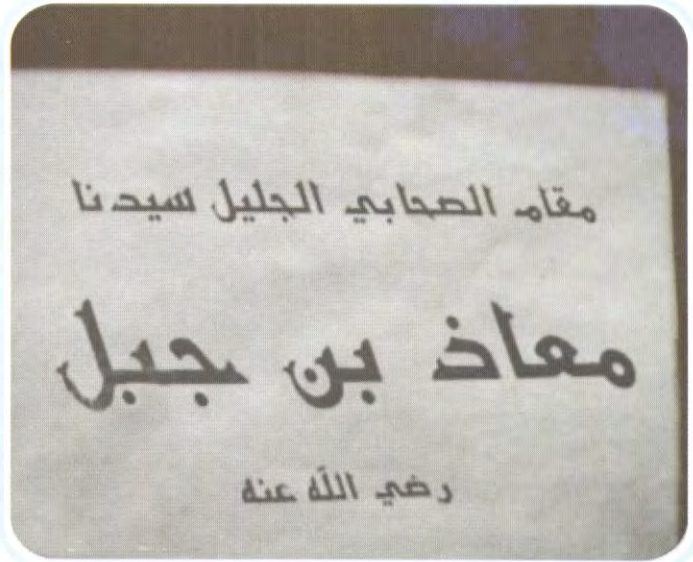
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک (اردن)

اردن میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے جنوب کی طرف اور آگے چلیں تو تقریباً 27 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد شہر ''شونہ شمالیہ'' سے ذرا پہلے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزرمبارک واقع ہے۔ ہمیں یہاں حاضری کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ یہ ایک پہاڑی کے دامن میں ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے جس کا فرش اُس وقت بارش کی وجہ سے بھیگا ہوا تھا۔ اسی مسجد کے شمالی حصے میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار ہے۔ (از حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک (اردن)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے باہر لگا کتبہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر مبارک

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اقدس ﷺ کے غلام تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کو آزاد فرما کر اپنا متبنی بیٹا بنالیا تھا اور اپنی باندی حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا نکاح فرمادیا تھا جن کے بطن سے ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ صحابی رسول ﷺ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بڑی خاص خصوصیت یہ ہے کہ ان کے سوا قرآن مجید میں دوسرے کسی صحابی کا نام مذکور نہیں ہے۔ یہ بہت ہی بہادر مجاہد تھے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے صرف دس برس چھوٹے تھے۔ ان کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے اور غلاموں میں سب سے پہلے انہوں نے ہی اسلام قبول کیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بہادر سپاہی تھے اور تیراندازی میں کمال رکھتے تھے۔ بدر سے موتہ تک تمام اہم غزوات میں پامردی اور شجاعت سے شریک کارزار ہوئے۔ غزوۂ مریسیع میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں مدینہ منورہ میں اپنی جانشینی کا فخر بخشا۔ بیشتر سرایا ان کی سپہ سالاری میں سر ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس فوج کشی میں زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک ہوتے امارت کا عہدہ انہیں عطا ہوتا۔ اس طرح زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ 9 دفعہ سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے۔ 8 ہجری میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچپن سال کی عمر میں شہادت پائی۔ اس وقت وہ غزوۂ موتہ میں مسلمانوں کی قیادت کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی شہادت کا بے حد صدمہ ہوا اور ان کا قصاص لینے کی کوشش بھی کی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 545:10)

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ کی بے انتہا محبت

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں رومیوں کے خلاف روانہ ہونے والے لشکر کی قیادت عطا فرمائی جو آپ ﷺ کی علالت کے باعث مدینہ کے باہر رک گیا اور پھر عہد صدیقی میں اس نے کامیابی سے مہم سر کی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ کے خادم خاص تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو اپنے بیٹے کی طرح پالا تھا۔ آپ کو ان سے اتنی محبت تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ میرے گھر تشریف رکھتے تھے کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں باہر سے مدینہ آئے اور میرے گھر کی کنڈی کھٹکھٹائی کہ حضور ﷺ بے تابانہ اٹھے، یہاں تک کہ لباس کا بھی اہتمام نہیں کیا۔ آپ ﷺ کی چادر زمین پر گھسٹ رہی تھی اور جاتے ہی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ کیا اور ان کو بوسہ دیا۔

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

مَابَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً قَطُّ؟ وَفِيْهِمْ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ اِلَّا اَمَّرَهٗ عَلَيْهِمْ

رسول اللہ ﷺ جس لشکر کو بھی روانہ کرتے اگر اس میں زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوتے تو اسے لشکر کا امیر بناتے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کے لئے غیبی فرشتے کی آمد

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت بہت زیادہ مشہور اور مستند ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر کے لئے طائف میں ایک خچر کرایہ پر لیا۔ خچر والا ڈاکو تھا۔ وہ آپ کو سوار کر کے لے چلا اور ایک ویران وسنسان جگہ پر لے جا کر آپ کو خچر سے اتار دیا اور ایک خنجر لے کر آپ کی طرف حملہ کے ارادہ سے بڑھا۔ آپ نے یہ دیکھا کہ وہاں ہر طرف لاشوں کے ڈھانچے بکھرے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا: ''اے شخص! تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو ٹھہر! مجھے اتنی مہلت دے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔''

اس بدنصیب نے کہا کہ ''اچھا تو نماز پڑھ لے۔ تجھ سے پہلے بھی بہت سے مقتولوں نے نمازیں پڑھی ہیں، مگر ان کی نمازوں نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔''

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں نماز سے فارغ ہو گیا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لئے قریب آ گیا، تو میں نے دعا مانگی اور یاالرحم الراحمین کہا۔ غیب سے یہ آواز آئی کہ اے شخص! تو ان کو قتل مت کرو۔

یہ آواز سن کر وہ ڈاکو ڈر گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ جب کوئی نظر نہیں آیا تو وہ پھر میرے قتل کے لیے آگے بڑھا، تو میں نے پھر بلند آواز سے یاارحم الراحمین کہا اور غیبی آواز آئی۔ پھر تیسری مرتبہ جب میں نے یاارحم الراحمین کہا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے ہاتھ میں نیزہ ہے اور نیزے کی نوک پر آگ کا ایک شعلہ ہے۔ اس شخص نے آتے ہی ڈاکو کے سینے میں اس زور سے نیزہ مارا کہ نیزہ اس کے سینے کو چھیدتا ہوا اس کی پشت سے باہر نکل گیا اور ڈاکو زمین پر گر کر مر گیا۔ پھر وہ سوار مجھ سے کہنے لگا کہ جب تم نے پہلی مرتبہ یاارحم الراحمین کہا تو میں ساتویں آسمان پر تھا اور جب دوسری مرتبہ تم نے یاارحم الراحمین کہا تو میں آسمان دنیا پر تھا اور جب تیسری مرتبہ تم نے یاارحم الراحمین کہا تو میں تمہاری امداد و نصرت کے لئے حاضر ہو گیا۔ (استیعاب ج1 ص548)

اردن میں موجود حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرآن میں ذکر

تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں یہ واحد ہستی ہیں جن کا نام قرآن کریم میں آیا ہے۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا (سورہ احزاب آیت 37)

نوعمری میں ہی ڈاکوؤں کے ہتھے چڑھ گئے۔ انہوں نے غلام بنا کر بیچ ڈالا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے خرید لیا اور انہوں نے تحفۃً رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

دوسری روایت کے مطابق خریدنے والے خود رحمت عالم ﷺ تھے۔ بہرحال جو صورت بھی ہوئی ہو، حاصل یہ کہ حضرت زید رحمت دوعالم ﷺ کی غلامی میں آ گئے۔ اس ذات اقدس کی غلامی، جس کی غلامی آزادی کی آخری معراج ہے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کے ان کے غم میں درد بھرے اشعار

ادھر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماں باپ اپنے لخت جگر کے گم ہو جانے پر خون کے آنسو رو رہے تھے۔ حارثہ (حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد) اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔ انکے جذبات غم شعروں میں ڈھل جاتے جنہیں پڑھ پڑھ کر وہ خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رُلاتے۔ ان کی ایک دردناک نظم کے چند اشعار کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ اگر قارئین کی اکثریت ذوق عربیت سے آشنا ہوتی تو ہم یہ المناک نظم انہیں ضرور سناتے مگر مجبوراً صرف مطلع پیش کر رہے ہیں اور باقی شعروں کے رواں ترجمے پر اکتفا کر رہے ہیں۔

کیا صحیح عکاسی ہے اس باپ کے جذبات کی جن کا نورعین کھو گیا ہو:

بَکَیْتُ عَلٰی زَیْدٌ وَلَمْ اَدْرِ مَافَعَرًا
اَحَیٌّ فَیُرْجٰی اَمْ اَتٰی دُوْنَه' الْاَجَلُ

میں زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لئے رو رہا ہوں اور مجھے کچھ پتا نہیں کہ اس پر کیا گذری؟

کیا وہ زندہ ہے کہ میں اس کی آس رکھوں یا اس کو اجل نے آ لیا ہے؟

اے کاش! مجھے پتا چل سکے اے زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کہ اب عمر بھر تو لوٹ کر آئے گا بھی کہ نہیں؟

اگر تو واپس آ جائے تو دنیا میں میرے لئے یہی خوشی بس ہے۔

جب سورج طلوع ہوتا ہے تب بھی اس کی یاد آتی ہے اور جب غروب ہوتا ہے تب بھی اس کی یاد ستاتی ہے۔

جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو برانگیختہ کر دیتی ہے۔

ہائے اس کے غم اور فکر میں مجھ پر کتنا طویل زمانہ بیت گیا ہے۔

میں پوری کوشش سے اس کی تلاش میں اونٹوں کو دوڑاتا رہوں گا۔

چاہے اونٹ اکتا جائیں، لیکن میں کبھی نہیں اکتاؤں گا۔

یہ جستجو زندگی بھر جاری رکھوں گا، یہاں تک کہ میری موت آ جائے کہ ہر آدمی نے آخر مرنا ہی ہے، خواہ اس کی آرزوئیں اسے کتنا ہی بہلاتی رہیں۔

اتفاق سے ایک دفعہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاقے کے چند افراد حج کے لئے تو انہوں نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچان لیا اور ان سے مل کر باپ کی بے قراری و بے تابی کا حال بیان کیا، وہ اشعار بھی سنائے جو حارثہ نے غم فراق میں کہے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی جواباً تین شعر کہلا بھیجے جن کا ماحصل یہ ہے کہ آپ لوگ میرے لئے اس قدر پریشان اور غمگین نہ ہوں۔

فَاِنِّیْ بِحَمْدِاللّٰهِ فِیْ خَیْرِ اُسْرَةٍ
کِرَامٍ مَعَدٍ کَابِرًا عَنْ کَابِرٍ

کیونکہ میں بحمد اللہ بہترین خاندان میں ہوں۔ اولاد معد (قریش کے ایک جد امجد) کے ایسے لوگوں کے درمیان جو آباء واجداد سے معزز چلے آتے ہیں۔ (روض الانف ج1 ص163)

ان لوگوں نے واپس جا کر جب حارثہ کو زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بازیابی کی نوید سنائی اور دیگر تفصیلات بتلائیں تو حارثہ اور اس کا بھائی کعب، زید کو لینے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر رحمت دوعالم ﷺ سے ملے اور عرض کیا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے حقیقی والد کے ساتھ جانے سے انکار

''اے عبدالمطلب کے بیٹے! اے ہاشم کے بیٹے! اے سردار قوم کے بیٹے (ﷺ) ہم آپ کے پاس اپنے بیٹے کے سلسلے میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہم پر احسان کیجئے اور فدیہ لے کر ہمارا بیٹا ہمیں دے دیجئے۔''

رحمت دوعالم ﷺ نے پوچھا ''اور کچھ۔''

انہوں نے کہا ''نہیں! ہماری آمد کا مقصد بس یہی ہے۔''

''اس طرح کرو'' رحمت دوعالم ﷺ نے فرمایا ''زید کو بلاؤ اور اس سے پوچھو کہ وہ تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے یا میرے پاس رہنے کا خواہشمند ہے۔ اگر تمہارے ساتھ جانے پر رضامند ہو تو میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن اگر میرے پاس رہنا چاہے تو جو بچہ مجھ سے اتنی الفت رکھتا ہو، اس کو فدیہ لے کر بزور تمہارے حوالے کرنے کا کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔''

انہوں نے کہا۔ ''یہ تو انصاف سے بھی بڑھ کر بات ہے۔ سراسر احسان ہے۔''

چنانچہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا گیا۔ وہ آئے تو رحمت دوعالم ﷺ نے حارثہ اور کعب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ''زید! ان کو پہچانتے ہو؟''

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر ایک نظر ڈالی اور عرض کیا۔ ''جی ہاں یا رسول اللہ! ایک میرے والد ہیں اور دوسرے چچا۔''

''یہ تجھے لینے آئے ہیں۔'' رحمت دوعالم ﷺ نے بتایا۔

''میری صحبت میں تیرا جو تھوڑا سا عرصہ گذرا ہے اس میں تو نے میرا طرز عمل کو بھی اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔ اب تیری مرضی، ان کے ساتھ جانے کو جی چاہے تو چلا جا، میری رفاقت پسند ہو تو ادھر ہی ٹھہر جا۔''

کوئی بھی ماں باپ کی فرقت کا مارا بچہ ایسے موقع پر اس کے سوا اور کیا جواب دے سکتا تھا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں اور اپنے اعزہ واقارب میں رہنا چاہتا ہوں۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ اس معصوم نے جس کی عمر اس وقت صرف آٹھ سال تھی، کیا ایمان افروز جواب دیا؟ اس نے کہا:

مَااُرِیْدُهُمَا وَمَا اَنَا بِالَّذِیْ اَخْتَارُ عَلَیْکَ اَحَدًا

میں ان کے ساتھ نہیں جانا چاہتا۔ میں کسی بھی فرد کو آپ کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

اس خلاف توقع جواب پر باپ اور چچا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ حارثہ نے بیٹے کو ملامت کرتے ہوئے کہا:

وَیْحَکَ! اَتَخْتَارُ الْعُبُوْدِیَّةَ عَلَی الْحُرِّیَّةِ وَاَبِیْکَ وَاَهْلِ بَیْتِکَ؟

تو ہلاک ہو جائے، کیا آزادی پانے، اپنے باپ کے ساتھ جانے اور اپنے خاندان میں رہنے کی بجائے تو غلامی کا طوق گلے میں ڈالے رکھنا چاہتا ہے۔

''ہاں!'' حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطمینان سے جواب دیا۔ پھر رحمت دوعالم ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

''دراصل میں نے اس عظیم ہستی کے حسن سلوک کا ایسا مظاہرہ دیکھا ہے کہ اب اس ذات گرامی کو چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جا سکتا۔''

حضور ﷺ کا حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا بیٹا بنانا

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس والہانہ محبت نے رحمت دوعالم ﷺ کے دل پر گہرا اثر کیا۔ آپ ﷺ نے اسی وقت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ تھاما اور قریش کے روبرو جا کر اعلان کر دیا:

اَشْهَدُوْا اَنَّ زَیْدًا اِبْنِیْ

تم سب گواہ رہنا کہ آج سے زید میرا بیٹا ہے۔

یوں رحمت دوعالم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ صرف آزاد کر دیا بلکہ اپنا بیٹا قرار دے دیا۔

حارثہ اور کعب نے جب رحمت دوعالم ﷺ کی اس غیر معمولی شفقت کا مشاہدہ کیا تو بیٹے کو حق بجانب پایا اور خوشی خوشی واپس چلے گئے۔ (محمد رسول اللہ ﷺ، ص90)

رحمت دوعالم ﷺ کے اس اعلان کی وجہ سے ایک عرصے تک حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''زید بن محمد'' کہا جاتا رہا۔ مگر بعد میں قرآن کریم نے فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہہ دینے سے وہ حقیقتاً بیٹا نہیں بن جاتا۔ یہ تو صرف منہ کی بات ہے۔ جس سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ اس لئے آئندہ منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی آباء کی طرف منسوب کیا کرو۔'' (سورہ احزاب، آیات 5،4)

اس کے بعد زید ابن محمد کہنا ترک کر دیا گیا اور زید ابن حارثہ کہا جانے لگا۔ تاہم رحمت دوعالم ﷺ ان کو اپنے ہی خاندان کا ایک فرد سمجھتے تھے۔ اسی بناء پر اپنی پھوپھی زاد بہن زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جحش کو ان کے عقد میں دے دیا گیا۔ مگر بوجوہ خاوند بیوی میں نباہ نہ ہو سکا اور علیحدگی ہو گئی۔ بعد میں زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا رحمت دوعالم ﷺ کی زوجہ بنیں اور ام المومنین ہونے کی سعادت سے بہرہ مند ہو گئیں۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری زندگی رحمت دوعالم ﷺ کے ظلِ عاطفت میں بسر ہوئی اور آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی 8 ہجری کو غزوہ موتہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَرْضَاهُ عَنَّا (حوالہ جان دوعالم ﷺ)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غزوہ موتہ کا واقعہ

غزوہ موتہ کا واقعہ یہ ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ اور اہل مکہ کے درمیان صلح حدیبیہ ہوئی اور راستے نسبتاً مامون ہوگئے۔ آنحضرت ﷺ کو دنیا کی دوسری اقوام اور ان کے بادشاہوں تک اسلام کا پیغام پہنچانے کا اچھا موقع مل گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دنیا کے مختلف بادشاہوں کی طرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذریعے دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ یہ صحابہ مختلف ملکوں کو جانے والے تھے اور ہر ملک کی زبان مختلف تھی۔ لیکن طبقات ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ روانگی کے دن جب یہ صبح بیدار ہوئے تو سب کے سب اُس ملک کی زبان جان چکے تھے جہاں انہیں جانا تھا۔

(حوالہ طبقات ابن سعد 3 / 258 بحوالہ انبیاء کی سرزمین)

اس وقت دنیا میں دو سپر پاور طاقتیں تھیں۔ قیصر روم اور کسریٰ فارس۔ آدھی دنیا پر جس میں پورا یورپ اور شام و مصر وغیرہ کے ممالک شامل ہیں قیصر کی حکومت تھی اور باقی تقریباً آدھی دنیا پر کسریٰ حکومت کر رہا تھا۔ دوسرے بادشاہوں کی طرح آپ ﷺ نے ان دونوں کے نام بھی دعوتی خط بھیجے۔ قیصر نے آپ ﷺ کے ایلچی کے ساتھ اچھا سلوک کیا، اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا۔

لیکن جب آپ کا نامۂ مبارک کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس نے دعوت قبول کرنے کے بجائے تکبر میں آپ ﷺ کا نامہ مبارک چاک کر ڈالا (الحمدللہ! یہ دونوں خط اب مل گئے ہیں اور محفوظ ہیں۔ یہ خط ہرن کی کھال پر لکھے گئے تھے) جب آپ ﷺ کو اس کا علم ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا:

هَلَكَ كِسْرٰى وَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ

''کسریٰ ہلاک ہوا، اس کے بعد کوئی ''کسریٰ'' نہیں ہوگا۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے شرحبیل بن عمرو غسانی کے نام بھی ایک خط روانہ فرمایا۔ شرحبیل قیصر روم کی طرف سے شام کا امیر تھا۔ حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ کا یہ خط لے کر مقام موتہ میں پہنچے جو اردن میں ہے تو شرحبیل نے ان کو قتل کروا دیا۔

آنحضرت ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ کو بہت صدمہ ہوا۔ سفیر کو قتل کرنا بین الاقوامی روایات و اخلاقیات کی خلاف ورزی اور انتہائی اشتعال انگیز حرکت تھی۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غزوہ موتہ میں بطور امیر تقرری

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر ترتیب دیا اور اپنے متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا امیر مقرر فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ اگر زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو ان کے بعد لشکر کے مجاہدین جس کو چاہیں امیر منتخب کر لیں۔ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل میں یہ کھٹک پیدا ہوگئی تھی کہ یہ حضرات ضرور شہید ہونے والے ہیں۔

آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا اور لشکر کو رخصت کرنے کے لئے بنفس نفیس ثنیۃ الوداع تک تشریف لے گئے۔ لشکر کی یہ روانگی ماہ جمادی الاولیٰ 8 ہجری میں ہوئی، جبکہ خیبر پچھلے سال فتح ہو چکا تھا۔ اس لشکر کو روانگی کے وقت آپ ﷺ نے یہ ہدایات بھی دیں کہ:

1. پہلے اُس مقام پر جانا جہاں حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا ہے۔
2. وہاں پہنچ کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ دعوت قبول کر لیں تو ٹھیک (ان کا جرم معاف کر دیا جائے، جنگ نہ کی جائے) ورنہ اللہ ذوالجلال سے مدد کی دعا کر کے اُن سے جہاد کیا جائے۔
3. ہر حال میں تقویٰ اور پرہیزگاری کو ملحوظ رکھیں۔
4. اپنے (لشکر) کے ساتھیوں کی خیر خواہی کریں۔
5. عہد کی خلاف ورزی اور خیانت نہ کریں۔
6. کسی بچے اور عورت اور بوڑھے کو قتل نہ کریں۔

(سیرۃ المصطفیٰ ﷺ ج 2 3 ص 455)

جب یہ تین ہزار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اردن کے سرحدی علاقے ''معان'' میں پہنچے تو پتا چلا کہ شرحبیل غسانی ایک لاکھ کا لشکر لے کر مقابلے کے لئے تیار ہے اور ہرقل روم (ہرکلیوس) ایک لاکھ کا لشکر لے کر کمک کے طور پر پیچھے آ رہا ہے۔ اب صورتحال یہ تھی کہ انتہائی دشوار سفر کر کے یہاں پہنچنے والے تین ہزار مجاہدین کا مقابلہ دو لاکھ کے تازہ دم لشکر سے ہونے والا تھا۔

جنگ موتہ میں دونوں فریق آپس میں گتھم گتھا ہوئے۔ ایمان کی ہوا چلی اور اہل ایمان کے چہروں سے لگی۔ وہ دو لاکھ جنگجوؤں کے حملوں کے سامنے ڈٹ گئے۔

رسول اللہ ﷺ کے محبوب نظر زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفید جھنڈا تھامے میدان جنگ میں بہادری و جوانمردی کے وہ جوہر دکھلائے کہ جس کی مثال صرف ان لوگوں میں ہی مل سکتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے شہسوار تھے۔ جو آپ ﷺ کی آنکھوں کے سامنے پروان چڑھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل لڑتے ہوئے دشمن کے نیزوں سے چھلنی ہوگئے۔ بالآخر مالک بن رافلہ کے وار سے آپ زمین پر گر گئے اور جام شہادت نوش کر گئے۔ اس کے بعد جھنڈا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑا، وہ بھی شہید ہوگئے پھر لشکر اسلام کا جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ میں لیا، وہ بھی جوانمردی سے لڑے اور وہ بھی شہید ہوگئے۔

رسول اللہ ﷺ کو زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کی خبر ملی تو آپ نے ان کے حق میں دعا کی اور فرمایا ''اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کرو، وہ دوڑتے ہوئے جنت میں داخل ہوا ہے۔''

علامہ بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل الہمدانی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا پتا چلا تو آپ ﷺ نے ان کی شان بیان کرتے ہوئے یہ دعا کی:

''الٰہی زید کو بخش دے۔''
''الٰہی زید کو بخش دے۔''
''الٰہی زید کو بخش دے۔''
''الٰہی جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کو بخش دے۔''

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

مقام غزوہ موتہ

حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب غزوہ موتہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ غزوہ موتہ کا مقام عمان کے جنوب میں ہے۔ عمان شہر کی آبادی سے نکلتے ہوئے ایک مضافاتی علاقے ''عبدون'' سے گزر ہوا۔ یہاں کشادہ سڑک کے ساتھ ساتھ ہمارے دائیں بائیں کچھ بلندی پر ایک نئی خوبصورت آبادی ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ حسن یوسف صاحب نے بتایا کہ ان ٹیلوں پر عمان کا یہ اضافی حصہ حال ہی میں آباد ہوا ہے، یہاں اعلیٰ درجے کے جدید ترین رہائشی مکانات ہیں اور یہ عمان کا سب سے مہنگا اور قیمتی علاقہ ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ عمان میں اس کی وہی حیثیت ہے جو کراچی میں ''ڈیفنس'' کی۔

اسی ''عبدون'' کی نئی آبادی میں بائیں طرف امریکی سفارت خانے کی عمارتوں کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے جو کئی ایکڑ میں پھیلا ہوا تھا نظر آیا۔ جو بذات خود ایک شہر سا لگتا ہے۔ اتنے سارے امریکی سفارت کار، اردن جیسے چھوٹے سے ملک میں یہاں کیا کر رہے ہیں؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

موتہ وہی شہر ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ''جنگ موتہ'' ہوئی تھی۔ یہ جگہ عمان سے تقریباً تین، ساڑھے تین گھنٹے کی مسافت پر ہے۔

سب سے پہلے ہم اس میدان میں پہنچے جہاں یہ معرکہ ہوا تھا۔ یہاں ایک بہت بڑے پتھر پر ان بارہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام درج ہیں جو اس میں شہید ہوئے۔ مجاہدین اسلام کا جہاں پڑاؤ تھا وہ جگہ یہاں سے نسبتاً بلندی پر سامنے نظر آ رہی تھی۔ اسی کے برابر میں بلندی پر موتہ شہر آباد ہے جو اچھا خاصا بڑا شہر ہے۔

غزوہ موتہ کا میدان، اس میدان میں وہ معرکہ پیش آیا جس میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت کے مرتب پر فائز ہوئے

میدان موتہ کی نشاندہی کرنے والا کتبہ

میدان موتہ

میدان غزوہ موتہ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن شراحبیل کلبی کو بچپن ہی مین بنوقین کے غارتگروں نے اغوا کر کے بازار میں بطور غلام فروخت کیلئے پیش کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام بن خویلد نے انہیں خرید لیا اور مکے لاکر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پیش کر دیا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو زمانہ بعثت سے قبل ہدیۃً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حارثہ مکہ مکرمہ پہنچے تاکہ انہیں آزاد کرائیں لیکن حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی گوارا نہ کی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزادی عطا کی اور اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا یوں ان کا نام زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مشہور ہو گیا۔
(اسد الغابہ:351, 350/2)

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی جو طلاق پر منتج ہوئی اور پھر زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طلاق دینے کا ذکر سورۂ احزاب میں آیا ہے اور یہ واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن میں مذکور ہے۔

اردن میں موجود موتہ کے غزوہ میں شامل صحابی رسول حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقبرہ و مسجد
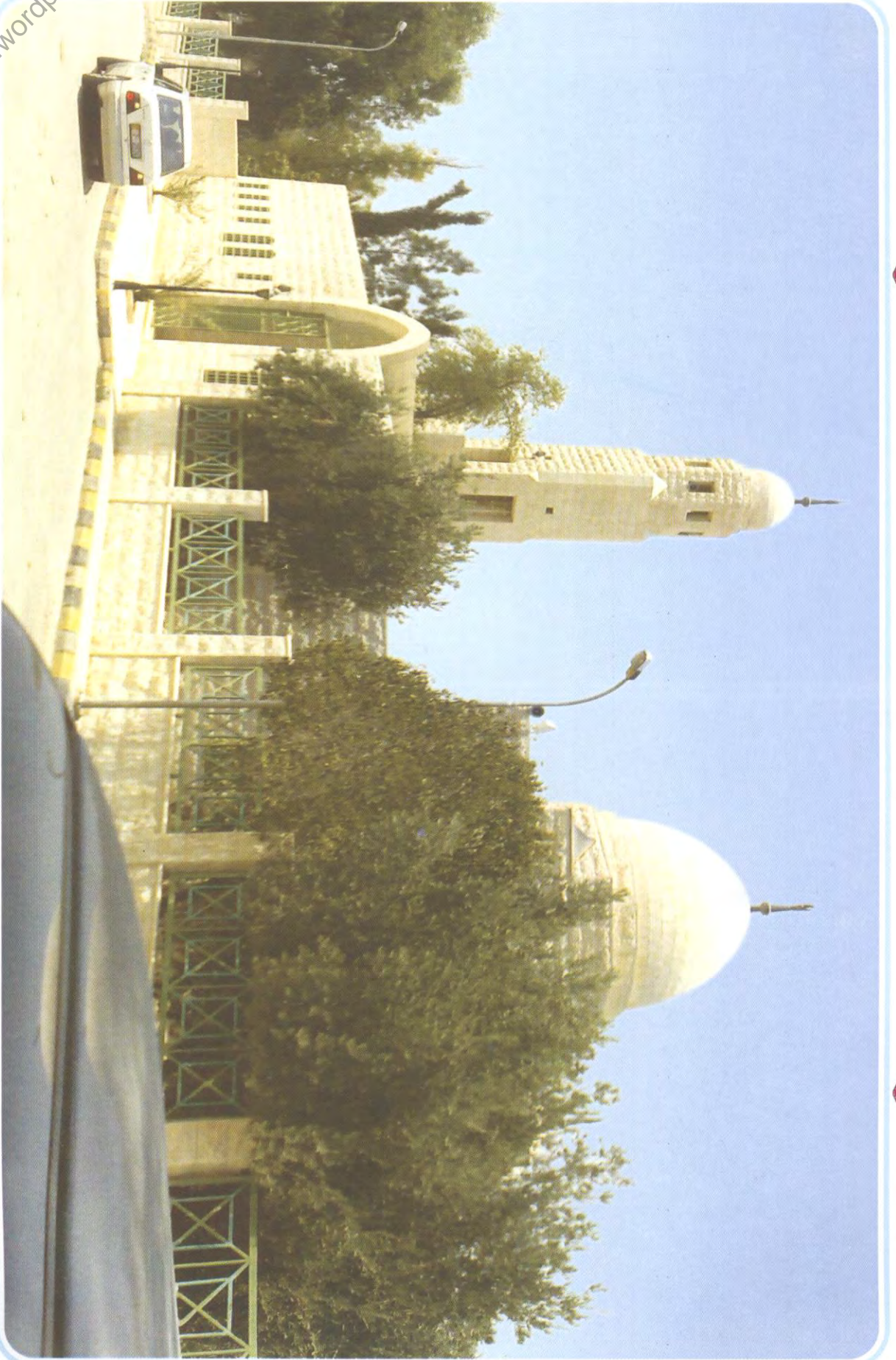
اس مزار میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے ساتھ ایک عالیشان مسجد بنی ہوئی ہے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک
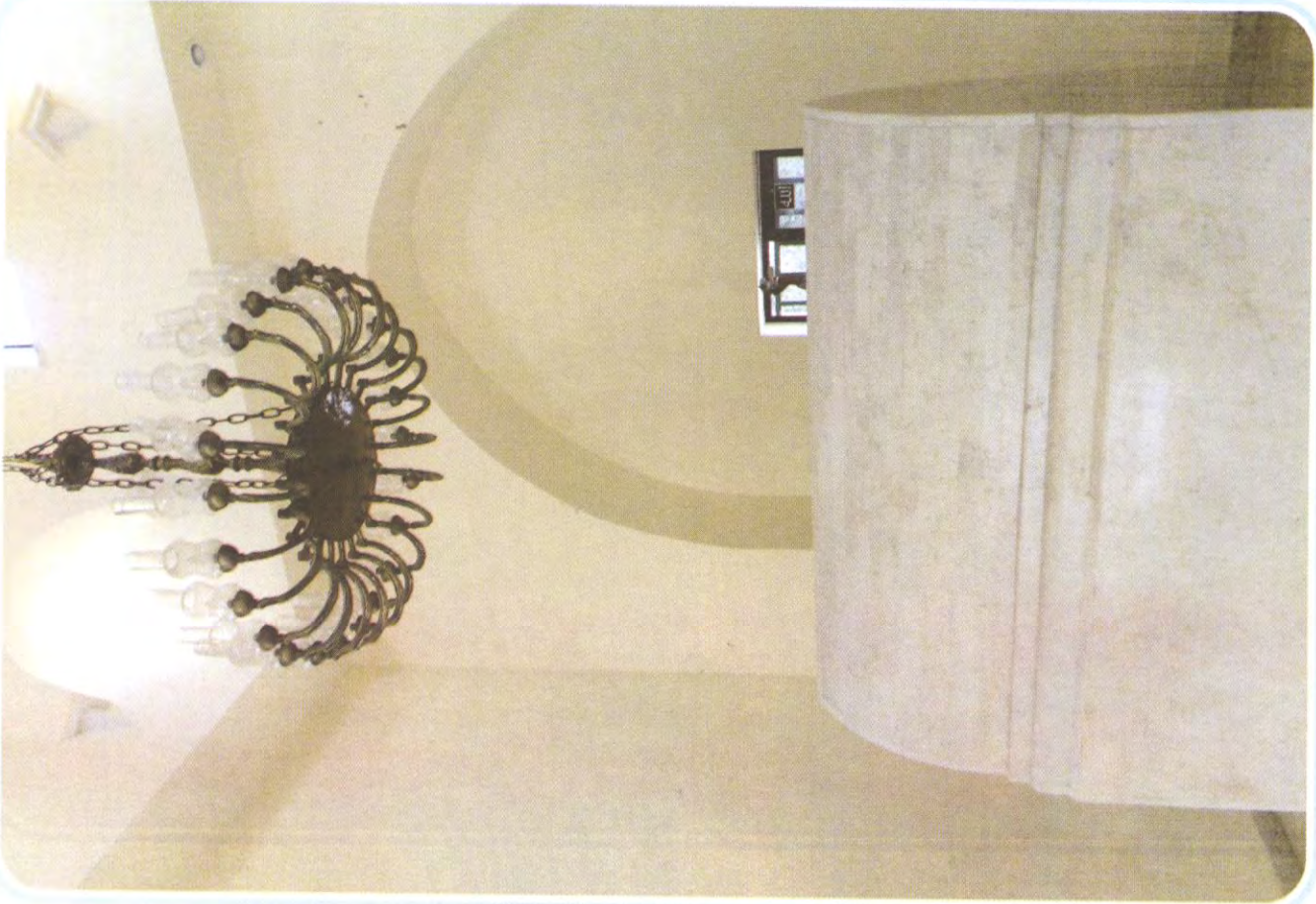
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک
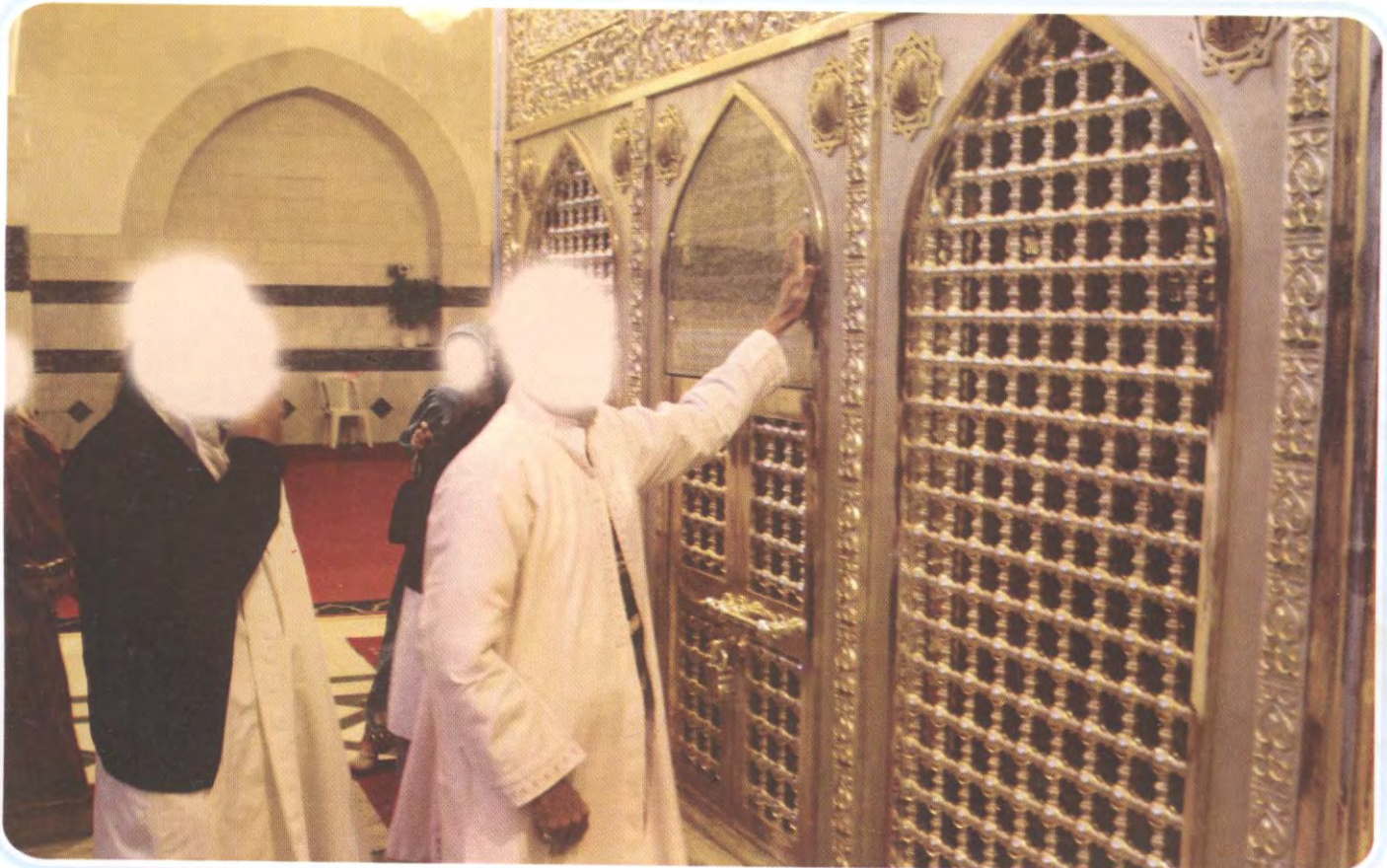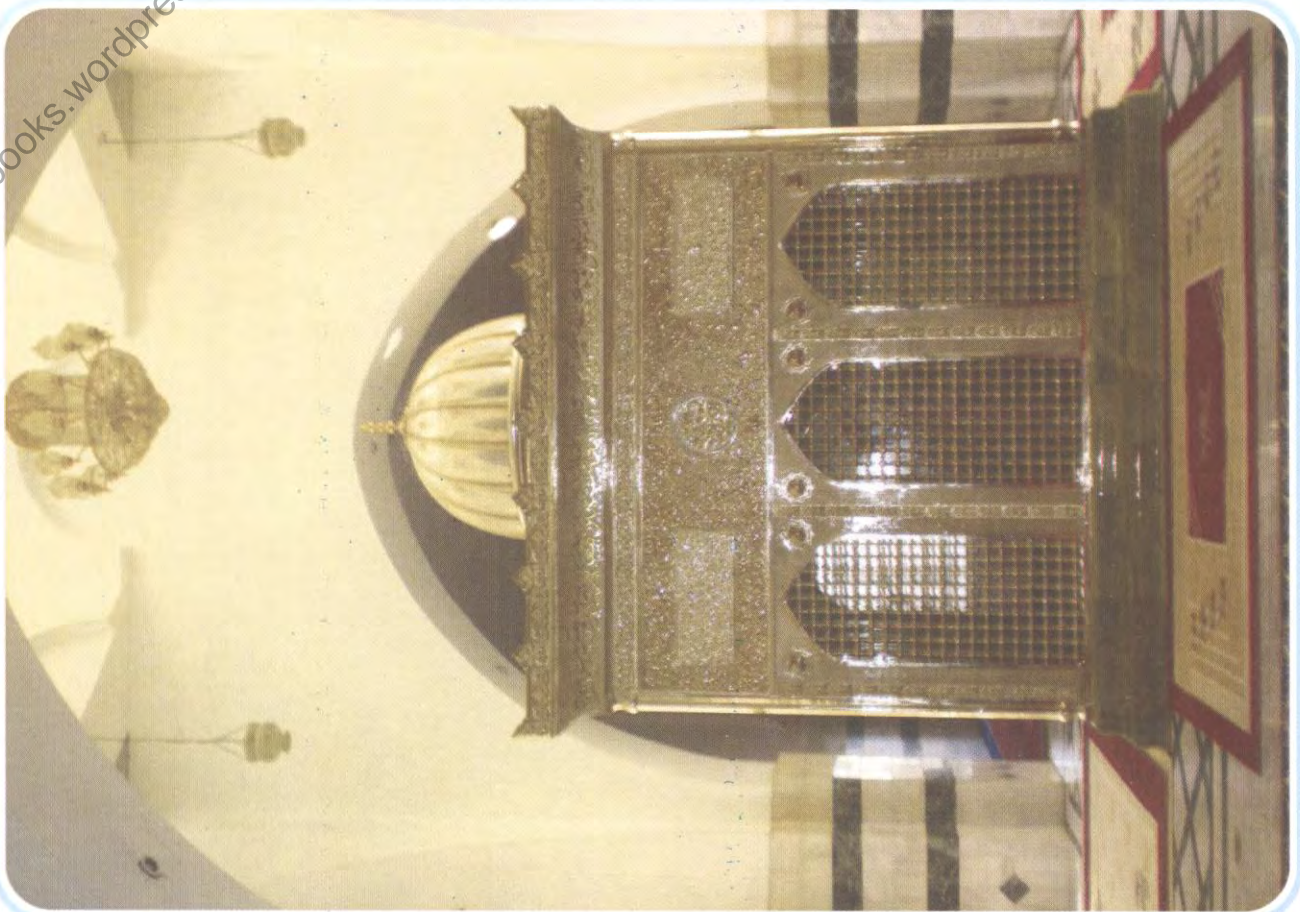
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر بنا ہوا خوبصورت جالی دار قبہ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر بنے قبہ کے دو خوبصورت مناظر
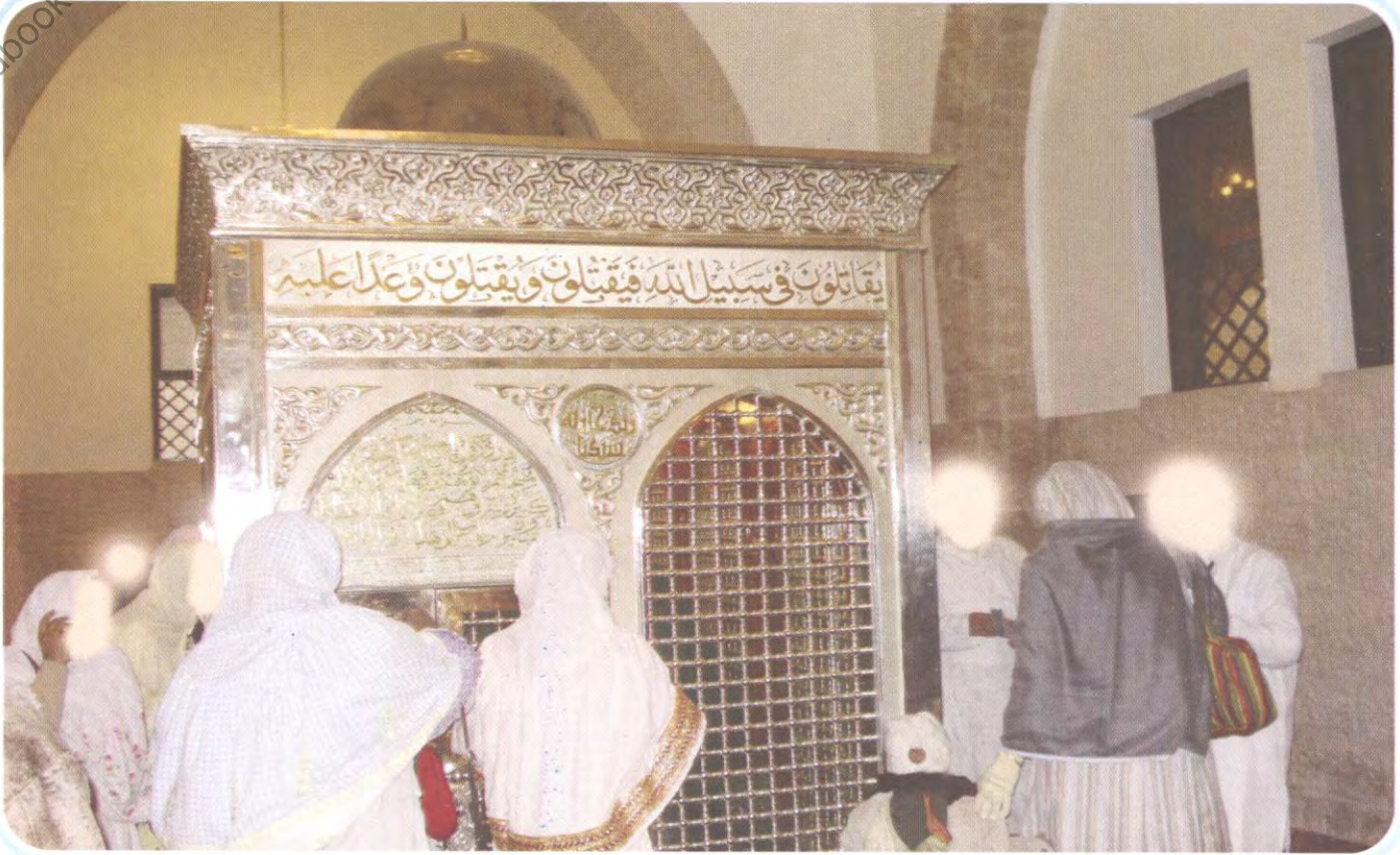
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک
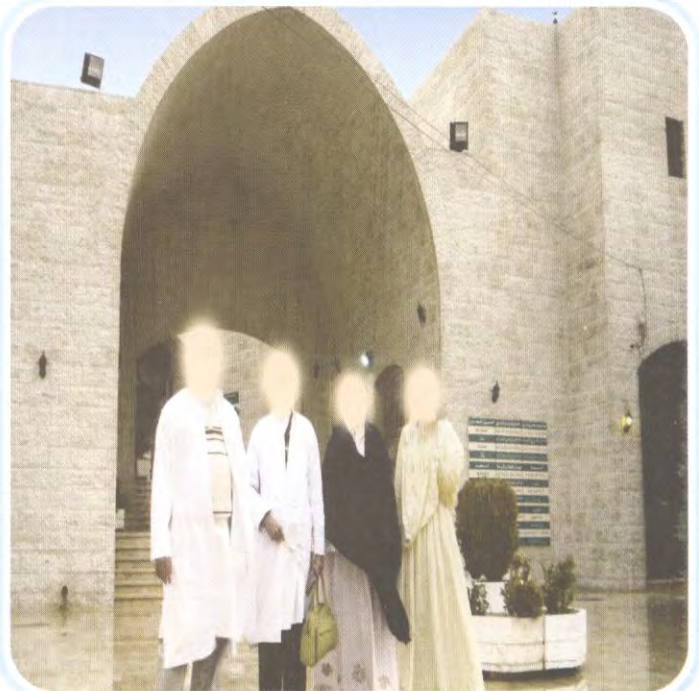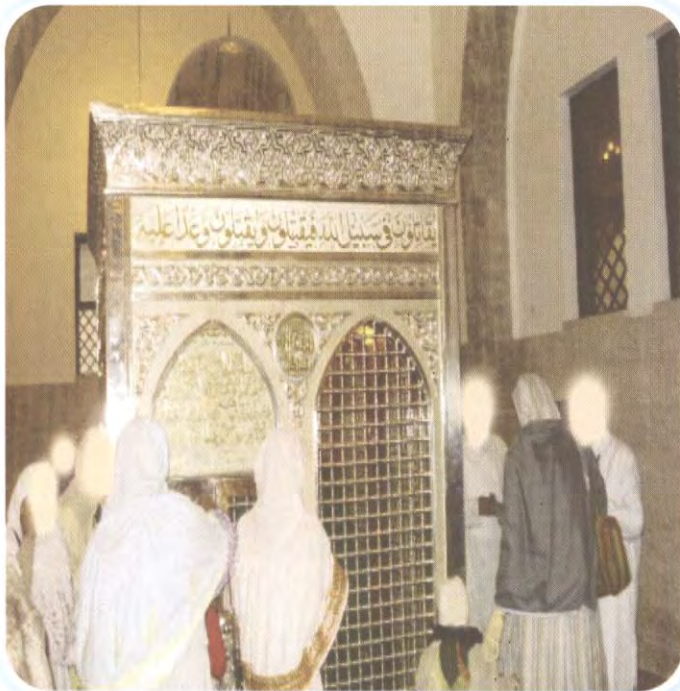
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب مزار کا بیرونی منظر

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک
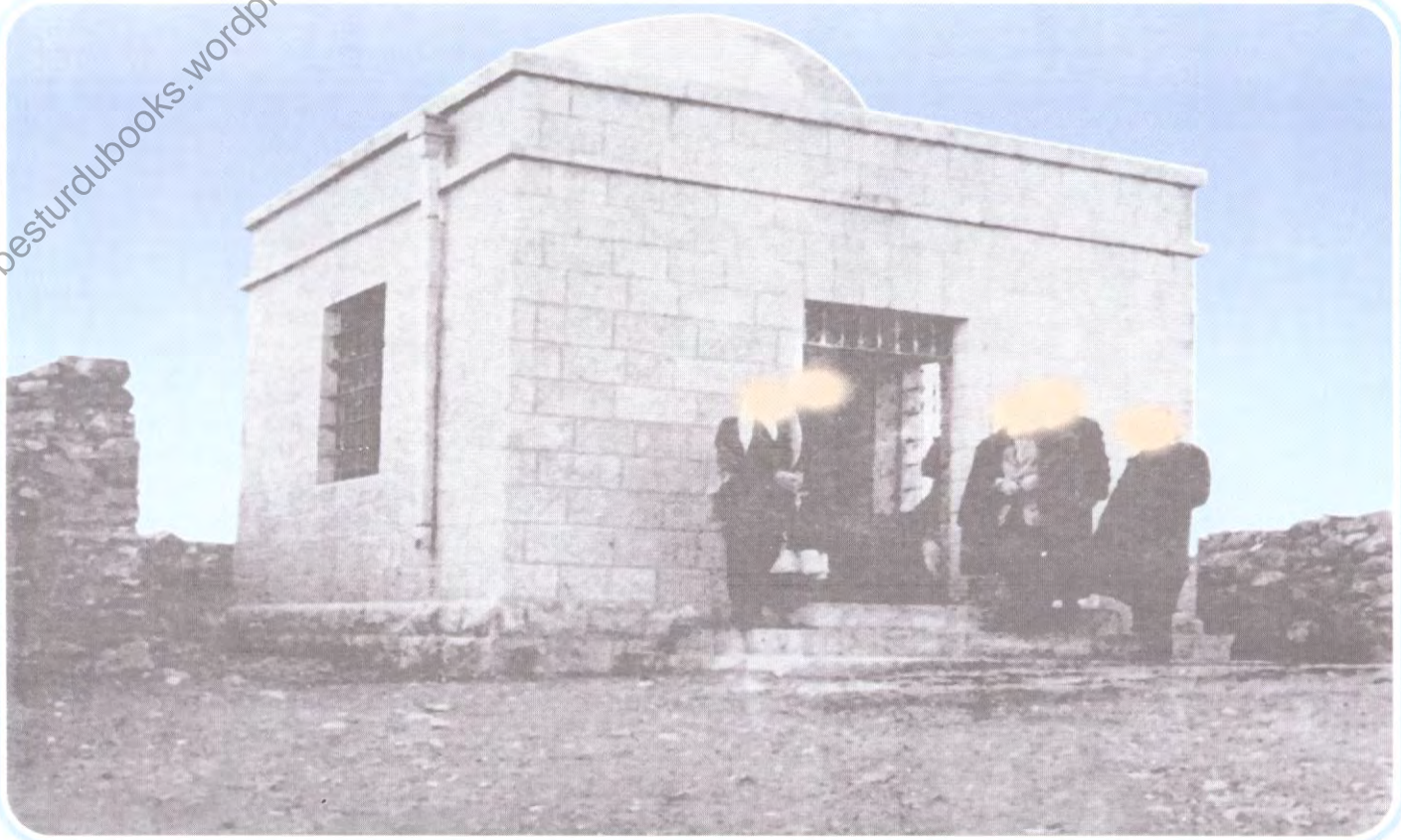
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک (قدیم تصویر)
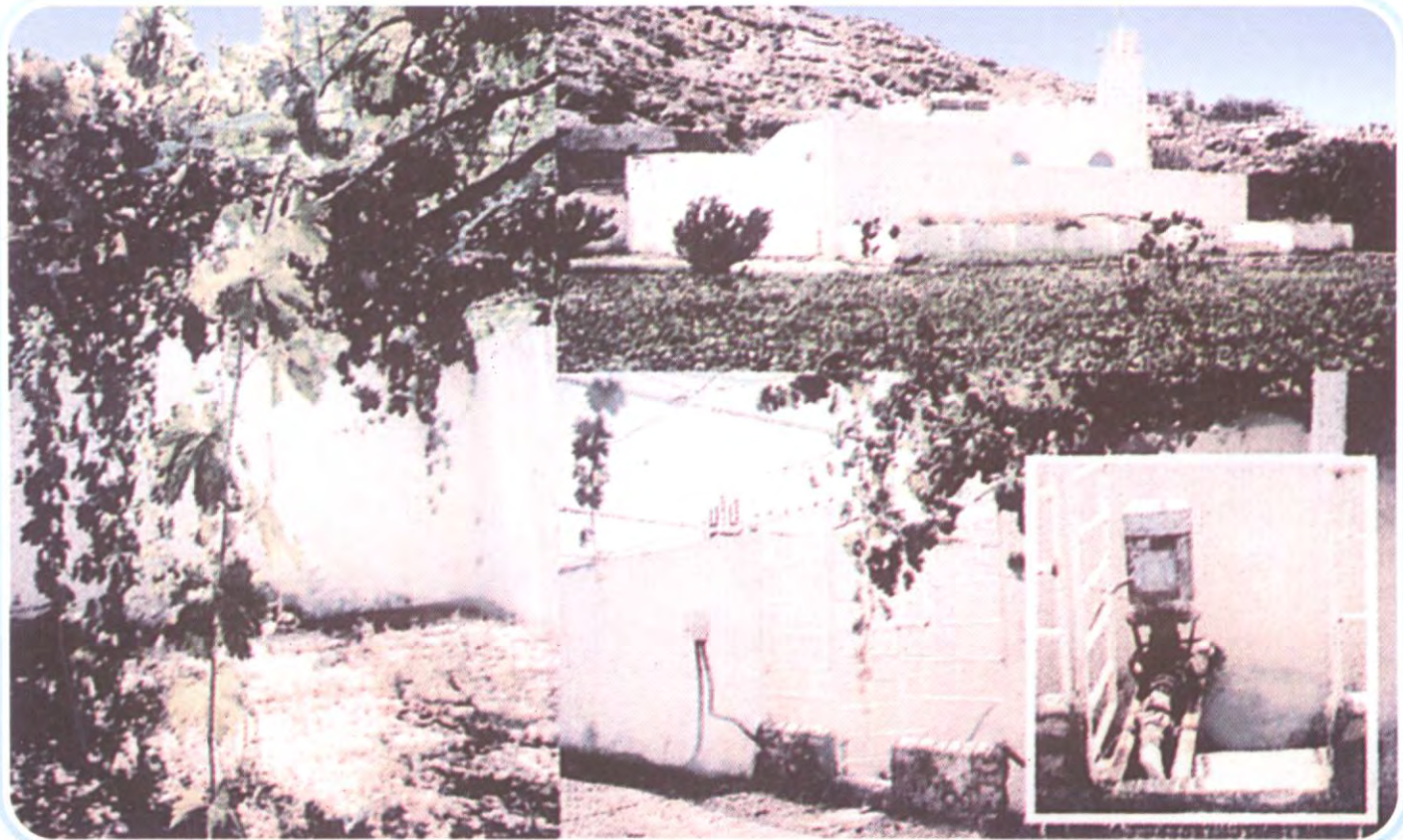
طائف میں موجود وہ باغ جہاں کفار کے ہاتھوں سے زخمی ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا تھا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر بٹھا کر آگے کا سفر کیا

تذکرہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق قریش سے ہے۔ ابتداء میں اسلام کے سخت خلاف تھے اور حبشہ ہجرت کر جانے والے مسلمانوں کو وہاں سے واپس لانے کے لئے مشرکین نے جو وفد حبشہ بھیجا تھا اس کے قائد یہی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انہوں نے شاہ حبشہ کو مسلمانوں کی امداد ومعاونت سے برگشتہ کرنے کی بہتیری کوششیں کیں، مگر حبشہ کا بادشاہ ان کی باتوں میں نہ آیا اور اس وفد کو ناکام لوٹنا پڑا۔

اس کے بعد کئی سال گذر گئے۔ اس عرصہ میں رحمت دوعالم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور وہاں ایک مضبوط اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔ تاہم مشرکین مکہ کو یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن ہم مسلمانوں کا قلع قمع کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ہزاروں جتن کر ڈالے مگر جوں جوں وقت گذرتا گیا، ان کی امیدیں دم توڑتی گئیں اور غزوۂ احزاب کی عبرتناک شکست کے بعد تو یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اب اسلام کے سیل رواں کے آگے بند باندھنا ممکن نہیں رہا۔ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس صورتحال سے خاصے افسردہ وغمگین تھے۔ ایک دن اپنے دوستوں کو جمع کیا اور ان سے کہا...... ''ساتھیو! تم دیکھ ہی رہے ہو کہ محمد ﷺ کا سلسلہ روز بروز بڑھتا جارہا ہے اور اس کو روکنے کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ ہم لوگ حبشہ چلے جائیں اور وہاں رہ کر حالات کا جائزہ لیتے رہیں۔ اگر محمد ﷺ کامیاب ہو گیا تو ہم وہیں بس جائیں گے کیونکہ محمد ﷺ کا محکوم ہونے سے بہتر ہے کہ ہم شاہ حبشہ کی رعایا بن جائیں اور اگر ہماری قوم کو غلبہ حاصل ہو گیا تو پھر ہم مرضی کے مالک ہوں گے، جی چاہا تو وہاں رہیں گے ورنہ واپس چلے آئیں گے۔'' یہ تجویز سب کو پسند آئی اور تمام دوستوں نے اس کی تائید کی۔

عمرو بن العاص کا نجاشی بادشاہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا

عمرو نے کہا ''پھر روانگی کی تیاری کرو اور شاہ حبشہ کے لئے تحائف کا انتظام کرو۔ خصوصاً سرکہ کا، کیونکہ شاہ حبشہ کو یہاں کا سرکہ بہت پسند ہے۔''

جب یہ لوگ حبشہ پہنچے تو ان دنوں حضرت عمرو ابن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رحمت دوعالم ﷺ کے قاصد کی حیثیت سے حبشہ آئے ہوئے تھے۔ عمرو نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نجاشی سے مطالبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ محمد (ﷺ) کے قاصد کو ہمارے حوالے کر دے، تاکہ ہم اسے قتل کر دیں۔ مکہ والوں کو جب ہمارے اس کارنامے کا پتا چلے گا تو وہ بہت خوش ہوں گے کہ ہم نے محمد (ﷺ) کا ایک پیغامبر مار ڈالا ہے۔

چنانچہ عمرو نے شاہ حبشہ کی مرغوب غذا سرکہ ساتھ لیا اور دربار شاہی میں حاضری دی۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ عمرو کو مرحبا کہا اور پوچھا کہ ''دوست! میرے لئے کوئی تحفہ بھی لائے ہو یا نہیں؟''

''کیوں نہیں شاہ معظم! میں آپ کے لئے بہت سا سرکہ لایا ہوں۔''

یہ کہہ کر عمرو نے سرکہ اس کے سامنے پیش کر دیا۔ بادشاہ بے حد مسرور ہوا اور مکہ کا خالص سرکہ دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ عمرو نے بادشاہ کو شاداں وفرحاں دیکھا تو عرض مطلب کے لئے موقع مناسب جانا اور کہا: ''حضور والا! ابھی ابھی ہمارے دشمن کا ایک قاصد دربار سے اٹھ کر گیا ہے۔ اگر آپ اس کو ہمارے حوالے کر دیں تو ہم پر احسان ہوگا کیوں کہ ہم اسے قتل کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ جس شخص کا نمائندہ بن کر آیا ہے اس نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے اور ہمارے کئی آدمی قتل کر ڈالے ہیں۔''

یہ سن کر بادشاہ کو سخت غصہ آیا اور اس نے اپنی ناک پر زور سے ہاتھ مارا۔ (شاید یہ اظہار ناراضگی کا کوئی طریقہ تھا) بادشاہ کو یوں غضبناک دیکھ کر عمرو پر خوف طاری ہو گیا اور معذرت کرتے ہوئے کہا ''شاہ معظم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کو یہ مطالبہ اس قدر ناگوار گذرے گا تو میں ہرگز ایسی جسارت نہ کرتا۔''

بادشاہ نے کہا ''کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس ہستی کا قاصد تمہارے حوالے کر دوں جس پر ناموس اکبر (جبرائیل امین) نازل ہوتا ہے۔ وہی ناموس اکبر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا کرتا تھا؟''

''کیا یہ سچ ہے؟'' عمرو نے پوچھا۔

''ہاں عمرو! تم ہلاک ہو جاؤ۔ اس میں ذرہ برابر کوئی شک نہیں ہے۔ میری مانو تو تم بھی اس کی پیروی کر لو۔ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہے اور اس کو اپنے تمام مخالفین پر اسی طرح غلبہ حاصل ہوگا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر ہوا تھا۔''

اتنے بڑے بادشاہ کو رحمت دوعالم ﷺ کی تعریف میں رطب اللسان دیکھ کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کی دنیا بدل گئی۔

کہنے لگے کہ ''شاہ محترم! اگر اجازت ہو تو میں آپ ہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلوں۔''

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' بادشاہ نے کہا اور اسی وقت بادشاہ نے حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسلام پر بیعت لے لی۔

اللہ اکبر! حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ اس لئے چھوڑا تھا کہ محمد ﷺ کی کامیابی کی صورت میں ان کا محکوم نہ بننا پڑے اور سینکڑوں میل دور حبشہ میں آ کر خود ہی محمد ﷺ کی غلامی کا مبارک طوق گلے میں ڈال دیا۔ بلاشبہ ہدایت اللہ ہی کے اختیار میں ہے، جسے چاہے، جب چاہے، جہاں چاہے نواز دے۔

اسلام لانے کے بعد حبشہ میں رہنے کی کوئی ضرورت نہ رہی بلکہ اب تو دل آقائے کونین ﷺ کے حضور حاضری کے لئے مچل رہا تھا۔ چنانچہ بادشاہ سے اجازت لی اور واپس چلے آئے۔ مکہ کے قریب پہنچے تو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوگئی جو مدینہ کی طرف رواں تھے۔

حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ ''خالد! کدھر جارہے ہو؟''

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ ''ابوسلیمان! (حضرت عمرو کی کنیت) اب تو حق واضح ہو چکا ہے اور اس کی تمام علامات ظاہر ہوگئی ہیں۔ بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔ میں تو اسلام لانے کی نیت سے ان کے پاس جارہا ہوں۔''

''اگر یہ بات ہے'' حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ''تو مجھے بھی ساتھ لے چلو، کیونکہ میرا بھی یہی ارداہ ہے۔''

چنانچہ دونوں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور بیعت مصطفیٰ ﷺ سے مشرف ہوئے۔

فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ نے 8 ہجری میں فتح مکہ سے چھ ماہ قبل اسلام قبول کیا، اس وقت شرط یہ لگائی کہ زمانہ کفر کے میرے تمام گناہ معاف ہو جائیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اسلام پہلے کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔''

حضور ﷺ نے آپ کو سریہ ذات السلاسل کے موقع پر امیر لشکر مقرر فرمایا۔ پھر عمان کا عامل بنایا۔ حضور ﷺ کے وصال تک یہ ذمہ داری نبھاتے رہے۔ آقا حضور ﷺ کے وصال کی خبر سنی تو بے قرار ہو گئے اور بہت روئے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گورنری

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں امارت و قیادت کی خداداد صلاحیتیں تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملک شام کی امارت کی ذمہ داری انہیں تفویض فرمائی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں پہلے فلسطین کا گورنر بنایا، پھر مصر کی جانب امیر لشکر بنا کر بھیجا۔ چنانچہ اللہ نے فتح و نصرت سے نوازا اور آپ فاتح مصر کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں چار سال تک مصر کے سربراہ رہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین فیصلے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے آپ حکم مقرر ہوئے۔

فاتح مصر کو مقوقس بادشاہ کا پیغام

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح مصر کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ جب مصر کے قلعہ کا محاصرہ کیا تو قبطی بادشاہ مقوقس نے جزیرہ مصر میں پناہ لی اور اس تک پہنچنے کے لئے دریائے نیل پر جو پل بنا ہوا تھا وہ توڑ دیا تاکہ مسلمان وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔ ساتھ ہی اس نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اپنے ایلچیوں کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ تم ایک طرف دریائے نیل اور دوسری طرف رومی فوج کے درمیان گھر گئے ہو، تمہاری تعداد بھی کم ہے اور اس وقت تم قیدیوں کی طرح ہو اس لئے بہتر ہے کہ تم صلح کی بات کرنے کے لئے اپنے کچھ آدمی میرے پاس بھیج دو۔

جب یہ ایلچی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو فوراً کوئی جواب نہ دیا اور ان کو دو دن و دو رات اپنے پاس مہمان رکھا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو قریب سے دیکھ لیں، پھر مقوقس کے پاس لوٹے تو اس نے ان سے مسلمانوں کے بارے میں پوچھا تو بتایا کہ "ہم نے ایک ایسی قوم دیکھی ہے جس کا ہر ایک فرد زندگی سے زیادہ موت کو پسند کرتا ہے۔ وہ تواضع اور خاکساری کو بہت پسند کرتے ہیں۔ ان میں کسی کے دل میں حرص و لالچ نہیں ہے۔ وہ زمین پر بیٹھتے ہیں اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ ان کا امیر ایک عام شخص کی طرح ہے۔ ان میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آقا کون ہے اور غلام کون؟ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ان میں سے کوئی پیچھے نہیں رہتا۔ وہ اپنے اعضاء پانی سے دھوتے ہیں اور بڑی عاجزی سے نماز پڑھتے ہیں۔"

یہ سن کر مقوقس بول اٹھا "ان لوگوں کے سامنے پہاڑ بھی آ جائیں تو ٹک نہیں سکتے۔ ان سے کوئی لڑ نہیں سکتا۔"

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولولہ انگیز تقریر

شاہ مقوقس کی خواہش پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقوقس کے پاس دس آدمیوں کا ایک وفد بھیجا۔ جس کے رئیس حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ کالا تھا۔ مقوقس نے ان کو دیکھا تو سہم گیا اور کہنے لگا "کیا مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں؟ کیا یہ جنگ کریں گے؟"

مقوقس کی باتیں سن کر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں تقریر شروع کی کہ "میں نے تمہاری باتیں سنیں، اب ان کا جواب سنو۔ جن آدمیوں کے پاس سے میں آیا ہوں ان میں ایک ہزار کالے آدمی اور بھی موجود ہیں۔ جن کا رنگ مجھ سے بھی کالا ہے اور صورت مجھ سے زیادہ مہیب اور جلالی۔ اگر تم ان کو دیکھو تو تمہارا کیا حال ہو؟ سنو! میں اگرچہ بوڑھا ہوں اور میرا شباب رخصت ہو چکا ہے لیکن الحمدللہ! کہ سو آدمیوں سے تنہا بھی نہیں ڈرتا۔ یہی حال میرے اور ساتھیوں کا ہے اور اس کا باعث یہ ہے کہ ہمارا اصلی مقصود خدا کی راہ میں جہاد کرنا ہے اور اس کی رضا جوئی ہے۔ ہم ملک گیری یا کسی دنیوی لالچ کے لئے جنگ نہیں کرتے۔ خدا نے ہمارے لئے مال غنیمت حلال کیا ہے۔ ہمیں دنیوی تمول کی کوئی پروا نہیں۔ ہمارے پاس لاکھوں درہم ہوں یا صرف ایک، دونوں حالتیں ہمارے لئے برابر ہیں۔ ہمارے لئے دنیوی نعمتیں کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔ ہماری اصلی نعمت اخروی راحت ہے۔ ہمارے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم مال دنیا سے صرف اسی قدر لیں گے جس سے بھوک رک سکے اور ستر چھپ سکے۔"

مقوقس نے یہ تقریر سنی تو کہا "جو کچھ تم نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے متعلق کہا، میں نے سن لیا۔ بے شک تم اپنی خوبیوں کے باعث ہم لوگوں پر غالب آ کر رہو گے اور دنیا کی کوئی طاقت تمہارا مقابلہ نہ کر سکی۔ لیکن اس وقت تمہارا مقابلہ مجھ سے ہے اور یاد رکھو، مجھ سے تم ہرگز مقابلہ نہ کر سکو گے کہ میں نے اس قدر فوج جمع کر لی ہے کہ تمہارا فتحیاب ہونا مشکل ہے۔ پس تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ میں تم میں سے ہر ایک شخص کو دو دو دینار اور تمہارے خلیفہ کو ایک ہزار دینار دیتا ہوں۔ تم یہ رقم لو اور واپس چلے جاؤ۔"

حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی یہ باتیں سنتے رہے اور فرمایا کہ "تم اور تمہارے ساتھی دھوکہ میں نہ رہیں۔ تم ہمیں رومیوں کے ٹڈی دل لشکر سے ڈراتے ہو۔ مجھے قسم ہے خدا کی! کہ ہمیں اس کی رتی بھر پروا نہیں۔ بلکہ تمہاری اس گفتگو نے ہمارے جذبۂ جہاد کو اور بھی ابھار دیا ہے۔ اب ہم ان دو برکتوں میں سے ایک برکت ضرور حاصل کر کے رہیں گے۔ ہم فتحیاب ہوئے تو مال غنیمت کثرت کے ساتھ ہاتھ آئے گا اور اگر تم غالب ہو گئے تو ہم شہید ہوں گے اور ہمارے ہاتھ دولت آخرت آئے گی۔ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو صبح و شام خدا سے شہادت کی دعا نہ مانگتا ہو۔"

آخر جنگ شروع ہوئی اور وہی کچھ ہوا جو کچھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا۔ یعنی خدا کی چنی ہوئی قوم مصر پر قابض ہو گئی اور مجاہدین نے جو کچھ کہا، وہ کر کے دکھا دیا۔ (تاریخ اسلام، صفحہ 53)

فتوحاتِ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر کی فتح پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا تھا۔ انہوں نے تھوڑے ہی عرصے میں باب الیون، بلبیس، قسطاط وغیرہ کئی مصری شہروں کو فتح کرلیا۔ پھر اسکندریہ کی طرف بڑھے۔ مصریوں نے قلعہ بند ہوکر زبردست مقابلہ کیا۔ اس سے مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ جب کئی ماہ تک اسکندریہ فتح ہونے میں نہ آیا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دارالخلافہ سے مدد مانگ بھیجی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار سوار بطور کمک روانہ کیے جو چار افسران کی ماتحتی میں تھے۔ یہ افسر حضرت زبیر بن العوام، حضرت مقداد بن اسود کندی، حضرت مسلمہ بن مخلد اور حضرت عبادہ بن صامت علیہم الرضوان تھے جو فن سپہ گری میں تمام عرب میں منتخب تھے۔

یہ کمک روانہ کرتے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مردم شناس نابغہ عظیم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ ان افسروں میں ہر شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے۔ اس بناء پر یہ فوج چار ہزار نہیں بلکہ چالیس ہزار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ہدایت بھی کی کہ جس وقت میرا یہ خط تم کو ملے لوگوں کو جمع کرکے ان کے سامنے جہاد کے فضائل بیان کرو اور جن چار افسروں کو میں نے بھیجا ہے ان کو فوج کے آگے کرکے جمعہ کے دن حملہ کرو۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس یہ کمک پہنچی تو انہوں نے فوج کے سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط پڑھا۔ اسے سن کر مجاہدین میں زبردست جوش پیدا ہوگیا۔ جمعہ کے دن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوج مرتب کرکے اسکندریہ پر بھرپور حملے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے حضرت عبادہ صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا نیزہ لیا اور اس پر اپنا عمامہ لٹکا کر ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ یہ پرچم لیجئے اور اس فوج کی قیادت کیجئے۔ آج آپ ہی امیر لشکر ہیں۔

حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت جوش سے ایسا زبردست حملہ کیا کہ رومیوں کے دفاعی استحکامات درہم برہم ہوگئے اور ان کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ بحری و بری راستے سے جدھر راہ ملی بھاگ نکلے اور مسلمان فاتحانہ شان سے اسکندریہ میں داخل ہوگئے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس زمانے میں یہ کارنامہ سرانجام دیا وہ تقریباً ساٹھ برس کے تھے۔ اس عمر میں اس بے جگری سے میدان رزم میں اترنا کسی ایسے شخص ہی کا کام ہوسکتا ہے جو غیر معمولی عزم و ہمت کا مالک ہو اور شجاعت و بسالت میں بھی اپنا جواب آپ ہو۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کبوتری کے انڈے

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ ''جس جگہ آج قاہرہ آباد ہے وہاں کوئی بڑا شہر موجود نہ تھا بلکہ ایک فوجی قلعہ تھا جو حملہ آوروں کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء نے مصر کے چند ابتدائی علاقے فتح کرنے کے بعد اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ یہ محاصرہ چھ مہینے جاری رہا۔ اس قلعہ پر حملہ کرنے کے لئے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بڑا خیمہ قلعے کے سامنے نصب فرمایا تھا۔ پیش قدمی کا ارادہ فرمایا تو اس خیمے کو اکھاڑ کر ساتھ لے جانا چاہا، لیکن جب اکھاڑنے کے لئے آگے بڑھے تو دیکھا کہ خیمے کے اوپر کی جانب ایک کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں اور کبوتری ان پر بیٹھی ہے۔ خیمہ اکھاڑنے سے یہ انڈے ضائع ہوجاتے ہیں۔ اس لئے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کبوتری نے ہمارے خیمے میں پناہ لی ہے اس لئے اس خیمے کو اس وقت تک باقی رکھو جب تک یہ بچے پیدا ہوکر اڑنے کے قابل نہ ہوجائیں چنانچہ خیمہ باقی رکھا گیا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیمہ مصر کے علاقہ فسطاط میں لگایا تھا اور اس کی دلیل کے طور پر وہ لکھتے ہیں کہ عربی میں خیمہ کو فسطاط کہتے ہیں۔ آپ نے واپسی پر اس جگہ ایک شہر تعمیر کرنے کا حکم دیا جس کا نام کبوتر کے اس خیمہ کی نسبت سے فسطاط مشہور ہوگیا۔ یہ شہر آج مسلمانوں کے حسن اخلاق کی گواہی دے رہا ہے۔

فسطاط: وہ جگہ جہاں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکندریہ کی طرف جانے والے راستہ میں خیمہ لگایا تھا

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مصر کی فتوحات

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیساریہ سے روانہ ہوئے اور چار ہزار فوج کے ساتھ مصر میں داخل ہوگئے۔ وہ شمالی سیناء سے گزرتے آگے بڑھے۔ عیسائیوں سے اولین معرکے قلعہ فرما اور بلبیس میں پیش آئے۔ اس دوران میں عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کمک آ پہنچی اور ان کا لشکر بارہ ہزار ہوگیا۔ عین الشمس (ہیلیو پولس) میں ایک بڑی جنگ ہوئی جس میں رومیوں نے شکست فاش کھائی۔ پھر قلعہ بابلیون اور الفیوم یکے بعد دیگرے فتح ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر کے دارالحکومت اسکندریہ کی طرف بڑھے اور ذیقعدہ 21 ہجری مطابق ستمبر 642ء میں شدید لڑائی کے بعد اسکندریہ کے رومیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس طرح ڈیلٹا (نیل) کے شہر ایک ایک کرکے مسلمانوں کے تسلط میں آ گئے۔ پھر حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغرب کا رخ کیا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیساریہ سے روانہ ہوئے اور عریش سے فرما تک کا علاقہ عبور کرکے وہاں کا قلعہ فتح کیا۔ پھر بلبیس، ام دنین، عین الشمس، الفیوم اور آس پاس کے دیہی علاقے اور آخر میں توج فتح کرلیا۔ آخرکار رمضان 21 ہجری مطابق اگست 642ء میں اسکندریہ کی فتح کے ساتھ فتوحات مصر کی تکمیل ہوگئی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر کے پہلے امیر ہوئے اور انہوں نے براعظم افریقہ میں پہلی مسجد تعمیر کی جو اب تک ان کے نام سے منسوب ہے اور معروف ہے۔ پھر اس مسجد کے گرد شہر فسطاط آباد کیا تاکہ مصر کا اسلامی دارالحکومت بنے۔ انہوں نے مصر کے قبطیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اور ان کے دینی و معاشی معاملات میں رومیوں نے ان پر جو ظلم روا رکھا تھا، اُس کا قلع قمع کیا۔ وہاں کے بطریق قبطیوں کے لئے معافی کا اعلان کیا۔ بنابریں ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد حکومت مصری قبطیوں کے لئے ان سے پہلے بلکہ بعد میں آنے والے فرماں رواؤں کے مقابلے میں بھی ایک سنہری دور تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر کی حکمرانی سے معزول کردیا۔ لیکن مینوئل ''خصی'' کے حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے انہیں دوبارہ والی بنادیا گیا۔

تیسری بار فتح مصر کا واقعہ

قیصر قسطنطین نے ایک تجربہ کار سپہ سالار کو ایک زبردست فوج دے کر کشتیوں کے ذریعے سے اسکندریہ کی جانب روانہ کیا۔ اسکندریہ کے رومی (یونانی) اس سے مل گئے اور معمولی جھڑپ کے بعد شہر رومی فوج کے قبضے میں آ گیا۔ یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبارہ گورنر مصر مامور کیا اور انہوں نے اسکندریہ تیسری مرتبہ فتح کیا۔ اس سے پہلے انہوں نے تمام شہر کو ویران و مسمار کرنے کی قسم کھائی تھی مگر فتح کے بعد انہوں نے لشکر کو قتل و غارت سے روک دیا اور جس جگہ قسم کھائی تھی وہاں مسجد رحمت تعمیر کرادی۔

(تاریخ اسلام، اکبر شاہ نجیب آبادی، 430/1)

مصر کی طرف اسلامی لشکر کی پیش قدمی کا حیرت انگیز واقعہ

یاقوت حموی (متوفی 626ھ مطابق 1229ء) نے مصر میں غازیانِ اسلام کے داخلے کے سلسلے میں ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''تم لشکر لے کر جاؤ اور میں تمہاری اس پیش قدمی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہوں۔ انشاء اللہ میرا خط جلد تمہارے پاس پہنچے گا۔ جب میرا خط تمہارے پاس پہنچے، اگر اس وقت تم دیکھو کہ سرزمین مصر میں داخل نہیں ہوئے ہو یا تھوڑی دور اس سے رہ گئے ہو تو میرا حکم یہ ہے کہ تم وہیں سے لوٹ آنا۔ لیکن اگر میرا خط پہنچنے سے پہلے تم دیکھو کہ مصر میں داخل ہوچکے ہو تو اللہ کا نام لے کر اور اس کی مدد طلب کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جانا۔''

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکر لے کر چلے۔ ادھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور انہیں ان مجاہدین کی سلامتی کے بارے کچھ خدشہ لاحق ہوا تو انہوں نے عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ واپس چلے آؤ۔ پھر جب وہ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا، اس وقت وہ رفح (فلسطین کی آخری بستی) میں تھے تو انہوں نے قاصد سے وہ خط وصول کرنے میں احتراز کیا اور باتوں باتوں میں اسے آگے لے چلے۔ حتیٰ کہ وہ عریش پہنچ گئے۔ وہاں انہیں بتایا گیا کہ اب وہ مصر میں ہیں۔ تب انہوں نے قاصد سے خط لیا اور پڑھ کر مسلمانوں کو سنایا۔

پھر اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔ ''تم جانتے ہو یہ مصر کی بستی ہے۔'' انہوں نے کہا ''ہاں!''

حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے ''امیر المومنین نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ ان کا خط مجھے ملے گا اور اگر میں اس وقت تک مصر میں داخل نہ ہوا تو لوٹ چلوں گا لیکن میں تو مصر میں داخل ہوچکا ہوں، لہٰذا اللہ کی حمایت سے آگے بڑھتے چلو۔'' (معجم البلدان، 262/4)

حضرت ادریس علیہ السلام بابل سے مصر پہنچے تو انہوں نے دریائے نیل کو دیکھ کر کہا کہ ''بابلیون'' یعنی بابل (دریائے فرات) کی طرح بڑا دریا۔ اس پر اس سرزمین کا نام ہی بابلیون پڑ گیا۔ جسے عربوں نے مصر بن حام بن نوح کے نام پر ''مصر'' کہا۔ (قصص القرآن 1/ 73، 74)

قاہرہ کے میدان کی شمال میں ہیلیو پولس کا قدیم شہر ہے جسے عرب عین الشمس کہتے ہیں۔ اس میدان کے جنوب میں بابلیون کا حصار تھا۔ لفظ بابلیون قدیم مصری Pi-Hapi-n-On کی یونانی شکل ہے۔ اس وقت قدیم قلعے کے چند بچے کھچے حصے قصر الشمع میں موجود ہیں۔ یہاں مسلمانوں کا فوجی کیمپ تھا جو بعد میں ترقی کرکے ''فسطاط مصر'' کے نام سے ایک شہر بن گیا۔ لاطینی تحریروں میں قاہرہ کے بجائے بھی بابلیون درج ہے۔ جیسے صلاح الدین ایوبی کو ان میں Saladino Di Babilionia یعنی ''بابلیون کا صلاح الدین'' لکھا گیا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ 829/3 اور 16-180/1)
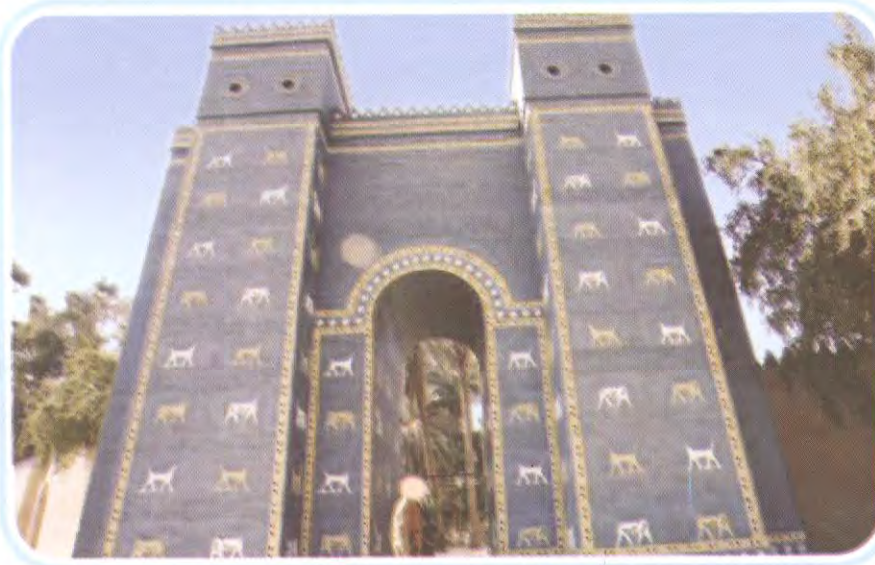
بابلیون جو کہ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مسجد عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعمیر

جناب یعقوب نظامی صاحب اپنے سفرنامہ شام میں لکھتے ہیں کہ اہرام سے فارغ ہوکر ہم وسط شہر میں "جامع مسجد عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ" پہنچے جو نہ صرف مصر بلکہ پورے افریقہ کی قدیم ترین مسجد ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر فتح کیا تو یہاں سب سے پہلے ایک بڑی مسجد کی بنیاد ڈالنی چاہی۔ اس وقت یہاں انگور وغیرہ کے باغات تھے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر زمین ہموار کی گئی۔ مسجد کا قبلہ متعین کرنے میں اسّی (80) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔ جن میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابولدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسماء گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

مسجد کے سب سے پہلے امام خود حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور موذن ایک دوسرے صحابی حضرت ابومسلم یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

بعد میں حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم تھے) اس مسجد میں توسیع کی اور اس میں مینار بنایا اور کہا جاتا ہے کہ مصر میں مسجد کے ساتھ مینار تعمیر کا آغاز انہوں نے ہی کیا۔ پھر 77 ہجری میں عبدالعزیز بن مروان نے یہ مسجد از سر نو تعمیر کی اور اس کے بعد ولید بن عبدالملک کے حکم سے اسے منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ اس وقت اس پر نقش و نگار کا اضافہ ہوا اور اس کے ستونوں پر سونے کا پانی چڑھایا گیا۔

(حسن المحاضرۃ للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ص 73 ج 1)

اس مسجد میں بڑے جلیل القدر بزرگان دین، علماء کرام اور اولیاء و اتقیاء نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ ابتدائے اسلام میں یہی مسجد مجلس قضاء کا کام بھی دیتی تھی اور بعد میں یہاں بڑے عظیم الشان حلقہ ہائے درس بھی قائم ہوئے۔

علامہ ابن صائغ حنفی کا کہنا ہے کہ میں نے 749 ہجری سے پہلے اس مسجد میں چالیس سے زائد علمی حلقے شمار کیے ہیں۔
نیز کہا جاتا ہے کہ رات کے وقت یہاں اٹھارہ ہزار چراغ روشن ہوتے تھے اور روزانہ گیارہ قنطار تیل خرچ ہوتا تھا۔

(حسن المحاضرۃ للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ص 152 ج 2)

اس مسجد کی پوری تاریخ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حسن المحاضرۃ میں بیان فرمائی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین اسلام اور علماء و فضلاء کو اس مسجد کے ساتھ کتنا شغف رہا ہے۔
یہ مسجد پچھلے دنوں بہت بوسیدہ ہوگئی تھی، اب اس کی از سر نو تعمیر کی گئی ہے اور اس میں بہت توسیع ہوئی ہے۔ آج بھی یہ قاہرہ کی ممتاز ترین مسجد ہے۔ احقر نے نماز عصر اسی مبارک مسجد میں ادا کی۔ نماز عصر کے بعد صف اول میں کافی لوگ تلاوت کرتے نظر آئے۔ کہیں اکا دکا طالب علم بھی دکھائی دیئے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعمیر کردہ مسجد (مصر)

جامع مسجد عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند خوبصورت مناظر

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موت کے وقت حضور ﷺ سے محبت بھرے جذبات کا اظہار

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کا وقت جب قریب آیا تو دیوار کی طرف چہرہ کر کے بہت روئے۔ بیٹے نے عرض کیا ابا جان کیوں پریشان ہوتے ہو؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت سی بشارتیں نہیں دی تھیں؟

فرمایا: بیٹے مجھ پر تین طرح کے احوال گزرے ہیں۔ ایک وہ دن تھے جب مجھے اللہ کے رسول ﷺ سے شدید بغض و عداوت تھی، میں چاہتا تھا العیاذ باللہ آپ کو شہید کردوں۔ اگر اس حال میں میری موت آجاتی تو میں ہمیشہ کیلئے دوزخ میں جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ عنایت فرمایئے تا کہ میں بیعت کروں۔ آپ نے ہاتھ آگے بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے عمرو کیا وجہ ہے؟

عرض کیا کہ میں ایک شرط پر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔

فرمایا: کونسی شرط؟

عرض کیا: گناہوں کی معافی۔

فرمایا: عمرو تجھے علم نہیں:

ان الاسلام یهدم ما کان قبله

اسلام لانے سے ماقبل کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

اس کے بعد میری حالت یہ ہوگئی:

وما کان احد احب الی من رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا اجل فی عینی منه وما کنت اطیق ان املا عینی منه اجلالاً ولو اسئلت ان اصفه ماطقت لانی لم اکن املأ عینی منه

آپ ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی محبوب نہ رہا۔ میری نگاہوں میں آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی عظیم ہستی نہ رہی۔ ادب و تعظیم کی وجہ سے مجھ میں آپ ﷺ کو نظر بھر کر دیکھنے کی طاقت کہاں تھی؟ اب اگر کوئی مجھ سے آپ کے سراپا کے بارے میں سوال کرے تو میں بیان نہیں کرسکتا۔ کیونکہ میں نظر بھر کر آپ ﷺ کو دیکھ ہی نہیں سکا۔

اس حال میں اگر دنیا سے رخصت ہوجاتا تو امید تھی کہ جنت میں جاتا۔ مگر اس کے بعد بہت سے معاملات کی ذمہ داری ہم پر آئی۔ ان میں میرا حال کیسا رہا؟ میں نہیں جانتا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عاشقانہ موت

جب حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو کہنے لگے کہ ''اے اللہ! تو نے کچھ کاموں کا حکم دیا اور کچھ کاموں سے روکا۔ جن کاموں کا تو نے حکم دیا، ان میں سے زیادہ تر ہم نے چھوڑ دیئے اور جن کاموں سے تو نے منع کیا ان میں سے زیادہ تر کا ہم نے ارتکاب کیا۔ اے اللہ! کوئی طاقتور نہیں جس کی مدد حاصل کروں اور بے گناہ نہیں ہوں کہ عذر پیش کروں اور میں تکبر نہیں کرتا بلکہ تیری بخشش چاہتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''

وہ یہی بات دہراتے رہے، حتیٰ کہ عید الفطر کی رات 43 ہجری مطابق 663ء میں فوت ہوئے اور مقطم کے پاس (فسطاط کے مشرق میں) دفن ہوئے۔ یہ جگہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی قبر کے قریب ہے۔ آج کل عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کا پتا نہیں۔ اللہ ان پر کروڑوں رحمتیں برسائے۔

موت کے وقت کا احوال

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال عید الفطر کی رات 43 ہجری میں ہوا۔ کتاب الحیوان الکبری میں روایت ہے کہ جب عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان سے ان کے بیٹے نے کہا: ''ابا جان ہم سے کہا کرتے تھے: کاش کہ میں کسی عقلمند اور ہوشیار شخص سے اس کی موت کے وقت ملتا تا کہ وہ جو کچھ دیکھتا بیان کرتا۔ ایسے شخص آپ ہیں۔ اس لئے موت کا حال مجھ سے کہئے۔''

انہوں نے کہا ''اے بیٹے بخدا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آسمان نے زمین کو ڈھانپ لیا ہے اور جیسے میں ایک سوئی کے ناکے سے سانس لے رہا ہوں گویا ایک کانٹا میرے پاؤں سے سر تک کھینچا جارہا ہے۔''

لیتنی کنت قبل ماقد بدالی
فی رؤس الجبال ارعی الوعولا

''کاش جو کچھ میرے لئے ظاہر ہوا ہے اس سے پہلے میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہاڑی بکرے چرا تا رہتا۔''

جبل مقطم کی فضیلت

جبل مقطم مقدس پہاڑ ہے، کتب سابقہ میں اس پہاڑ کی فضیلت آئی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے جب مصر فتح کیا تو مصر کے سابق بادشاہ مقوقس نے اس پہاڑ کو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ستر ہزار روپے کے عوض خریدنے کی پیش کش کی۔

حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''اس سے پوچھو کہ وہ کیوں خریدنا چاہتا ہے؟''

مقوقس نے بتایا کہ ہماری کتابوں میں مذکور ہے کہ اس پہاڑ پر جنت کے درخت اگیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ جواب پہنچا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''مومن اشجار جنت کے زیادہ مستحق ہیں، لہٰذا اسے مسلمانوں کا قبرستان بنادیا جائے۔''

اس قبرستان میں پانچ صحابی آسودہ ہیں:

1. حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
   دوسرے قول کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مدفون ہیں۔ (واللہ اعلم)
2. حضرت عبداللہ بن حارث زبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت ابو بصرہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس وسیع قبرستان میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مزارات کا پتا نہیں چلتا۔ حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار قبرستان کے دوسرے کونے پر ہے جو کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مزار سے نسبتاً قریب ہے۔

ترکی کے شہر استنبول میں ٹاپ کاپے نامی میوزیم میں موجود صحابی رسول ﷺ کی تلوار

مصر میں موجود حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعمیر کردہ مسجد جہاں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

تذکرہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ خاندان قریش کے بہت ہی نامور اور معزز شخص ہیں۔ فہر بن مالک پر ان کا خاندانی شجرہ رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے مل جاتا ہے۔ یہ بھی ''عشرہ مبشرہ'' میں سے ہیں۔ ان کا اصلی نام ''عامر'' ہے۔ ابوعبیدہ ان کی کنیت ہے اور ان کو بارگاہ رسالت سے امین الامۃ کا لقب ملا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی

ابتدائے اسلام ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو آپ فوراً ہی اسلام قبول کر کے جاں نثاری کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے۔ پہلے آپ نے حبشہ ہجرت کی۔ پھر حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ جنگ بدر وغیرہ تمام اسلامی جنگوں میں انتہائی جاں بازی کے ساتھ کفار سے معرکہ آرائی کرتے رہے۔ جنگ احد میں لوہے کی ٹوپی کی دو کڑیاں حضور انور ﷺ کے رخسار منور میں چبھ گئی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دانتوں سے پکڑ کر ان کڑیوں کو کھینچ ڈالا۔ اسی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔

بہت شیر دل، بہادر، بلند قامت اور بارعب چہرے والے پہلوان تھے۔ 18 ہجری میں بمقام اردن طاعون عمواس میں وفات پا گئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقام بیسان میں دفن ہوئے۔ وقت وفات عمر شریف 58 برس تھی۔ (اکمال فی اسماء الرجال ص 308)

فضائل ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

1. اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنًا وَاِنَّ اَمِيْنَنَا اَيَّتُهَا الْاُمَّةُ اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رضی اللہ عنہ. (بخاری، مسلم)

''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور ہمارا امین امت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔''

2. حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آنحضرت ﷺ کو اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے زیادہ محبوب کون تھے؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ''ابوبکر''۔
پوچھا گیا کہ اس کے بعد کون؟
فرمایا ''عمر''۔
پھر پوچھا گیا کہ ''ان کے بعد کون؟''
اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ''ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ''۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، حدیث نمبر 3657 وسنن ابن ماجہ، مقدمہ حدیث نمبر 102)

3. حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ (مرسلاً روایت) فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ:

مامنكم من أحد الا لو شئت لأخذت عليه بعض خلقه، الا أباعبيدة

تم میں سے ہر شخص ایسا ہے کہ میں چاہوں تو اس کے اخلاق میں کسی نہ کسی بات کو میں قابل اعتراض قرار دے سکتا ہوں سوائے ابوعبیدہ۔ (مستدرک الحاکم ص 266، ج 3 والاصابہ للحافظ ص 244، ج 2)

4. ترمذی شریف میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں جنت کی بشارت دی۔ ان میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔

5. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرزمین عرب میں تین شخصیات ایسی ہیں جن کے چہرے بڑے حسین ہیں، جو حسن اخلاق کے پیکر تھے، جن کی باتیں نہایت سچی ہیں، وہ آپ سے بات کریں تو قطعاً جھوٹ نہ بولیں اور لوگ ان سے بات کریں تو ان کو جھٹلائیں گے نہیں، وہ یہ ہیں:

1. سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
2. سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
3. سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

6. حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد دوسرے روز ہی مسلمان ہو گئے تھے۔

7. ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبلیغ کر کے اپنے چار ساتھیوں کو اپنے ساتھ لے کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ یہ میری آج کی کمائی ہے۔ وہ چار خوش نصیب جنہوں نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محنت سے حضور ﷺ کے ہاتھوں کلمہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی مندرجہ ذیل ہیں۔

1. حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
2. حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
3. حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
4. حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یہی وہ بنیادی اینٹیں ہیں جن پر اسلام کا محل تعمیر کیا گیا۔

زیر نظر تصویر حمص شہر کی ہے جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں 25 ربیع الاول 15 ہجری بمطابق 7 مئی 636ء میں فتح ہوا

جنگ بدر میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارنامے

سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ لیکن جنگ میں انہیں ایک حیرت انگیز صورتحال سے دوچار ہونا پڑا۔ جب پورے جوش وجذبے سے میدان جنگ میں اترے تو دشمن کے پرخچے اڑتے ہوئے دائیں بائیں آگے پیچھے چکر لگانے لگے۔ ایک موقع پر حیرت انگیز صورتحال پیش آئی کہ جس طرف بھی قدم بڑھاتے تو ایک شخص ان کے سامنے آ کھڑا ہوتا، آپ اس سے کترا جاتے لیکن وہ مسلسل آپ کے سامنے آتا رہتا۔ ایک دفعہ تو اس نے سارے راستے بند کر دیئے، اب ان کے لئے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔ انہوں نے اس کا سر قلم کر دیا۔ آپ یہ جان کر حیران رہ جائیں گے کہ میدان جنگ میں مسلسل ان کے سامنے آنے والا ان کا باپ تھا۔ آپ کی کوشش تھی کہ کسی طرح وہ ٹل جائے لیکن جب وہ باز نہ آیا تو انہوں نے اپنے باپ کا کام تمام کر دیا۔

دراصل حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باپ کی صورت میں شرک پر تلوار چلائی اور ان کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی جس کی وجہ سے یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المجادلہ 22)

"تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہوں، وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں، خبردار رہو اللہ کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔"

میدان بدر میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مشرک باپ پر تلوار چلا کر یہ ثابت کر دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں راستے میں کوئی بھی آ جائے، اسے ہٹا دیا جائے گا۔ اس کی پرواہ نہیں کی جائے گی کہ راستے میں آنے والا کون ہے؟ باپ ہو یا بیٹا ہو، بھائی ہو یا کوئی اور قریبی رشتہ دار اللہ اور رسول کے مقابلے میں سب قریبی رشتے ہیچ ہیں۔ بہرصورت اللہ کے دین کو سربلند کیا جائے گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کارنامہ اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ اسے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں محفوظ کر دیا گیا، تاکہ قیامت تک لوگ اسے پڑھ کر عبرت حاصل کرتے رہیں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ باپ کفر کی نمائندگی کرتے ہوئے خم ٹھونک کر سامنے آ گیا ہے اور ادھر اُدھر ہونے کا نام نہیں لیتا تو انہوں نے کفر کو نیست و نابود کرنے کے لئے تلوار کے ایک ہی وار سے اسے ڈھیر کر دیا۔ (حوالہ مبشر صحابہ، اصابہ للحافظ ابن حجر 2442)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کڑیاں نکالنا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے اور آپ کے رخسار انور پر آہنی خود کی دو کڑیاں ٹوٹ کر دھنس گئیں تو میں بہت سرعت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک اور شخص مشرقی سمت سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بڑھ رہا ہے۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اڑ کر آ رہا ہو۔ چنانچہ مجھ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا۔ اب میں نے اس کو پہچان لیا۔ وہ ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا۔ مجھ سے کہنے لگا کہ میں اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں کہ رخسار میں دھنسی ہوئی کڑیاں مجھے نکالنے دیجئے۔

میں نے اجازت دے دی۔ تو اس نے ایک کڑی کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر زور سے کھینچا۔ کڑی تو نکل آئی مگر ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا اپنا ایک دانت بھی ٹوٹ گیا پھر اس نے دوسری کڑی کو اسی طرح نکالا اور اپنے دوسرا دانت بھی توڑ لیا۔ اس طرح ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بھر کے لئے اثرم ہو گیا۔ اثرم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے سامنے کے دونوں دانت ٹوٹے ہوئے ہوں۔

جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بارہا امین کا خطاب مرحمت فرمایا۔ ایک مرتبہ ارشاد ہوا:

اَلَا اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنًا وَاِنَّ اَمِيْنَنَا اَيَّتُهَا الْاُمَّةُ. ابو عبيدة بن الجرح رضى الله عنه)

آگاہ رہو کہ ہر نبی کے ساتھ ایک امین ہوا کرتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ (حوالہ مستدرک حاکم 266/3)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، یہ دو دانت نکل جانے کے باوجود حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے خوبصورت دکھائی دیتے تھے۔ (حوالہ جان دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم)

غزوۂ احد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے پر ان کی یہ حالت تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا پا کر مشرق کی جانب سے ایک پرندہ کی طرح فضا میں پرواز کرتا ہوا تیزی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھتا آ رہا ہے۔ اس پر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے تیزی سے بھاگا اور کہا الٰہی! خیر ہو، اس وقت میں کیا دیکھتا ہوں کہ جو مجھ سے پہلے پہنچ چکا ہے وہ ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے۔ (حوالہ طبقات ابن سعد 298/3)

زیر نظر تصویر غزوہ بدر کے مقام ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کی محبت میں اپنے مشرک باپ کی گردن تلوار سے الگ کر دی تھی۔ اور اسی میدان میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں دھنسی لوہے کے خود کی کڑیوں کو نکالتے ہوئے اپنے دو دانت قربان کر دیئے تھے۔

امت کا امین

ایک دفعہ یمن سے کچھ افراد رحمت دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کوئی ایسا آدمی بھیجئے جو ہمیں قرآن و سنت کی تعلیمات سے آگاہ کرے۔ رحمت دوعالم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا ''اس کو لے جاؤ، کیونکہ یہ اس امت کا امین ہے۔''

اسی طرح ایک بار نجران کے لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس کوئی امانت دار آدمی بھیجئے۔ رحمت دوعالم ﷺ نے فرمایا:

لابعثن الیکم رجلا امینًا حق امین، حق امین، حق امین

میں تمہارے پاس جس شخص کو بھیجوں گا وہ ایسا امین ہوگا جیسا حق ہے امین ہونے کا، جیسا حق ہے امین ہونے کا، جیسا حق ہے امین ہونے کا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تجسس ہوا کہ یہ شرف کس کو ملے گا۔ پتا چلا کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ہمراہ بھیجا گیا۔

یقینی امین ہونے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہوں میں ان کی بہت قدر و منزلت تھی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کیا تو اس عظیم منصب کا مستحق حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھا اور ان کو افواج اسلام کا سپہ سالار بنادیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو ان پر اعتماد تھا کہ اپنی وفات سے قبل جب انتخاب خلیفہ کے لئے مجلس شوریٰ نامزد فرمائی تو حسرت سے کہا:

''کاش! آج ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ ہوتے تو مجھے انتخاب خلیفہ کے لئے شوریٰ بنانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ بلکہ میں پورے اعتماد سے ابوعبیدہ کو خلیفہ نامزد کردیتا اور اگر مجھ سے اللہ تعالیٰ پوچھتا کہ خلافت کی امانت کس کے حوالے کرکے آئے ہو؟ تو میں جواب دیتا کہ اس شخص کے حوالے، جس کو تیرے رسول نے امت کا امین قرار دیا تھا۔''

افسوس کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک زندہ نہ رہ سکے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں 18 ہجری کو واصل بحق ہوگئے۔ (جانِ دوعالم ﷺ)

غیبی رزق کا انتظام

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں ہمارا تین سو آدمیوں کا قافلہ ساحل سمندر کی طرف قریش کے تجارتی قافلے کو روکنے کے لئے بھیجا۔ زادراہ کے لئے ایک تھیلا کھجور کا دیا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں سے ہم کو ایک ایک کھجور دیتے۔ ہم کھاتے اور پانی پیتے۔ پھر ہم اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے، ان کو پانی میں تر کرکے کھاتے۔ اچانک سمندر کے کنارے ٹیلہ نما جانور نظر آیا۔ دیکھا تو وہ عنبر قسم کی بہت بڑی مردہ مچھلی پڑی ہے۔ ہم نے اس کی آنکھ نکالی۔ کئی مٹکے چربی کے بھرلیے۔

فلقد اخذ منا ابوعبیدۃ ثلاثۃ عشر رجلا فاقعدھم فی وقب عینہ

اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو اس کی آنکھ کے گڑھے میں بٹھایا۔ (بخاری میں پانچ آدمیوں کا ذکر ہے کہ ممکن ہے کہ دوسری آنکھ میں پانچ بٹھائے ہوں)۔ البتہ ایک آنکھ کے گڑھے میں تیرہ آدمیوں کی جگہ تھی۔ پھر اس کی پسلی کی ایک ہڈی پکڑی اور اسے کھڑا کیا۔ پھر نیچے سے ایک بڑے اونٹ پر آدمی بٹھا کر گزارا۔

اندازہ کیجئے! جس کی پسلی کی ہڈی اتنی بڑی تھی وہ مچھلی کتنی بڑی ہوگی۔

پھر ہم نے اس کے بیل برابر ٹکڑے کیے اور اسے وہاں اٹھارہ دن تک کھایا اور زادراہ یعنی سفر کے توشہ کے لئے بھی ساتھ لے لیا۔

جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **ھو رزاق اخرجہ اللہ لکم فھل معکم من لحمہ شیء فتطعمونا فارسلنا الی رسول اللہ منہ فاکلہ**

وہ ایک رزق تھا جو اللہ نے تمہارے لئے نکالا، کیا اس میں سے تمہارے پاس کچھ ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ تو ہم نے دیا، اور آپ ﷺ نے کھایا۔ (مسلم کتاب الصید والذبائح وما یؤکل من الحیوان باب اباحۃ میتات البحر حدیث کتاب المغازی غزوہ سیف البحر حدیث 4360 بحوالہ عظمت شان صحابہ رضی اللہ عنہم)

یہ اصحاب پیغمبر ﷺ کی کرامت ہے کہ اللہ نے انتہائی بھوک کے وقت رزق کا غیبی انتظام کیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دنیا سے بے رغبتی

طبقات ابن سعد میں ہے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں چار سو دینار اور چار ہزار درہم بھیجے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حصے کی تمام رقم فوج میں تقسیم کردی اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی چند درہم و دینار کے سوا جو انہوں نے اپنی اہلیہ کے کہنے پر گھریلو ضروریات کے لئے رکھ لیے تھے تمام رقم مستحقین میں تقسیم کردی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو بے اختیار ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوگئے کہ "الحمدللہ کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کی نظروں میں سیم وزر کی کچھ حقیقت نہیں۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فکر آخرت

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں دنیا میں ہی جنت کی بشارت ملی اس کے باوجود خوف خدا کا عالم یہ تھا کہ بعض اوقات فرماتے تھے کہ

وددت انی کنت کبشا، فبذ بحنی أهلي، فیاکلون لحمي ویحسون مرقی (سیر اعلام النبلاء، ص 18 ج 1 طبقات ابن سعد ص 300 ج 3)

ساتھیوں کی وجہ سے لذیذ کھانا کھانے سے انکار

ایک دن ایک شامی رئیس نہایت لذیذ کھانے لے کر حاضر ہوئے تو ان سے پوچھا: کیا آپ نے اس طرح میری تمام فوج کی ضیافت کی ہے؟

کہنے لگے: نہیں۔

اس پر فرمایا: ابوعبیدہ برا شخص ہوگا کہ ایک قوم کو ساتھ لے کر آئے، وہ اس کے ساتھ اپنی جانیں لڑائے، لہو بہائے اور ابوعبیدہ اپنے آپ کو ان پر ترجیح دے، میں وہی کھاتا ہوں جو سب کھاتے ہیں۔

جزیہ واپس کرنا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حمص کو فتح کرنے کے بعد جب واپس آنے لگے تو انہوں نے عیسائیوں سے جو جزیہ وصول کیا تھا وہ انہیں واپس کردیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ جزیہ آپ کی حفاظت کے لئے وصول کیا تھا۔ اب جبکہ ہم جارہے ہیں تو ایسے میں جزیہ لینا صحیح نہیں۔

اس بات سے حمص کے عیسائی سخت متاثر ہوئے اور وہ ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی کی دعائیں کرنے لگے۔ پھر آپ کی قیادت میں رومی فوجوں کے ساتھ جو معرکہ ہوا وہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ نے رومی فوج کو جو شکست دی اس کے بعد ان کے پاؤں مشرق وسطیٰ میں پھر دوبارہ نہ جم سکے۔

درویش صفت سپہ سالار

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ درویش صفت صحابی اور سپہ سالار تھے۔ شام کو فتح کرنے کے بعد اس ملک کے تمام ابتدائی کام انہوں نے خود مکمل کیے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور خلافت میں دمشق تشریف لائے تو دیکھا دمشق کے فاتح کے پاس ایک ڈھال تلوار اور اونٹ کے سوا کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کاش تم ضروری سامان بھی اپنے پاس رکھتے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا "امیر المومنین! میرے لئے یہی سامان بہت ہے۔"

دمشق: 15 ربیع 14 ہجری مطابق 6 ستمبر 635ء میں ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا

شام جو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں جنگ یرموک میں رومیوں کو شکست

اردن کی تسخیر کے بعد مسلمانوں نے حمص، حماۃ، شیزر، معرۃ النعمان، لاذقیہ اور کئی دوسرے شہر یکے بعد دیگرے فتح کر لیے۔ ان کی مسلسل پیش قدمی نے ہرقل کو سخت غضبناک کر دیا اور اس نے تہیہ کر لیا کہ اپنے سارے وسائل بروئے کار لا کر مسلمانوں کو شام سے باہر دھکیل دے۔ چنانچہ اس نے کثیر التعداد فوجیں جمع کیں اور ان کو ہر قسم کا سامان حرب وضرب دے کر مسلمانوں پر کاری ضرب لگانے کے لئے روانہ کیا۔

رومی لشکر نے دریائے یرموک کے کنارے وقوصہ کے میدان میں پڑاؤ ڈالا اور مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے پر تولنے لگا۔ باختلاف روایت رومی لشکر کی تعداد دو لاکھ سے دس لاکھ کے درمیان تھی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مقابلے کی تیاری کی اور شام میں مختلف مقامات پر بکھری ہوئی تمام فوجوں کو جمع کر کے وادی یرموک میں پہنچ گئے۔ ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر دارالخلافہ سے بھی کمک طلب کر لی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ رومیوں کے اجتماع کی خبر سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل الرائے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا تو کچھ نے خیال ظاہر کیا کہ تمام اسلامی فوجیں شام خالی کر کے عرب کی سرحد پر چلی جائیں اور جب دارالخلافہ سے کمک پہنچ جائے، اس وقت دشمن کے مقابل ہوں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رائے کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ جن علاقوں کو اللہ عزوجل نے ہمارے لیے فتح کر دیا ہے ان کو خالی کرنا تباہی کے مترادف ہوگا اور ان کو دوبارہ فتح کرنے میں سخت دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور صرف تیس چالیس ہزار مجاہدین کے ساتھ دشمن کے ٹڈی دل سے پنجہ آزمائی کے لئے تیار ہو گئے۔ رجب 15 ہجری میں یرموک (یا وقوصہ) کے میدان میں رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایسی خونریز جنگ ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی پیش نہ آئی تھی۔ اس جنگ نے بڑی حد تک شام کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جو پوری میمنہ یا اس کے ایک حصے کے سالار تھے) اس لڑائی میں شروع سے آخر تک نہایت استقلال اور ہمت کے ساتھ داد شجاعت دی۔ ان کے نوجوان فرزند عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی باپ کے پہلو بہ پہلو جانبازی کا حق ادا کرتے رہے۔

جنگ یرموک کے موقع پر رومیوں کے سیلاب کو روکنے کے لئے یہ طے ہوا کہ مفتوحہ ممالک چھوڑ کر تمام فوجیں دمشق میں جمع ہو جائیں۔ پھر اس پر عمل کرنے کی غرض سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عیسائیوں سے جو جزیہ یا خراج لیا تھا سب واپس کر دیا اور فرمایا کہ یہ سب تمہاری حفاظت کا معاوضہ تھا۔ لیکن جب ہم اس وقت اس سے عاجز ہیں تو پھر ہم کو اس سے فائدہ اٹھانے کا کوئی حق نہیں۔ چنانچہ کئی لاکھ کی رقم واپس کر دی۔ اس سے عیسائی ایسے متاثر ہوئے کہ رو رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے "اللہ تم کو پھر واپس لائے۔"

خواتین نے خیمے کی چوبیں اکھاڑ لیں

وادی یرموک میں ہونے والی خونخوار لڑائی میں ایک موقع پر عیسائیوں نے اس زور وشور سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہو گیا اور نہایت بے ترتیبی سے پیچھے ہٹا۔ ہزیمت یافتہ افراد ہٹتے ہٹتے عورتوں کے خیمہ گاہ تک آ گئے۔ عورتوں کو یہ حالت دیکھ کر سخت غصہ آیا۔ خیمہ کی چوبیں اکھاڑ لیں اور پکاریں کہ مردودو! ادھر آئے تو چوبوں سے تمہارا سر توڑ دیں گے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کیفیت دیکھی تو گھوڑے سے کود پڑے اور کہا کہ میں تو پیدل لڑتا ہوں، لیکن کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکے تو گھوڑا حاضر ہے۔

ان کے بیٹے نے کہا: یہ حق میں ادا کروں گا، کیونکہ میں سوار ہو کر اچھا لڑ سکتا ہوں۔ غرض دونوں باپ بیٹے فوج میں گھسے اور اس دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے مجاہدین کی سرفروشی کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائیوں کو کمر توڑ شکست ہوئی اور تقریباً ایک لاکھ آدمی میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔

وادی یرموک

زیر نظر تصویر جنگ یرموک کے میدان کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے مثال کارنامے انجام دیئے

معرکہ فحل میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارنامے

فتح دمشق کے بعد اسلامی فوجیں فحل میں جمع ہوئیں۔ اس وقت رومیوں کی یہ کوشش رہی کہ مسلمان کسی طرح سے یہاں سے چلے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ایک سفیر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ یہاں تو ہر چھوٹا و بڑا ایک ہی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ سب برابر تھے۔ چنانچہ اس نے پوچھا: "تمہارا سردار کون ہے؟"

اس پر کسی نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کیا تو دیکھا کہ وہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس پر اس نے پوچھا کہ "کیا تم ہی سردار ہو؟"

فرمایا "ہاں"

اس نے کہا "ہم تمہاری فوج کو فی کس دو دو اشرفیاں دیں گے، تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

اس پر صلح کا معاملہ ختم ہوا اور آپ نے فوج کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ غرض دوسرے دن جنگ شروع ہوئی۔ اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایک صف میں جا کر یہ کہتے تھے کہ

"اللہ کے بندو! صبر کے ساتھ اللہ سے مدد چاہو۔ اس لئے کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

اس وقت آپ قلب فوج میں رہ کر اس دانشمندی سے اپنے ساتھیوں کی ہمت بڑھا رہے تھے کہ آخر یہ تھوڑے سے مسلمان رومیوں کی پچاس ہزار تربیت یافتہ فوج پر غالب آئے اور ضلع اردن کے تمام مقامات فرزندان توحید کے ماتحت ہو گئے۔

شام کے گورنر کے گھر کا احوال

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے گورنر تھے تو اسی زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے دورے پر تشریف لائے۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ "مجھے اپنے گھر لے چلئے۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا "آپ میرے گھر میں کیا کریں گے؟ وہاں آپ کو شاید میری حالت پر آنکھیں نچوڑنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔"

لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصرار فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے گھر لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی سامان ہی نظر نہ آیا۔ گھر ہر قسم کے سامان سے خالی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ "آپ کا سامان کہاں ہے؟ یہاں تو بس ایک نمدہ، ایک پیالہ، ایک مشکیزہ نظر آ رہا ہے۔ آپ امیر شام ہیں، آپ کے پاس کھانے کی بھی کوئی چیز ہے؟"

یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طاق کی طرف بڑھے اور وہاں سے روٹی کے کچھ ٹکڑے اٹھا لائے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "امیر المومنین! میں نے تو پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ آپ میری حالت پر آنکھیں نچوڑیں گے۔ بات دراصل یہ ہے کہ انسان کے لئے اتنا اثاثہ کافی ہے جو اسے اپنی خوابگاہ (قبر) تک پہنچا دے۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "ابوعبیدہ! دنیا نے ہم سب کو بدل دیا، مگر تمہیں نہیں بدل سکی۔"

اللہ اکبر! وہ ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کے نام سے قیصر روم کی عظیم طاقت لرزہ براندام تھی، جس کے ہاتھوں روم کے عظیم الشان قلعے فتح ہو رہے تھے اور جس کے قدموں پر روزانہ رومی مال و دولت کے خزانے ڈھیر ہوتے تھے، وہ روٹی کے سوکھے ٹکڑوں پر زندگی بسر کر رہا تھا۔ دنیا کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر اسے اتنا ذلیل و رسوا کسی نے کیا تو وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی جاں نثار تھے۔

(حوالہ سیر اعلام النبلاء 1/7)

حیرت انگیز سادگی

شام کا ہمہ مقتدر والی اور سپہ سالار اعظم ہونے کے باوجود حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انکسار کی یہ کیفیت تھی کہ نہ کبھی امتیازی لباس پہنا اور نہ کبھی اونچی جگہ کو نشست گاہ بنایا۔ معمولی لباس میں سپاہیوں کے درمیان فرش خاک پر بیٹھ جاتے تھے۔ رومیوں کے سفیر آتے تھے تو دریافت کیے بغیر وہ یہ نہیں جان سکتے تھے کہ مسلمانوں کا امیر کون ہے؟ غرض انہوں نے انکسار اور مساوات کی حیرت انگیز مثال قائم کر دی تھی۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

حضرت سعید بن ابی سعید مصری سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہو گئے تو آپ نے وہاں موجود مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی وصیت کرتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو تمہیں ہمیشہ بھلائی نصیب رہے گی۔

"نماز کا اہتمام کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، صدقہ کرتے رہنا، حج و عمرہ کرنا، اپنے حکمرانوں کی خیر خواہی اور انہیں نصیحت کرتے رہنا، دنیا تمہیں اپنی طرف متوجہ نہ کرنے پائے، کیونکہ آدمی اگرچہ ہزار سال عمر ہی کیوں نہ پائے، آخر اسے اس حال کی طرف لوٹنا پڑتا ہے جس میں، میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کی موت کا وقت مقرر فرما دیا ہے۔ تم میں زیادہ عقل والا وہ ہے جس نے اپنے رب کی اطاعت کی اور آخرت کے لئے صالح اعمال سے تیاری کر لی۔" (کنز العمال 219:13)

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے ملاقات کروں گا؟

اس کے بعد آپ زارو قطار رو پڑے۔ رونے کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگے:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: مسلمانوں کو بہت سی فتوحات حاصل ہوں گی۔ اے ابوعبیدہ! تمہاری موت دیر سے آئے گی۔ یاد رکھنا، تین خدام اور تین سواریوں پر اکتفا کرنا۔ لیکن آج میں اپنے گھر کی طرف دیکھتا ہوں تو خدام سے بھرا ہوا، اصطبل چار پایوں سے بھرا ہوا ہے۔

فكيف القى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد هذا وقد امصانا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان احبكم الي واقربكم مني من لقيني مثل الحال الذي فارقني عليها (مسند احمد 196:1)

میں اب کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوں گا۔ حالانکہ آپ نے ہمیں نصیحت فرمائی تھی مجھے تم میں سے وہی محبوب ہے جو مجھے اس حال میں ملے گا جس میں، میں اسے چھوڑے جا رہا ہوں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عاشقانہ موت

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پورے دور خلافت میں ان کے معاون رہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں عسکری تاریخ کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کر کے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر اسلام کا سپہ سالار بنادیا۔ ان کی قیادت میں لشکر اسلام نے حیرت انگیز انداز میں پیش قدمی کی۔ یہ سرزمین شام میں جنگی حالات سے دوچار تھے کہ وہاں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی۔

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتا چلا تو خط دے کر قاصد کو بھیجا:

سلام علیک، اما بعد، فإنه قد عرضت لی إلیک حاجة أرید أن أشا فهک بها فعزمت علیک اذا نظرت فی کتابی هذا أن لاتضعه من یدک حتی تقبل الّی.

''سلام کے بعد، مجھے ایک ضرورت پیش آ گئی ہے جس کے بارے میں آپ سے زبانی بات کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا میں پوری تاکید کے ساتھ آپ سے کہتا ہوں کہ جونہی آپ میرا یہ خط دیکھیں تو اسے اپنے ہاتھ سے رکھتے ہی فوراً میری طرف روانہ ہو جائیں۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اطاعت امیر کے ساری زندگی پابند رہے۔ لیکن اس خط کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ شدید ضرورت (جس کے لئے مجھے مدینہ منورہ بلایا جارہا ہے) صرف یہ ہے کہ وہ مجھے اس طاعون زدہ علاقے سے نکالنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ یہ خط پڑھ کر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: **عرفت حاجة أمیر المومنین، إنه یرید أن یستبقی من لیس بباق**

''میں امیر المومنین کی ضرورت سمجھ گیا۔ وہ ایک ایسے شخص کو باقی رکھنا چاہتے ہیں جو باقی رہنے والا نہیں۔''

پھر یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ جواب لکھا:

یاامیر المومنین، انی قد عرفت حاجتک الی، وانی فی جند من المسلمین لا اجد بنفسی رغبة عنهم، فلست ارید فراقهم حتی یقضی الله فی وفیهم امره وقضاء ہ فخلنی من عزیمتک یاامیر المؤمنین، ودعنی فی جندی

''امیر المومنین، آپ نے مجھے جس ضرورت کے لئے بلایا ہے وہ مجھے معلوم ہے، لیکن میں مسلمانوں کے ایسے لشکر کے درمیان بیٹھا ہوں جس کے لئے میں اپنے دل میں اعراض کا کوئی جذبہ نہیں پاتا، لہٰذا میں ان لوگوں کو چھوڑ کر اس وقت تک آنا نہیں چاہتا جب تک اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے بارے میں اپنی تقدیر کا حتمی فیصلہ نہیں فرما دیتا۔ لہٰذا امیر المومنین! مجھے اپنے اس تاکیدی حکم سے معاف فرما دیجئے اور اپنے لشکر ہی میں رہنے دیجئے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط پڑھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جو لوگ پاس بیٹھے تھے، وہ جانتے تھے کہ خط شام سے آیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آبدیدہ دیکھ کر انہوں نے پوچھا ''کیا ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہو گئی ہے؟''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''ہوئی تو نہیں، لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہونے والی ہے۔''

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرا خط لکھا:

سلام علیک، اما بعد، فانک انزلت الناس ارضا عمیقة فارفعهم الی ارض مرتفعه نزهة

''سلام کے بعد، آپ نے لوگوں کو ایسی زمین میں رکھا ہوا ہے جو نشیب میں ہے، اب انہیں کسی بلند جگہ پر لے جائیے جس کی ہوا صاف ستھری ہو۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ خط حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچا تو انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ امیر المومنین کا یہ خط آیا ہے۔ اب آپ ایسی جگہ تلاش کیجئے جہاں لے جا کر لشکر کو ٹھہرایا جا سکے۔

میں جگہ کی تلاش میں نکلنے سے پہلے گھر پہنچا تو دیکھا کہ میری اہلیہ طاعون میں مبتلا ہو چکی ہے۔ میں نے واپس آ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا۔ اس پر انہوں نے خود تلاش میں جانے کا ارادہ کیا اور اپنے اونٹ پر کجاوہ کسوایا۔ ابھی آپ نے اس کی رکاب میں پاؤں رکھا ہی تھا کہ آپ پر بھی طاعون کا حملہ ہو گیا اور اسی طاعون کے مرض میں آپ نے وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔ (اس پورے واقعے کے لئے ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ص 78، ج 7 و سیر اعلام النبلاء ص 18,19 ج او مستدرک حاکم ص 263 ج 3 بحوالہ جہاں دیدہ)

حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مزار مسجد کی دائیں دیوار کے ساتھ ایک چھوٹے سے کمرے میں واقع ہے۔ اس کمرے میں کچھ پرانے کتبات بھی رکھے ہیں جو اس جگہ سے برآمد ہوئے تھے، لیکن ان کی عبارتیں صاف پڑھی نہیں جاتیں۔

مسجد سے باہر نکلیں تو دائیں طرف ایک بڑا وسیع وعریض قبرستان ہے جس میں قدیم اور بوسیدہ قبروں کے نشانات دور تک نظر آتے ہیں، یہاں کے مقامی لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ اس میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور طاعون عمواس کے بہت سے شہداء مدفون ہیں۔ یہاں اجتماعی اور اجمالی طور پر اہل قبور کو سلام عرض کرنے اور ان پر فاتحہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

اردن میں موجود حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار و مسجد

باب الجابیہ میں ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے جس کو امیر المجاہدین حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح کے زمانے میں بنایا تھا۔
یہ صحابی رسول ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔

مزار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسجد ابی عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنکھوں دیکھا حال

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں کہ اردن کے علاقہ اغوار میں نماز جمعہ ہم نے اسی مسجد میں ادا کی جو ''مسجد ابی عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کے نام سے مشہور ہے اور جس کے ایک حصے میں امین امت حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرماہیں۔ مزار کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد ولائبریری بھی ہے۔''

یہ مسجد کافی کشادہ ہے اور خطبہ جمعہ میں نمازیوں کی اتنی بڑی تعداد تھی کہ مسجد بھرگئی۔ امام صاحب خطبے میں جہاد کے فضائل اور عالم اسلام کے مسلمانوں کی پستی کے اسباب بڑے موثر انداز میں بیان فرما رہے تھے، لیکن نماز کا جو وقت مقرر تھا اسی پر خطبہ ختم کر کے نماز شروع کر دی۔

نماز کے بعد مسجد کے اندرونی حصے میں دائیں جانب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضری کی سعادت ملی۔ نبی کریم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جاں نثار صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضری کے وقت دل کی جو کیفیت تھی وہ ناقابل بیان ہے عہد رسالت اور اس کے بعد کے کتنے واقعات ذہن کے دریچوں کو روشن کر رہے تھے۔ ایک انمول تاریخ تھی جس کے اوراق چند لمحوں میں نگاہوں کے سامنے الٹتے چلے گئے، اور دل میں عقیدت ومحبت کا ایک سیلاب امڈ آیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے متصل مسجد میں نماز کی ادائیگی کا منظر
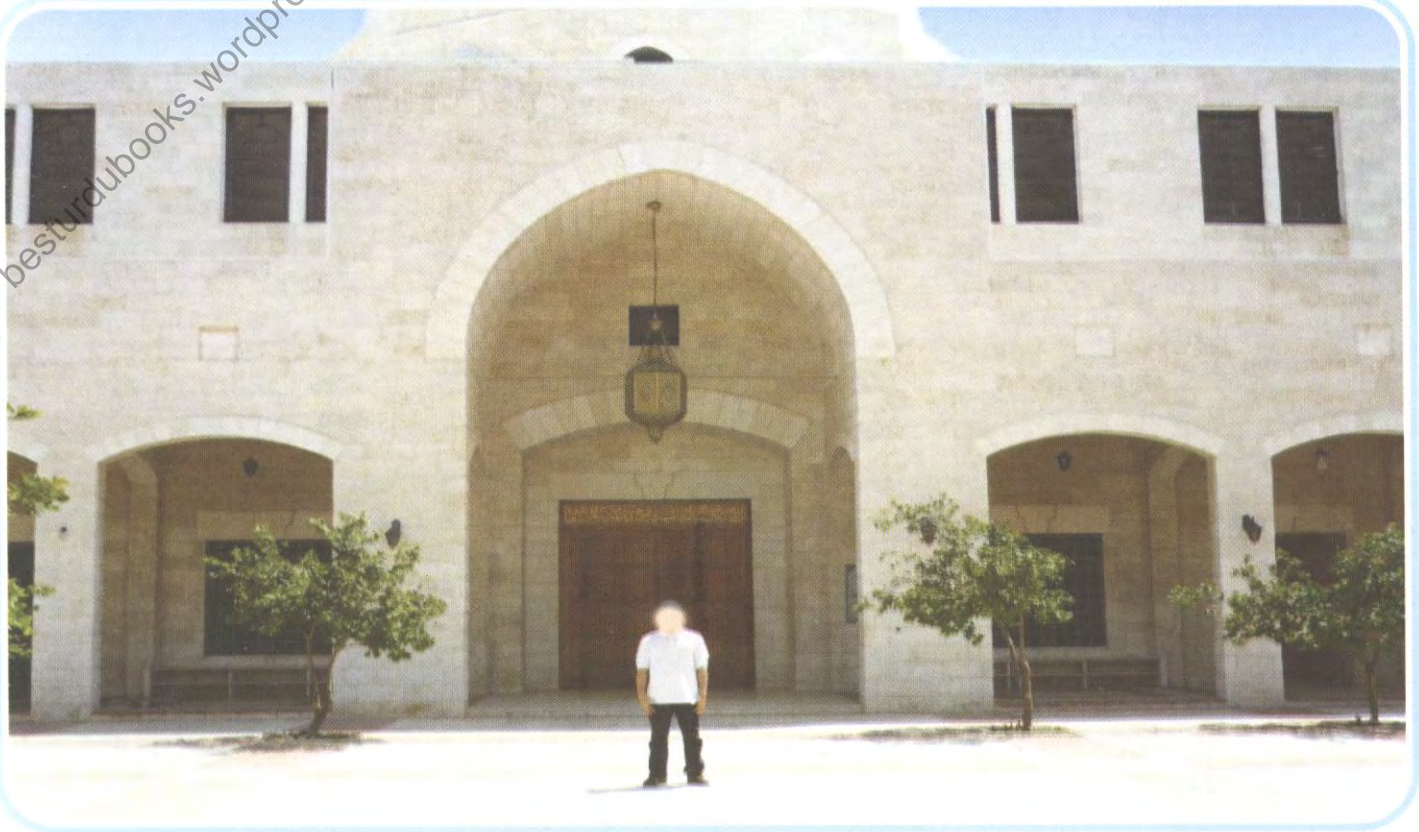
حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے صحن کا منظر
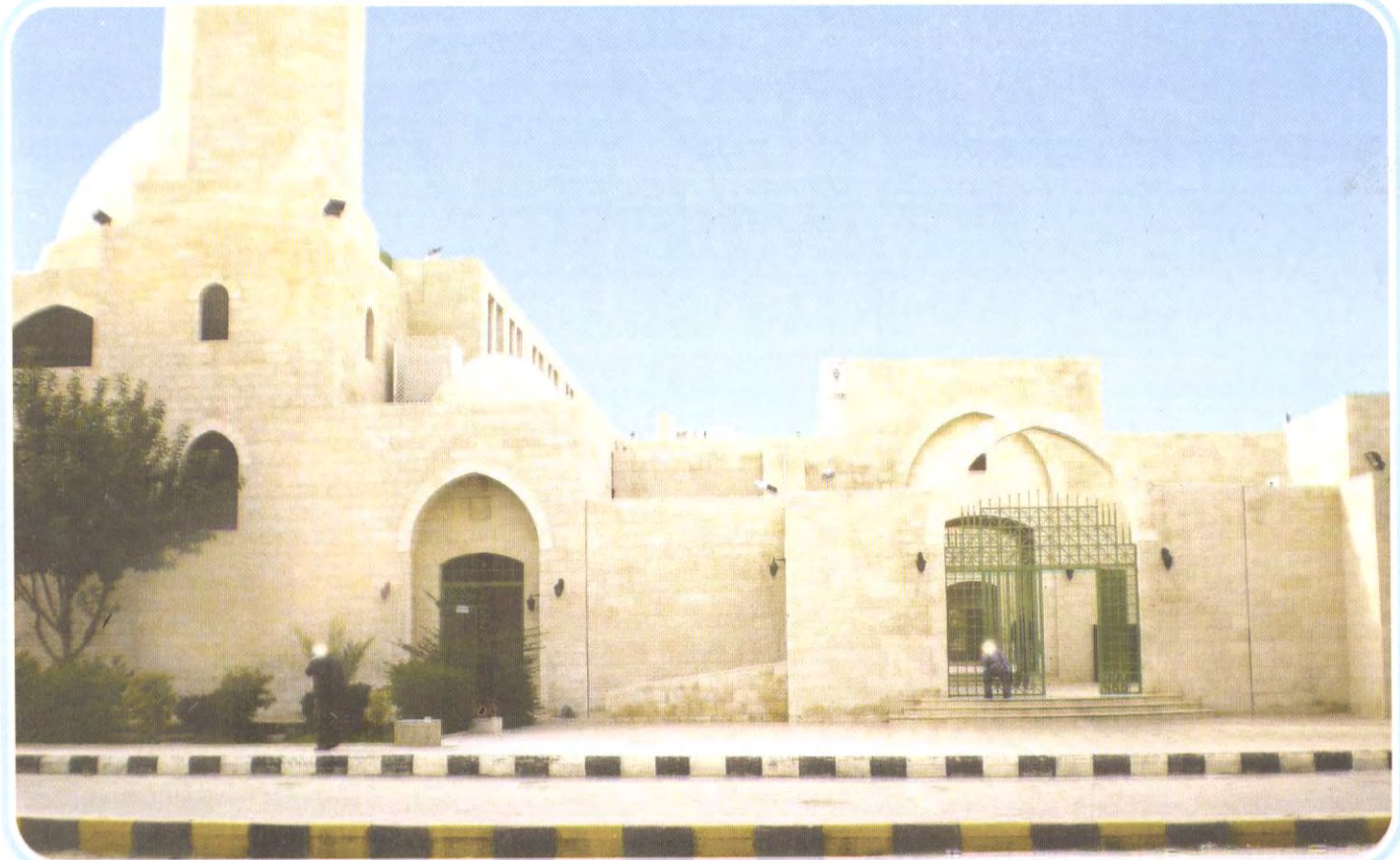
حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کا بیرونی منظر

اردن میں موجود حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب مزار مبارک
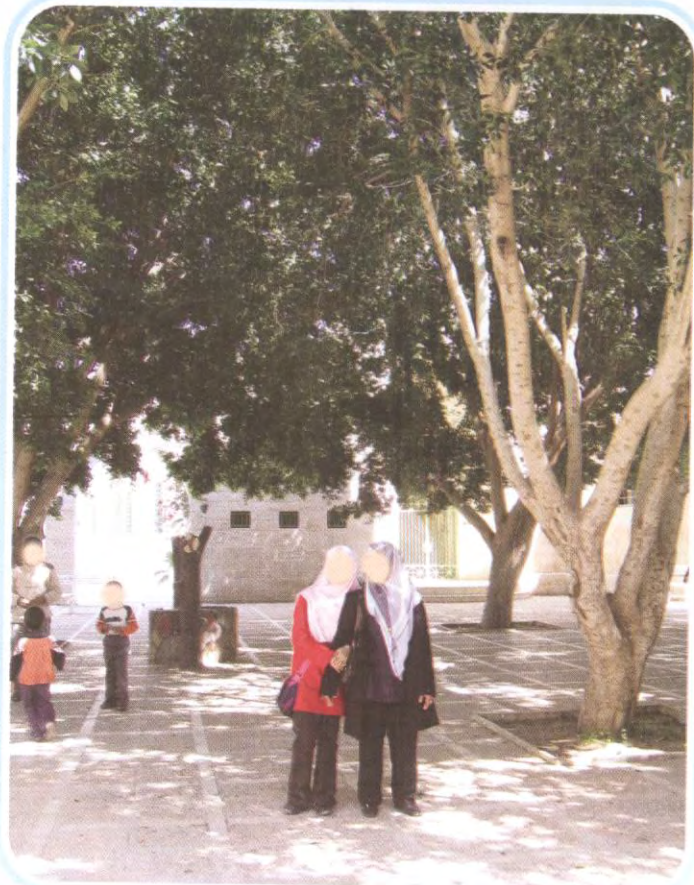
حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی نشاندہی کرنے والا بورڈ

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک
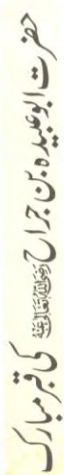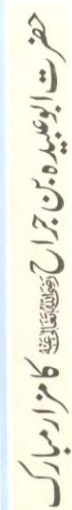
حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار میں موجود دالان کا منظر

چار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر مبارک کی زیارت

اردن میں ایک جگہ ہے جس کا نام اغوار ہے۔ وہاں خوبصورت مسجد ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اسی جگہ فحل کی جنگ ہوئی تھی۔ اس علاقہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ضرار بن ازدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات ہیں۔ یہ مزارات اسی سڑک پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر واقع ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

نوٹ: قبروں پر قرآنی آیات لکھنا، کندہ کرانا دراصل منع ہے یہ بعد کے لوگوں کی لاپروائی ہے۔ مسلمان استدلال نہ کریں۔

تذکرہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حضور اقدس ﷺ کے چچا ہیں اور چونکہ انہوں نے بھی حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پیا تھا، اس لئے دودھ کے رشتہ سے یہ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ سے عمر میں صرف 4 سال بڑے تھے اور بعض کا قول ہے کہ صرف 2 سال کا فرق تھا۔

مکہ مکرمہ میں موجود محلّہ مسفلہ میں شیر اسلام حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ہوئی۔ جسے اب مسجد بنا دیا گیا ہے اور اسے مسجد حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاتا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب

اسد اللہ و اسد رسولہ

اللہ ورسول کا شیر

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ لقب نہ صرف زمین پر بلکہ آسمانوں پر بھی رائج ہے۔ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ آسمان والوں کے پاس حمزہ کا نام اس طرح لکھا ہے

حمزة ابن عبدالمطلب اسداللہ واسد رسولہ

(مستدرک حاکم ج2 ص194)

رحمت دو عالم ﷺ کا چچا ہونے کے علاوہ رضاعی بھائی بھی ہیں۔ ابولہب کی کنیز ثویبہ نے دونوں کو مختلف وقتوں میں دودھ پلایا تھا۔

جب رحمت دو عالم ﷺ کو ان کی بیٹی سے شادی کرنے کی ترغیب دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

انها ابنة اخى من الرضاعة

وہ میرے دودھ شریک بھائی کی بیٹی ہے۔ (طبقات ابن سعد ج3 ص6)

غزوہ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی المناک شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

ابوطالب رحمت دو عالم ﷺ کے ساتھ بے انتہاء محبت رکھتے تھے۔ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ اپنے بھتیجے کے تلوے میں ایک کانٹا بھی نہ چبھنے دیتے۔ لیکن ایک تو ان کی مالی حالت اچھی نہیں تھی، دوسرے وہ جسمانی طور پر کمزور تھے، جب کہ رحمت دو عالم ﷺ کے دشمن مکہ کے رئیس اور انتہائی مضبوط و طاقتور تھے۔ اب کسی ایسے منچلے اور جیالے کی ضرورت تھی جو سرداران مکہ جتنا طاقتور ہو اور ان کے ساتھ انہی کی زبان میں گفتگو کر سکے اور یہ ضرورت اتنے عمدہ طریقے سے پوری ہوئی کہ پھر مکہ میں رحمت دو عالم ﷺ کو ستانے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ یعنی رحمت دو عالم ﷺ کے دوسرے چچا جان حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لے آئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے نہایت زور آور، شجاع، نڈر اور بے باک انسان تھے۔ مزاجاً ان لوگوں میں سے تھے جو دشمن کے منہ پر تھپڑ پہلے مارتے ہیں وجہ بعد میں بیان کرتے ہیں۔ شکار کے شائق تھے اور تقریباً روزانہ ہی تیر کمان لے کر شکارگاہ کی طرف نکل جایا کرتے تھے۔

ایک روز نبی کریم ﷺ کوہ صفا کے پاس تشریف فرما تھے کہ ابوجہل کا گذر وہاں سے ہوا۔ اس نے آپ ﷺ کو سخت برا بھلا کہا اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائی۔

رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور جواباً کچھ بھی نہ کہا۔ پھر ابوجہل نے مشتعل ہو کر آپ ﷺ کے سر مبارک پر ایک پتھر دے مارا۔ جس سے ایسی چوٹ آئی کہ خون نکل آیا۔ اس کے بعد ابوجہل کعبہ میں پہلے سے موجود قریش کی مجلس میں آ گیا۔

زیر نظر تصویر مروہ نامی جگہ پر بنی ہوئی عمارت کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں آج سے تقریباً 1400 سال پہلے رحمت دو عالم ﷺ کو ابوجہل نے زخمی کیا تھا۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کو خوب مارا اور شاید یہی وجہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت کا ذریعہ بن گئی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں ابوجہل کی پٹائی

عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی کوہ صفا پر واقع اپنے مکان سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ اسی دوران حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیر کمان سے لیس اپنی ہی دھن میں لدے پھندے شکار سے واپس تشریف لائے تو وہ لونڈی دوڑ کر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئی اور انہیں ابوجہل کی ساری حرکت سے آگاہ کیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنا تو غصے سے بھڑک اٹھے۔ خون نے جوش مارا۔ جبکہ درحقیقت اللہ کو اپنے نبی کا دفاع کروانا تھا۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً ابوجہل کی تلاش میں دوڑتے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور عین ابوجہل کے سر پر جا کر کھڑے ہو گئے اور بولے:

''ہمت ہے تو مجھ سے لڑ کر دیکھ، مجھے گالی دے کر دیکھ۔ بزدل تو میرے بھتیجے کو گالی دیتا ہے'' اور پھر کھینچ کر اپنی کمان ابوجہل کے سر پر ماری۔ جس سے ابوجہل کے سر پر گہری چوٹ آئی۔ اس پر ابوجہل کے قبیلے بنومخزوم کے لوگ ابوجہل کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا ''حمزہ! شاید تم بھی بددین ہو گئے ہو۔''

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر سخت غصے کی وجہ سے کہہ دیا۔ ''ہاں! میں بھی اس کے دین پر ہوں۔ جو وہ کہتا ہے میں بھی وہی کہتا ہوں۔ تم مجھے روک سکتے ہو تو روک لو۔''

اس صورتحال کو دیکھ کر ابوجہل کے دوست غصے میں کھڑے ہونے لگے۔ مگر ابوجہل نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو ٹھنڈا کر دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے شیر ہیں کہ جب انہیں غصہ آتا ہے تو پھر کوئی ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

پھر ابوجہل نے اپنے دوستوں سے کہا کہ ''حمزہ کو جانے دو۔ میں نے واقعی اس کے بھتیجے کو بہت بری گالی دی تھی۔''

بعد میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لائے اور اسلام قبول کرنے کے بارے میں غور کرتے رہے۔ دل نے اسلام کی حقانیت کی گواہی دی اور آپ دارارقم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس وقت مسلمانوں نے ان کی وجہ سے بڑی عزت وقوت محسوس کی۔

مسجد حرام میں وہ جگہ جہاں زمانہ جاہلیت میں برہنہ طواف ہوتا تھا۔ بیت اللہ کے اندر 360 بت اور کعبہ کی چھت پر بھی ایک بڑا بت نصب تھا۔ اس جگہ 1400 سال پہلے ابوجہل اپنے دوستوں کے ساتھ محفل لگایا کرتا تھا اور یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا بدلہ لینے کے لئے ابوجہل کو ذلیل کیا تھا۔

معرکۂ غزوہ احد

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو اطلاع بھیجی کہ مشرکین مکہ بڑے جوش وخروش سے مدینے پر حملہ کرنے کی تیاری کررہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے 5 شوال 3 ہجری کو دو خبر رساں جن کے نام حضرت مونس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، خبر لانے کے لئے بھیجے۔ انہوں نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آگیا ہے اور مدینہ کی چراگاہ (عریض) کو ان کے گھوڑوں نے صاف کردیا ہے۔

آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا۔ مہاجرین نے عموماً اور انصار میں سے اکابر نے یہ رائے دی کہ عورتیں باہر قلعے میں بھیج دی جائیں اور دشمن کا شہر میں پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول نے بھی یہی رائے دی۔ لیکن ان نوخیز صحابہ نے جنہیں جنگ بدر میں شریک نہیں کیا گیا تھا اصرار کیا کہ شہر سے نکل کر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ان کی رائے پر شہر سے باہر لڑنے کا فیصلہ کیا۔

قریش بدھ کے دن مدینہ کے قریب پہنچے اور کوہ احد کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ شہر سے نکلے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تین سو کی جمعیت یہ کہہ کر واپس لے گیا کہ (حضرت) محمد (ﷺ) نے میری رائے نہیں مانی۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اب صرف سات سو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم رہ گئے۔ ان میں سے ایک سو زرہ پوش تھے۔

نبی کریم ﷺ نے جبل احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم عنایت فرمایا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسالے کے افسر مقرر ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوج کے اس حصہ کی کمان ملی جو زرہ پوش نہ تھی۔ پشت کی طرف احتمال تھا کہ دشمن ادھر سے حملہ کرسکتا ہے۔ لہٰذا وہاں ایک درے میں 50 تیرانداز تعینات کئے گئے، اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں تاکید کی کہ خواہ لڑائی میں فتح ہوجائے پھر بھی وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تیراندازوں کے افسر مقرر ہوئے۔

مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی اور کفار میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ مجاہدین مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہوگئے۔ یہ دیکھ کر درے پر مقرر لوگوں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی اور مال غنیمت اکٹھا کرنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے، انہوں نے عقب خالی دیکھ کر حملہ کردیا۔ اس اچانک حملے سے مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی اور 70 افراد شہید ہوگئے۔ نبی کریم ﷺ بھی زخمی ہوئے۔ (تاریخ از الکامل 2: 244 تا 52 / البدایہ والنہایہ 10 تا 49: 4 / سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی 1:217 / تاریخ طبری 61 تا 3:75)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت

جنگ احد میں حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت نضر بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سباع بن عرفط نامی مشرک کا سر قلم کررہے تھے کہ جبیر بن مطعم کے حبشی غلام (ایک روایت کے مطابق ہند زوجہ ابوسفیان کے غلام) وحشی نے نیزہ مار کر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردیا۔ اس جنگ میں قریش کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ مارا گیا۔ مشرکین کے مقتولین کی کل تعداد 22 اور ایک قول کے مطابق 37 تھی۔ مشرک سردار ابی بن خلف نے نبی کریم ﷺ کی طرف بدنیتی سے پیش قدمی کی تو آپ ﷺ نے اسے ایک چھوٹے سے نیزے سے ایسی ضرب لگائی کہ وہ بیل کی طرح ڈکارتا ہوا پلٹا اور پھر مکہ کے راستے میں سرف کے مقام پر مرگیا۔ (بحوالہ اٹلس سیرت النبی ﷺ)

مقام غزوہ احد میں موجود شہداء احد کے مقبرے میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مدفون ہیں

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک جرأتمندانہ اقدام

اسی مقدس پہاڑ احد کے دامن میں 3ھ کو غزوۂ احد کا واقعہ پیش آیا۔ جنگِ بدر کی انتہائی ذلت آمیز شکست کے بعد ابوسفیان بن حرب، عبد اللہ بن ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام، حویطب بن عبدالعزی، صفوان بن امیہ نے مشورہ کر کے اس شکست کا بدلہ لینے کا فیصلہ کرلیا اور جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ تین ہزار سواروں کے اس لشکر کی قیادت ابوسفیان بن حرب نے خود کی۔ اس فوج میں تین ہزار اونٹ، دوسو گھوڑے، سات سو زرہ پوش شامل تھے۔

(طبقات ابن سعد ج:2،ص:210)

کفار کے اس منصوبہ کی اطلاع پاتے ہی حضور سید عالم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرمایا۔ مکمل خبر گیری اور حالات کا جائزہ لینے کے لئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مونس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ فرمایا۔ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رات کے پہرہ پر مقرر فرمایا۔ دوران مشورہ یہ بحث آئی کہ دشمن کا مقابلہ مدینہ منورہ کے اندر کیا جائے یا باہر نکل کر کیا جائے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

لا اطعم الیوم حتی اقاتلھم بسیفی خارج المدینۃ المنورہ

اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینہ منورہ سے باہر نکل کر دشمن کا اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کرلوں۔

(زرقانی ص23 ج:2 / البدایہ والنہایہ ص12 ج4)

جنگ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ جنہیں وہ بے محابا چلا رہے تھے۔ جس طرف رخ کرتے صفوں کی صفیں الٹ جاتیں اور لاشوں کے انبار لگ جاتے۔ اچانک عرب کے مشہور شمشیر زن سباع غیشانی سے آمنا سامنا ہوگیا۔ ماہر جنگجو سباع نے کہا: مقابلہ کروگے؟ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت غضبناک شیر کی طرح بپھرے ہوئے تھے، بولے: ہاں! او ختنے کرنے والی کے بیٹے۔ اللہ و رسول کے دشمن! اس کے ساتھ ہی دست قضا حرکت میں آیا اور سباع کا سر تن سے جدا ہوگیا۔

جنگ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

سباع آخری بدنصیب تھا، جو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا۔ اس کو ٹھکانے لگاتے وقت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ پیٹ سے کھسک گئی تھی۔ وحشی کسی ایسے ہی موقع کی تاک میں ایک چٹان کی آڑ میں چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے آپ کے پیٹ کا نشانہ لے کر پوری قوت سے نیزہ پھینکا۔ وحشی اس کام کا ماہر تھا۔ چنانچہ اس کا پھینکا ہوا نیزہ آپ کی ناف سے ذرا نیچے آکر لگا۔ اور آپ کا شکم کٹ گیا۔ غضبناک ہوکر وحشی کی طرف لپکے، مگر وحشی دور تھا اور انتہائی طاقت سے پھینکا ہوا نیزہ اپنا کام کر چکا تھا۔ لڑکھڑا کر گر پڑے اور جان جاں آفرین کے سپرد کردی۔

درندگی کا مظاہرہ

جنگ ختم ہوگئی تو وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ چاک کیا، اور ان کے جگر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ابوسفیان کی بیوی ہند (ہند وہ عورت ہے جس کے والد کو بدر کے میدان میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا تھا) کے پاس گیا اور کہا: اگر میں تمہیں بتاؤں کہ میں نے تمہارے والد کے قاتل کو مار ڈالا ہے تو مجھے انعام ملے گا؟

ہند نے کہا: اس وقت جو کچھ میرے پاس ہے، وہ سب تیرا ہوگا، اس کے علاوہ گھر جاکر دس دینار مزید دونگی۔ وحشی خوش ہوگیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جگر کا ٹکڑا ہند کو دے کر کہا، یہ رہا تمہارے دشمن کا کلیجہ۔

ابوسفیان کی بیوی کا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ چبانا

ہند نے کلیجہ لے کر چبا ڈالا اور یوں دل ٹھنڈا کیا۔ پھر حسب وعدہ اپنا تمام زیور اور قیمتی کپڑے اسی وقت وحشی کے حوالے کردیے۔ تعجب ہے کہ کلیجہ چبا کر بھی اس کی تسلی نہ ہوئی۔ آخر کار وہ خود حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش پر گئی اور ان کے کان اور ناک کاٹ کر ہار بنایا اور گلے میں ڈال لیا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ مکہ واپس پہنچنے تک یہ ہار اس کے گلے میں پڑا رہا۔ (زرقانی ج2،ص44)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے حضرت حمزہ کی لاش کو دیکھا تو ہچکی بندھ گئی۔

غزوۂ احد میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات میں حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک نمایاں ہے۔
احد کے قبرستان میں موجود حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک (بشکریہ مولانا ہاشم)

میدان احد میں موجود حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد المطلب

ہجرت کے تیسرے سال 625 عیسوی میں جنگ احد لڑی گئی۔اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عبد المطلب شہید ہوئے۔ان کو سید الشہداء کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے انہیں مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ انہیں اس طرح غذا فراہم کرتا ہے جس طرح تمہیں کرتا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رونے والا کوئی نہیں...

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش دیکھی جو بری طرح مبارک اعضاء کو کاٹ کر مسخ کردی گئی تھی تو نہایت آزردہ ہوکر فرمایا کہ: اب اس سے زیادہ دلی اذیت مجھے زندگی میں کبھی نہیں ہوگی۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق رسول اللہ ﷺ بنی عبد الاشہل کے مکان کے پاس سے گزرنے لگے تو وہاں عورتوں کے رونے پیٹنے اور بین کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ جو جنگ اُحد میں شہید ہونے والے اپنے مردوں کا ماتم کر رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ پر رقت طاری ہوگئی اور آنسو بہاتے ہوئے فرمایا: حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رونے والا کوئی نہیں۔

حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس بنی عبد الاشہل کے گھر گئے اور اپنی عورتوں سے کہا کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماتم کریں۔لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی چیخ و پکار سنی تو انہیں مزید رونے دھونے سے منع فرمادیا اور بعد میں مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ مردوں کے لئے سوگ مناتے وقت بلند آواز سے ماتم نہ کریں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ جنگ احد کے شہداء کی قبروں کی زیارت کرتے تھے تو فرماتے تھے؟ سلام تم پر جنہوں نے صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا، جس کا اجر تمہیں آخرت میں ملے گا۔

قبور شہدائے جنگ احد

مورخین جنگ احد کے شہداء کی تعداد 70 بتاتے ہیں۔جن میں سے 64 انصار اور 6 مہاجرین تھے۔ان میں زیادہ تر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے شمالی حصہ میں دفن ہیں۔ان کی قبروں کے چاروں طرف جنگلہ بھی لگا ہوا ہے۔ اس احاطے میں حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ بھی دفن ہیں۔

دنیا کے مختلف حصوں سے آنے والے زائرین مدینہ منورہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے شہداء کی قبروں کی زیارت ضرور کرتے ہیں۔ جو اس فیصلہ کن جنگ کی یاد تازہ کرتی ہیں اور جو مسلمانوں کو اپنے رہنما کی حکم عدولی نہ کرنے کا سبق دیتی ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

شہدائے احد کے قبرستان کا بیرونی منظر

چھیالیس سال بعد حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں سے خون جاری ہوا

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حکومت کے دوران مدینہ منورہ کے اندر نہریں کھودنے کا حکم دیا تو ایک نہر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس کے پہلو میں نکل رہی تھی۔لاعلمی میں اچانک نہر کھودنے والوں کا پھاوڑا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم مبارک پر پڑ گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں کٹ گیا، تو اس میں سے تازہ خون بہہ نکلا، حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن ہوئے چھیالیس سال گزر چکے تھے۔(حجۃ اللہ ج 2 ص 864/ ابن سعد)

اس قبرستان میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدفون ہیں۔

شہدائے احد کے قبرستان میں زائرین کی آمد
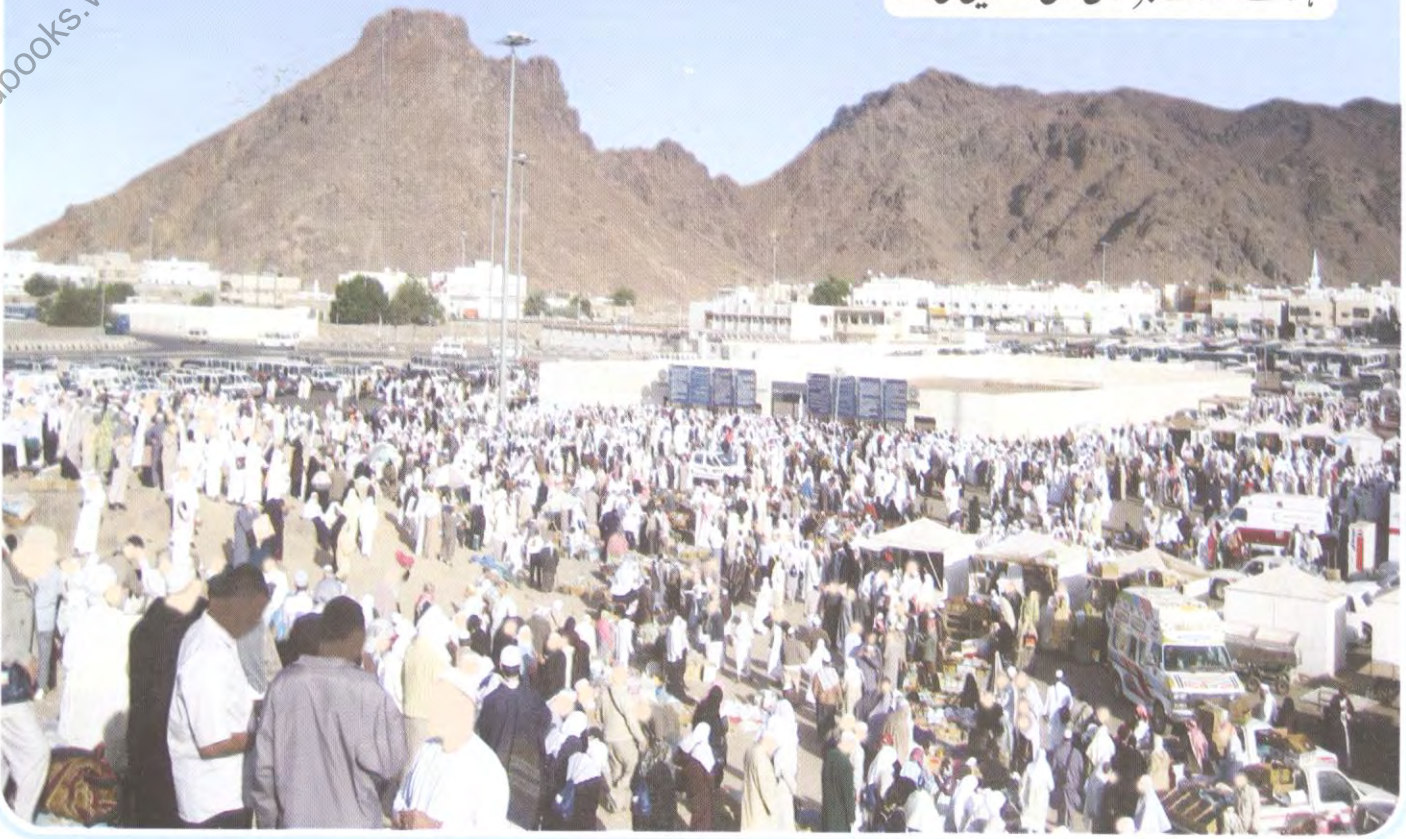
شہدائے احد کے قبرستان کا دور سے ایک دلکش منظر

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غزوہ احد

زار مبارک کا منظر
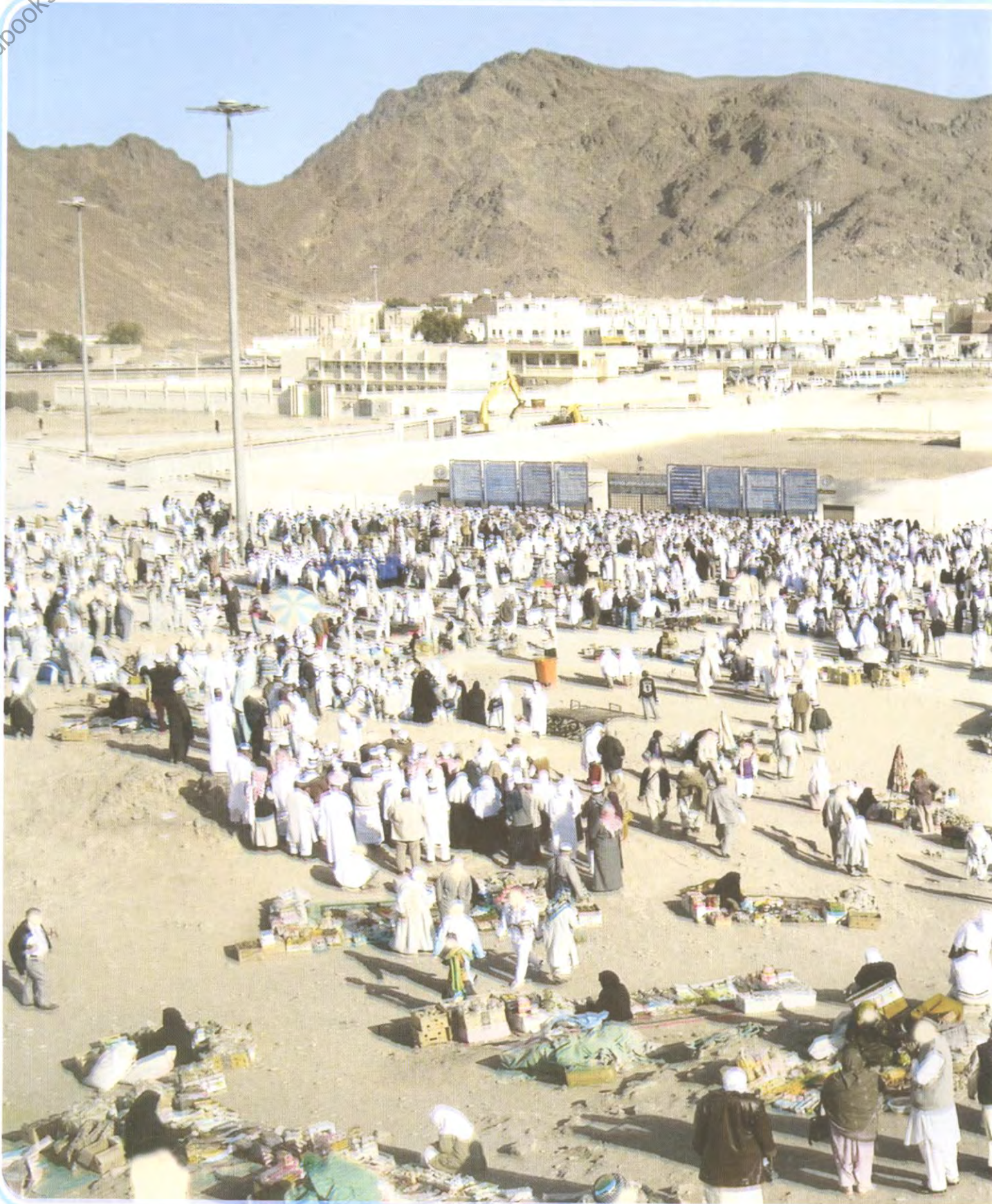
حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی قریب سے لی گئی تصویر

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی دور سے لی گئی تصویر

شہیدوں کے مزار کا احوال

پیارے رسول ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وادی قنادہ کے کنارے جبل الرماۃ کے شمال مغرب اور جبل احد کے جنوب میں ایک ٹیلے پر دفن فرمایا اور ان کے بھانجے عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ دفن ہوئے۔

سعودی گورنمنٹ نے قبروں کے چاروں طرف جنگلا بنوایا اور اس پہاڑی راستے پر زائرین کے قبر تک پہنچنے کے لئے سیڑھیاں بنوائیں۔ دیوار میں جنوب کی سمت لوہے کا دروازہ لگوایا۔ وادی قنادہ کو وادی سید الشہداء اور وادی سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کہا جاتا ہے۔
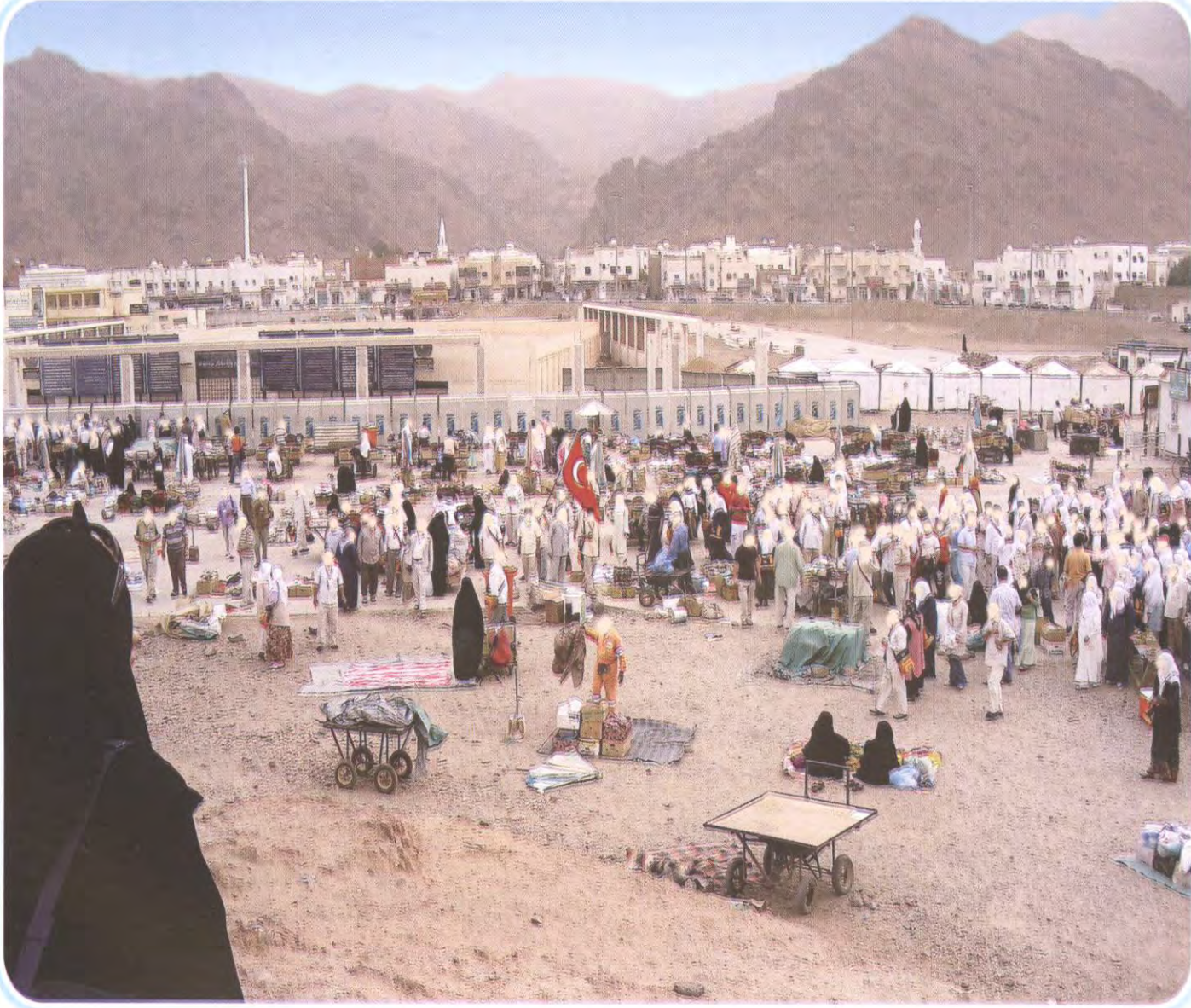
زیر نظر تصویر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک ہے جس کے اطراف میں 70 شہداء اور بھی دفن ہیں۔
سعودی حکومت نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شہداء احد کی قبور مبارک کی نشاندہی کیلئے اس کے چاروں طرف دیوار بنادی ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبر سے سلام کا جواب دینا

حضرت عمر بن علی فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی مجھے جمعہ کے روز احد کی زیارت کیلئے لے گئے۔ وہاں پہنچے تو میرے والد گرامی نے بلند آواز سے کہا:

سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

تمہارے صبر کرنے کے سبب تم پر سلامتی ہو، تمہارے لئے آخرت کا کیا ہی اچھا گھر ہے۔

اے ابو عبداللہ تم پر سلام ہو۔ میرے والد نے مجھ سے پوچھا وعلیکم السلام تم نے کہا ہے میں نے عرض کیا: جی نہیں۔

پھر مجھے دائیں جانب کھڑا کرلیا پھر کہا السلام علیکم۔ پھر جواب ملا وعلیکم السلام۔ اس پر میرے والد گرامی فوراً سجدہ میں گر گئے اور اس انعام پر سجدہ شکر ادا کیا۔

(خلاصۃ الوفا ص 304)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کا آنکھوں دیکھا حال

جناب عاصم صاحب اپنے سفر نامہ میں احد پہاڑ کی زیارت کے بعد اس کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ یہ وہ پہاڑ ہے جس کے متعلق نبی ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ

یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

اسی پہاڑ کے دامن میں 3 ہجری میں مشہور معرکہ غزوۂ احد پیش آیا تھا۔ جس میں نبی ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور بہت سے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت واقع ہوئی۔ مدینہ سے اس کا فاصلہ شمال کی جانب تین چار میل ہے اور یہ مشرق سے مغرب کو 4 میل کے قریب لمبا ہے۔ جب تک انسان اس کے قریب نہیں پہنچ جاتا، دور سے دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ متعدد پہاڑی سلسلوں کا مجموعہ ہے۔ اس تک پہنچنے سے پہلے دائیں طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی آتی ہے۔ جس کا قدیم نام جبل عینین ہے۔ لیکن اب یہ جبل الرماۃ (تیر اندازوں کا پہاڑ) کے نام سے مشہور ہے۔

اسی پہاڑی پر غزوہ احد کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کو متعین فرمایا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ ہرگز اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، خواہ جنگ میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہو یا شکست۔ جبل الرماۃ اور جبل احد کے درمیان وہ وادی ہے جسے وادی قناۃ کہا جاتا ہے اور جس میں غزوۂ احد کا معرکہ پیش آیا۔ مسلمانوں کا لشکر ان دونوں پہاڑوں کے درمیان مشرق کی طرف تھا اور کفار مکہ کا لشکر جبل احد کے گرد چکر کاٹ کر مغرب کی طرف سے آیا تھا۔ اس وادی میں جبل الرماۃ سے کچھ مغرب کی طرف ایک چار دیواری کے اندر وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدفون ہیں جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب ان ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مدفون ہیں۔ پہلے ان کی قبر الگ واقع تھی اور اس پر قبہ بھی بنا ہوا تھا، لیکن چونکہ یہ قبر وادی کے عین وسط میں تھی اور آئے دن کے سیلاب سے اس کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے ترک امراء نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کو یہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیا۔ اب بھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی قبر پر قبہ موجود ہے مگر اس کا نصف حصہ منہدم ہو چکا ہے۔

ترکی عہد میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غزوۂ احد کے دوسرے شہداء کی قبروں پر خوب نذرانے چڑھائے جاتے تھے اور اہل مدینہ سال میں تین دن یہاں میلہ لگایا کرتے تھے۔ مگر سعودی حکومت نے ان تمام بدعات کو ختم کر دیا ہے۔ اب ان قبروں پر سعودی حکومت کی طرف سے باقاعدہ پہرہ بھی رہتا ہے، تاکہ یہاں غیر شرعی حرکتیں نہ کی جاسکیں۔ جو لوگ احد کی زیارت کے لئے آتے ہیں، انہیں وادی قناۃ سے آگے بڑھنے نہیں دیا جاتا۔ ہمارے پاس کیمرہ تھا اور ہم اس سے قبروں کا فوٹو لینا چاہتے تھے، مگر پولیس کے جو آدمی وہاں پہرہ پر متعین تھے، ان میں سے ایک نے ہمیں آکر روک دیا کہ ہم نہ قبروں کا فوٹو لیں اور نہ جبل احد کی طرف جائیں۔ ہمارے کہنے پر وہ ہمیں اپنے سے اوپر کے ایک ذمہ دار آدمی کے پاس لے گیا جسے ہم نے بتایا کہ ہم لوگ بھی صحیح عقیدہ رکھتے ہیں اس لئے ہم سے کسی غیر شرعی حرکت کا اندیشہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر اس نے ہمیں نہ صرف قبروں کا فوٹو لینے اور جبل احد تک جانے کی اجازت دی بلکہ اپنے کمرے میں بٹھا کر چائے اور نجدی قہوہ سے ہماری مہمانی بھی کی۔

وادی سے آگے بڑھ کر جبل احد کی طرف جاتے ہوئے ایک جگہ چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے تھے۔ جبلِ احد کے اندر تقریباً سو گز کی اونچائی پر ایک چھوٹا سا غار ہے، جس میں دو تین آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ اس غار کے متعلق کہا جاتا ہے کہ دندانِ مبارک شہید ہونے کے بعد حضور ﷺ نے اس جگہ آرام فرمایا تھا۔ اس غار کے دہانے پر سفیدی کی گئی ہے۔ اس لئے یہ غار کافی دور سے نظر آنے لگتا ہے۔ آثار مدینہ کے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ اس غار کے اندر کوفی رسم الخط میں بعض عبارتیں لکھی ہوئی پائی جاتی ہیں۔ مگر ہمیں تو تلاش کے باوجود اس میں کوئی عبارت نظر نہیں آئی۔ ممکن ہے پہلے یہ عبارتیں پائی جاتی ہوں اور اب مٹ چکی ہوں۔ اس غار کے قریب پہاڑ کے دامن میں ایک اور چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں معرکہ کے بعد غار سے اتر کر حضور ﷺ نے ظہر و عصر کی نماز پڑھی تھی۔

میدان احد کا فضائی منظر

وحشی کے قبول اسلام کا واقعہ

فتح مکہ کے بعد حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینۃ الرسول ﷺ میں اسلام قبول کرنے کی غرض سے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انہیں دیکھ کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آقا یہ ہے حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے عم محترم کا قاتل۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

دعوہ فاسلام رجل واحد احب الی من قتل الف کافر

چھوڑ دو اسے کیا کہنا ہے۔ البتہ ایک آدمی کا قبول اسلام ہزار کافر کے قتل سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔

قبول اسلام کے بعد حضور ﷺ نے حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتل حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ سنا۔ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت شرمندگی سے سنایا۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہو سکے تو میرے سامنے نہ بیٹھا کرنا۔ تجھے دیکھنے سے مجھے چچا کا صدمہ تازہ ہو جاتا ہے۔ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ پس پشت بیٹھے رہتے کہ حضور ﷺ کو تکلیف نہ ہو مگر اس تاک میں رہے کہ کسی طرح کفارہ ادا ہو سکے۔ آخر اس کفارہ کے ادا کرنے کی گھڑی بھی آ گئی جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تو حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: ''بہترین انسان (حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کرنے کے بعد بدترین انسان (مسیلمہ کذاب) کو قتل کر کے کفارہ ادا کیا ہے۔'' (ابن ہشام ج 2 ص: 81)

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارا نہیں گیا، ورنہ ذلت کی موت ہوتی کہ کفر کی موت ذلت کی موت ہے۔

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں ایک دفعہ حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے ہی میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا ہے نا؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں

الحمد للہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے ہاتھوں شہادت کی موت نصیب ہوئی۔ اور میں ان کے ہاتھوں ذلیل نہیں ہوا۔ اگر حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارے جاتے تو یقیناً ذلت کی موت ہوتی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: وحشی جاؤ، اللہ کی راہ میں لڑو، جیسے اس کی راہ سے روکنے کیلئے لڑا کرتا تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد فرشتوں کا غسل دینا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ بے شک میرے چچا کو شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص: 863، ج: 2 بحوالہ ابن سعد)

آپ ﷺ کا باقاعدگی سے شہدائے احد کی زیارت کرنا

نبی اکرم ﷺ جنت البقیع کی طرح شہداء احد کی زیارت کو بھی باقاعدگی سے تشریف لایا کرتے اور ان کو بھی سلام پیش کیا کرتے۔

السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر دوسرے تیسرے دن شہداء احد کی زیارت کو تشریف لاتیں۔ آپ یہاں نماز پڑھتیں اور شہداء کیلئے دعاؤں اور آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتیں اور یہ سلسلہ آپ نے اپنے وصال تک جاری رکھا۔

حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آپ ﷺ کے نقش قدم پر ہمیشہ شہداء احد کی زیارت کو تشریف لاتے رہے۔

شہدائے احد کی زیارت کا حکم

نبی اکرم ﷺ نے شہدائے احد کی فضیلت بیان کر کے فرمایا:

ھؤلاء شھداء فاتوھم وسلموا علیھم ولن یسلم علیھم احد مادامت السموات والارض الا ردوا علیہ

ان شہداء کی زیارت کو آؤ اور ان پر سلام پیش کرو اور جب تک زمین و آسمان قائم ہیں یہ سلام کا جواب دیتے رہیں گے۔

حضرت الطاف بن خالد روایت کرتے ہیں کہ میری خالہ جو ایک نیک خاتون تھیں، انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر حاضر ہوئی۔

فقلت السلام علیکم و اشرت بیدی

میں نے ان پر سلام پیش کیا اور اپنے ہاتھ سے اشارہ بھی کیا

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے سلام کا جواب آنا

فسمعت رد السلام تحت الارض

تو میں نے زمین کے نیچے سے اپنے سلام کا جواب سنا

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے بے شمار واقعات کا ذکر کیا ہے کہ جنہوں نے شہداء احد کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام پیش کیا تو انہوں نے باقاعدہ جواب سنا۔

عہد قریب تک آپ کے مزار مبارک پر عمارت اور گنبد بنے ہوئے تھے، اسی طرح آپ کی قبر کے اردگرد بھی ایک جنگلہ بنا ہوا تھا لیکن اب ان تمام چیزوں کے آثار نہیں ہیں۔

احد پہاڑ کا دلکش منظر

آپ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا 70 مرتبہ جنازہ پڑھایا

احد کی جنگ کے خاتمہ کے بعد شہداء کی لاشوں کو جمع کیا گیا۔ ان میں 4 مہاجر 41 خزرجی اور 24 اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ ایک یہودی اس موقع پر ایمان لا کر شہید ہوا۔ زخمیوں کی تعداد بھی 70 تھی۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کو مُثلہ (بگاڑنا) کیا گیا تھا۔ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش پر رسول اللہ ﷺ نے پہلی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ایک ایک شہید ان کے پہلو میں رکھا گیا اور اس کی نماز جنازہ ہوئی۔ احد کے دامن ہی میں شہداء کو ان کے خون آلود کپڑوں میں دفن کیا گیا۔ یہ گنج شہیداں احد ہے۔

احد پہاڑ سے متصل شہدائے احد کے مزار کے گرد بنے احاطہ کی دیوار کا منظر

احد پہاڑ کا خوبصورت منظر
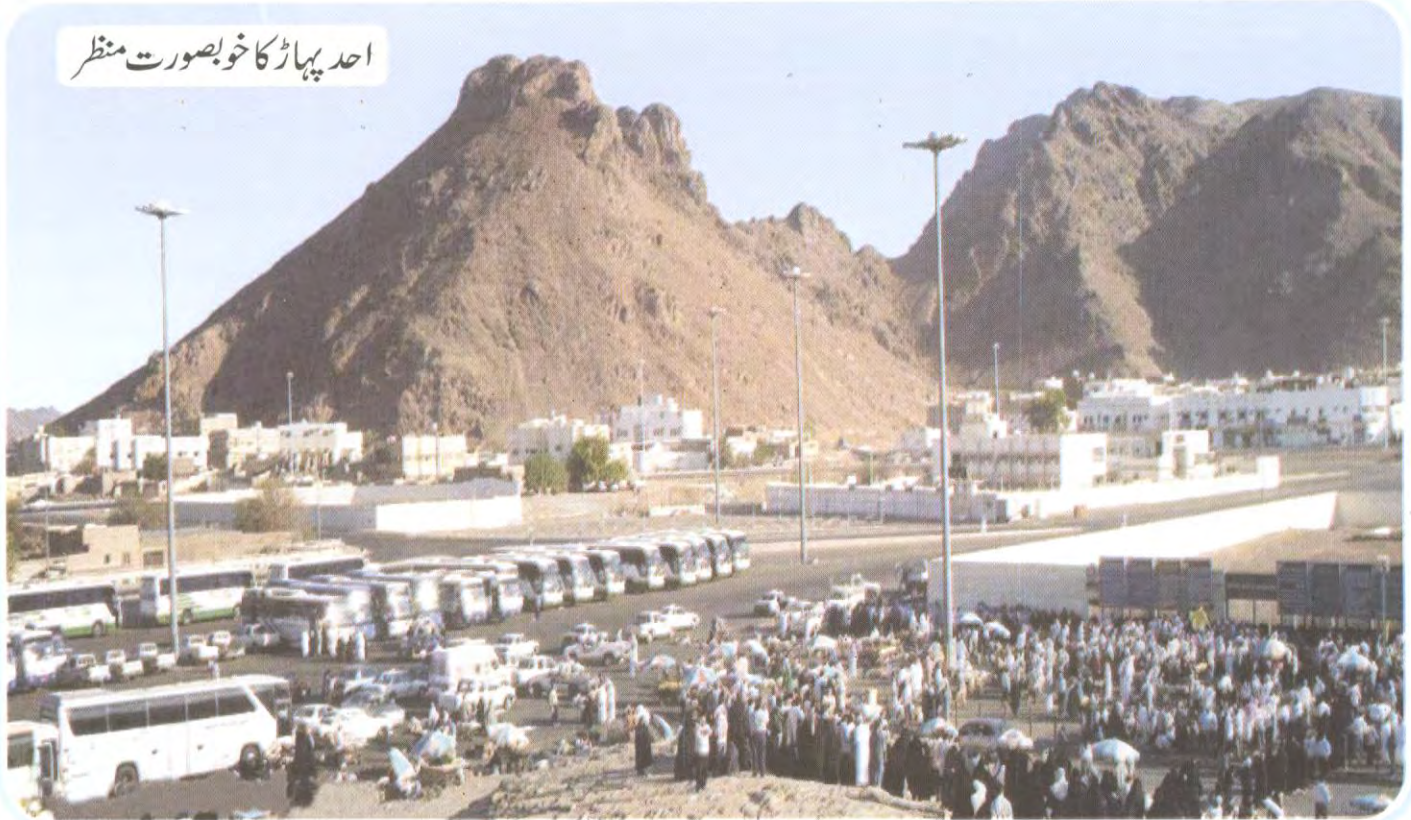
زیر نظر تصویر غزوہ احد کے مقام کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر کفار پر تیر چلائے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں کفار کی گھبراہٹ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آ گئی

احد کے میدان میں موجود جبل الرماۃ

جبل الرماۃ (تیراندازوں کا پہاڑ)

یہ وہ پہاڑی ہے جہاں حضور ﷺ نے 50 تیراندازوں کو کھڑا کیا تھا۔

آپ ﷺ کا مجاہدین کو پہاڑ پر رہنے کا حکم

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ 700 مجاہدین دشوار گذار راستے سے پہلے دامن احد میں پہنچے اور اپنی پسند کی جگہ لڑائی کے لئے منتخب فرمائی۔ عینین (دو چشمے) کی پہاڑی پر 50 تیر اندازوں کو حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں مقرر فرمایا گیا اور واضح حکم دیا گیا کہ ہم غالب رہیں یا مغلوب کسی صورت میں تم اس محاذ سے نہیں ہٹو گے۔ بعد میں اس پہاڑی کا نام ''جبل الرماۃ'' ہو گیا۔

احد کے 3 مقدس مقامات

1 مسجد حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

2 جبل رماۃ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 50 تیراندازوں کو کھڑا کیا تھا۔

3 شہداء احد کا قبرستان

میدان احد میں تیراندازوں کا ٹیلہ۔ اس کا دوسرا نام جبل عینین بھی ہے۔ یہاں حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں 50 تیرانداز متعین کردیئے گئے تھے، اس حکم کے ساتھ کہ لڑائی کا انجام جو بھی ہو تم اپنی جگہ نہیں چھوڑو گے۔

احد پہاڑ کا وہ حصہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان احد میں زخمی ہونے پر آرام فرمایا

قبۃ الثنایا کے آگے اسی جانب احد پہاڑ میں وہ مقام ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم احد کی لڑائی میں زخمی ہوکر تشریف فرما ہوئے تھے۔ جب کہ ابوسفیان نے ایک پہاڑی پر چڑھ کر پکارا تھا کہ یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے۔ پھر ابوسفیان نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر پکارا۔ جب کوئی جواب نہ پایا تو چیخ کر بولا سب مارے گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ضبط نہ ہوسکا اور فرمایا:

او دشمن خدا! ہم سب زندہ ہیں۔

ابوسفیان نے کہا:

اُعْلُ هُبَلْ

اے ہبل تو اونچا رہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تم کہو:

اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ

اللہ اونچا اور بڑا ہے۔

ابوسفیان نے کہا:

لَنَا الْعُزّٰى ولا الْعُزّٰى لَكُمْ

ہمارے لئے عزیٰ ہے اور تمہارے لئے کوئی عزیٰ نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا:

اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ

اللہ ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں۔

(بخاری حدیث نمبر 4043)

ہوسکے تو اس مقام پر بھی حاضری دیں اور درود شریف پڑھیں۔ موجودہ حکومت کے سپاہی وہاں جانے نہیں دیتے، لیکن بعض طالب صادق کسی نہ کسی طرح چلے ہی جاتے ہیں۔

قبر سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت مبارک کی طرف تقریباً دو فرلانگ کے فاصلہ پر وہ مقام ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تھا۔
اس مقام پر ایک چھوٹی سی مسجد جس پر قبہ تھا بنی ہوئی تھی، اور مسجد قبۃ الثنایا کے نام سے مشہور تھی۔ موجودہ حکومت نے اس مسجد وقبہ کو شہید کر دیا ہے لیکن اس کے آثار موجود ہیں۔

احد پہاڑ کا غار

احد پہاڑ میں موجود غار سے باہر کا منظر
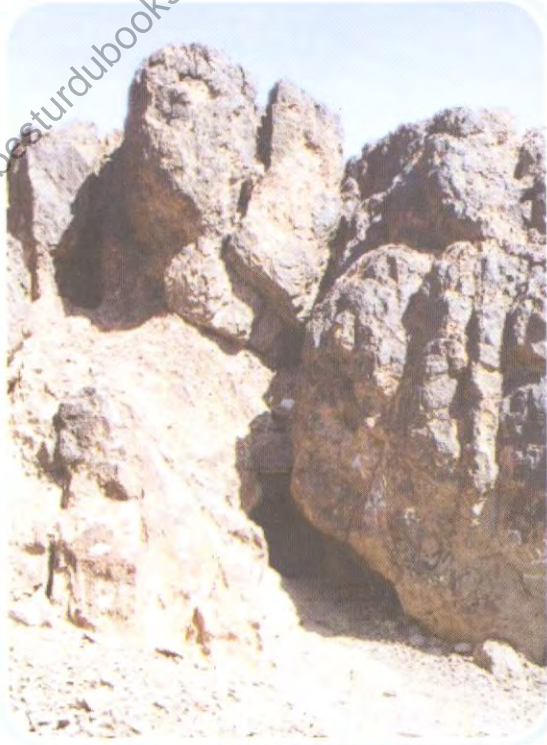
احد پہاڑ پر موجود چٹانوں کا منظر

احد پہاڑ میں واقع اس غار کا منظر جہاں زخمی ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر آرام فرمایا تھا

احد پہاڑ کے دامن میں موجود مسجد حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خوبصورت منظر
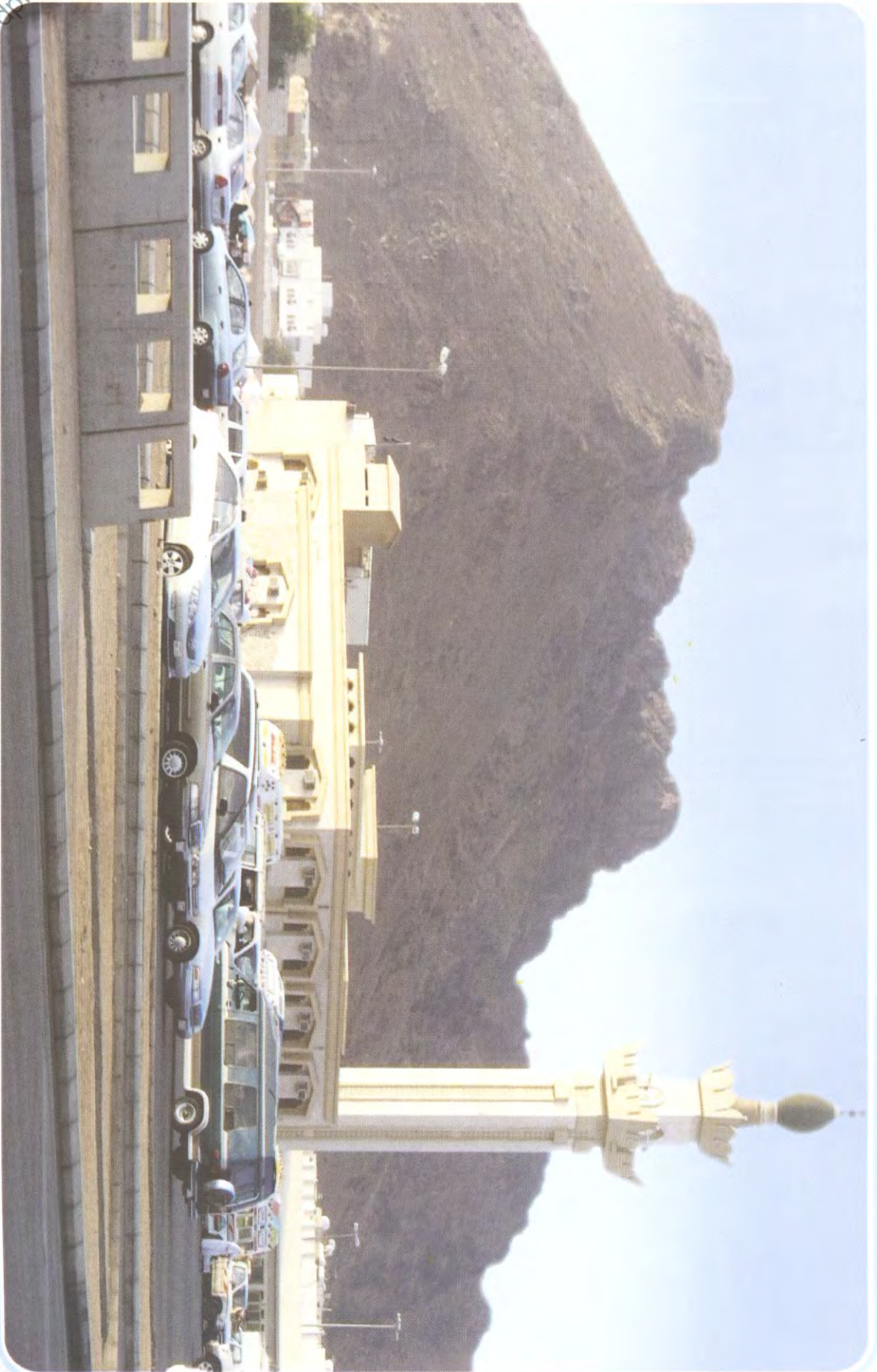
جبل احد مسجد نبوی سے کوئی ساڑھے تین میل پر واقع ہے اور مدینہ منورہ کے شمال میں 5 میل کے رقبہ میں مشرق سے مغرب تک سیدھا پھیلا ہوا ہے۔ دور سے دیکھو تو پہاڑ سرخ رنگ کا نظر آتا ہے۔
پہاڑ پر کئی مقامات ایسے ہیں جہاں بارش کا پانی قدرتی طور پر جمع ہو جاتا ہے۔

احد پہاڑ کے دامن میں مسجد حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دلکش منظر

مسجد حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پروقار منظر

تذکرہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو اسحاق ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندان قریش کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں جو مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں۔ یہ ان 10 خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جن کو نبی اکرم ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں جب کہ ابھی ان کی عمر سترہ برس تھی دامنِ اسلام میں آ گئے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تمام معرکوں میں حاضر رہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار پر تیر چلایا اور ہم لوگوں نے حضور ﷺ کے ساتھ رہ کر اس حال میں جہاد کیا کہ ہم لوگوں کے پاس سوائے ببول کے پتوں اور ببول کی پھلیوں کے کوئی کھانے کی چیز نہ تھی۔ (مشکوٰۃ ج2 ص: 567)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سترہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ فرمایا کرتے تھے کہ

كُنْتُ ثَالِثَ الْإِسْلَامِ

میں تیسرا مسلمان ہوں۔

اور فرمایا: اَنَا اَوَّلُ مَنْ رَمٰى السَّهْمَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا۔

ان کی دعا کی قبولیت مشہور تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے حق میں دعا فرمائی تھی۔

اَللّٰهُمَّ سَدِّدْ سَهْمَه وَاَجِبْ دَعْوَتَه

اے اللہ سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے تیر کے نشانے درست فرما دے اور ان کو مستجاب الدعوات بنا دے۔

مسند امام احمد میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ مِنْ هٰذَا الْبَابِ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَدَخَلَ سعد بن ابی وَقاصٍ

سب سے پہلے اس دروازے سے ایک جنتی داخل ہوگا تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل ہوئے۔

وہ شخص جس سے اللہ محبت کرتا ہے

مجمع الزوائد میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے یہ دعا کی: الٰہی اس کھانے پر ایک ایسے شخص کو لے آ جس سے تو محبت کرتا ہو اور وہ تجھ سے محبت کرتا ہو۔ اتنے میں میں آپ کے سامنے آ گیا۔

آپ ﷺ کی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے دعا

بخاری اور مسلم شریف میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ

اے سعد! تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، تیر پھینکئے۔

ترمذی، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے یہ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاكَ

الٰہی سعد جب تجھ سے دعا کرے تو اسے قبول فرما۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پتوں پر گذارہ کرنا

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بعض مہمات میں سرور عالم ﷺ کی معیت کا شرف بھی نصیب ہوا۔ یہ سخت تنگدستی کا دور تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کرتے تھے اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ ہمارا فضلہ ایسا ہوتا کہ جیسے اونٹ یا بکری کا ہوتا ہے اس میں کوئی خلط نہیں ہوتی تھی (یعنی مینگنیاں ہوتی تھیں)۔

چین میں موجود حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا خوبصورت بیرونی منظر

اللہ کی محبت پر والدہ کی محبت کو قربان کرنا

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو ماں نے شدت غم سے کھانا پینا چھوڑ دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ جب تک میرا بیٹا دوبارہ اپنا آبائی دین قبول نہیں کرے گا میں نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ پیوں گی۔

ماں کی حالت زار دیکھ کر سعادت مند بیٹے نے بہت جتن کئے کہ کچھ کھا پی لے، لیکن ماں نے صاف انکار کر دیا اور کھانے پینے کیلئے یہ شرط لگا دی کہ تم اسلام کا دامن چھوڑ دو تو بیٹے نے اس نازک ترین موقع پر کہا: اماں جان مجھے آپ سے بے پناہ محبت اور عقیدت ہے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آپ سے کہیں زیادہ محبت ہے۔ آپ کے جسم میں ایک ہزار جانیں بھی ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکل جائیں تب بھی میں دین اسلام کو ترک نہیں کروں گا۔

شعب ابی طالب میں سوکھے چمڑے کا ٹکڑا کھانا

ہجرت سے قبل حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا تابناک باب وہ ہے جس میں وہ تین سال (7 ہجری سے 10 ہجری) تک سرور کائنات ﷺ کی رفاقت میں شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ شعب ابی طالب کی محصوری اگرچہ بنی ہاشم اور بنوالمطلب سے مخصوص تھی، لیکن حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاشمی اور مطلبی نہ ہونے کے باوجود محض اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خاطر بنو ہاشم اور بنو مطلب کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ تین سال تک ہولناک مصائب برداشت کرتے رہے۔ اس زمانے میں بے کس محصورین بعض اوقات درختوں اور جھاڑیوں کی پتیاں ابال ابال کر اپنا پیٹ بھرتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو انہیں سوکھے ہوئے چمڑے کا ایک ٹکڑا کہیں سے مل گیا۔ انہوں نے اسے پانی سے دھویا، پھر آگ پر بھونا، کوٹ کر پانی میں گھولا اور ستو کی طرح پی کر اپنے پیٹ کی آگ بجھائی۔

زیر نظر تصویر مکہ مکرمہ میں موجود شعب ابی طالب نامی گھاٹی کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور ﷺ کی معیت میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 3 سال قید کی حالت میں فاقہ کشی میں گذارے اور اسی جگہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چمڑے کے ٹکڑے کو سکھا کر کوٹ کر پھانک لیا کرتے تھے۔

شعب ابوطالب کا محل وقوع

یہ ایک گھاٹی ہے جس کو شعب علی اور شعب بنو ہاشم بھی کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے خاندان بنو ہاشم کے مکانات اسی گھاٹی کے قرب وجوار میں تھے۔ اسی گھاٹی کے قریب آنحضور ﷺ کی جائے پیدائش ہے۔ یہ گھاٹی جبل ابوقبیس اور جبل خنادم کے درمیان سے ہوتی ہوئی مسجد حرام سے تین سو میٹر کے فاصلہ پر بطحاء مکہ (سوق اللیل) میں آ کر ختم ہوتی ہے۔

کسریٰ کے محل کی ویرانگی کو دیکھ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبرت

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسریٰ کے محل میں داخل ہوئے تو اس کے عجائب ونوادرات کا جائزہ لیتے ہوئے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝ (25:44 تا 29)

وہ بہت سے باغات اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور راحت بخش ٹھکانے، اور وہ آرام کی چیزیں جن میں عیش کر رہے تھے۔ اسی طرح ہو گیا اور ہم نے ان سب کا وارث دوسری قوم کو بنایا۔ سو ان پر نہ تو آسمان وزمین روئے اور نہ انہیں مہلت ملی۔

اس روز جمعہ تھا۔ کسریٰ کے ایوان عام میں مدائن کی سرزمین پر پہلی بار نماز جمعہ کے لئے اللہ اکبر کی تکبیر بلند ہوئی اور اس قصر ابیض کے در و دیوار نے گواہی دی۔

اشهد ان لااله الا الله واشهد ان محمد رسول الله

اس سے پہلے قصر ابیض کے در و دیوار نے توحید الٰہی اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت ونبوت کی گواہی نہیں سنی تھی۔

مدائن کی فتح میں بہت زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا خمس (پانچواں حصہ) علیحدہ کیا اور باقی 60 ہزار مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دیا۔ ہر مجاہد کے حصے میں 12،12 ہزار آئے۔ مدائن کی فتح کے بعد تمام عراق اور عرب پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا۔ (سیرت اصحاب عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت کا منہ بولتا ثبوت

ایک دن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل اسلام کے ساتھ ایک گھاٹی میں نماز ادا کر رہے تھے کہ ناگاہ مشرکین کا ایک گروہ ادھر آنکلا۔ اصحاب جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں مصروف عبادت دیکھ کر یہ لوگ سیخ پا ہوگئے اور انہیں برا بھلا کہنے لگے۔ تلخ کلامی بڑھی تو نوبت ہاتھا پائی تک جا پہنچی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں کسی اونٹ کے جبڑے کی ہڈی آ گئی۔ انہوں نے اپنے حریف کو وہی دے ماری، جس سے وہ زخمی ہوگیا اور اس کا خون بہنے لگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبت سے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماموں کہنا

ہجوم اعداء سے خوفزدہ ہونے کی بجائے دشمن کو ہڈی مار کر لہولہان کر دینا، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت و جرأت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی لئے تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ناز کیا کرتے تھے، اور ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا:

هٰذَا خَالِيْ فَلْيُرِنِيْ امْرُءٌ خَالَهٗ

یہ میرے ماموں ہیں، کوئی دکھائے تو سہی ایسا ماموں

چونکہ ان کا تعلق خاندان بنی زہرہ سے تھا اور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ بھی اسی خاندان سے تھیں، اس مناسبت سے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنا ماموں کہا کرتے تھے۔ ماموں قرار دینے کے علاوہ ان کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے اعزاز سے نوازا کہ اس پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جتنا بھی ناز کریں کم ہے۔

میدان احد میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری

یہ کارزار احد کا واقعہ ہے، جب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے نرغے میں آ گئے تھے اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے۔ اس وقت انہوں نے کچھ اتنی عمدگی سے مدافعت کی اور اس خوبی سے دشمنوں پر تیر برسائے کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل باغ باغ ہوگیا اور زبانِ مبارک سے یہ گراں بہا الفاظ ادا ہوئے:

اِرْمِ سَعْدُ فِدَاكَ اُمِّيْ وَاَبِيْ

تیر چلاؤ سعد! تم پر میرے ماں باپ قربان

اللہ اللہ! صحابہ کرام بلکہ تمام اہل ایمان تو اپنے ماں باپ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کریں اور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماں باپ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قربان کریں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتماد

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے فہم و فراست پر اتنا اعتماد تھا کہ زندگی کے آخری لمحات میں انتخاب امیر کے لئے جو چھ رکنی مجلس شوریٰ نامزد فرمائی تھی، اس میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شامل کیا تھا۔ اور فرمایا تھا:

اِنْ اَصَابَتْهُ الْاِمْرَةُ فَذَاكَ وَاِلَّا فَلْيَسْتَعِنْ بِهِ الْوَالِيْ

اگر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر منتخب ہوگئے تو ٹھیک ہے، ورنہ جو بھی منتخب ہو اسے چاہیے کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امداد وتعاون سے کام چلائے۔ (الاصابہ ج:2، ص:32)

فاتح ایران! حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتنی والہانہ محبت کے باوجود جنگ صفین میں غیر جانبدار رہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کسی کا بھی ساتھ نہیں دیا کہ جس تلوار سے وہ عمر بھر کافروں کے سر قلم کرتے رہے تھے اس کو مسلمانوں پر اٹھانا ان کو گوارا نہ ہوا۔ تاریخ اسلام اس مردِ مجاہد کے لافانی کارناموں کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ فاروقی عہد میں تسخیر ایران کے لئے جو لشکر بھیجا گیا تھا اس کے قائد و سپہ سالار یہی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس مردِ حق پرست نے آتش پرست ایران کا بیشتر حصہ اپنے گھوڑوں کے سموں تلے روند ڈالا اور میدان قادسیہ میں دشمن کی لاتعداد افواج کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا۔

قادسیہ جہاں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اور دشمن کو شکست دی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبولیت دعا کے واقعات

1 دربارِ نبوت سے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک اور انعام بھی ملا کہ رحمت دو عالم ﷺ نے ان کو مستجاب الدعوت بنا دیا۔ ایک مرتبہ ان کے لئے رحمت دو عالم ﷺ نے ان الفاظ میں دعا فرمائیں:

اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاکَ

یا اللہ! سعد جب بھی تجھ سے کچھ مانگے تو اس کی تمنا پوری فرما دینا۔ (طبقات ابن سعد ج:3 ص:100)

اس دعا کا یہ اثر تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بھی دعا کرتے فوراً قبول ہو جاتی۔

2 ایک دفعہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو ایک سوار کے گرد کھڑے دیکھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ سوار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ اور ان کو گالیاں دے رہا ہے۔ (معاذ اللہ) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بیہودگی برداشت نہ ہو سکی، اسی وقت قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر یہ بددعا دی: الٰہی! یہ شخص تیرے دوستوں میں سے ایک دوست کو گالیاں دے رہا ہے۔ خداوندا! یہاں پر موجود لوگوں کے منتشر ہونے سے پہلے ہی اپنی قدرت کا کرشمہ دکھا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی بددعا سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ اچانک اس بدزبان سوار کا گھوڑا اس زور سے بدکا کہ وہ بدبخت سر کے بل زمین پر گرا اور اس کا بھیجا کھل کر اِدھر اُدھر بکھر گیا۔ (مستدرک حاکم، ج:3، ص:500)

جھوٹے بدنصیب بوڑھے کا عبرتناک انجام

3 حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایات لے کر امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دربارِ خلافت مدینہ منورہ میں پہنچے۔ حضرت امیر المومنین نے ان شکایات کی تحقیقات کے لئے چند معتمد صحابیوں کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوفہ بھیجا اور یہ حکم فرمایا کہ کوفہ شہر کی ہر مسجد کے نمازیوں سے نماز کے بعد یہ پوچھا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے آدمی ہیں۔

چنانچہ تحقیقات کرنے والوں کی اس جماعت نے جن جن مسجدوں میں نمازیوں کو قسم دے کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو تمام مسجدوں کے نمازیوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کلمہ خیر کہا اور مدح وثناء کی مگر ایک مسجد میں فقط ایک آدمی جس کا نام ابوسعدہ تھا، اس نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین شکایات پیش کیں اور کہا:

لَا یَقْسِمُ بِالسَّوِیَّةِ وَلَا یَسِیْرُ بِالسَّرِیَّةِ
وَلَا یَعْدِلُ فِی الْقَضِیَّةِ

یعنی یہ مال غنیمت برابری کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے اور خود لشکروں کے ساتھ جہاد میں نہیں جاتے اور مقدمات کے فیصلوں میں عدل نہیں کرتے۔

یہ سن کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی یہ دعا مانگی کہ اے اللہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی عمر لمبی کر دے اور اس کی محتاجی کو دراز کر دے اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر دے۔ عبدالملک بن عمیر تابعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس دعا کا میں نے یہ اثر دیکھا کہ ابوسعدہ اس قدر بوڑھا ہو چکا تھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی دونوں بھویں، اس کی دونوں آنکھوں پر لٹک رہی تھیں اور وہ دربدر بھیک مانگ مانگ کر انتہائی فقیری اور محتاجی کی زندگی بسر کرتا تھا اور اس بڑھاپے میں بھی وہ راہ چلتی ہوئی نوجوان لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور ان کے بدن میں چٹکیاں بھرتا تھا اور جب کوئی اس سے اس کا حال پوچھتا تھا تو وہ کہا کرتا تھا کہ میں کیا بتاؤں؟ میں ایک بڈھا ہوں جو فتنوں میں مبتلا ہوں۔ کیوں کہ مجھ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج 2 ص 865 بحوالہ بخاری و مسلم و بیہقی)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دشمن کا انجام

4 ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے الفاظ بکنے لگا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنی اس خبیث حرکت سے باز رہو، ورنہ میں تمہارے لئے بددعا کروں گا۔ اس گستاخ و بے باک نے کہہ دیا کہ مجھے آپ کی بددعا کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ کی بددعا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جلال آ گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی ﷺ کے پیارے صحابیوں کی توہین کی ہے، تو آج ہی اس کو قہر و غضب کی نشانی دکھا دے تا کہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔ اس دعا کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد سے باہر نکلا تو بالکل ہی اچانک ایک پاگل اونٹ کہیں سے دوڑتا ہوا آیا اور اس کو دانتوں سے پچھاڑ دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کی پسلیوں کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑ دوڑ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارکباد دینے لگے کہ آپ کی دعا مقبول ہو گئی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دشمن ہلاک ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ ج3 ص 207 / حجۃ اللہ علی العالمین ج 2 ص 866)

گستاخ کی زبان کٹ گئی

5 جنگِ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکروں کے سپہ سالار تھے، لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخموں سے نڈھال تھے، اس لئے میدان جنگ میں نکل کر جنگ نہیں کر سکے، بلکہ سینے کے نیچے ایک تکیہ رکھ کر اور پیٹ کے بل لیٹ کر فوجوں کی کمان کرتے رہے۔ بڑی خونریز اور گھمسان کی جنگ کے بعد جب مسلمانوں کو فتح مبین ہو گئی تو ایک مسلمان سپاہی نے یہ گستاخی اور بے ادبی کی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ان کی شان میں ہجو اور بے ادبی کے اشعار لکھ ڈالے۔ اس دل خراش ہجو سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب نازک پر بڑی زبردست چوٹ لگی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح دعا مانگی کہ یا اللہ! اس شخص کی زبان اور ہاتھ کو میری ہجو کرنے سے روک دے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ یکا یک کسی نے اس گستاخ سپاہی کو تیر مارا اور اس کی زبان کٹ کر گر پڑی اور اس کا ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ شخص ایک لفظ بھی نہ بول سکا اور اس کا دم نکل گیا۔ (دلائل النبوۃ ج3 ص 207 / البدایہ والنہایہ ج7 ص 45)

چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا

6 ایک عورت کی یہ عادت بد تھی کہ وہ ہمیشہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں جھانک جھانک کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھریلو حالات کی جستجو و تلاش میں رہا کرتی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار اس کو سمجھایا اور منع کیا مگر وہ کسی طرح باز نہیں آئی۔ یہاں تک کہ ایک دن نہایت جلال میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے: "تیرا چہرہ بگڑ جائے"۔ ان لفظوں کا یہ اثر ہوا کہ اس عورت کی گردن گھوم گئی اور اس کا چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج 2 ص 668 بحوالہ ابن عساکر)

خشیت الٰہی

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خشیت الٰہی کا بہت زیادہ غلبہ تھا۔ عموماً رات کو مسجد نبوی میں آکر نوافل پڑھا کرتے تھے۔ (مسند احمد بن حنبل 1:176)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حضور ﷺ کی دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ رات کے وقت آپ ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ اس جگہ دشمنوں کا بہت زیادہ خطرہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ رات دیر تک جاگتے رہے اور فرمایا: کاش میرے اصحاب میں کوئی مرد صالح آج رات میرا پہرہ دیتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ابھی یہ جملہ ختم نہیں ہوا تھا کہ اسلحہ کی چھنکار سننے میں آئی۔

حضور ﷺ نے پوچھا: کون ہے؟

عرض کی: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ارشاد ہوا: تم کیسے آئے؟

عرض کی: خود بخود خیال پیدا ہوا کہ آج رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنی چاہیے، اس فرض کو انجام دینے آیا ہوں۔ حضور ﷺ اس جانثاری سے بہت خوش ہوئے اور دعا دی۔ (صحیح مسلم کتاب المناقب باب مناقب سعد رضی اللہ عنہ)

تواضع وانکساری

تواضع وانکساری کا اندازہ اس سے ہوگا کہ سپہ سالاری اور گورنری کے بعد بھی جب کہ کسریٰ کے وارثوں نے اپنا عظیم الشان محل ان کے لئے خالی کر دیا تھا اونٹ اور بکریاں چرانے میں عار نہ تھا۔ (مسند احمد بن حنبل 1:168)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسرت

غزوۂ احد میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی عتبہ نے مشرکین کا ساتھ دیا۔ بڑے جوش وخروش سے مسلمانوں کے خلاف لڑے۔ ایک موقع پر عتبہ نے حضور ﷺ پر ایک پتھر پھینکا جس سے آپ ﷺ کا چہرۂ انور زخمی ہوگیا۔ حضرت سعد ﷺ کو عتبہ کی یہ حرکت مدت العمر یاد رہی، فرمایا کرتے تھے: خدا کی قسم عتبہ سے زیادہ میں کسی شخص کے خون کا پیاسا نہیں ہوا۔

غزوہ احد جہاں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھائے

حضرت علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ غزوہ احد کے دن حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار تیر چلائے تھے۔ اثنائے جنگ میں ایک مشرک ابوسعید بن ابی طلحہ (یا بروایت دیگر طلحہ بن ابی طلحہ) مسلمانوں پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاک کر اس کے حلق میں ایسا تیر مارا کہ اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل آئی اور وہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہوگیا۔ ایک اور مشرک نے بھی اپنے تند وتیز حملوں سے مسلمانوں پر آفت ڈھا رکھی تھی۔ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اس کو اپنے تیر کا نشانہ بناؤ۔ اتفاق سے اس وقت ترکش میں کوئی تیر نہیں بچا تھا۔ تاہم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھل کے بغیر ایک تیر اٹھا کر اس مہارت سے اس مشرک کی پیشانی پر مارا کہ وہ بدحواس ہوکر پیچھے کی طرف گر گیا اور ہلاک ہوگیا۔ حضور ﷺ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماہرانہ تیر اندازی اور اس مشرک کی بدحواسی پر بے اختیار ہنس پڑے۔ (بعض روایتوں کے مطابق یہ واقعہ غزوۂ احزاب میں پیش آیا)

سیرت النبی ﷺ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سامنے بٹھا لیا اور کہا تیر چلاؤ!! حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیر چلانا شروع کئے تو رحمت دو عالم ﷺ اپنے ترکش سے تیر نکال کر ان کو دیتے جاتے اور فرماتے جاتے:

اِرْمِ فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ

تیر چلا! تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

اللہ اللہ! آقائے کونین ﷺ کسی کو یہ کہہ دیں کہ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ اس سے بڑا اور کیا اعزاز ہوگا بھلا؟

جان بھی دے دی پھر بھی رہے شرمندہ سے

واضح رہے کہ اس وقت رحمت دو عالم ﷺ کے آس پاس صرف بارہ تیرہ جانثار تھے، جو آپ ﷺ کے دفاع کا حق ادا کر رہے تھے۔ مگر ظاہر ہے کہ چند افراد ہزاروں کی یلغار کو کسی طرح نہیں روک سکتے تھے۔ چنانچہ دشمنوں کا گھیرا تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ اور اب تیروں کے بجائے تلواروں سے لڑائی ہو رہی تھی۔

اس وقت رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو میرا دفاع کرے اور جنت میں میرا رفیق بنے۔

حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: میں! یا رسول اللہ (ﷺ)! اور اپنے سات ساتھیوں کے ساتھ دشمن پر ٹوٹ پڑے اور یکے بعد دیگرے ساتوں پروانے شمع نبوت ﷺ پر فدا ہوگئے۔ حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت زخمی حالت میں اٹھا کر لائے گئے۔ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: اس کو میرے پاس لے آؤ۔

چنانچہ ان کو رحمت دو عالم ﷺ کے قریب پہنچا دیا گیا۔ زندگی کے آخری لمحات میں ان کو یہ سعادتِ عظمیٰ حاصل ہوئی کہ انہوں نے اپنے رخسار رحمت دو عالم ﷺ کے قدم مبارک پر رکھ دیئے اور اسی حالت میں جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مسجد کوفہ کی تعمیر

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عرصہ تک مدائن میں قیام کرنے کے بعد محسوس کیا کہ یہاں کی آب وہوا عربوں کے موافق نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ یہاں کی آب وہوا عربوں کو راس نہیں آ رہی ہے۔ اس لئے اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجازت دیں تو عرب کی سرحد کے قریب کوئی اچھی اور مناسب جگہ تلاش کر کے ایک نیا شہر آباد کیا جائے۔ دربارِ خلافت سے اس کی اجازت آ گئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدائن سے نکل کر ایک موزوں جگہ تلاش کر کے کوفہ کے نام سے ایک وسیع شہر کی بنیاد ڈالی۔ اور یہاں عرب کے جدا جدا قبائل کو علیحدہ علیحدہ محلوں میں آباد کیا۔ وسط شہر میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔ اس میں 40 ہزار نمازیوں کی گنجائش رکھی گئی۔ مسجد کے قریب ہی بیت المال کی عمارت تعمیر ہوئی اور مسجد سے تقریباً دوسو ہاتھ پر اپنا محل تعمیر کرایا۔ چنانچہ بیت المال کی عمارت کو مسجد کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محل وسط شہر میں تھا۔ لوگوں کی بازار میں آمد ورفت رہتی تھی اور شور وغل عام ہوتا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کے مشاغل میں رکاوٹ پیدا ہوتی تھی تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محل کے سامنے ایک ڈیوڑھی بنوائی اور اس میں ایک پھاٹک لگوایا کہ شور وغل کم ہو۔

جامع مسجد کوفہ جسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوایا تھا

یہ مسجد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریباً 19 ہجری میں بنوائی تھی۔ جس میں چالیس ہزار آدمیوں کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ آج بھی انسان اس میں داخل ہو کر اس کی غیر معمولی وسعت کا تاثر لیے بغیر نہیں رہتا۔ اس کے چاروں طرف فصیل نما مستحکم دیوار ہے، جس پر قدامت کے آثار نمایاں ہیں اور اس کے اندرونی جانب دسیوں حجرے بنے ہوئے ہیں، جن کے دروازے مسجد کے صحن میں کھلتے ہیں۔ یہ حجرے کسی زمانے میں طالبانِ علم کا مستقر تھے اور ان میں مسافر طلبہ مقیم رہتے تھے۔

مسجد کے صحن کے بیچوں بیچ بہت سی چھوٹی چھوٹی محرابیں بنی ہوئی ہیں۔ ایک جگہ چوکور سا احاطہ ہے۔ ہر جگہ کتبے لگے ہوئے ہیں۔ اور ان مقامات کے بارے میں طرح طرح کی بے سروپا روایتیں لکھیں ہوئی ہیں۔ کسی جگہ لکھا ہے کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی، کہیں لکھا ہے کہ یہاں حضرت نوح علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی، وغیرہ وغیرہ۔

درحقیقت ان باتوں کا ماخذ ایک بے اصل روایت ہے جو حضرت حموی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم البلدان (ص:492 ج:16) اور حضرت قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے آثار البلاد (ص:250) میں نقل کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص کوفہ سے بیت المقدس جانا چاہتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ تمہیں وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ کوفہ کی جامع مسجد بڑی فضیلت والی ہے۔ یہاں دو رکعتیں دوسری مسجدوں کے مقابلے میں دس گنا فضیلت رکھتی ہیں۔ اسی مسجد کے ایک گوشے میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں تنور پھوٹا تھا، (جس سے طوفانِ نوح علیہ السلام برپا ہوا تھا۔) اسی کے پانچویں ستون کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نماز پڑھی اور یہاں ایک ہزار انبیاء اور ایک ہزار اولیاء نماز پڑھتے رہے۔ اسی مسجد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مدفون ہے اور اسی مسجد میں وہ کدو کا درخت تھا جس سے حضرت یونس علیہ السلام کو شفا عطا ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہ بڑی واہی تباہی والی روایت ہے۔ حموی اور قزوینی دونوں اسے ایک شخص حبہ بن جوین العرنی سے روایت کرتے ہیں۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

من غلاة الشيعة، وهو الذي حدث ان عليا كان معه بصفين ثمانون بدريا، وهذا محال

یہ شخص غالی شیعوں میں سے ہے۔ اسی نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں اسی بدری صحابہ شامل تھے، حالانکہ یہ عقلاً محال ہے۔ (میزان الاعتدال للذہبی ص:450 ج:1)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تہذیب التہذیب (ص:176 ج:2) میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور اکثر علماء رجال کی اس پر شدید جرح نقل کی ہے۔ البتہ شیعہ کتب رجال میں اس کا تذکرہ مدح وتوصیف کے ساتھ آیا ہے۔ مامقانی نے بڑے شدومد کے ساتھ اس کا دفاع کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ ان کا تعلق اس قبیلہ عرینہ سے ہے جس کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر مرتد ہو گئے تھے، اور صدقہ کے اونٹ بھگا کر لے گئے تھے۔ (ملاحظہ ہو تنقیح المقال للمامقانی ص:250 ج1)

قصر الامارہ جسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوایا

جامع مسجد کوفہ کی جنوبی جانب کوفہ کی سب سے قدیم عمارت قصر الامارہ (گورنر ہاؤس) ہے۔ قلعہ نما یہ وسیع وعریض عمارت اب کھنڈرات میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اس پوری عمارت کا رقبہ کوئی بیس ایکڑ کے لگ بھگ ہوگا۔ البتہ قدیم طرز کی بلند وبالا چار دیواری، جس میں خستگی کے آثار نمایاں نظر آتے ہیں ابھی قائم ہے۔ یہ وہی عمارت ہے جسے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوایا تھا۔ یزیدی دور میں یہ عمارت اہل بیت کرام کے خلاف ظلم وستم کا مرکز رہی۔ یہاں کربلا کے اسیران اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر شہداء کرام کے سروں کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا۔

کٹے ہوئے سروں کی داستان

عبد الملک کے زمانہ تک قصر الامارۃ قائم رہا۔ یہاں کتنے ہی لوگوں کے کٹے ہوئے سر لائے گئے۔ عبد المالک بن عمیر لیثی کا بیان ہے:

میں نے دیکھا کہ قصر الامارہ میں ابن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرانور کو لایا گیا، پھر اسی عمارت میں عبید اللہ بن زیاد کا سر ایک ڈھال میں رکھ کر مختار بن عبد ثقفی کے سامنے رکھا گیا، پھر اسی مقام پر مختار ثقفی کا سر مصعب بن زبیر کے سامنے پیش کیا گیا۔ پھر اسی جگہ مصعب بن زبیر کا سر عبد الملک کے سامنے لایا گیا۔ ابن عمر لیثی نے جب سروں کی داستان عبرت عبد الملک کو سنائی تو وہ خوف سے کانپ اٹھا اور گورنر ہاؤس دوسری جگہ منتقل کر کے اس منحوس عمارت کو منہدم کرنے کا حکم دے دیا۔

مسجد کوفہ جسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 19 ہجری میں اپنی گورنری کے دوران بنوایا تھا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر

جناب عاصم صاحب لکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے مقدس مقامات کی زیارت کرتے ہوئے ہم مسجد القبلتین (دو قبلوں والی مسجد) آئے جو مدینہ سے شمال مغرب ہی میں ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر العقاب نامی ایک بستی میں واقع ہے۔ یہ دراصل قبیلہ بنوسلمہ کی مسجد تھی۔ کہتے ہیں کہ لوگ اس مسجد میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے عصر کی نماز ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر اطلاع دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تحویل قبلہ کی وحی نازل ہوئی ہے۔ تو لوگوں نے نماز ہی میں بیت المقدس کی طرف سے منہ پھیر کر بیت اللہ کی جانب رخ کر لیا۔ اسی لئے اس مسجد کو مسجد القبلتین کہا جاتا ہے۔ گزشتہ سفر میں جب ہم نے اس مسجد کی زیارت کی تھی تو یہاں دو محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ ایک کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا اور دوسری کا بیت اللہ کی طرف۔ اب کی مرتبہ ہم نے دیکھا کہ مسجد کی ساری عمارت نئی اور نہایت پختہ وشاندار بنادی گئی ہے۔ اور اس میں دو کے بجائے صرف ایک محراب بنادی گئی ہے۔ بیت المقدس کے رخ والی محراب توڑ دی گئی ہے۔

مسجد القبلتین کے عین سامنے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے ایک اموی امیر) کا گھر تھا، جس کی جگہ اب شاہ سعود کا محل بنا ہوا ہے۔

زیر نظر تصویر مسجد قبلتین کی ہے۔ کسی زمانہ میں اس مسجد کے سامنے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا، جسے حکومت نے مسمار کر کے اس کی جگہ شاہ سعود کا محل بنا دیا ہے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دریائے دجلہ پار کرنا

قادسیہ کی فتح کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ شہنشاہ ایران یزدگرد سلطنت سے تمام خزانے اور ذخیرے منتقل کر رہا ہے۔ تو اسی وقت عراق کے شہر مدائن کی طرف بڑھے۔ وہاں معلوم ہوا کہ ایرانیوں نے بھاگتے ہوئے دریائے دجلہ کے سارے پل اڑا دیئے ہیں۔ اس وقت دریائے دجلہ عبور کرنے کا کوئی ظاہری سبب موجود نہ تھا۔ مسلمان کئی دن تک سوچ و بچار میں دریا کے ساحل پر رکے رہے۔ اسی اثناء میں دریا میں سیلاب آ گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی پریشان ہو گئے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ مسلمانوں کے گھوڑے دریا عبور کر رہے ہیں۔ اس اطمینان بخش خواب سے بڑے خوش ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواب کی سچی تعبیر

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام لشکر اسلامی کو جمع کر کے خطاب فرمایا کہ دشمن دریا کی وجہ سے ہم سے محفوظ ہے۔ ہمارے پاس کوئی ایسا دنیاوی سبب موجود نہیں جس کے ذریعے ہم ان تک پہنچ پائیں۔ لیکن ان کے پاس کشتیاں ہیں، جن کے ذریعے وہ جب چاہیں ہم تک آ سکتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں وہ ہم پر حملہ کر دیں۔ لہٰذا تم اللہ پر توکل کر کے پورے عزم کے ساتھ دریا میں داخل ہو جاؤ۔ سب نے کہا:

اللہ آپ کو اور ہمیں بھلائی پر قائم رکھے،
بالکل درست ہے، عمل کیجئے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ کون مجاہد ہیں جو سب سے پہلے دریا عبور کرنے کا عزم رکھتے ہوں، تا کہ وہ پہلے پہنچ کر بعد میں آنے والوں کا دفاع کریں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے، ان کے پیچھے چھ سو مجاہد نکلے۔ چنانچہ یہ تمام مجاہد اللہ کا نام لے کر اس طرح دریا میں داخل ہو گئے کہ حضرت عاصم سمیت ساٹھ آدمی پہلے دریا پر پہنچے تا کہ دفاعی پوزیشن سنبھال لیں۔

ان کے پیچھے پانچ سو چالیس گئے۔ جب سب پار ہو گئے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقیہ لشکر کو بھی حکم دیا کہ یہ الفاظ پڑھتے ہوئے گھوڑے دریا میں داخل کر دو:

نَسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

چنانچہ تمام اسلامی لشکر کے شیر اللہ کی مدد اور توکل کے کلمات پڑھتے ہوئے دریا میں کود گئے اور بڑے اطمینان سے دریا عبور کر لیا۔

(البدایہ والنہایہ ج 7، ص 63، تاریخ طبری ج 2 ص 460، بحوالہ خطبات شان صحابہ)

یہ منظر دیکھ کر دشمن فوج سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلی اور کہنے لگے: دیو آمدند... یہ تو دیو نکل آئے۔ یہ دیو تو ہمیں نگل جائیں گے۔ دریا کی گہرائی بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ اس طرح مدائن شہر بغیر جنگ کئے مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ یہاں سے وافر مقدار میں مال غنیمت میسر آیا جو دارالخلافہ مدینہ منورہ پہنچا دیا گیا۔ مدائن چونکہ عراق کا مرکزی شہر تھا، یہ شہر فتح ہونے سے پورا عراق فتح ہو گیا۔ اس کے بعد خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق کا گورنر بنا دیا۔

(حوالہ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین)

علامہ اقبال نے مشہور نظم ”شکوہ“ میں جو شعر کہا:

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اس کے پہلے مصرعہ میں عبورِ دجلہ کے اس حیرت انگیز واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

زیر نظر تصویر دریائے دجلہ کی ہے۔ یہ وہ دریا ہے جسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں 600 مجاہدین نے اپنے گھوڑوں کے ساتھ پار کیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ دریا جو گہرائی میں اپنی مثال آپ تھا، جسے گھوڑوں کے ذریعے پار کرنا ناممکن تھا، مگر صحابہ کے تعلق مع اللہ کی برکت سے وہ گھوڑے پانی میں ڈوبنے سے بچے رہے، حتیٰ کہ ایک گھوڑا بھی پانی میں نہ ڈوبا۔

جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگی حکمت عملی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نئے سرے سے عراق کی مہم پر توجہ مبذول فرمائی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجویز پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپہ سالار بنایا تھا۔ آپ ایک بلند پایہ صحابی تھے۔ رشتے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے۔ شجاعت اور بہادری میں بے نظیر تھے۔ تمام فوج نے ان کی سپہ سالاری کو نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ 30 ہزار مجاہدین اسلام کے سپہ سالار بنائے گئے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے سرداران قبائل میں سے 14 اشخاص کا ایک وفد مدائن روانہ کیا تاکہ شاہ ایران کو اسلام یا جزیہ قبول کرنے کی دعوت دیں۔ چنانچہ ارکان وفد نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد ارکان وفد نے اس کو جزیہ دینے کی پیشکش کی۔ لیکن اس پر بھی وہ راضی نہ ہوا۔ آخر میں ارکان وفد نے کہا کہ ''تم اسلام قبول نہیں کرتے تو ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یاد دلاتے ہیں کہ ایک دن تمہاری زمین ہمارے تصرف میں آئے گی۔''

شاہ ایران وفد کی صاف بیانی پر بڑا غضب ناک ہوا اور مٹی کی ایک بوری منگوا کر کہا کہ تم کو یہ ملے گی۔ عمرو بن معدی کرب جو ارکان وفد میں شامل تھے، اس مٹی کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان کے سامنے رکھ کر کہا: مبارک ہو دشمن نے خود اپنی زمین ہمارے حوالے کر دی۔

غرض وفد واپس آ گیا اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور رستم شاہِ ایران جو ساباط میں مقیم تھا، اپنی فوجیں لے کر قادسیہ کے میدان میں پہنچ گیا۔

رستم اس قدر غضب ناک ہو گیا تھا کہ اس نے اسی وقت اپنی فوج کو کمر بندی کا حکم دے دیا اور دوسرے دن نہر کو عبور کر کے میدان جنگ میں صف آراء ہو گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مجاہدین اسلام کو تیار ہونے کا حکم دے دیا۔

معرکۂ قادسیہ کا آغاز فریقین کی لام بندی، تنظیم اور جنگی تیاریوں سے ہوا۔ مادی وروحانی ذرائع اور راستوں کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں اور طرفین کی فوجی قوت اور زمینی احوال کے حوالے سے ممکنہ تدابیر اختیار کر لی گئیں۔

ایرانیوں کی فوج میں 60 ہزار گھڑ سوار، 60 ہزار پیدل 30 ہاتھی اور 80 ہزار خدمت گذار تھے۔ یوں ایرانیوں کی کل تعداد 2 لاکھ تھی۔ وہ بہترین اسلحے سے لیس تھے۔ سپہ سالار رستم بن فرخ زاد تھا، جسے جنگی اور سیاسی حوالے سے ایران میں بہت شہرت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ ہرمزان، جالینوس، بہمن جادویہ، برزان، مہران اور کناری وغیرہ ایرانی دستوں کی کمان کر رہے تھے۔ سلطنت کے داخلی حالات مستحکم تھے، کیوں کہ انہیں اپنے شہروں کے قریب ہی لڑائی درپیش تھی۔

مسلمانوں کی قیادت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر رہے تھے۔ ان کا مقدمۃ الجیش حضرت زہرہ بن حویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں قادسیہ پہنچ گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی رات تیس گھڑ سواروں کا دستہ حضرت بکیر بن عبداللہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سالاری میں حیرہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے سیلحین کا پل عبور کر کے کھجوروں کے جھنڈ میں گھات لگایا۔ وہاں انہیں حاکم حیرہ آزادبہ کی بیٹی عرس ملی جو والیٔ صنین کی طرف جا رہی تھی۔ حضرت بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے حراست میں لے کر اس کے محافظوں کو تتر بتر کر دیا اور اس کے خدم وحشم گرفتار کر لئے اور عذیب الہجانات کے مقام پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آ ملے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر 16 صفر 15 ہجری/30 مارچ 636 عیسوی کو قادسیہ پہنچ گیا۔

ادھر رستم نے مدائن سے نکل کر ساباط میں ڈیرے ڈالے۔ اس نے فوج کی صف بندی اس طرح کی کہ مقدمۃ الجیش میں 40 ہزار سپاہی رکھے۔ یہ الباب کا لشکر تھا جس کا سالار جالینوس تھا۔

شعراء اور پرجوش خطیب اشعار اور جادو اثر تقریروں سے مجاہدین اسلام میں جوش وخروش پیدا کر رہے تھے۔ اور اس کے ساتھ قاریوں کی خوش الحانی اور جہاد کی آیتوں نے جنگ کے عاشقوں کو بے تاب کر رکھا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاعدے کے مطابق اللہ اکبر کے تین نعرے بلند کئے اور چوتھے روز جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرق النساء کے مرض میں مبتلا تھے اور اس لئے میدان جنگ کے قریب جو قصر تھا، اس میں مقیم تھے اور آپ کی نیابت خالد بن عرطفہ کر رہے تھے۔ لیکن حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فوجوں کو لڑا رہے تھے اور جس وقت حکم دینا مناسب سمجھتے تھے پرچوں میں لکھ کر گولیاں بنا کر خالد بن عرطفہ کی طرف پھینک دیتے تھے۔ شام تک لڑائی جاری رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ دوسرے روز پھر جنگ شروع ہوئی۔ عین ہنگامہ کارزار میں شام کی امدادی فوجیں بھی پہنچ گئیں۔ اس تائید غیبی سے مجاہدین اسلام میں جوش وخروش پیدا ہوا اور تیغ وسنان اور تیر تفنگ کا بازار گرم ہوا کہ دور سے دیکھنے والوں کی رگ شجاعت میں ہیجان پیدا ہو رہا تھا۔

ابومحجن ثقفی کو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شراب پینے کے جرم میں اپنے قصر میں بیڑیاں پہنا کر مقید کیا ہوا تھا۔ اور وہ جنگ کا حیرت انگیز منظر دیکھ کر بے تاب ہو رہے تھے۔ ان سے ضبط نہیں ہو سکا، آخر انہوں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے درخواست کی کہ اس وقت مجھ کو رہا کر دو لڑائی سے بچ کر آیا تو بیڑیاں خود پہن لوں گا۔ حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انکار کیا تو ابومحجن ثقفی یہ اشعار پڑھنے لگے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اس سے بڑھ کر کیا غم ہوگا کہ سوار نیزہ بازیاں کر رہے ہیں اور میں زنجیروں میں بندھا پڑا ہوں۔ جب کھڑا ہونا چاہتا ہوں تو زنجیر کی باگ کھینچ لیتی ہے اور دروازے اس طرح سامنے بند کر دیئے جاتے ہیں کہ پکارنے والا پکارتے پکارتے تھک جاتا ہے۔

ان اشعار سے متاثر ہو کر حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابومحجن ابوثقفی کی زنجیریں کھول دیں۔ چنانچہ وہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا لے کر آگ میں کود پڑے اور لوگوں کو اپنی شجاعت وبہادری سے متحیر کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیران تھے کہ گھوڑا تو میرا ہے اور اس پر سوار کون شخص ہے؟ جو اپنی بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھا رہا ہے۔ شام کو جب جنگ ختم ہوئی تو ابومحجن ثقفی نے خود آ کر بیڑیاں پہن لیں۔

حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تمام حالات سے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مطلع کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ایسے فدائی اسلام کو سزا نہیں دے سکتا اور اسی وقت رہا کر دیا۔

ابومحجن ثقفی پر اس قدر دانی کا گہرا اثر ہوا اور اس نے آئندہ شراب سے توبہ کر لی۔ تیسرے دن پھر جنگ شروع ہوئی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آج جنگ کا فیصلہ ہو جائے گا، لیکن شام ہو گئی اور جنگ کے زور وشور میں کچھ فرق نہ آیا۔ زیادہ دقت ہاتھیوں کی وجہ سے تھی۔ وہ جس طرف جھک پڑتے تھے، صفوں کی صفیں درہم برہم کر دیتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قعقاع اور چند دوسرے بہادر سپاہیوں کو بلا کر فرمایا تم ہاتھیوں کو مار لو، تو پھر میدان تمہارے ہاتھ میں ہے۔

چنانچہ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس حکم کی فوراً تعمیل کی۔ اور نرغہ کر کے ہاتھیوں کو مار ڈالا اور کئی ہاتھی میدان سے بھاگ گئے۔ ہاتھیوں سے میدان صاف ہونا تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے مجاہدین اسلام نے ایک بھرپور حملہ کیا کہ دشمن کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ایرانی سپہ سالار رستم کو بھی بھاگنا پڑا۔ مگر ایک مسلمان مجاہد نے تعاقب کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین اسلام کو فتح وکامرانی سے ہمکنار کیا، اس جنگ میں ایک لاکھ ایرانی لقمہ اجل ہو گئے اور 6 ہزار مجاہدین اسلام شہادت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ عرق النساء کے مرض میں مبتلا تھے اس لئے آپ نے قصر میں بیٹھ کر فوج کی قیادت کی تھی اور میدان جنگ میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔

ایک شاعر نے ان کے بارے میں یہ اشعار کہے:

یعنی ہم لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح ونصرت عطا فرمائی، لیکن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قادسیہ کے دروازے سے چپٹے رہے۔ جب ہم واپس ہوئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکی تھیں، لیکن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیویوں میں کوئی بھی بیوہ نہ ہوئی۔

یہ اشعار عام لوگوں کی زبان پر جاری ہو گئے۔ جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان اشعار کے بارے میں معلوم ہوا کہ بعض لوگ ان پر جنگ سے جی چرانے کا الزام لگا رہے ہیں تو انہیں بہت تکلیف ہوئی۔ آپ نے فوج کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور اپنی معذوری ظاہر کی۔ (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ/ حوالہ سیرت اصحاب عشرہ مبشرہ)

الباب کا جغرافیائی محل و وقوع

اس کے بارے میں یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ باب الابواب کو ''الباب'' اور ''دربند'' یا ''دربند شروان'' بھی کہتے ہیں۔ یہ بحیرہ طبرستان (بحیرہ خزر) پر واقع ہے۔ یہاں نوشیروان نے پتھر اور سیسے کی دیوار، پہاڑوں سے سمندر تک تعمیر کروائی تھی۔ (معجم البلدان 303/1)

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ دربند اور داریال کے درمیان وحشی اقوام کے حملے روکنے کے لئے 50 میل لمبی، 290 فٹ بلند اور 10 فٹ چوڑی دیوار بنائی گئی۔ مسلمان مؤرخین اور جغرافیہ دان اسی کو سد ذوالقرنین قرار دیتے ہیں۔ وہ مزید لکھتے ہیں ''ذوالقرنین کی تعمیر کردہ دیوار کے متعلق بعض لوگوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ اس سے مراد مشہور دیوارِ چین ہے۔ حالانکہ دراصل یہ دیوار قفقاق کے علاقے داغستان میں دربند اور داریال کے درمیان بنائی گئی تھی۔

(تفہیم القرآن: 3/ 771 ضمیمہ: 2)

ان دنوں دربند روسی مقبوضہ داغستان کی بندرگاہ ہے جو بحیرہ کیسپین (بحیرہ خزر) کے ساحل پر واقع ہے۔ خلیفہ ہشام (105 ہجری تا 125 ہجری) کے بھائی مسلمہ نے دربند فتح کیا تھا۔ روس نے 1806 میں دربند پر مستقل تسلط جما لیا۔ داغستان آذربائیجان کے شمال میں ہے۔ دونوں کے درمیان قفقاز (کوہ قاف) واقع ہے۔ (اطلس القرآن اردو ص: 229)

جنگ قادسیہ میں الباب نامی وہ جگہ جہاں رستم کا سپہ سالار جالینوس اپنے 40 ہزار سپاہیوں کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔

قادسیہ کی جنگ میں مسلمانوں اور ایرانیوں کے لشکر کی صف بندی کا نقشہ

اسلامی سپہ سالار سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مستقر
ایرانی سپہ سالار رستم کا مستقر

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مدائن کی فتح

مدائن ایک بڑے شہر کا عربی نام تھا۔ یہ جن سات بستیوں پر مشتمل تھا، ان کے نام یہ ہیں۔ دجلہ کے مشرقی ساحل پر طیسفون، اسفانبر (شاہی محلات) اور رومیہ آباد تھے۔ انہیں مدائن القصویٰ (پرے والا مدائن) کہتے تھے۔

دجلہ کے مغربی کنارے پر بہرسیر، بلاس آباد، سلوقیہ، اور ساباط نامی بستیاں تھیں۔ انہیں مدائن الدینا (قریبی مدائن) کہا جاتا تھا۔ دریا کے دونوں کناروں پر یہ بستیاں متصل یا قریب قریب واقع تھیں۔

عراق کے محکمۂ آثارِ قدیمہ کے تیار کردہ قدیم نقشے میں بہرسیر کو دجلہ کے جنوبی کنارے پر رومیہ اور اسفانبر کے بالمقابل دریا کے موڑ کے اندر دکھایا گیا ہے۔ لیکن مجلّہ ''سومر'' شمارہ 27 (1971) میں درج ہے کہ آثار قدیمہ کی کھدائی سے ثابت ہوا ہے کہ بہرسیر دجلہ کے مغرب کی طرف مدور فصیل کے اندر واقع تھا جس کے بارے میں پہلے خیال تھا کہ یہ سلوقیہ کے گرداگرد تھی جبکہ سلوقیہ کی جائے وقوع بہرسیر کے مغرب کی طرف بتائی جاتی ہے۔

فتح قادسیہ کے بعد سپہ سالارِ اعلیٰ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زہرہ بن حویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں مقدمۃ الجیش حیرہ اور کوفہ کی طرف بھیجا، جہاں نخرجان کے زیرکمان ایک ایرانی لشکر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ نخرجان نے راہِ فرار اختیار کرنے ہی میں عافیت جانی۔ پھر لشکر اسلام نے پیش قدمی کی۔ اس کے میمنہ کے سالار حضرت عبداللہ بن معتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جب کہ حضرت شرحبیل بن سمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پیچھے میسرہ کی قیادت کر رہے تھے۔ پھر سپہ سالار حضرت ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، جنہیں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا نائب بنایا تھا۔ آخر میں عقب کے سالار حضرت خالد بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ (شوال 15 ہجری/نومبر 636 عیسوی) اسلامی لشکر ایرانیوں کا مالِ غنیمت ملنے کے بعد اب تمام گھڑسواروں پر مشتمل تھا۔

حضرت عبداللہ بن معتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ جا کر قیام کیا اور حضرت زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''برس'' پہنچ کر دشمن کی ایک جمعیت کو شکست دی جس کی قیادت بصبری کر رہا تھا۔ ایرانی بابل کی طرف فرار ہو گئے۔ حضرت زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں تک ان کا پیچھا کیا جہاں نخرجان، بصبری، مہران اور ہرمزان وغیرہ اکٹھے ہو چکے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ''برس'' کی طرف پیش قدمی کی۔ پھر تمام اسلامی لشکر بابل کی جانب بڑھا اور ایرانی دیکھتے ہی دیکھتے تتر بتر ہو گئے۔

اس دوران میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دستے کے ساتھ ابلہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ ایرانیوں کو مصروف رکھیں اور ان کی جنگی کوششوں میں رکاوٹ ڈالیں۔ اتنے میں ہرمزان پیچھے ہٹ کر اپنے وطن اہواز چلا گیا۔ فرزان نے اپنے مستقر نہاوند کی راہ لی اور نخرجان اور مہران پسپا ہو کر مدائن میں ڈٹ گئے۔ وہ شہریار کو ایک بڑی فوج کے ساتھ پیچھے چھوڑ گئے، جس میں الباب (دربند، آذربائیجان) کے لشکر شامل تھے۔ ہرمزان کے باقی دستے کوثی اور دیرکعب کے درمیان خیمہ زن تھے۔

بہرسیر کی فتح

سپہ سالارِ اسلام حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس منجنیقیں بنوا کر بہرسیر کے اردگرد نصب کرا دیں۔ ان کے ذریعے سے فصیل پر سنگباری کی جاتی رہی اور یہ محاصرہ دو ماہ جاری رہا۔ اس کے نتیجے میں ایرانی دجلہ پار کر کے اسفانبر اور طیسفون کی طرف چلے گئے۔ انہوں نے دریا کا پل جلا دیا اور تمام کشتیاں اپنی طرف جمع کر لیں۔ مسلمان رات کی تاریکی میں بہرسیر کی فصیل پر چڑھے اور شہر کی گلیوں میں سے گزرتے ہوئے دریا تک جا پہنچے جہاں سامنے شاہانِ فارس کا مستقر اسفانبر دکھائی دیتا تھا۔ (صفر 16 ہجری/ مارچ 637 عیسوی) انہیں رات کے اندھیرے میں ایوان کسریٰ کا سفید بلند و بالا گنبد نظر آتا تھا۔ مسلمانوں نے اسے دیکھ کر نعرۂ ہائے تکبیر بلند کرنے شروع کئے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ یزدگرد شاہ نے گھبرا کر اپنے خزانے پیچھے منتقل کرنے شروع کر دیئے۔ اس وقت دجلہ طغیانی میں تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھوڑوں پر تیرتے ہوئے دجلہ عبور کرنے کی تدبیر اختیار کی۔

بہرسیر میں ایرانیوں کو شکست

600 مسلمان گھڑسواروں کا دستہ کتیبۃ الاھوال نیزوں کی انیاں بلند کئے آگے بڑھا۔ ان کی قیادت حضرت عاصم بن عمرو تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر رہے تھے۔ ادھر سے حضرت زہرہ بن حویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے لشکر نے نہر صراۃ عبور کر کے دشمن پر دھاوا بول دیا۔ زبردست لڑائی میں شہریار بنو تمیم کے غلام نائل کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کی فوج بھاگ نکلی۔ مسلمانوں نے بہرسیر کی طرف پیش قدمی کی تو ساباط والوں نے ادائے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔ حضرت زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساباط کے نواح میں بوران کے زیرکمان شاہی محافظ دستے کو شکست دی۔ ادھر ایرانیوں نے مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے بستانِ کسریٰ سے ایک پالتو شیر مسلمانوں کی طرف چھوڑا، جسے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے حضرت ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار سے مار ڈالا۔ پھر لشکر اسلام نے بہرسیر کی طرف کوچ کیا اور اس کی فصیل کے سامنے پڑاؤ ڈالا۔ بہرسیر، مدائن کی سات بستیوں میں سے ایک تھا اور یہ دجلہ کے مغربی کنارے پر واقع تھا۔

شہر مدائن کی وجہ تسمیہ

مدائن کا یونانی نام ٹیسی فون (Ctesiphon) ہے۔ یہ بغداد سے تھوڑے فاصلے پر جنوبی سمت میں دریائے دجلہ کے قریب واقع تھا۔ چونکہ یہاں یکے بعد دیگرے کئی شہر آباد ہوئے تھے، اس لئے عربوں نے اسے مدائن (مدینہ کی جمع بمعنی شہر) کہنا شروع کر دیا۔

(انسائیکلو پیڈیا، تاریخ عالم: 5/ 1 حاشیہ از مولانا غلام رسول مہر)

ان دنوں مدائن کے مقام پر سلمان پاک نامی شہر آباد ہے۔ جہاں قدیم طسیفون کے کھنڈر ہیں۔ جن میں طاق کسریٰ بھی ہے۔ یونانی حکمران سلیوکس نے یہاں سلوقیہ کے نام سے دارالحکومت بنایا تھا۔ بعد میں ساسانی دارالحکومت ''مدائن'' سلوقیہ سے ملحق ہو گیا۔ (المنجد فی الاعلام ص: 306)

زیر نظر تصویر شہر مدائن کی ہے۔ یہ وہ شہر ہے جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عاشقانہ موت اور بیٹے کو وصیت

جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اسی برس ہوئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 55 ہجری میں گھر میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کررہے تھے کہ موت کا پیغام آ گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند بیان کرتے ہیں کہ ابا جان کا سر میری گود میں تھا، آنکھیں تارے لگی ہوئی تھیں۔ میں یہ منظر دیکھ کر رونے لگا۔ انہوں نے فرمایا: بیٹا کیوں رو رہے ہو؟ مطمئن رہو یقیناً اللہ مجھے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ میں اللہ کے فضل وکرم سے جنت میں جاؤں گا، کیونکہ اپنے جنتی ہونے کی بشارت میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہے۔ پھر انہوں نے ایک الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں ایک چادر پڑی ہے یہ بابرکت چادر میں نے سنبھال کر رکھی ہے۔ غزوہ بدر کے دوران یہ چادر میں نے اپنے جسم پر لپیٹی ہوئی تھی، یہ چادر میرے کفن میں شامل کر دینا اگرچہ پرانی ہے، لیکن کوئی بات نہیں۔ یہ چادر بڑی بابرکت ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ تاریخی اور بابرکت چادر میرے ساتھ قبر میں جائے۔ یہ کہا اور پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ اس طرح لسان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پانے والے صحابی عمر کے 80 سال گذار کے دارِ فانی سے رخصت ہوگئے۔ (بحوالہ مستدرک حاکم 3/496)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں مدفون ہیں؟

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک وہ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ اور بعض کے نزدیک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک چین میں موجود ہے ایک قول کے مطابق دمشق میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک ہے۔

جنت البقیع میں موجود حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

ابن شیبہ نے ابی دہقان سے روایت کی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں ساتھ لے کر جنت البقیع میں چلے گئے اور وہاں انہیں گڑھا کھودنے کا حکم دیا۔ جب گڑھا گہرا ہوگیا تو وہاں ایک لوہے کی میخ گاڑ دی اور وصیت کی کہ ان کی موت کے بعد انہیں اس مقام پر دفن کیا جائے۔ ابی دہقان فرماتے ہیں ان کی موت کے بعد میں نے ان کے صاحبزادے کو وہ جگہ بتادی، چنانچہ وہیں قبر بنائی گئی تو لوہے کی وہ میخ نکلی آپ کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 55 ہجری میں مدینے کے باہر محلّہ عقیق میں واقع اپنے محل میں وفات پائی۔ انہیں کندھوں پر اٹھا کر مدینہ منورہ لایا گیا۔ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی، امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے بھی نماز جنازہ پڑھی۔

شہسوار اسلام حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرقد مبارک

شہسوار اسلام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسد خاکی کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 80 برس تھی۔ علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے بعد میں وفات پائی۔ علی المدینی کے علاوہ دیگر مؤرخین کا کہنا ہے کہ مہاجرین میں سب کے بعد وفات پانے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

زیر نظر تصویر جنت البقیع قبرستان کی ہے جو کہ مسجد نبوی کے ساتھ ہی ہے۔ روایات کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں مدفون ہیں۔ (واللہ اعلم)

دوسرا مزار: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک (چین)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے گیٹ کی دور سے لی گئی ایک دلکش تصویر (چین)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا اندرونی دروازہ (چین)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی باہر سے لی گئی ایک تصویر (چین)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک سے متصل مسجد کا اندرونی منظر

بئر السقیاء: وہ مبارک کنواں جس کا پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیتے تھے

بئر السقیاء کا نام بیوت السقیاء بھی ہے۔ یہ پرانے مکہ مکرمہ کے پہلے راستے کی دائیں جانب واقع ہے۔ اور اس کے پڑوس میں مسجد السقیا بھی ہے۔ اور آج کل اسے محطة مسكة الحديد میں ملا دیا گیا ہے، جہاں سے حاجیوں کی گاڑیاں چلتی ہیں۔ لیکن اب وہ راستے میں آچکا ہے اور اسے بھر دیا گیا ہے۔ یہ کنواں ذکوان بن عبد قیس کا تھا۔ پھر اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید لیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی۔ اس کنویں سے وضو فرمایا اور وہاں دعا فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا میٹھا پانی طلب کرنا

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیوت السقیا (ایک روایت میں بئر السقیاء کے الفاظ ہیں) سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔

(اسے امام احمد، اسحاق، ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے)

دمشق میں موجود سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

یاد رکھیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدفن کے بارے میں 3 قول ملتے ہیں

1 جنت البقیع 2 چین 3 دمشق

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے باہر لگا کتبہ

تذکرہ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلسلہ نسب

حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نافع بن عبد القیس بن لقیط بن عامر بن امیہ بن ظرب بن حارث بن عامر بن فہر قریشی فہری ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک سال قبل پیدا ہوئے تھے لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت سے شرف یاب نہیں ہوئے تھے۔ یہ فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو افریقہ پر حاکم مقرر کردیا، جب کہ وہ مصر پر (حاکم) تھے۔ پس یہ عقبہ (قبیلہ) لوانہ اور مزانہ کے پاس گئے تو ان لوگوں نے ان کی تابعداری کی پھر کافر ہوگئے۔ پس اسی سال میں انہوں نے ان کے ساتھ جہاد کیا وہ قتل کئے گئے اور قید کئے گئے۔ یہ 41 ہجری کا واقعہ ہے۔ 42 ہجری میں عدامس کو فتح کیا اور وہاں والوں کو قتل کیا اور قید کیا اور 44 ہجری میں انہوں نے شہر سودان کے بہت سے مواضع فتح کئے اور ودان کو فتح کیا۔ یہ افریقہ کے ایک شہر برقہ کے اطراف میں سے ہے اور بربر کے تمام شہروں کو فتح کیا تھا اور یہ وہی شخص ہیں جنہوں نے قیروان کی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بنیاد ڈالی تھی اور یہ بلاد افریقہ کے اصل شہروں میں سے تھا اور امراء کا مسکن تھا۔ پھر وہاں سے چلے گئے اور یہ مقام اب تک عامرہ میں ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیروان کے اس مقام پر آبادی کی تھی جو کہ اب قرن کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

جب اس کو حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو خوش نہ ہوئے اور لوگوں کے ساتھ اسی دن موضع قیروان کو سوار ہوگئے۔ وہاں ایک جنگل تھا جس میں درخت بہت کثرت سے تھے اور وحشی جانور اور سانپوں کا مسکن تھا۔ انہوں نے اس کو کاٹنے اور جلا دینے کا حکم دیا اور شہر کو محدود کیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہاں مکان بنالیں۔

خلیفہ بن خیاط نے کہا ہے کہ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 50 ہجری میں قیروان کو محدود کیا اور تین برس وہاں رہے اور حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوس اقصیٰ کے جہاد کے بعد 63 ہجری میں شہید ہوئے۔ ان کو کسیلہ بن لمرم نے قتل کیا تھا اور ان کے ساتھ ابوالمہا جر دینار کو بھی قتل کیا تھا۔

کسیلہ عیسائی تھا اور اسی سال اس کو بھی قتل کردیا گیا، اس کو زہیر بن قیس بلوی نے قتل کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا مقبول ہوجاتی تھی۔ (حوالہ اسد الغابہ)

خنجر لگے کسی کو تڑپتے ہیں ہم امیر

محترم قارئین! زیر نظر نقشہ میں افریقہ نظر آرہا ہے اور براعظم افریقہ میں لال رنگ کا گول دائرہ نمایاں نظر آرہا ہے جو کہ مراکش کا حصار کئے ہوئے ہے۔

فاتح افریقہ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے دین کو پھیلاتے ہوئے تیونس الجزائر اور لیبیا سے ہوتے ہوئے جب مراکش پہنچے تو سامنے سمندر کو دیکھا تو چونکہ ان حضرات میں دین کی تڑپ تھی۔ ان حضرات کا تو یہ جذبہ تھا کہ ہم مٹ جائیں پر اللہ کا دین نہ مٹے اور یہی تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جذبہ تھا تو جب حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمندر کو دیکھا تو افسوس سے کہا: ''ہائے افسوس اس سمندر نے میرا راستہ روک لیا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آگے بھی کوئی مخلوق ہے تو میں تیرے دین کو پھیلانے کے لئے اس سمندر کو بھی پار کرلیتا۔''

میرے دوستو! صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو رونا بھی دین کے لئے تھا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو ہنسنا بھی دین کیلئے تھا۔ مصیبتیں اٹھانا اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر اللہ کے دین کو پھیلانے کے لئے نکل جانا بھی دین کی سربلندی کیلئے تھا۔ درحقیقت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم والا غم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت سے مخاطب ہیں کہ فلاں بادشاہ کے پاس دعوت اسلام کا خط لے کر جانا ہے مگر واپسی کی امید مشکل ہے، موت کی تشکیل ہورہی ہے۔ مگر تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم خوشی خوشی راضی ہیں۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ خط بادشاہ کے پاس لے کر گئے تو اس نے خط کو پڑھ کر غصے میں ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے میں نیزا مارا جس سے وہ شہید ہوگئے۔ مگر شہادت سے پہلے کہا: ''رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے غم امت نصیب فرمائے۔ آمین!!!

دشت تو دشت، صحرا بھی نہ چھوڑے ہم نے بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

قیروان میں حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد

حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم نے شمالی افریقہ کے ملک الجزائر میں حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب شہر قیروان کی زیارت کے بعد وہاں کے حالات کے بارے میں لکھا ہے کہ شمالی افریقہ کی ساحلی پٹی سے 1350 سال قبل حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں مجاہدین اسلام کے قافلے گذرے تھے۔

یہ مجاہدین گھوڑوں اور اونٹوں پر مصر، لیبیا اور تیونس سے ہوتے ہوئے یہاں پہنچے تھے اور انہوں نے مراکش کی آخری حدود تک اسلام کا پرچم لہرا کر دم لیا۔ میرے ایک الجزائری دوست نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ کار کے ذریعے قاہرہ تک گیا تھا۔ تقریباً پانچ ہزار کلومیٹر کا یہ سفر میں نے مختلف شہروں میں آرام دہ ہوٹلوں کے اندر رک رک کر کیا۔ لیکن جب قاہرہ پہنچا ہوں تو تھکن کی وجہ سے جاں بلب ہو آچکا تھا۔ اور یہ مجاہدین گھوڑوں اور اونٹوں پر بلکہ بعض مرتبہ پیدل بھی ان لق ودق صحراؤں اور درندوں سے بھرے ہوئے جنگلوں کو قطع کرتے ہوئے اور قدم قدم پر دشمن کی رکاوٹوں کا سامنا کرتے ہوئے یہاں پہنچے تھے۔ شمالی افریقہ کی فضاؤں میں ان خدامست بزرگوں کے عزم اور حوصلے کی نہ جانے کتنی داستانیں پوشیدہ ہیں، اللہ اکبر!!!

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی فتوحات

اس علاقے کی فتح کا اصل سہرا حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر ہے، جو صحابی تو نہ تھے، لیکن آنحضرت ﷺ کی وفات سے ایک سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ مصر کی فتوحات میں یہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے۔ بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں انہیں شمالی افریقہ کے باقی ماندہ حصے کی فتح کی مہم سونپ دی تھی۔ یہ اپنے دس ہزار ساتھیوں کے ساتھ مصر سے نکل کر دادِ شجاعت دیتے ہوئے تیونس تک پہنچ گئے۔ اور یہاں قیروان کا مشہور شہر بسایا، جس کا واقعہ یہ ہے کہ جس جگہ آج قیروان آباد ہے، وہاں بہت گھنا جنگل تھا، جو درندوں سے بھرا ہوا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء ص:533، ج:3)

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بربریوں کے شہروں میں رہنے کے بجائے مسلمانوں کے لئے الگ شہر بسانے کے لئے یہ جگہ منتخب کی تاکہ یہاں مسلمان مکمل اعتماد کے ساتھ اپنی قوت بڑھا سکیں۔ ان کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ جنگل تو درندوں اور حشرات الارض سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک شہر بسانے کے لئے اس سے بہتر جگہ نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا۔ اور لشکر میں جتنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے ان کو جمع کیا۔ یہ کل اٹھارہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ انکے ساتھ مل کر حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مل کر دعا کی اور اس کے بعد یہ آواز لگائی:

ایتها السباع والحشرات، نحن اصحاب
رسول اللّٰہ ﷺ ارحلوا عنا، فانّا نازلون،
فمن وجدنا بعد ذٰلک قتلنا

اے درندو اور کیڑو! ہم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں۔ ہم یہاں بسنا چاہتے ہیں، لہٰذا تم یہاں سے کوچ کر جاؤ، اس کے بعد تم میں سے جو کوئی یہاں نظر آئے گا ہم اسے قتل کر دیں گے۔
(الکامل لابن الاثیر ص:184، ج:3/ تاریخ الطبری ص:178، ج:4/ احوال 50 ہجری)

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبولیت دعا کا حیران کن ثمرہ

اس اعلان کا نتیجہ کیا ہوا؟

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فلم يبق منها شيء حتى ان السباع تحمل اولادها

ان جانوروں میں سے کوئی نہیں بچا جو بھاگ نہ گیا ہو، یہاں تک کہ درندے اپنے بچوں کو اٹھائے لیے جا رہے تھے۔

مورخ اور جغرافیہ دان علامہ زکریا بن محمد قزوینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 682) لکھتے ہیں:

اس روز لوگوں نے ایسا عجیب نظارہ دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا کہ درندہ اپنے بچوں کو اٹھائے لے جا رہا ہے، بھیڑیا اپنے بچوں کو، اور سانپ اپنے بچوں کو۔ یہ سب ٹولیوں کی شکل میں نکلے جا رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر بہت سے بربری مسلمان ہوگئے۔

اس کے بعد حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جنگل کاٹ کر یہاں شہر قیروان 50 ہجری میں آباد کیا۔ ایک جامع مسجد بنائی اور اسے شمالی افریقہ میں اپنا مستقر قرار دیا۔ یہ شہر اسی لئے مسلمانوں میں بہت زیادہ قابل احترام شمار کیا جاتا ہے کہ اس شہر کی آبادی میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقدس ہاتھوں کا بہت زیادہ حصہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہزاروں جلیل القدر علماء ومشائخ اس سرزمین کی آغوش خاک سے اٹھے اور پھر اسی مقدس زمین کی آغوش لحد میں دفن ہو کر اس زمین کا خزانہ بن گئے۔ (معجم البلدان تذکرہ قیروان)

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ساحل اوقیانوس کی طرف پیش قدمی
ساحل اوقیانوس سے واپسی

بحیرۂ روم
طنجہ
تطوان
عقبہ بن نافع
بحر ظلمات
(بحر اوقیانوس)
Atlantic Ocean
رباط
الدار البیضاء
(کاسابلانکا)
فاس (Fez)
مراکش
عقبہ بن نافع
عقبہ
مراکش
کوہستان اطلس
اغادیر
تارودنت
الجزائر
براعظم افریقہ
صحرائے اعظم
546000:1

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ٹاپ سے چشمہ جاری ہوگیا

حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کرامت بھی بہت ہی حیرت انگیز اور عبرت خیز ہے کہ افریقہ کے جہاد میں ایک مرتبہ ان کا لشکر ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں دور دور تک پانی نایاب تھا۔ جب اسلامی لشکر پر پیاس کا غلبہ ہوا اور تمام لوگ تشنگی سے مضطرب ہوکر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے تو حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگی۔ ابھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے نے اپنے کھر سے زمین کو کریدنا شروع کردیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو مٹی ہٹ چکی تھی اور ایک پتھر نظر آرہا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسے ہی اس پتھر کو ہٹایا تو ایک دم اس کے نیچے سے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا اور اس قدر پانی بہنے لگا کہ سارا لشکر سیراب ہوگیا اور تمام جانوروں نے بھی پیٹ بھر کر پانی پیا اور لشکر کے تمام سپاہیوں نے اپنی اپنی مشکوں کو بھی بھرلیا اور اس چشمے کو بہتا ہوا چھوڑ کر لشکر آگے روانہ ہوگیا۔ (معجم البلدان تذکرۂ قیروان)

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بربر فوج سے جنگ

الجزائر میں حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساحل سے دور جبل نفوسہ کے جنوب کی طرف سے لشکر کشی کی۔ وہ قیروان کے مقام تک پہنچ گئے اور انہوں نے وہاں اس شہر کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند سال ولایت (صوبے) سے دور رہے۔ (جبکہ ابوالمہاجر دینار ان کے جانشین بنے) پھر 62ہجری/ 681ء میں یزید بن معاویہ نے دوبارہ انہیں ولایت افریقہ پر مامور کیا۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس آکر المغرب کے جہاد کا پھر آغاز کیا حتیٰ کہ وہ البحر المحیط (بحراوقیانوس) کے ساحل پر پہنچ گئے۔

فتح مراکش سے فارغ ہوکر حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیروان کی جانب واپسی کا ارادہ کیا۔ انہوں نے زیادہ تر فوج آگے روانہ کی اور 300 مجاہدین کے ساتھ ان کے ساتھ آئے۔ راستے میں بربروں اور رومیوں کی ایک جمعیت نے انہیں گھیر لیا۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تمام ساتھی لڑتے ہوئے شہید ہوگئے، پھر بربروں نے ایک بہت بڑی فوج اکٹھی کرلی تو مسلمان طرابلس کی طرف پسپا ہوگئے۔ بربر سردار کسیلہ محرم 64ہجری/ 683ء میں قیروان پر قابض ہوگیا اور پانچ سال اس علاقے پر اس کا تسلط رہا۔

69ہجری/ 688ء میں خلیفہ عبد الملک بن مروان نے برقہ سے حضرت زہیر بن قیس بلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر کشی کا حکم دیا۔ حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش قدمی کی خبر سنتے ہی کسیلہ قیروان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا تعاقب کرکے ممس کے مقام پر بربروں کو شکست فاش دی۔ کسیلہ اور اس کی بیشتر فوج ماری گئی۔ واپسی پر حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رومیوں کے حملے کا سامنا کرنا پڑا جو اچانک صقلیہ کی طرف سے برقہ پر چڑھ آئے تھے۔ حضرت زہیر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں درنہ کی جنگ میں کفار سے لڑتے ہوئے (71ہجری/ 690ء) شہید ہوگئے۔

والیٔ افریقہ ابو المہاجر دینار نے اپنے جانشین حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کی تھی کہ بربری نومسلم کسیلہ سے ہوشیار رہنا۔ کسیلہ کو ابوالمہاجر نے مسلمان کیا تھا اور وہ اس کے مزاج سے واقف تھے۔ لیکن حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی اس بات پر زیادہ توجہ نہ دی اور کسیلہ کو بدستور اپنی فوج کے ایک چھوٹے دستے پر فائز رہنے دیا۔ مغرب (مراکش) کی فتح سے واپسی پر جب حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چھوٹے سے لشکر کے ہمراہ ہتوذا کے مقام پر پہنچے تو رومی اور بربری مقابلے پر اتر آئے۔ کسیلہ بھی موقع پا کر ان سے جاملا اور ایک عظیم لشکر چڑھا لایا، جس نے چاروں طرف سے مسلمانوں کی قلیل جمعیت کو گھیر لیا۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ مجاہدین داد شجاعت دیتے ہوئے ایک ایک کر کے شہید ہوگئے۔ (تاریخ اسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی 1/ 661)

الجزائر: جس کے جنگل کے جانوروں نے حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز پر جنگل خالی کردیا تھا

جامع مسجد قیروان (تیونس) جس کی بنیاد حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھی

زیر نظر تصویر افریقہ کے ملک الجزائر کے شہر قیروان میں موجود مسجد قیروان کی ہے۔ یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھی

قیروان: صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آباد کردہ شہر

اس کا نام فارسی لفظ ''کاروان'' (قافلہ) سے معرب ہے۔ قیروان، تیونس شہر سے 112 میل جنوب میں اور سوسہ سے 40 میل مغرب میں واقع ہے۔ درحقیقت یہ دو شہروں پر مشتمل ہے۔ ایک خاص شہر جس کے گرداگرد کنگرہ دار فصیل ہے اور دوسری شمال اور شمال مغرب میں بیرونی بستی جسے جلاس کہتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ایک رومی قصبے قمودہ یا قمونیہ کے محل وقوع پر 50ہجری/670ء میں حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ شہر بسایا۔ اس کی سب سے اہم عمارت سیدی عقبہ کی جامع مسجد ہے، جس کی بنیاد قیروان کی بنیاد کے ساتھ ہی رکھی گئی تھی۔ ان سے پہلے حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرن نامی مقام پر قیروان بسانے کے لئے حد بندی کی تھی مگر حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ جگہ پسند نہیں آئی۔ چنانچہ وہ ساتھیوں کے ہمراہ سوار ہو کر اس مقام پر گئے جو آج قیروان کہلاتا ہے۔

بنو اغلب کے عہد (800ء تا 909) میں قیروان کی خوشحالی نقطہ عروج کو پہنچ گئی تھی۔ موجودہ جامع مسجد زیادۃ اللہ اول اغلبی کی بنوائی ہوئی ہے۔ فاطمی خلافت کا بانی عبید اللہ المہدی یہیں 910ء میں تخت نشین ہوا۔

334ہجری/946ء میں فاطمی خلیفہ اسماعیل المنصور نے قیروان سے کچھ فاصلے پر سبرہ آباد کیا اور ابو یزید خارجی پر فتح پانے کے بعد اس کا نام منصوریہ رکھا۔ بعد میں یہ شہر کئی بار اجڑا اور کئی بار آباد ہوا۔ اکتوبر 1881 میں اس پر فرانسیسی قابض ہوگئے۔ (اردو معارف اسلامیہ: 16۔536۔541/معجم البلدان 4/420/اسد الغابہ 4/58)

جامع مسجد قیروان کا خوبصورت منظر

62ہجری میں حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاد کے لئے مغرب کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے باغانہ، اربہ اور طنجہ (تنجیر) کے مقامات پر رومیوں کو شکست دی اور تمام مراکش کو فتح کرتے ہوئے بحرظلمات (اٹلانٹک یا اوقیانوس) کے ساحل تک پہنچ گئے۔ ساحل پر حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال کر کہا: الٰہی! یہ سمندر اگر میرے راستے میں حائل نہ ہوجاتا تو جہاں تک زمین ملتی میں تیری راہ میں جہاد کرتا چلا جاتا۔ (تاریخ اسلام، اکبر شاہ خاں نجیب آبادی 1/ 661)

علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی نظم "شکوہ" میں کہا ہے:

دشت تو دشت، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

بحرِ ظلمات (بحر اوقیانوس) کے ساحل پر جہاں حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھوڑا سمندر میں ڈالا تھا وہ مقام ان دنوں شرف العقاب کہلاتا ہے۔ (سفرنامہ محمود نظامی)

قیروان کی جامع مسجد جس کی بنیاد حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھی

تیونس کے تاریخی شہر قیروان میں وہ تاریخی جامع مسجد جس کی بنیاد حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھی تھی۔ اس جگہ کو عرصہ دراز تک مسلمان مجاہدین کا مستقر ہونے کا شرف حاصل رہا۔

جامع مسجد قیروان کے برآمدے کی دور سے لی گئی خوبصورت تصویر
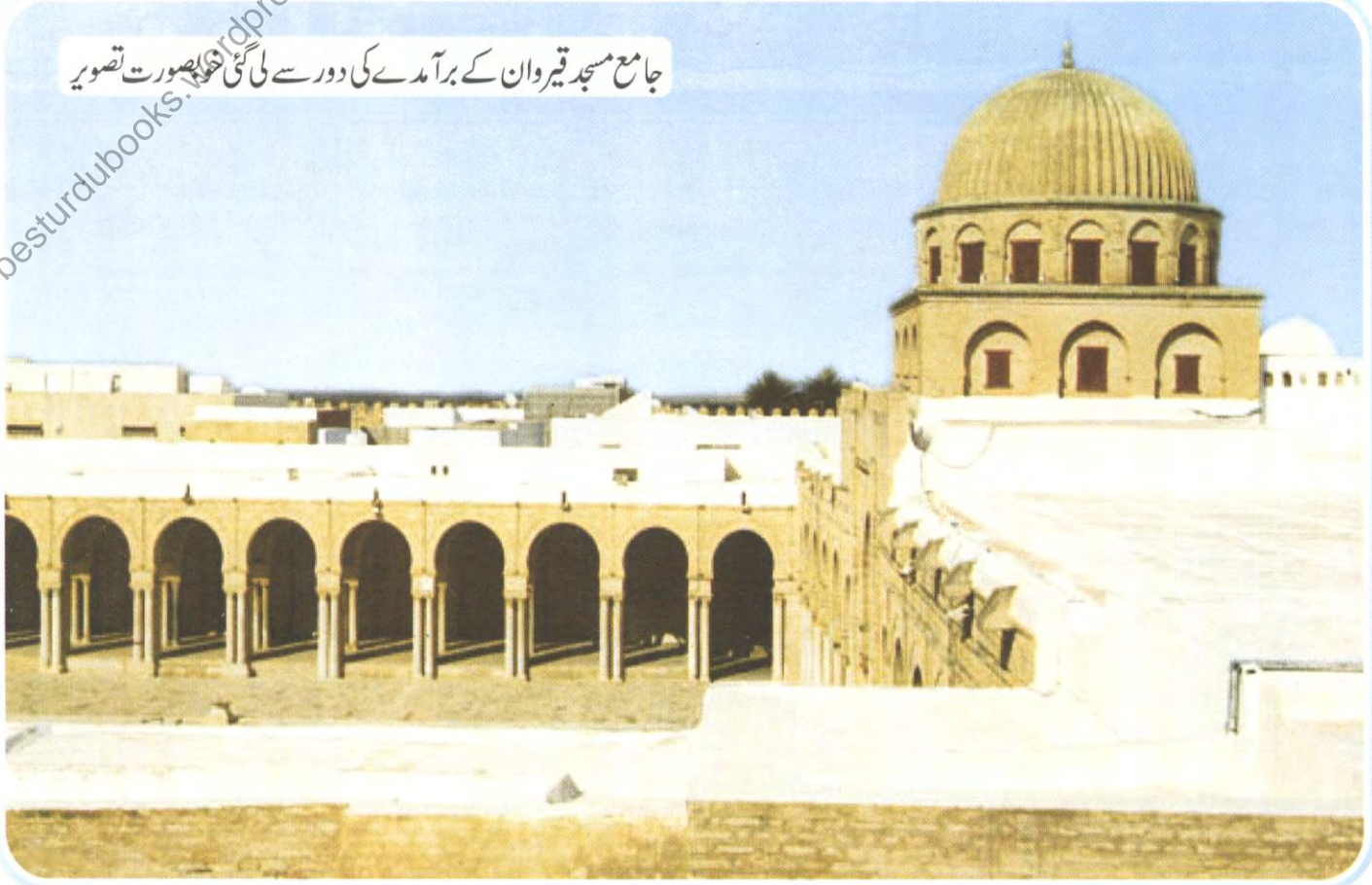
جامع مسجد قیروان کے صحن سے لی گئی ایک خوبصورت تصویر

جامع مسجد قیروان کے دلکش گنبدوں کی تصویریں

جامع مسجد قیروان ایک فضائی تصویر

جامع مسجد قیروان کے اندر خوبصورت دالانوں کی تصاویر

جامع مسجد قیروان کے خوبصورت گنبد و مینار

جامع مسجد قیروان کے اندرونی مناظر: یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھی تھی

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے ایمان افروز واقعات

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ہی حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ افریقہ کی امارت سے معزول ہو کر شام میں آباد ہو گئے تھے۔ آخر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں دوبارہ وہاں بھیجنا چاہا لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہو گئی۔ بعد میں یزید نے اپنے عہد حکومت میں انہیں دوبارہ افریقہ کا گورنر بنایا۔ اس موقع پر انہوں نے قیروان کی طرف اپنی پیش قدمی پھر سے شروع کی اور روانگی سے پہلے اپنے بیٹوں سے کہا:

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے بیٹوں کو ایمان افروز وصیت

انی قد بعت نفسی من اللّٰہ عزوجل، فلاأزال اجاهد من کفر باللّٰہ

میں اپنی جان اللہ تبارک وتعالیٰ کو فروخت کر چکا ہوں، لہٰذا اب مرتے دم تک اللہ کا انکار کرنے والوں سے جہاد کرتا رہوں گا۔

اس کے بعد انہیں مزید وصیتیں فرمائیں اور روانہ ہو گئے۔
(کامل ابن اثیر ص42، ج4 / احوال 62 ہجری)

اسی زمانے میں حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الجزائر کے متعدد علاقے تلمسان وغیرہ فتح کئے۔ یہاں تک کہ مراکش میں داخل ہو کر اس کے بہت سے علاقوں میں اسلام کا پرچم لہرایا۔ اور بالآخر آسفی کے مقام پر، جو افریقہ کا انتہائی مغربی ساحل ہے، بحر ظلمات (اٹلانٹک) نظر آنے لگا۔ اس عظیم سمندر پر پہنچ کر ہی حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تاریخی جملہ کہا:

پروردگار! اگر یہ سمندر حائل نہ ہوتا تو میں آپ کے راستے میں جہاد کرتا ہوا اپنا سفر جاری رکھتا۔

اللّٰهم اشهد انی قد بلغت المجهود ولو لا هذا البحر لمضيت فی البلاد اقاتل من کفر بک حتی لایعبد احد دونک

یااللہ! گواہ رہئے کہ میں نے اپنی کوشش کی انتہا کر دی ہے، اور اگر یہ سمندر بیچ میں نہ آگیا ہوتا تو جو لوگ آپ کی توحید کا انکار کرتے ہیں میں ان سے لڑتا ہوا اور آگے جاتا، یہاں تک کہ آپ کے سوا روئے زمین پر کسی کی عبادت نہ کی جاتی۔ (قادة فتح المغرب ص105، ج1 بحوالہ ریاض النفوس ص25 ج1)

اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھوڑے کے اگلے پاؤں اٹلانٹک کی موجوں میں ڈالے، اپنے ساتھیوں کو بلایا، اور ان سے کہا کہ ہاتھ اٹھاؤ، ساتھیوں نے ہاتھ اٹھا دیئے تو حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اثر انگیز دعا فرمائی:

اللّٰهم اِنّی لم اَخرج بطراء ولااَشراء واِنّک تعلم انما نطلب السبب الذی طلبه عبدک ذوالقرنین، وهوان تعبد، ولایشرک بک شیء، اللّٰهم اننا مدافعون عن دین الاسلام فکن لنا، ولاتکن علینا یاذاالجلال والاکرام

یااللہ! میں غرور و تکبر کے جذبے سے نہیں نکلا اور تو جانتا ہے کہ ہم اسی سبب کی تلاش میں ہیں جس کی آپ کے بندے ذوالقرنین نے جستجو کی تھی اور وہ یہ کہ بس دنیا میں تیری عبادت ہو، اور تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اے اللہ! ہم دین اسلام کا دفاع کرنے والے ہیں، تو ہمارا ہو جا، اور ہمارے خلاف نہ ہو، یا ذوالجلال والاکرام

عظیم مجاہد حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت

یہاں سے آگے بڑھ کر حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا کہ راستہ بے خطر ہے اس لئے اپنے لشکر کے بیشتر حصے کو جلد قیروان پہنچنے کے لئے آگے بھیج دیا، اور خود چند سو سواروں کے ساتھ راستے کے ایک قلعے تہوذا پر یلغار کرنے کیلئے روانہ ہو گئے۔ خیال تھا کہ یہ مختصر نفری اس قلعے کو فتح کرنے کے لئے کافی ہوگی، لیکن قلعہ والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور اس پر ستم یہ ہوا کہ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں کسیلہ نامی ایک بربری شخص جو بظاہر مسلمان ہو گیا تھا، حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن تھا، وہ دشمن سے مل گیا اور لشکر کے راز دشمن پر ظاہر کر دیئے۔ جس کے نتیجے میں مسلمان چاروں طرف سے گھر گئے۔

حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر اپنے ایک ساتھی ابوالمہاجر کو جو قید میں تھے رہا کر کے ان سے کہا کہ تم دوسرے مسلمانوں سے جا ملو اور ان کی قیادت کرو، کیونکہ میں شہادت کے لئے اس سے بہتر موقع کوئی اور نہیں سمجھتا۔ لیکن ابوالمہاجر نے کہا کہ مجھے بھی شہادت کی تمنا ہے۔ اور یہ دونوں اپنے ساتھیوں سمیت دشمنوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنهم ورضوا عنه (کامل ابن اثیر ص43: ج4)

عظیم مجاہد حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

جناب مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار الجزائر کے جنوب کی طرف کافی اندر واقع ہے اور وہ جگہ آج بھی انہی کے نام پر سیدی عقبہ کہلاتی ہے۔

الجزائر کی سیر

جتنی دیر جہاز پرواز کرتا رہا، میں ان تاریخی واقعات کے تصور میں گم رہا۔ یہاں تک کہ شہر الجزائر نظر آنے لگا اور چند ہی لمحوں میں جہاز مدین ایئرپورٹ پر اتر گیا۔ مجھے جہاز کے انتظار میں دو دن "الجزائر" شہر میں رکنا پڑا۔ یہ دو روز الجزائر کے مختلف مقامات کی سیاحت اور کتب خانوں کی سیر میں گزرے۔

الجزائر شہر بحر متوسط کے کنارے فرانسیسی طرز کا شہر ہے۔ جدید متمدن شہروں میں اسے بہت نمایاں حیثیت تو حاصل نہیں، لیکن کافی خوبصورت اور صاف ستھرا شہر ہے۔ جو جدید تمدن کی سہولیات سے آراستہ بھی ہے اور ساحل سمندر، چھوٹی پہاڑیوں اور کسی قدر سبزے کی وجہ سے قدرتی حسن سے بھی بہرہ یاب ہے۔ اسی شہر کے نام پر پورے ملک کو الجزائر کہا جاتا ہے۔ نام سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی جزائر کا مجموعہ ہوگا۔ لیکن درحقیقت اس کی وجہ تسمیہ بعض الجزائری دوستوں نے یہ بیان کی کہ یہاں ساحل سے کچھ فاصلے پر سمندر میں چند نہایت چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جو آبادی کیلئے بھی استعمال نہیں ہو سکتے۔ البتہ ان کو تفریح گاہ کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ ان جزیروں کی وجہ سے یہ شہر الجزائر کے نام سے مشہور ہو گیا، اور اسی کی بنا پر پورا ملک الجزائر کہلانے لگا۔

(حوالہ جہاں دیدہ صفحہ 108 تا 111)

تذکرہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اصل نام سے زیادہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کنیت ابودرداء سے مشہور تھے۔ درداء آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ انصار میں خاندان خزرج سے نسبی تعلق رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عویمر بن عامر انصاری ہے۔

فضائل حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی علم وفضل والے اور فقیہ اور صاحب حکمت صحابی ہیں اور زہد وعبادت میں بھی بہت ہی بلند مرتبہ ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے مدینہ منورہ چھوڑ کر شام میں سکونت اختیار کر لی اور 32 ہجری میں شہر دمشق میں وصال ہوا۔ (اکمال ص594، غیرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنایا۔ بعثت نبوی سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجر تھے۔ پھر تجارت سے دل اچاٹ ہو گیا اور تمام تر توجہ عبادت کی طرف ہو گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے عالم، فقیہ، عابد اور قاری تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار صحابہ میں سے تھے جن سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے احباب کو علم حاصل کرنے کی وصیت کی تھی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامع قرآن بھی تھے

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن کریم جمع کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کو جمع کیا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بزبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ نرم دل اور مہربان ہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بہتر اور زیادہ عادل ہیں۔ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑھ کر صاحب حیا اور صاحب سخا ہیں۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ عقل مند اور بہادر ہیں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ صالح اور ایمان دار ہیں۔ ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑے زاہد اور سچے ہیں اور ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ عبادت گذار اور متقی ہیں۔ (حوالہ مختصر تاریخ ابن عساکر 13/20)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکیم الامت ہیں

ایک موقع پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ حَكِيْمًا وَّحَكِيْمُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُو الدَّرْدَاءِ

ہر امت میں ایک دانا اور صاحب حکمت شخص ہوتا ہے اور اس امت کے حکیم اور دانا ابودرداء ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دمشق کا قاضی (جسٹس) مقرر فرمایا اور گورنر کی عدم موجودگی میں حکومتی فرائض بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ادا کرتے۔ (مختصر تاریخ ابن عساکر 13/20)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پُر حکمت اقوال

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکمت ومعرفت سے لبریز واقعات اور ملفوظات نہایت ایمان افروز ہیں جن کا تذکرہ ان شاء اللہ تفصیل سے کیا جائے گا، چند اقوال درج ذیل ہیں:

- ★ معرفت الٰہیہ میں ایک گھڑی کا غور وفکر چالیس راتوں کی عبادت سے بہتر ہے۔
- ★ اگر تم موت کے بعد کا منظر دیکھ لیتے تو کھانا پینا چھوڑ بیٹھتے۔ کاش میں درخت ہوتا، جسے کاٹ کر ختم کر دیا جاتا اور حساب کے مرحلہ سے خلاصی ہو جاتی۔
- ★ مومن کے اعضاء میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب زبان ہے، سو اس کی حفاظت کرو تاکہ یہ بھی سے محفوظ رہے۔
- ★ جس کی زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے (یعنی یاد الٰہی سے غافل نہ ہو) وہ مسکراتا ہوا جنت میں داخل ہوگا۔

ہانڈی اور پیالے کی تسبیح

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ہانڈی کے نیچے آگ سلگا رہے تھے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگہاں ہانڈی میں سے تسبیح پڑھنے کی آواز بلند ہوئی اور پھر خود بخود ہانڈی چولہے پر سے گر کر اوندھی ہو گئی۔ پھر خود بخود ہی چولہے پر چلی گئی۔ لیکن اس ہانڈی میں سے پکوان کا کوئی حصہ بھی زمین پر نہیں گرا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے سلمان! یہ تعجب خیز اور حیرت انگیز معاملہ دیکھو۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر تم چپ رہتے تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے بہت سی دوسری بڑی بڑی نشانیاں بھی تم دیکھ لیتے۔ پھر دونوں ایک ہی پیالہ میں کھانا کھانے لگے تو پیالہ بھی تسبیح پڑھنے لگا اور اس پیالہ میں جو کھانا تھا اس کھانے کے دانے دانے سے بھی تسبیح پڑھنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ (حلیۃ الاولیاء ج1 ص:224، ص:289)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رات کے وقت مناجات وعبادات

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان بندہ سویا ہوا ہوتا ہے اور اس کے گناہ بخشے جارہے ہوتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یہ کیسے ہوتا ہے؟ فرمایا کہ اس کا (مسلمان) بھائی رات کو تہجد کے لئے اٹھتا ہے اور اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے اور روتے رہتے تھے اور صبح تک یہ دعا کرتے تھے:

اللّٰھُمَّ احسنت خلقی فاحسن خلقی

اے اللہ جس طرح تو نے میری تخلیق حسین کی ہے اسی طرح میرے اخلاق بھی حسین کردے۔

اسی عمل کی بناء پر حضرت ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے خاوند سے یہ سوال کیا تھا کہ رات کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا صرف حسن اخلاق کے لئے ہی کیوں ہوتی ہے۔

دنیا سے کنارہ کشی

حضرت ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ کیا بات ہے تم مال ومنصب کیوں طلب نہیں کرتے؟ جس طرح فلاں اور فلاں طلب کرتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تمہارے آگے ایک بڑی دشوار گزار گھاٹی ہے۔ اس کو گراں بار اور زیادہ بوجھ والے آسانی سے پار نہ کرسکیں گے۔ اس لئے میں یہی پسند کرتا ہوں کہ اس گھاٹی کو عبور کرنے کے لئے ہلکا پھلکا رہوں۔ (اس وجہ سے میں اپنے لئے مال ومنصب طلب نہیں کرتا)۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہترین شہسوار

غزوۂ احد میں ایک موقع پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرکین سے بے جگری سے لڑتے ہوئے دیکھ کر حضور اقدس ﷺ اتنے خوش ہوئے کہ فرمایا:

''عویمر کیا ہی اچھے سوار ہیں''

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضور ﷺ سے تعلق کی ادنیٰ مثال

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ چھوڑ کر شام چلے گئے اور وہاں درس وتدریس اور عبادت الٰہی میں لگے رہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی وقت ہمہ تن تجارت میں لگے رہتے تھے، لیکن قبول اسلام کے بعد تجارت ترک کردی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کو شام کا گورنر مقرر کرنا چاہا تو ان سے فرمایا کہ اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پسند ہے کہ میں اہل شام کو قرآن وسنت کی تعلیم دوں اور ان کو نمازیں پڑھاؤں تو میں یہ فریضہ ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضامند ہوگئے اور وہ دمشق روانہ ہوگئے۔

دنیا سے بے رغبتی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام تشریف لے گئے تو ان کے گھر پر بھی گئے۔ وہاں دیکھا کہ ایک سادہ تاریک سے مکان میں کمبل اوڑھے لیٹے ہیں، گھر میں نہ خادم ہے نہ دیا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا: ابوالدرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم نے یہ کیا بنا رکھا ہے؟ یہ بتاؤ اپنی زندگی اس تنگی میں کیوں بسر کررہے ہو؟

عرض کیا: یاامیر المومنین میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہمیں صرف اتنے سامان کی ضرورت ہے جتنا ایک مسافر کو درکار ہے۔ آہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم کیا سے کیا ہوگئے؟ یہ کہتے ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر دونوں بزرگ دیر تک روتے رہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حالت نزاع میں بھی خوف خدا

وفات سے ذرا پہلے زاروقطار رو رہے تھے۔ اس پر ان کی اہلیہ نے عرض کیا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہوکر روتے ہیں؟ فرمایا: معلوم نہیں گناہوں سے کیسے نجات ہوگی؟ پھر اپنے فرزند سے فرمایا: بلال! دیکھو ایک دن تم کو بھی اس منزل سے گزرنا ہے تو اس کے لئے کچھ کر رکھنا۔

اہل دمشق سے ایمان افروز خطاب

ایک مرتبہ اہلِ دمشق سے فرمایا: ''اے دمشق کے رہنے والو! تم میرے دینی بھائی ہو اور دشمنوں کے خلاف ہمارے مددگار رہو۔ اے ساکنان دمشق بھلا میری محبت اور میری نصیحت کو قبول کرنے سے تمہیں کیا چیز روکتی ہے؟ میں تو تم سے کوئی چیز طلب نہیں کرتا۔ میری نصیحت تمہارے لئے فائدے کے لئے ہے اور میرے اخراجات کا بوجھ تمہارے علاوہ کسی اور کے ذمہ ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ علماء دنیائے فانی سے اٹھتے جارہے ہیں اور ان کی جگہ پر کرنے والا کوئی پیدا نہیں ہورہا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اتنا مال جمع کررہے ہو جسے تم کھا نہ سکو گے اور ایسی ایسی امیدیں لئے بیٹھے ہو جن کو تم پا نہ سکو گے۔ سنو! تم سے پہلے بہت سی قوموں نے بے حساب مال جمع کیا، اسے دل وجان سے عزیز جانا اور سنبھال سنبھال کر رکھا، لیکن تھوڑے عرصے کے بعد وہ سارا مال تباہ ہوگیا، ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا، آبادیاں قبرستان میں تبدیل ہوگئیں۔ (حوالہ شان اولیاء)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے باہر لگا کتبہ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان اور آگ کے شعلے

ایک روز چاشت کے وقت دمشق کے ''باب الجابیہ'' نامی محلے کے ایک مکان سے کالا سیاہ دھواں اٹھنے سے تمام اہل محلّہ گھبرا اٹھے۔ اس کے ساتھ ہی آگ کی سرخ لپیٹیں تیزی کے ساتھ فضا میں بلند ہونے لگیں۔ لوگوں کو یقین ہوگیا کہ کوئی مکان جل رہا ہے۔ یہ آگ کچھ ایسی خوف ناک تھی جس سے خدشہ تھا کہ یہ دمشق کے اس محلّہ کے تمام گھروں کو اپنی لپیٹ میں لے کر خاکستر کر ڈالے گی۔

چھوٹے بڑے، مرد عورتیں سب کے سب آتش زدہ مکان کی طرف دوڑے ہوئے آئے، اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق آگ بجھانے کی کوشش کرنے لگے۔ کچھ لوگ پانی بھر بھر کر ڈال رہے تھے، کچھ مٹی پھینک رہے تھے۔ بعض لوگ متصل مکانات کو خالی کر رہے تھے کہ کہیں یہ ہولناک آگ سارے محلے کو نہ خاکستر کر ڈالے۔ آگ چاروں سمت میں بڑھتی جارہی تھی اور وہاں موجود لوگ اس پر قابو پانے کے لئے ناکافی تھے۔ ایک شخص بلند آواز سے لوگوں کو مدد کے لئے پکار رہا تھا۔ جہاں تک پکارنے والے کی آواز پہنچی لوگ دوڑے ہوئے آئے۔ اب لوگ کافی تعداد میں تھے اور پوری کوشش اور ہمت سے آگ پر قابو پانے کی کوشش کر رہے تھے، بعض آگ کو بڑھنے سے روکنے میں کامیاب بھی ہوئے، مگر ایک سمت میں آگ مسلسل تیزی سے بڑھ رہی تھی اور لوگوں کے قابو سے باہر تھی۔ اتفاق سے اسی سمت میں قاضی دمشق، صحابی رسول حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا۔ ایک شخص نے چھت پر سے چلا کر کہا کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جلدی سے جا کر بتاؤ کہ تمہارا مکان جل گیا۔ وہ مسجد میں لوگوں کو قرآن پڑھا رہے ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرآن مجید سے والہانہ تعلق

ایک شخص جلدی سے گیا، گھبراتا ہوا مسجد میں داخل ہو کر کہنے لگا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر کی خبر لیجئے، وہ جلنے کو ہے، اس کے آس پاس آگ بھڑک رہی ہے۔ آگ نے اسے گھیرے میں لے رکھا ہے اور لوگ آگ بجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہ سن کر ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ پریشان ہوئے، نہ دل میں اضطراب ہوا، اور خبر دینے والے کو نہایت اطمینان وسکون سے جواب دیا کہ میرا مکان نہیں جلا۔

اس کے بعد مسجد میں آنے والوں میں سے چند لوگوں کو آگ بجھانے میں تعاون کے لئے بھیج دیا، وہ جلدی سے چلے گئے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو حسب سابق قرآنی تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کی پختگی

آگ کے شعلے خوب بلند ہو رہے تھے اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان والی سمت میں بڑھ رہے تھے، قریب تھا کہ مکان تک پہنچ کر اسے خاکستر میں کر دیں۔ ایک شخص نے دوبارہ چلا کر کہا کہ صحابی رسول حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کو بچاؤ اور ان کے پاس جلدی سے کسی کو بھیجو۔ چنانچہ دوسرا شخص دوڑتا ہوا مسجد میں گیا اور خوفزدہ ہو کر چلایا: ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکان کو سنبھالو، وہ جلنے کو ہے۔

انہوں نے پھر نہایت اطمینان اور متانت سے جواب دیا کہ وہ نہیں جلے گا۔

اس کے بعد مزید کچھ لوگوں کو جلدی سے آگ بجھانے والوں کی مدد کے لئے بھیج دیا اور باقیوں کو قرآن پڑھانے لگے۔ پڑھنے والے اپنے استاد کے جواب وعمل سے حیران تھے، مگر سب خاموش تھے، رعب کی وجہ سے کوئی کچھ پوچھ نہ سکا۔ دوسرا شخص ابھی مسجد سے واپس ہوا بھی نہ تھا کہ تیسرے نے آ کر زور سے کہا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکان کو سنبھالو، وہ جل رہا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مرتبہ بھی حسب سابق جواب دیا کہ وہ نہیں جلے گا۔ یہ سن کر پڑھنے والے حضرات اور حیران ہوئے، ان کے شیخ کی سنجیدگی، متانت اور ثابت قدمی نے ان کی زبانوں کو گنگ کر کے رکھ دیا وہ کچھ نہ بول سکے۔

اب آتشزدگی کے مقام پر لوگ بہت زیادہ پہنچ چکے تھے، انہوں نے چاروں طرف آگ کو گھیر کے بجھانا شروع کر دیا تھا۔ پانی اور ریت کثرت سے آگ پر ڈال رہے تھے، حتیٰ کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان تک پہنچنے سے قبل اس کے شعلے ٹھنڈے پڑ چکے تھے اور لپیٹیں بجھ چکی تھیں۔ اب اسے اچھی طرح ٹھنڈا کر دیا گیا تھا۔ ایک شخص جلدی سے آیا تا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مکان کے محفوظ رہنے کی بشارت سنائے۔ اس نے جلدی سے مسجد میں داخل ہو کر کہا: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ کا شکر ادا کرو، بہت زبردست ہولناک آتشزدگی تھی، مگر آپ کے مکان سے پہلے ہی بجھ گئی۔

یہ سن کر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

الحمد لله حمدًا طيبًا كثيرًا

یعنی اللہ ہی بے شمار پاکیزہ حمد وثناء کے لائق ہے۔

اور فرمایا مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے مکان کو ہرگز نہیں جلائیں گے۔

حسب سابق پڑھنے والے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر اور زیادہ حیران تھے۔ ایک نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا کہنے لگا: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ کی قسم آپ کی دونوں باتیں ایک دوسرے سے زیادہ قابل تعجب ہیں۔ نہ معلوم کس کو ترجیح دیں۔ ایک یہ کہ میرا مکان نہیں جلے گا، اور دوسری یہ کہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نہیں جلائیں گے۔

حادثات سے بچنے کا وظیفہ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی حیرانگی کو ختم کرنے کے لئے فرمایا کہ میں نے چند کلمات حضرت رسولِ مقبول صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص ان کلمات کو صبح کہہ لے گا، اسے شام تک اور جو شام کو کہہ لے گا، اسے صبح تک کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکے گی۔

کسی نے پوچھ لیا کہ اے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ کون سے کلمات ہیں؟

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے کلمات غور سے سنو:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَالَمْ يَشَآءْ لَمْ يَكُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اب پڑھنے والے طلباء کو اپنے شیخ کے عمل کا راز معلوم ہوا، ان کی نگاہوں میں یہ ایک عظیم الشان امر تھا، جس کے بعد ان کے قلوب میں اپنے شیخ کی عزت کئی گناہ مزید بڑھ گئی۔ بلکہ یہ خبر سن کر تمام اہل دمشق کی نظروں میں یہ عالی مرتبہ ہو گئے۔ یہ بیمثال یقین کا ایک ایسا درس تھا کہ لوگوں نے جس کی نظیر نہیں سنی تھی۔ (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی 163 بحوالہ قصص النبی اور اسوہ صحابہ)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک (دمشق)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال 32 ہجری میں ہوا۔ مشہور روایات کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار دمشق میں ہے۔ البتہ مصر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کا ثبوت ملتا ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتحین مصر میں شامل ہیں۔ (حسن المحاضرہ 1/201)

ممکن ہے قیام مصر کے دوران آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکندریہ میں کچھ عرصہ ٹھہرے ہوں اور اب یہاں جس جگہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب قبر ہے یہ دراصل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہو۔ واللہ اعلم

(حوالہ چندروز مصر میں)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے متصل مسجد

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر لگے کتبے نظر آرہے ہیں

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا اندرونی منظر

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے متصل مسجد کا بیرونی منظر
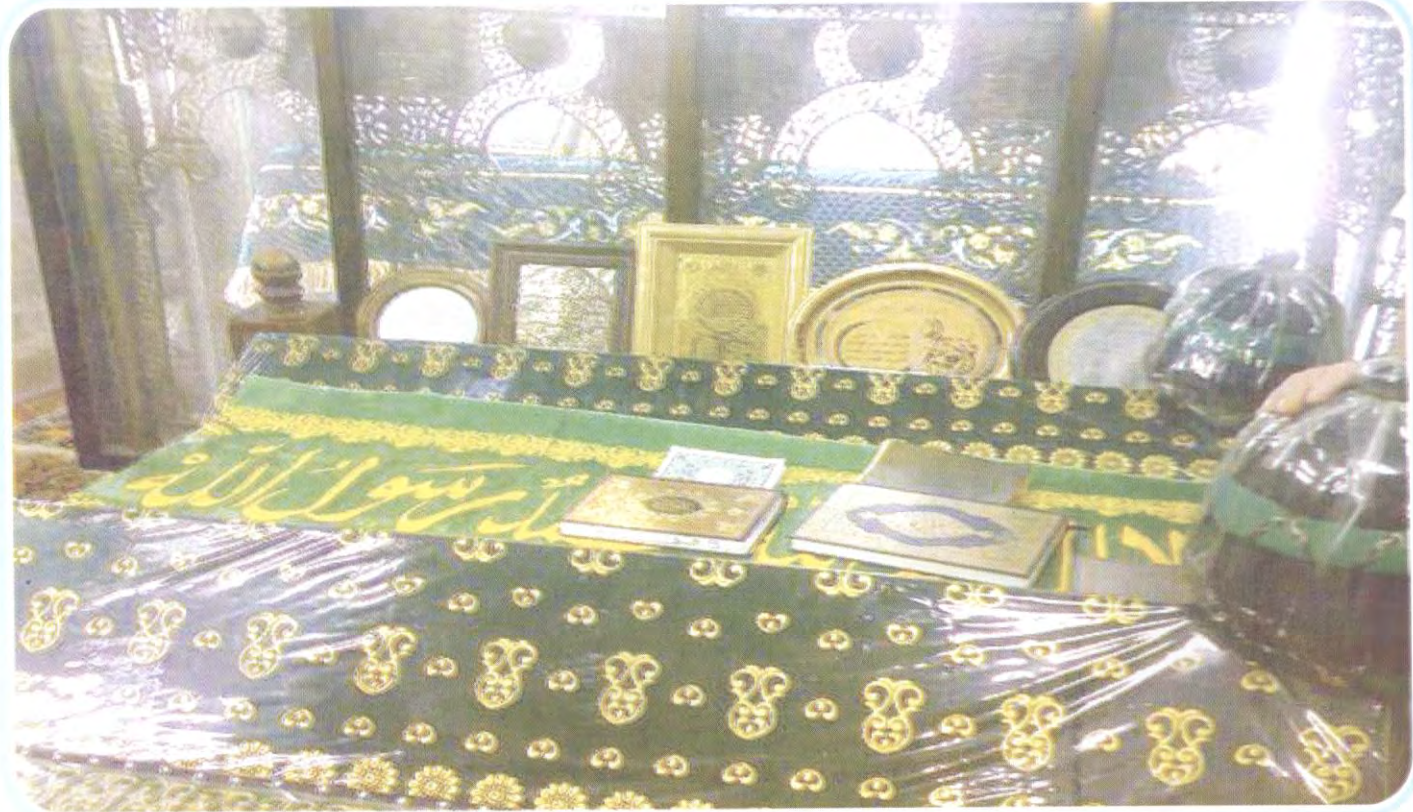
حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا اندرونی منظر

تذکرہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سگے بھائی تھے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ جب حضرت ابوطالب تنگ دست ہوگئے تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں اپنے گھر لے گئے تاکہ اپنے بھائی کا کچھ بوجھ ہلکا کریں۔ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا مقام تقریباً چوبیسواں تھا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی صورت وسیرت کے لحاظ سے رحمت دوعالم ﷺ کے عکس جمیل تھے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیکر کمال صورت وسیرت تھے رحمت دوعالم ﷺ نے خود ان سے فرمایا:

اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ

تم صورت وسیرت میں میرے مشابہ ہو۔ (مستدرک حاکم 3/211)

بے حد جواد وسخی تھے اور غریبوں مسکینوں کے ساتھ بہت محبت رکھتے تھے۔ اس لئے رحمت دوعالم ﷺ ان کو ابوالمساکین کہا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ 570)

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت

کفار مکہ کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر رحمت عالم ﷺ کی اجازت سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر حبشہ سے کشتیوں پر سوار ہوکر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور خیبر میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت عالیہ میں اس وقت پہنچے جب کہ خیبر فتح ہو چکا تھا اور حضور اقدس ﷺ مال غنیمت کو مجاہدین کے درمیان تقسیم فرما رہے تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے جوش محبت میں ان سے معانقہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس بات کا فیصلہ نہیں کرسکتا کہ جنگ خیبر کی فتح سے مجھے زیادہ خوشی حاصل ہوئی یا اے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم مہاجرین حبشہ کی آمد سے زیادہ خوشی حاصل ہوئی۔

مرتے دم تک وفا کا بھرم قائم رکھا

یہ بہت ہی جانباز اور بہادر تھے اور نہایت خوبصورت اور وجیہہ بھی۔ 8 ہجری کی جنگ موتہ میں امیر لشکر ہونے کی حالت میں اکتالیس برس کی عمر میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اس جنگ میں سپہ سالار ہونے کی وجہ سے لشکر اسلام کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ کفار نے تلوار کی مار سے ان کے دائیں ہاتھ کو شہید کردیا تو انہوں نے جھپٹ کر جھنڈے کو بائیں ہاتھ سے پکڑلیا۔ جب بایاں ہاتھ بھی کٹ کر گر پڑا تو انہوں نے جھنڈے کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے تھام لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب ہم نے ان کی لاش مبارک کو اٹھایا، تو ان کے جسم اطہر پر نوے زخم تھے، مگر کوئی زخم بھی ان کے بدن کے پچھلے حصے پر نہیں لگا تھا، بلکہ تمام زخم ان کے بدن کے اگلے ہی حصے پر تھے۔ (اکمال 589، حواشی بخاری وغیرہ)

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ

تم شکل وصورت اور اخلاق واطوار میں میرے مشابہ ہو۔ (رواہ البخاری ومسلم)

اس امت کے سخیوں کے سردار حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تاریخ ابن عساکر میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَسْمَحُ اُمَّتِی جَعْفَرٌ

میری امت میں سب سے زیادہ فراخ دل حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

رَاَیْتُ جَعْفَرًا یَطِیْرُ مَعَ الْمَلَائِکَةِ فِی الْجَنَّةِ

میں نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتا ہے۔

المعجم الکبیر طبرانی اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

دَخَلْتُ الْجَنَّةَ الْبَارِحَةَ فنظرت فیها فاذا جعفر یطیر مع الملائکة واذا حمزة متکئٌ علی سریر

میں کل رات جنت میں داخل ہوا تو اس میں دیکھا کہ جعفر فرشتوں کے ساتھ محو پرواز ہے اور حمزہ پلنگ پر ٹیک لگائے ہوئے ہے۔

طبقات ابن سعد میں عمرو بن قتادہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

یَطِیْرُ بَجنا حَیْنِ مِنْ یَاقُوْتٍ فِی الْجَنَّةِ حَیْثُ یَشَآءُ

کہ وہ جنت میں یاقوتی دو پروں سے اڑ کر جہاں چاہتا ہے چلا جاتا ہے۔

زیر نظر تصویر موتہ کی ہے
یہ وہ جگہ ہے جہاں
حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت

حبشہ کا حکمران نجاشی بڑا ذہین، فطین، رحم دل، عالم، فاضل اور عادل بادشاہ تھا۔ اگرچہ یہ نصرانیت کا پیروکار تھا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی رحم دلی کا چرچا سن کر اپنے جاں نثار مظلوم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کے پاس بھیجنا زیادہ مناسب خیال کیا۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اختیار کرنے سے آٹھ سال پہلے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا دعویٰ کئے ہوئے پانچ سال ہو چکے تھے۔ مکہ معظمہ میں مسلمانوں کے لئے بڑا ہی پر آشوب دور تھا۔ ان دنوں اسلام قبول کرنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ جس کے بارے میں مشرکین مکہ کو پتہ چل جاتا کہ یہ شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے اسے انتہائی ظلم وستم کا نشانہ بنایا جاتا۔ اس نازک ترین دور میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان نثاروں کو ظلم وستم کی چکی میں پستے ہوئے دیکھا تو انہیں حبشہ ہجرت کر جانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اس دفعہ 83 افراد پر مشتمل مہاجروں کا قافلہ بحری راستے حبشہ کی طرف روانہ ہوا۔

پیغمبر علیہ السلام کے پیامبر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذہین وفطین اور حسین وجمیل، فصیح البیان اور قادر الکلام ہاشمی نوجوان حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قافلے کا سالار مقرر کیا گیا۔ سید المرسلین رحمت للعالمین سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنا سفیر نامزد کرتے ہوئے حبشہ کے حکمران نجاشی کے نام درج ذیل خط دیا:

بِسْمِ اللّٰہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من محمد رسول اللّٰہِ الیٰ النجاشی الاصحم ملک الحبشہ سلم انت ، فانی احمد للّٰہ الذی لاالہ الاّ ھو الملک، القدوس السلام، المومن، المھین واشھد انّ عیسٰی بن مریم روح اللّٰہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول الطیبہ الحصینۃ فحملت بعیسٰی فخلقہُ اللّٰہ من روحہٖ ونفخہٖ کما خلق آدم بیدہٖ ونفخہٖ، اِنّی ادعوک الی اللّٰہ وحدہ لاشریک لہٗ والمولاۃ لہٗ علی طاعتہٖ وان تؤمِن بالّذی جَاءَ نِبی فَاِنی رسول اللّٰہ وقد بعثت الیک ابن عمی جَعْفرًا وَنَفَرًا مَعَہٗ مِن المسلمین فَاِذا جاءَک فاقِرْھُمْ وَدَعِ التَّجّیرَ فَاِنی ادْعُوْکَ وَجُنودک اِلی اللّٰہ فقد بَلَغّتُ ونصحتُ فاقبلو نصحی .
والسلام من اتبع الھدیٰ

(بحوالہ تاریخ الطبری 2/602)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے حبشہ کے حکمران نجاشی اَصحَم کے نام! سلامت رہو، تعریف ہے اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔ وہ بادشاہ، پاکباز، سلامتی وامن والا اور غالب ہستی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اللہ کی روح اور اس کا وہ حکم ہے جسے اس نے پاکدامن مریم کی طرف القاء کیا۔ جس کی بناء پر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں حاملہ ہوئیں۔ اللہ نے اسے اپنی روح اور پھونک سے پیدا کیا۔ جیسا کہ اس نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ اور پھونک سے پیدا کیا۔ میں آپ کو اس ایک اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور اس سے دوستی ومحبت کی بنیاد پر اس کی اطاعت اختیار کرنے کا پیغام دیتا ہوں۔ آپ میری اطاعت کریں اور وہ شریعت جو میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لے آئیں۔ میں اپنے چچا کے بیٹے جعفر کو آپ کی طرف بھیج رہا ہوں، اس کے ساتھ دیگر فرزندان اسلام بھی ہیں۔ جب یہ آپ کے پاس پہنچیں تو ان کی آؤ بھگت کرنا، ان کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آنا، ہر قسم کے ظلم وزیادتی سے اجتناب کرنا، میں تجھے اور تیرے لشکروں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں نے اپنا پیغام آپ تک پہنچا دیا ہے۔ آپ کی خیر خواہی پیش نظر ہے، میری نصیحت کو ملحوظ خاطر رکھنا، جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا، اس کے لئے سلامتی اور امن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفارتی طرز عمل

اس خط کے مندرجات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایہ ملک کے سربراہان سے تعلقات استوار کرنے کے لئے اور ان سے مفید کام لینے کے لئے کس طرح حکیمانہ انداز میں سفارتی طرز عمل کو اختیار کیا۔ مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم کرنے سے آٹھ سال پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی سیاسی حکمت عملی اپنائی جس سے آپ کی دعوت نہ صرف جزیرۂ عرب تک محدود رہی بلکہ بیرون ملک بھی اس کے اثرات سفارت اور ہجرت کے ذریعے پہنچا دیئے گئے۔

سرداران قریش نے حبشہ کے حکمران نجاشی کو متاثر کرنے کے لئے ہزار جتن کئے۔ عمرو بن العاص جیسے مشہور ومعروف تاجر، سیاستدان اور ذہین وفطین شخص کو قیمتی تحائف دے کر حبشہ بھیجا کہ وہ نجاشی کو ہر صورت اپنے اعتماد میں لے لیں۔ اس کے حبشہ پہنچنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفارتی خط اپنا کام کر چکا تھا۔ اس خط نے نجاشی کے دل میں مسلمانوں کے لئے نرم گوشہ پیدا کر دیا تھا۔

نجاشی کے دربار میں مہاجرین کے خلاف کفار مکہ کی سازشیں

سرداران قریش نے حبشہ کے حکمران نجاشی کو اپنے دام تزویر میں لانے کے لئے حضرت عمرو بن العاص کو منتخب کیا۔ کیونکہ وہ عطریات کی تجارت کے لئے کئی دفعہ حبشہ جا چکے تھے۔ عبد اللہ بن ابی ربیعہ کو بھی ان کے ساتھ حبشہ بھیجا گیا تاکہ یہ دونوں بوقت ضرورت باہمی مشورہ کر سکیں۔ یہ وافر مقدار میں قیمتی تحائف لے کر حبشہ پہنچے۔ انہوں نے پہلے نجاشی کے وزراء، مشیروں اور علماء سے بات کی۔ ہر ایک کو تحائف پیش کئے اور ان سے اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے اپیل کی کہ جب ہم دربار میں سربراہِ مملکت کو عرض داشت پیش کریں تو آپ ہماری حمایت کریں۔ ہر ایک نے حامی بھری، اور وعدہ کرلیا کہ آپ بے فکر رہیں ہماری طرف سے آپ کا بھرپور تعاون ہوگا۔ جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہوگا۔ بس آپ یوں سمجھیں کہ تیر نشانے پر لگ چکا ہے۔ قریش کے یہ دونوں نمائندے جب نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے، آداب بجالانے کے بعد قیمتی تحائف پیش کئے۔ نجاشی نے پوچھا آپئے کیسے آنا ہوا؟ شاہی دربار کے آداب کو پیش نظر رکھتے ہوئے عرض گذار ہوئے کہ بادشاہ سلامت ہمارے ملک کے کچھ دیوانے آپ کی سرزمین میں وارد ہوئے ہیں۔ وہ اپنے باپ دادا کے دین سے منحرف ہو چکے ہیں۔ یہ بڑے ہی عجیب وغریب مزاج کے لوگ ہیں۔ انہوں نے ایک نیا دین اختراع کیا ہے، جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ۔ ہمیں سرداران قریش نے اس لئے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ان تخریب کاروں کو ہمارے سپرد کر دیں تاکہ ہم انہیں اپنے وطن واپس لے جائیں، پھر ہم جانیں اور یہ۔ ان کی باتیں سن کر نجاشی نے دربار میں موجود اپنے وزراء، مشیروں اور علماء کی طرف دیکھا تو سب نے ادب واحترام سے سر جھکائے ہوئے عرض کیا: بادشاہ سلامت یہ ٹھیک کہتے ہیں، ہماری نظر میں یہی بہتر ہے کہ ان واردلوگوں کو واپس بھیج دیا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ہمارے پرامن ماحول میں کہیں فساد ہی برپا نہ کردیں۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلوب دعوت کا ایمان افروز واقعہ

حبشہ کے حکمران نجاشی نے درباریوں پر غضب آلود نگاہیں ڈالتے ہوئے گرجدار آواز میں کہا: نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پہلے میں ان لوگوں سے پوچھوں گا کہ وہ کون سا دین اپنائے ہوئے ہیں۔ اس نے اپنے درباریوں سے کہا: کل انہیں یہاں دربار میں پھر لایا جائے۔

نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پر اثر تقریر

سرکاری ہرکارے نے جب نجاشی کا پیغام مہاجرین کو دیا تو وہ سب مل بیٹھ کر سوچنے لگے کہ اب ہمیں کیا موقف اختیار کرنا چاہیے۔ آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ نجاشی اگر ہمارے دین کے بارے میں پوچھے تو اسے صاف صاف بتا دیا جائے۔ کسی چیز کو چھپایا نہ جائے۔ اس کے نتیجے میں جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ گفتگو کا فریضہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرانجام دیں گے۔ دوسرے دن مہاجرین کا قافلہ بے خوف وخطر اللہ کی یاد کو اپنے دل میں بسائے ہوئے، نجاشی کے دربار میں داخل ہوا، سلام کیا، حاضرین پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور بیٹھ گئے۔ وہاں جبہ ودستار پہنے نصرانیت کے بڑے بڑے پوپ، کتابیں کھولے بڑی شان وشوکت سے بیٹھے ہوئے تھے۔ مکہ سے آئے ہوئے قریش کے دونوں نمائندے بھی وہاں موجود تھے۔ عمرو بن عاص نے موقع غنیمت جانتے ہوئے نجاشی سے کہا: بادشاہ سلامت! دیکھئے یہ کتنے گستاخ لوگ ہیں، انہوں نے دربار میں داخل ہوتے وقت آپ کے ادب واحترام کو ملحوظ نہیں رکھا۔ غضب ہوگیا انہوں نے آپ کو جھک کر سلام ہی نہیں کیا، جو شاہی دربار کی ہمیشہ سے روایت چلی آرہی ہے۔ یہ کتنے بے مروت، بے وفا اور احسان فراموش ہیں، آپ کے نمک خوار اور آپ ہی سے بیزار۔ حد ہوگئی، لاپرواہی، بے نیازی اور گستاخی کی، ان کو تو عبرت کا نشان بنا دینا چاہیے۔ بادشاہ سلامت کیا یہ لوگ اس قابل ہیں کہ انہیں اس پرامن ملک میں رہنے کی اجازت نہ دی جائے؟

نجاشی نے عمرو بن عاص کی باتیں سن کر روایتی انداز میں اپنے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا: ہاں پوچھتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ گستاخانہ انداز کیوں اختیار کیا؟ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے جھک کر سلام کیوں نہیں کیا؟

تو ہاشمی نوجوان سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بادشاہ سلامت ہم ایک اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکتے۔

نجاشی نے یہ جواب سن کر کہا: یہ کون سا نیا دین ہے، جس نے تمہیں اپنی قوم سے الگ کر دیا ہے اور آپ نے ہمارے دین نصرانیت کو بھی اختیار نہیں کیا۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فصاحت وبلاغت کے موتی بکھیرتے ہوئے دوٹوک انداز میں کہا: بادشاہ سلامت! ہم لوگ جاہل تھے، بتوں کے پجاری تھے، مردار کھاتے تھے، ہر قسم کی بے حیائی کے مرتکب تھے، رشتوں کا ہمیں کوئی پاس نہ تھا۔ پڑوسیوں کے حقوق سے نا آشنا تھے، ہمارا طاقت ور طبقہ کمزور کو ہڑپ کر جایا کرتا تھا۔ پس ہم یونہی درندوں جیسی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ اللہ نے ہم پر اپنا کرم کیا، اس نے ہماری اصلاح کے لئے ہمیں میں سے ایک رسول بھیجا، جس کے حسب ونسب، صداقت وامانت اور اخلاق وکردار سے ہم اچھی طرح واقف تھے۔ اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے آشنا کیا، بت پرستی سے روکا، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا۔ اس نے ہمیں صداقت وامانت اپنانے، صلہ رحمی اور پڑوسیوں کا خیال رکھنے کی تلقین کی۔ اس نے ہمیں حرام سے اجتناب کرنے، ناحق خون بہانے، بے حیائی کا ارتکاب کرنے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کر دیا۔ اس نے ہماری تربیت اس نہج پر کی کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اس نے ہمیں باقاعدگی سے نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور روزے رکھنے کا حکم دیا۔ ہم اس پر ایمان لے آئے اس کی ساری باتوں پر صدق دل سے عمل پیرا ہوگئے۔ ہم ایک اللہ کی عبادت کرنے لگے، بتوں کی پوجا پاٹ سے باز آگئے۔ ہمیں شرک کی آلودگی سے بچالیا۔ ہم نے ہر اس چیز کو چھوڑ دیا جو ہمارے لئے حرام کر دی گئی تھی۔ اور ہر اس چیز کو اختیار کر لیا جو ہمارے لئے حلال تھی۔ ہمارا یہ طرز عمل دیکھ کر ہماری قوم ہم سے برگشتہ ہوگئی۔ اس نے ہمیں ایسا کرنے سے روکا۔ ہم نہ رکے تو وہ ہماری جان کے درپے ہوگئے۔ ہمیں طرح طرح کی سزائیں دینے لگے۔ تاکہ ہم مجبور ہوکر اذیت ناک سزاؤں کی تاب نہ لاتے ہوئے دوبارہ وہی روش اختیار کر لیں جس پر ہم پہلے گامزن تھے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بتوں کے پجاری بن جائیں۔ ہم پھر سے بدکاری کا راستہ اپنالیں۔ جب انہوں نے ہمیں اذیت ناک صورت حال سے دوچار کیا، ہمیں ناقابل برداشت سزائیں دینا شروع کردیں تو ہم تنگ آکر اپنے گھر بار چھوڑ کر آپ کے پاس چلے آئے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ اپنی روایتی فراخدلی، ہمدردی اور رحم دلی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے اس ملک میں رہنے کی اور آزادانہ طور پر دین اسلام پر عمل پیرا ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔

ملک حبشہ کا خوبصورت منظر

نجاشی کون ہیں اور حبشہ کا محل وقوع

اکسوم ملک حبش (ایتھوپیا) کا قدیم دارالحکومت تھا۔ اہل حبشہ اس شہر کو نہایت مقدس سمجھتے تھے۔ اور یہیں شاہان حبش کی تاجپوشی ہوتی تھی۔ اکسوم، اریٹریا کی بندرگاہ مصوع سے تقریباً سوا دو سو کلومیٹر جنوب میں ایتھوپی صوبہ تجرے میں واقع تھا۔ جہاں اب تک اس کے کھنڈرات باقی ہیں۔

نجاشی حبشی زبان کے لفظ "نجوس" بمعنی بادشاہ کی تعریف ہے۔ نجوس شاہان حبش کا لقب تھا۔ ان کا زمانہ پہلی صدی ق م سے چھٹی صدی ہجری تک یعنی تقریباً 1200 سال رہا۔ عہد نبوی میں یہاں نجاشی اصحمہ حکمران تھا، جو عیسائی تھا۔ سب سے پہلا نجاشی جس نے عیسائیت قبول کی، اس کا نام اذینہ تھا۔ مکہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمان حضرت اصحمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے دربار (اکسوم) میں پہنچے تو انہوں نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی دین اسلام کی باتیں سنیں اور قریش مکہ کے وفد کا مطالبہ مسترد کر کے مسلمانوں کو اپنے ملک میں پناہ دی۔ حضرت اصحمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کر لیا اور چند سال بعد جب ان کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔

شاہ حبشہ کے دربار میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسن تدبیر

نجاشی نے پوچھا کیا آپ کے پاس اس نئے دین کا کوئی روحانی پیغام ہے؟

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بالکل، ہمارے پاس روحانی، ایمانی اور آسمانی پیغام ہے۔

نجاشی نے کہا ذرا وہ ہمیں بھی سنایئے۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درد بھرے انداز میں سورہ مریم کی تلاوت شروع کردی۔ ان کی دل سوز آواز میں انوکھا کلام سن کر دربار میں سناٹا چھا گیا۔ یہ رقت انگیز پیغام سن کر نجاشی کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ علماء کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوگئے۔ جس سے ان کے سامنے پڑی ہوئی کتابیں بھیگ گئیں۔ ہر طرف سے آہوں اور سسکیوں کی آوازیں آنے لگیں۔

قریشی نمائندے یہ منظر دیکھ کر انگشت بدانداں رہ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ہر کوئی رو رہا ہے، آنسو بہا رہا ہے، اس پرکیف حالت میں دربار برخواست ہوا تو قریشی نمائندہ عمرو بن عاص اپنے ساتھی سے کہنے لگا ارے بھئی یہ کیا ہوگیا؟ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ یہ کیا جادو چل گیا؟ ہم اپنی قوم کو منہ دکھلانے کے قابل بھی نہ رہے۔ ہماری ساری محنت دھری کی دھری رہ گئی۔ ہم سردارانِ قریش کو واپس جا کر کیا جواب دیں گے؟ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہ رہا۔ اب ہم کیا کریں؟ پھر خود ہی کہنے لگا: ہاں! میرے ذہن میں ایک نئی ترکیب آئی ہے۔ کل میں دوبارہ دربار میں حاضری دوں گا۔ اور بادشاہ سلامت کی خدمت میں ایک ایسا نکتہ پیش کروں گا جس سے حالات ہمارے حق میں بہت ہو جائیں گے۔ جب اس نے دوسرے دن دربار میں حاضری دی تو عمرو بن عاص آداب بجالاتے ہوئے نجاشی کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ بادشاہ سلامت دیکھئے، غضب ہوگیا، یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ دیکھئے یہ لوگ کتنے بے دین ہیں۔

نجاشی نے یہ بات سن کر اپنا روایتی انداز اپناتے ہوئے کہا: اچھا ان سے یہ بات بھی پوچھ لیتے ہیں۔

ہمت واستقامت کے پہاڑ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوسرے دن پھر مسلمانوں کو دربار میں بلایا گیا۔ نجاشی نے پوچھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور کہا: بادشاہ سلامت! ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہی نظریہ رکھتے ہیں جو ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے۔

نجاشی نے پوچھا وہ کیا نظریہ ہے؟

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اس کی روح اور وہ کلمہ ہیں۔ جو اللہ نے پاکدامن مریم کی طرف القاء کیا۔

یہ بات سن کر نجاشی نے بڑے جوش کے ساتھ اپنا ہاتھ میز پر مارتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم! حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالکل وہی کچھ ہیں جو آپ نے بیان کیا، اس کے سوا کچھ نہیں۔

اس کے بعد نجاشی نے مہاجرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: آپ میرے مہمان ہیں، آپ یہاں اطمینان سے زندگی بسر کریں۔ آپ کو ہماری طرف سے ہر قسم کی سہولت مہیا ہوگی۔ میں دل کی گہرائیوں سے آپ کی قدر کرتا ہوں۔ کوئی اگر آپ کو اپنے قبضے میں لینے کے لئے مجھے سونے چاندی کے پہاڑ بھی پیش کرے تو میں اسے ٹھکرا دوں گا۔ تم میرے سرکاری مہمان ہو، تمہارا کوئی یہاں بال بیکا بھی نہیں کرسکتا۔ تمہیں اگر کوئی کچھ کہے گا تو میں اس سے نپٹ لوں گا۔ اور پھر اپنے دربان سے کہا: ان قریشی نمائندوں نے جو تحائف مجھے دیے ہیں وہ سب انہیں واپس کردو۔ مجھے ایسے تحائف قطعاً قبول نہیں جو میرے ضمیر کو خریدنے کے لئے پیش کئے گئے ہوں۔ میرے پاس اللہ کا دیا ہوا بہت کچھ ہے۔

بڑے بے آبرو ہو کے تیرے کوچے سے ہم نکلے

پھر عمرو بن عاص سے مخاطب ہو کر گرجدار آواز میں کہا: اپنے تحائف پکڑو اور یہاں سے چلتے بنو۔ عمرو بن عاص یہ صورت حال دیکھ کر بہت پریشان ہوا، لیکن اب کیا ہوسکتا تھا۔ اپنے ساتھی عبداللہ بن ابی ربیعہ سے کہا کہ چلو بھئی چلیں۔ پھر سر جھکا کر شرمندہ و پراگندہ حال دربار سے نکلے اور اپنے وطن کی راہ لی۔

قصہ مختصر یہ کہ کچھ سالوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر نجاشی کو بھی اسلام کی دولت سے نواز دیا۔

جب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر کے بعد خیبر میں ہی قیام پذیر تھے، رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آتے دیکھا تو بے تابانہ آگے بڑھے اور ان کو گلے لگا لیا پھر ان کے ماتھے پر بوسہ ثبت فرمایا، اور ان کی آمد سے اتنے مسرور ہوئے کہ فرمایا

مَا اَدْرِیْ بِاَیِّهِمَا اَنَا اَشَدُّ فَرْحًا ، بِقُدُوْمِ جَعْفَرٍ اَمْ بِفَتْحِ خَیْبَرَ

میں فیصلہ نہیں کر پا رہا ہوں کہ آج میرے لئے دو خوشیوں میں سے زیادہ باعث فرحت کون سی خوشی ہے؟ جعفر کی آمد یا خیبر کی فتح ؟ (الاستیعاب 1/210)

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے نجاشی کا قبول اسلام

نجاشی حبشہ (اصحمہ) نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط مبارک لیا اور اپنی آنکھوں پر رکھا، پھر تخت سے نیچے اتر آیا اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسلام لانے اور بیعت کے متعلق لکھا اور ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کردیا۔ انہیں اپنی طرف سے 400 دینار مہر دیا، پھر انہیں اور مہاجرین حبشہ کو حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دو کشتیوں میں روانہ کردیا اور وہ انہیں لے کر اس وقت پہنچے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے۔

نجاشی اصحمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے رجب 9 ہجری میں وفات پائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وفات ہی کے دن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کی موت کی اطلاع دی اور اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے جانشین کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی، مگر یہ معلوم نہیں کہ اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں؟ (تجلیات نبوت از مولانا صفی الرحمن مبارکپوری)

غزوہ موتہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

شام کے گورنر شرحبیل بن عمرو غسانی نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے سزا دینے کے لئے جنوبی اردن کے شہر بلقاء کی طرف مسلمانوں کا ایک لشکر بھیجا۔ اس لشکر کی تعداد 3000 تھی۔ ان کے امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر ہوں گے۔

اتفاق یہ ہوا کہ یہ تینوں امراء یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ پھر جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا گیا تو وہ لشکر کو بحفاظت مدینہ منورہ میں واپس لے آئے۔ اصل وجہ یہ تھی کہ رومیوں کا لشکر بہت بڑا تھا اور بہت سے عربوں نے بھی ان کی مدد کی تھی۔

بچ گئے تو غازی......مر گئے تو شہید!

موتہ اردن کا ایک شہر ہے جو ایک زرخیز میدان میں بحیرہ مردار کے جنوبی کونے کے مشرق میں اور کرک کے جنوب میں دو گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 21/731)

شرحبیل بن عمرو غسانی نے رسول اللہ ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا تو نبی ﷺ نے اس کا قصاص لینے کے لئے تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا۔ اس لشکر نے جنوبی اردن پہنچ کر معان کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں اسے معلوم ہوا کہ ہرقل ایک لاکھ کا لشکر لے کر "معارب" میں خیمہ زن ہے اور اس کے ساتھ مزید ایک لاکھ نصرانی عرب بھی شامل ہو گئے ہیں۔ اس اطلاع پر مسلمانوں نے دوران مشورہ کیا کہ آیا رسول اللہ ﷺ کو لکھ کر آپ سے کمک طلب کریں یا جنگ میں کود پڑیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر انہیں گرما دیا کہ اب آپ لوگ جس بات سے کترا رہے ہیں، یعنی شہادت! یہ وہی چیز ہے جس کی طلب میں ہم نکلے ہیں۔

انہوں نے کہا: ہم تعداد اور قوت و کثرت کے بل پر نہیں لڑتے، بلکہ ہماری لڑائی اس دین کے بل بوتے پر ہے جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں نوازا ہے۔ ہمارے سامنے دو خوبیاں ہیں، غلبہ یا شہادت۔

لوگوں نے کہا: واللہ! ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سچ کہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آگے بڑھ کر موتہ میں پڑاؤ ڈال دیا اور پھر وہیں لشکر کو ترتیب دیا اور لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔

اب کیا تھا، ایک خوفناک اور سنگین معرکہ شروع ہو گیا جو تاریخ انسانی کا عجیب ترین معرکہ تھا۔ تین ہزار جانباز، دو لاکھ کے لشکر جرار کا مقابلہ کر رہے تھے اور دو بدو ڈٹے ہوئے تھے۔ ہتھیاروں سے لیس بھاری بھر کم رومی لشکر دن بھر حملے کرتا اور اپنے بہت سے بہادر گنوا بیٹھتا تھا۔ لیکن اس مختصر سی نفری کو پسپا کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا تھا۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

مسلمانوں کا "علم"، پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لیا۔ وہ لڑتے رہے، یہاں تک دشمن کے نیزوں میں گھ گئے اور خلعت شہادت سے مشرف ہو کر زمین پر آ رہے۔ ان کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "علم" سنبھالا اور خوب جنگ کی۔ جب لڑائی کی شدت شباب کو پہنچی تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سرخ و سیاہ گھوڑے کی پشت سے کود پڑے، اس کی کونچیں کاٹ دیں اور دشمن پر وار پر وار کئے۔ یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور بلند رکھا یہاں تک کہ ان کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ پھر دونوں باقی ماندہ بازوؤں کی مدد سے جھنڈا آغوش میں لے لیا اور وہ فضا میں لہراتا رہا۔ یہاں تک وہ نیزوں اور تیروں کے نوے سے زیادہ زخم کھا کر خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ یہ سارے زخم ان کے جسم کے اگلے حصے میں آئے تھے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باری تھی۔ انہوں نے جھنڈا لیا اور آگے بڑھے، پھر اپنے ممعہ نامی گھوڑے سے اتر کر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم سنبھال لیا اور اسلامی لشکر کو بحفاظت پیچھے لے آئے۔ (ملخص از فتح الباری، سیرت ابن ہشام، زاد المعاد، صحیح بخاری)

شہادت کے بعد معلوم ہوا کہ ان کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم تھے۔ غور فرمائیں کہ کیا عجب شان تھی، کاش ہمیں بھی یہ جذبہ نصیب ہو جائے۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر یہ حبشہ سے واپس آئے۔ غزوہ موتہ میں ان کے دونوں بازو کٹ گئے تھے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے انہیں دو بازوؤں کے عوض دو پر عطا کر دیئے ہیں، جن کے ذریعے سے یہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں، اس لئے انہیں جعفر طیار کہا جانے لگا۔

(ملخص از اسد الغابہ جلد 1 / اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد: 7)

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کے آنسو

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا اعلان کرنے کے بعد (یا بروایت دیگر اس سے پہلے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا آٹا گوندھ چکی تھیں اور بچوں کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنا رہی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔ انہوں نے ان کو حاضر خدمت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہوگئے اور ان کو پیار کیا۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا مضطرب ہوگئیں اور پوچھا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، کیا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کوئی خبر آئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! وہ شہید ہوگئے ہیں۔

یہ سن کر حضرت سیدتنا اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں۔ خبر پاتے ہی محلے کی عورتیں ان کے گرد جمع ہوگئیں اور ان کی دلجوئی کرنے لگیں۔ اس کے بعد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے اور ازواج مطہرات سے فرمایا کہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچوں کے لئے کھانا پکاؤ۔ آج وہ اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر سنی تو وہ "واعماہ واعماہ" کہہ کر روتی ہوئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے شخص پر رونے والیوں کو رونا چاہیے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک عظیم اعزاز

ان کی شہادت کے تین چار دن بعد رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بیوہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا:

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

پھر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: تیرے لئے خوشخبری ہے میں نے دیکھا کہ تیرا شوہر حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کی معیت میں پرواز کرتے ہوئے یہاں سے گزر رہا ہے۔ اور وہ سب سلام کہہ رہے ہیں، اس لئے تم بھی سلام کا جواب دو۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جعفر نے اطلاع دی ہے کہ فلاں روز دشمنوں کے ساتھ مقابلہ ہوا تو میرے بدن پر 73 زخم آئے۔ اور میرے دونوں بازو یکے بعد دیگرے کٹ گئے۔ ان کے عوض اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے دو پر دے دیئے ہیں، اب میں جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کے ساتھ اڑتا ہوں، جنت میں جدھر جی چاہتا ہے جاتا ہوں اور جو میوہ پسند آتا ہے کھاتا ہوں۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اعزاز مبارک ہو

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور کہا:

هَنِيْئًا لِجَعْفَرٍ

جعفر کو یہ اعزاز مبارک ہو۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانی ملاقات کا یہ حیرت انگیز واقعہ میں نے بیان کیا تو لوگ شاید اس پر یقین نہ کریں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی ان کو اس سے مطلع فرما دیجئے۔ چنانچہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر سب کو یہ ایمان افروز واقعہ سنایا۔ (مستدرک حاکم 210/3)

واضح رہے کہ اس وقت تک غزوہ موتہ کے شرکاء میں سے کوئی شخص واپس نہیں آیا تھا۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پہلے ہی اپنی شہادت کی تمام تفصیلات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا۔

شہداء موتہ کے مقام پر لگا ہوا کتبہ

زیر نظر تصویر اردن کے شہر موتہ میں موجود غزوہ موتہ کے شہداء کی یادگار کی ہے۔ جس کے پیچھے مسجد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر آرہی ہے۔ یادگار پر مرقوم شہدائے موتہ کے نام:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مسعود بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت وہب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت الحارث بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سراقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوکلیب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جابر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمرو بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی زیارت

میدان موتہ سے کچھ فاصلے پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار ہے۔ وہاں بھی حاضری اور سلام عرض کرنے کی سعادت ملی۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی تھے جو عمر میں ان سے دس سال بڑے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکل وشباہت بہت ملتی تھی۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

اشبهت خلقي و خُلقي (بخاری ومسلم)

تم صورت میں بھی میرے مشابہ ہو اور اخلاق میں بھی۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک
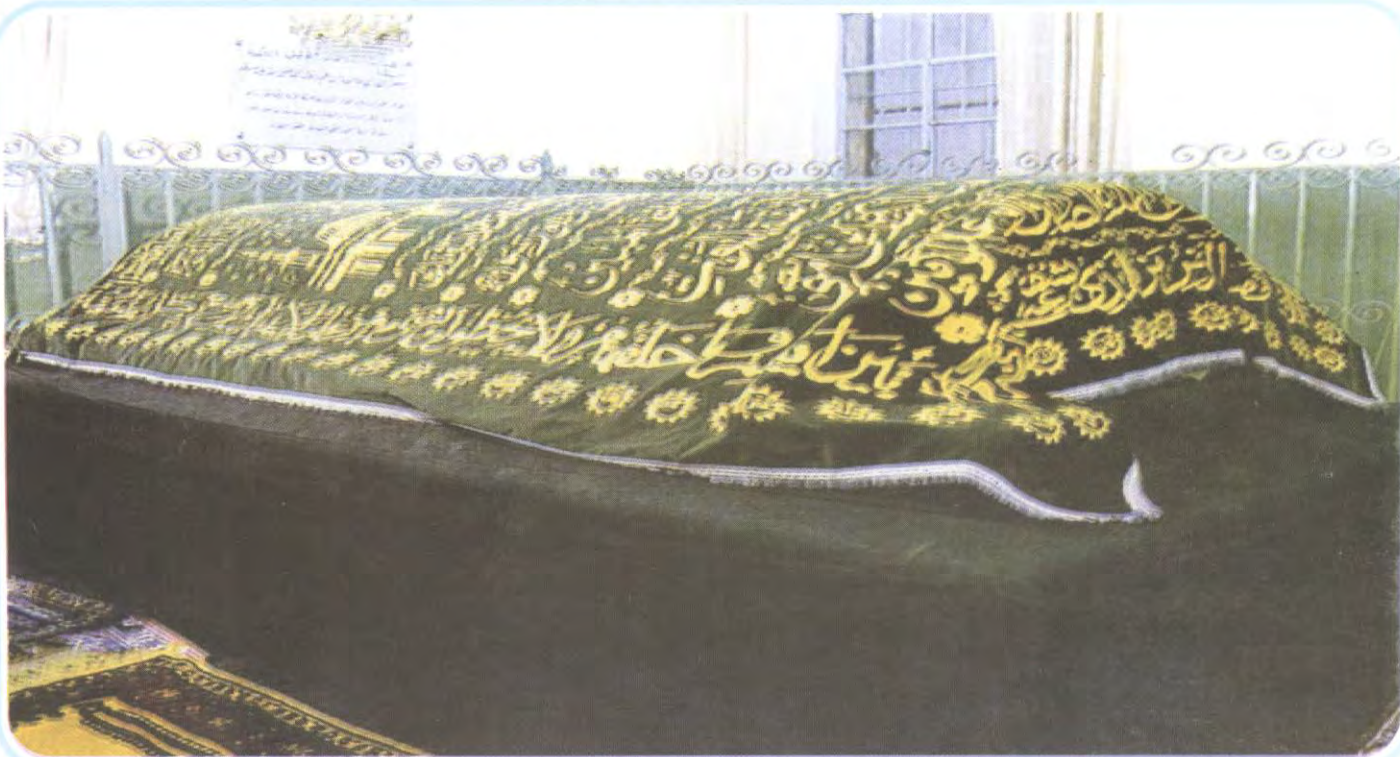
حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی ایک دوسرے زاویہ سے لی گئی تصویر
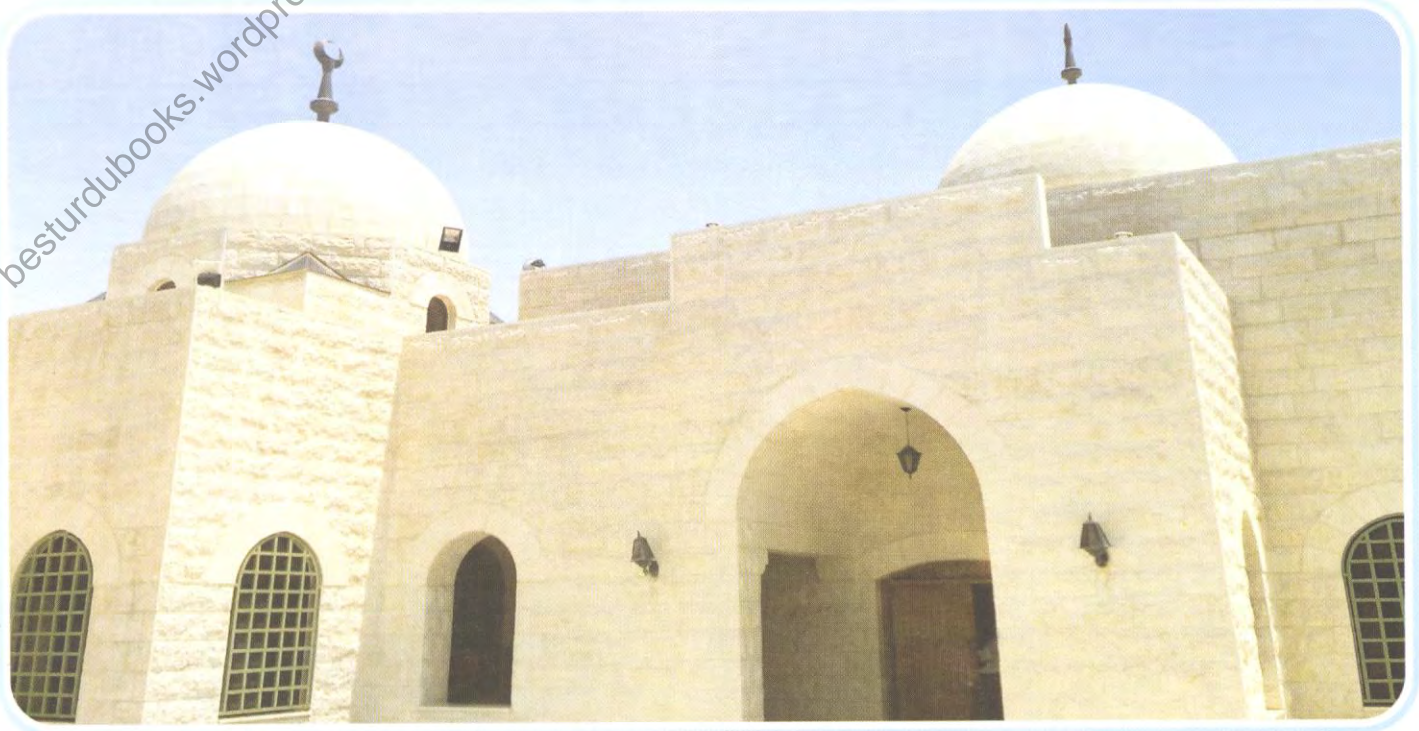
حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کا بیرونی منظر

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر بنا خوبصورت جالی دار قبہ

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر بنے خوبصورت قبے کی تصویر اور چھوٹی تصویر قبر مبارک کی ہے

تذکرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی

آپ رضی اللہ عنہ قریش کی مشہور شاخ بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے۔عرب کے بڑے دانشوروں میں شمار کئے جاتے تھے۔متانت وشرافت کا پیکر تھے۔زبان میں بڑی فصاحت تھی۔مکہ میں پیدا ہوئے، فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔غزوہ حنین میں شرکت کی۔رسول اللہ ﷺ کے لئے کتابت کی خدمت انجام دیا کرتے تھے۔آنحضور ﷺ نے آپ کے حق میں یہ دعا فرمائی:

اللّٰھم اجعله هادیا مهدیا واهدیه

اے اللہ! معاویہ کو ایسا بنادے کہ لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھائے، خود راہ ہدایت پر چلنے والا ہو اور اس کے ذریعہ امت کی ہدایت فرما۔

آپ رضی اللہ عنہ شام کے حاکم تھے۔خلافت سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔مدت خلافت کل بیس سال رہی۔ 22 رجب 60 ہجری کو 78 سال کی عمر میں وفات پائی۔حضرت مطیع بن اسود رضی اللہ عنہ اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے مکانات کے سامنے مغربی جانب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔بیچ میں ایک گلی حائل تھی، اسی گلی میں تینوں مکانوں کے دروازے کھلتے تھے۔علامہ سمہودی کا زمانہ نویں صدی کا ہے۔ان کے بقول ان کے وقت میں اس گلی میں بازار لگا کرتا تھا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے، اس وقت نبی کریم ﷺ کی عمر پینتیس سال تھی۔آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں منصب رسالت پر فائز کیا گیا۔اس اعتبار سے بعثت نبوی ﷺ سے پانچ سال پہلے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی۔ان کے والد کا نام ابوسفیان بن صخر بن حرب تھا۔والدہ کا نام ہند بنت عتبہ تھا۔دونوں نے فتح مکہ کے تاریخی موقعہ پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کرلی تھی۔سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام تو پہلے ہی قبول کرلیا تھا، لیکن انہوں نے بھی اعلان فتح مکہ کے موقع پر ہی کیا۔سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ پانچویں پشت میں نبی کریم ﷺ کے سلسلہ نسب کے ساتھ مل جاتا ہے۔سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تقریباً حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہم عمر تھے، لیکن انہوں نے حالت کفر میں بھی کبھی کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف کوئی حصہ نہیں لیا۔یہ ایک ایسی خوبی ہے، جس میں وہ ممتاز دکھائی دیتے ہیں۔

فتح مکہ کے موقع پر رسول اقدس ﷺ نے یہ اعلان کردیا تھا کہ:

"جس نے اپنی تلوار کو نیام میں ڈال لیا ہے وہ امن میں ہوگا، جو مسجد الحرام میں داخل ہوگیا وہ امن میں ہوگا، جو ابوسفیان کے گھر داخل ہوگیا وہ امن میں ہوگا، اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔"

اس اعلان سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کو تاریخی حیثیت مل گئی، جس میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی رہائش پذیر تھے۔(بعد میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سسر اور حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا (والدہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کی خوش دامن بنیں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اہل ایمان کا ماموں بننے کا اعزاز ملا۔)

کیونکہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے حبالہ عقد میں آئیں۔جب کہ یہ حبشہ میں مقیم تھیں اور حبشہ کے حکمران نجاشی نے شادی کا اہتمام اور جملہ انتظامات کئے تھے۔

حضور ﷺ کے ساتھ عمرے کی ادائیگی

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عمرہ ادا کیا تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔عمرے سے فارغ ہوکر رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال قینچی سے کاٹے اور وہ اپنے پاس بطور تبرک رکھ لئے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب بنوہوازن کے مقابلے کے لئے 12 ہزار افراد پر مشتمل لشکر تیار کیا تو اس میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنے دونوں بیٹوں حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شامل ہوئے۔

بنوہوازن نے قبیلہ میدان عرفات کے قریب حنین مقام پر قیام پذیر تھا، یہاں جو جنگ لڑی گئی اسے غزوہ حنین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔غزوہ حنین میں دوران جنگ ایک مرحلہ ایسا بھی آیا کہ مجاہدین کے پاؤں اکھڑ گئے، لیکن نبی کریم ﷺ میدان میں ڈٹے رہے۔آپ ﷺ نے اس موقع پر جرأت وشجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے باآواز بلند فرمایا:

انا النبیُّ لا کذب..... انا ابن عبد المطلب

میں نبی ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں..... میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

دوران جنگ دشمن کی طرف سے ایک تیر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں آلگا جس سے ان کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل گیا۔وہ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: اگر آپ چاہیں تو میں شفایابی کے لئے دعا کردوں، لیکن اگر آپ اس تکلیف پر صبر کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے بدلے جنت عطا کرے گا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ مجھے آنکھ نہیں جنت چاہیے۔اس جنگ میں آخر کار فتح لشکر اسلام کو ہوئی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے طائف کی طرف پیش قدمی کی۔اس لشکر میں بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شامل تھے۔

طائف کے محاصرے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ مدینہ منورہ چلے گئے۔(بحوالہ مبشرات صحابہ)

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات پر انمول کتب لکھنے والے عاشق صحابہ حضرت مولانا محمود احمد غضنفر صاحب اپنی کتاب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد غزوہ حنین اور محاصرہ طائف میں حصہ لیا۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب کو کیفر کردار تک پہنچانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرانے کا شرف حاصل کیا۔

★ رسول اللہ ﷺ نے خوش ہوکر اپنی قمیص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عطا کی۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ جو قمیص رسول اللہ ﷺ نے مجھے عطا کی تھی وہ صرف میں نے ایک دفعہ پہنی اس کے بعد اسے سنبھال کر رکھ لیا۔اس بابرکت قمیص کو میرے کفن میں شامل کرلینا۔اور اسی طرح میں نے ایک دفعہ عمرے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال کاٹے اور اپنے پاس محفوظ کرلئے اور آپ ﷺ کے تراشیدہ ناخن اپنے پاس رکھ لئے۔جب میں فوت ہوجاؤں تو بالوں اور ناخنوں کو میری آنکھوں اور ہونٹوں پر رکھ دینا۔واہ سبحان اللہ! محبت اس کو کہتے ہیں، عقیدت ایسی ہوتی ہے۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کاتب وحی ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک ایسے حکمران تھے جس میں حکمت، دانائی، جلال اور امانت وصداقت کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری فوج تشکیل دینے کا کارنامہ سرانجام دیا اور رومی سلطنت کے ماتحت جزیروں پر اپنا قبضہ جمالیا۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وثیقہ نویسی، مراسلہ نویسی اور بیرونی مہمانوں کی ضیافت کا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دیتے رہے۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے 82 سال کی عمر پائی۔39 سال آٹھ ماہ کا طویل عرصہ مسند اقتدار پر جلوہ افروز رہے۔

حضور ﷺ کی دعاؤں کا ثمرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں

★ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں یہ دعائیں کیں:

الٰہی! اسے قرآن کا علم سکھلا۔

الٰہی! اسے حساب کتاب کا ماہر بنا۔

الٰہی! اسے اقتدار عطا کرنا۔

الٰہی! اسے اپنے عذاب سے بچائے رکھنا۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرب کا کسریٰ قرار دیا۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں سرزمین شام میں نہروں کا جال بچھا دیا، جس کی وجہ سے زرعی پیداوار کو فروغ حاصل ہوا۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو حکمرانی کا اہل نہیں دیکھا۔

★ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے نسبتی برادر تھے۔ وہ اسطرح کہ ان کی ہمشیرہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بڑا اعتماد تھا، اس لئے وحی کی کتابت کا فریضہ ان کے سپرد کیا۔ (حوالہ مبشرات صحابہ)

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی 163 احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔

بزبانِ نبوت ﷺ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنت کی بشارت پانا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں دیکھا تو واپس پلٹ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! واپس آجاؤ، تو وہ واپس آکر ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے معاویہ!

واللہ انی لارجو ان اکون انا وانت
وھذہ فی الجنۃ تدیر الکاس بیننا

اللہ کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ میں اور تو جنت میں اکٹھے ہوں گے اور ہمارے درمیان جام گردش کرے گا۔ (بحوالہ تاریخ مدینہ دمشق تراجم النساء صفحہ 90)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب فضائل صحابہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں یہ دعا کی:

اللّٰھُمَّ علم المعاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب

الٰہی معاویہ کو کتاب اور حساب سکھلا اور عذاب سے بچا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی فضیلت

یَبْعَثُ اللّٰہُ تَعَالٰی مُعَاوِیَۃَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَعَلَیْہِ رِدَاءٌ مِّنْ نُّوْرِ الْاِیْمَانِ

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (حضرت) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اٹھائیں گے تو ان پر ایمان کے نور کی چادر ہوگی۔

آپ ﷺ کا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا فرمانا

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْکِتَابَ وَمَکِّنْ لَہٗ فِی الْبِلَادِ وَقِہِ الْعَذَابَ

اے اللہ (معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو علم کتاب عطا فرما اور شہروں کی حکومت عطا فرما اور عذاب سے محفوظ فرما۔ (البدایہ والنہایہ)

دوسری فضیلت

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَارَاَیْتُ رَجُلًا اَحَقَّ بِالْمُلْکِ مِنْ مُعَاوِیَۃَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ حکومت کے لائق کوئی نہیں دیکھا۔ (البدایہ والنہایہ)

تیسری فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد گرامی ہے کہ

مَارَاَیْتُ اَحَدًا اَسْوَدَ مِنْ مُعَاوِیَۃَ قَالَ جَبلۃُ بْنُ سحیم قُلْتُ وَلَا عُمَرُ قَالَ وَکَانَ عُمَرُ خَیْرًا مِنْہُ (البدایہ والنہایہ)

حضرت عبداللہ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بارعب کوئی نہیں دیکھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کیا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی زیادہ؟ انہوں نے کہا کہ نہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ان سے بہترین تھے۔

چوتھی فضیلت

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لَوْ اَدْرَکْتُمْ مُعَاوِیَۃَ لَقُلْتُمْ ھٰذَا الْمَھْدِیُّ (حاشیہ العواصم)

اگر تم معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ پالیتے تو تم انہیں مہدی کہتے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا نہ کہو

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حمص کی گورنری سے معزول کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی جگہ گورنر بنایا تو بعض لوگوں نے حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تنقید کی تو حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان معترضین کو دوٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا:

لَا تَذْکُرُوْا مُعَاوِیَۃَ اِلَّا بِخَیْرٍ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اھْدِ بِہٖ (ترمذی ج2)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کرنی ہو تو بھلائی سے کرو، کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذریعہ ہدایت بنا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تنقید کرنے والو!

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تقریر کرنے والو!

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تحریر لکھنے والو!

کیا تمہیں حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی معلوم نہیں ہے۔ اگر نہیں معلوم تو کان کھول کر سن لو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیص وتوہین سے تمہارا اپنا ایمان برباد ہوجائے گا۔ ایک صحابی رسول ﷺ کو زبان طعن کا نشانہ بنانا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے اور مصطفیٰ ﷺ بھی ناراض ہوتے ہیں۔

اس لئے یزید کے سیاہ کارناموں کے اچھالنے والو! تم یزید کے معاملہ میں ان کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ گھسیٹو ورنہ تم اپنا ایمان کھو دو گے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیصر روم کو دھمکی

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنے اختلافات کو محدود مسائل پر مبنی سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب قیصر روم نے ان دونوں کے اختلاف سے فائدہ اٹھا کر ملت اسلامیہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیصر روم کو تحدید آمیز خط لکھ کر شدید دھمکی دی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر کیا:

وَاللّٰہِ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَہِ وَتَرْجِعْ اِلٰی بِلَادِکَ یَالَعِیْنُ لَاَصْطَلِحَنَّ اَنَا وَابْنُ عَمِّیْ عَلَیْکَ وَلَاُخْرِجَنَّکَ مِنْ جَمِیْعِ بِلَادِکَ وَلَاُضَیِّقَنَّ عَلَیْکَ الْاَرْضَ بِمَا رَحُبَتْ (البدایہ والنہایہ 8/119)

اے ملعون! خدا کی قسم اگر تو باز نہ آیا اور اپنے علاقے کو واپس نہ گیا تو میں اور میرا چچازاد بھائی (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپس میں تیرے خلاف صلح کر لیں گے اور تجھے تیرے تمام شہروں سے نکال دیں گے اور زمین کو باوجود اس کی وسعت کے تجھ پر تنگ کر دیں گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لوگوں کی خبر گیری کرنا

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے معاملات سونپے اور وہ ان کی ضروریات اور فقر واحتیاج کی خبر گیری کے بجائے اس سے چھپ جاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی ضروریات کی خبر گیری کے لئے ایک آدمی مقرر کر دیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص 324 باب ماعلی الولاۃ من التیسیر بحوالہ ابوداؤد، ترمذی)

غالباً اسی واقعے کی تفصیل حضرت امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوقیس رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نقل کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر قبیلے میں ایک آدمی مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ ہمارے قبیلے میں ابویحییٰ نامی ایک شخص ہر روز صبح کے وقت تمام مقامات پر گھومتا اور منادی کرتا کہ کیا آج رات تمہارے یہاں کوئی پیدا ہوا ہے؟ کیا آج رات کوئی حادثہ پیش آیا ہے؟ کیا کوئی نیا شخص قبیلے میں داخل ہوا ہے؟ اس کے جواب میں لوگ آ آ کر بتاتے کہ فلاں شخص یمن سے بیوی بچوں سمیت آ گیا ہے۔ جب یہ شخص پورے قبیلے سے فارغ ہو جاتا تو دیوان بیت المال میں جاتا اور ان تمام نئے لوگوں کے نام دیوان میں درج کرا دیتا۔ (ابن تیمیہ و منہاج السنہ 185/3 بولاق مصر 1322 ہجری)

روم کے بادشاہ کے سات عجیب سوال اور ان کے جواب

حضرت دینوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجالس میں ایک قصہ نقل کیا ہے اور ابوعمر بن عبدالبر نے "تمہید" میں نقل کیا ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ روم کے بادشاہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک خط لکھا جس میں درج ذیل سوالات پوچھے:

1. افضل الکلام کون سا ہے اور اس کے بعد دوسرا، تیسرا چوتھا اور پانچواں کون سا ہے؟
2. اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ ترین بندہ کون ہے اور بزرگ ترین بندی کون ہے؟
3. وہ چار نفوس کون ہیں جو ہیں تو ذی روح لیکن انہوں نے اپنی ماؤں کے پیٹ میں پیر نہیں پھیلائے۔
4. وہ کون سی قبر ہے جو صاحبِ قبر کو لئے چلتی پھرتی رہی ہے۔
5. مجرۃ آمد ورفت کی جگہ کیا ہے؟
6. قوس (یعنی دھنک) کیا چیز ہے؟
7. وہ کون سی جگہ ہے جہاں آفتاب صرف ایک بار طلوع ہوا ہے، نہ کبھی اس سے پہلے طلوع ہوا ہے نہ کبھی اس کے بعد طلوع ہوگا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ خط پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ خدا اس کو ذلیل کرے ہم کو ان باتوں کا کیا علم؟ آپ کو کسی نے مشورہ دیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس خط لکھ کر معلوم کر لیجئے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس خط لکھا تو وہاں سے جواب آیا:

1. افضل الکلام: کلمہ اخلاص "لاالٰہ الا اللہ" ہے اس کے بغیر کوئی عمل نیک مقبول نہیں ہوتا۔ اور دوسرے نمبر پر "سبحان اللہ" اور تیسرے نمبر پر الحمد للہ اور چوتھے نمبر پر "اللہ اکبر" اور پانچویں نمبر پر "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" ہے۔
2. اللہ عزوجل کے نزدیک بزرگ ترین بندہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھوں سے وجود بخشا اور پھر ان کو کچھ چیزوں کا علم سکھایا اور بزرگ ترین بندی حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔ جنھوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے شکم میں اپنی پیدا کردہ روح پھونک دی۔
3. وہ چار نفوس جنہوں نے اپنی ماں کے پیٹ میں پیر نہیں پھیلائے:
   1. حضرت آدم علیہ السلام
   2. حضرت حوا علیہا السلام
   3. ناقہ حضرت صالح علیہ السلام
   4. وہ مینڈھا جسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمایا تھا۔

   بعض نے کہا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء ہے جو زمین پر گرتے ہی اژدھا بن جاتا تھا۔
4. وہ قبر مچھلی ہے جو حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے شکم میں لئے دریا میں گھومتی پھرتی تھی۔
5. وہ باب السماء (آسمان کا دروازہ ہے)
6. قوس یعنی دھنک قوم نوح علیہ السلام کے غرق ہونے کے بعد اہل زمین کے لئے امان کی نشانی تھی۔
7. وہ جگہ بحر قلزم کا وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا سے پار ہونے کے لئے خشک کر دیا تھا اور فرعون اور آل فرعون کو غرقاب کرنے کے لئے بنا دیا تھا۔

جب یہ خط حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے یہ خط شاہ روم کو بھیج دیا۔ اس نے اس خط کو پڑھ کر کہا کہ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سوالات کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ایک شخص اب بھی موجود ہے جس نے اس کے صحیح صحیح جوابات دیئے۔ (حوالہ حیات الحیوان 682/2)

یہ جگہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 19ھ میں فتح کی تھی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اطاعت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی مرتبہ مطالبہ کیا تھا کہ روم پر مکمل فتح حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہماری بحری فوج بھی ہو۔ اس کے ذریعے ان تمام چھاؤنیوں پر قبضہ کیا جائے جو مختلف جزیروں میں قائم ہیں۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحری فوج کے حق میں نہ تھے، ان کا خیال یہ تھا کہ فوج کی قیمتی جانیں سمندر کی طوفانی موجوں کی نذر ہو جائیں گی۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت گزاری کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس مادی وسائل موجود تھے، چونکہ دار الخلافہ کی طرف سے اجازت نہ ملی تو انہوں نے کسی قسم کا کوئی اقدام نہیں کیا۔ جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے تو انہوں نے پھر یہ مطالبہ کیا کہ بحری فوج بنانے کی اجازت دی جائے، اس کے بغیر ہم رومی فوج پر مکمل قبضہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کی بہت سی چھاؤنیاں مختلف جزیروں میں ہیں۔ ان کو فتح کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے پاس بحری بیڑا ہو۔ اس پر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحری فوج بھرتی کرنے کی اجازت دے دی۔

اسلامی بحری فوج کے پہلے کمانڈر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں

بحری فوج تشکیل دینے کے بعد سب سے پہلے جزیرہ قبرص کو فتح کیا گیا۔ یہ جزیرہ ساحل شام سے مغرب کی جانب بحر ابیض میں تھوڑے ہی فاصلے پر واقع ہے۔ یہ جزیرہ ایک طرف سے قدرے چوڑا اور دوسری طرف سے دم نما باریک ہے۔ یہ جزیرہ نہایت ہی سرسبز و شاداب ہے۔ اس میں طرح طرح کے بہترین پھل پائے جاتے ہیں۔ یہ فوجی اعتبار سے بڑا اہم جزیرہ ہے۔ جس لشکر اسلام نے اس جزیرے کو فتح کیا اس میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ ان کی بیوی حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس لشکر میں شامل تھیں۔ وہ گھوڑے سے گر کر شہید ہوگئی تھیں اور انہیں جزیرہ قبرص میں دفن کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بحری لشکر میں شامل ہونے کی پیشین گوئی بھی فرمائی تھی۔ جس لشکر نے جزیرہ قبرص کو فتح کیا اس کی قیادت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود کی۔

سیدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یُغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا فِیْھِمْ قَالَ اَنْتَ فِیْھِمْ

میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جنگ کرے گا، انہوں نے اپنے لئے جنت واجب کر لی۔ ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا ان لوگوں میں میں بھی شامل ہوں گی؟ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا ان میں تم بھی ہوگی۔

امت مسلمہ کا یہ پہلا لشکر جس نے جزیرہ قبرص کی طرف پیش قدمی کی اس کے سپہ سالار سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے خاوند حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اس لشکر میں شامل تھیں جو گھوڑے سے گر کر شہید ہوئیں۔ اس سارے لشکر کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت دی۔

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لشکر کے سپہ سالار تھے۔ لشکر اسلام کو فتح حاصل ہوئی اور قبرص کے لوگوں نے سات ہزار دینار سالانہ ٹیکس کی ادائیگی کی بنیاد پر صلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔

33 ہجری میں اہل قبرص نے بغاوت کر دی اور معاہدے کے مطابق ٹیکس دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زوردار حملہ کر کے اس بغاوت کو کچل دیا۔ انہوں نے دوبارہ ٹیکس کی ادائیگی پر امان طلب کی، انہیں امان تو دے دی گئی لیکن وہاں اسلامی فوج کی مستقل چھاؤنی بنادی گئی جہاں ہر وقت اسلامی فوج موجود رہتی جس کی وجہ سے اہل قبرص کو دوبارہ بغاوت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رومی سلطنت کو پاش پاش کر دیا

جزیرہ قبرص پر مکمل قبضہ کرنے کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رومی سلطنت کے ماتحت دوسرے بڑے جزیرے روڈس کی طرف لشکر اسلام کو پیش قدمی کا حکم دے دیا۔ اس جزیرے کو بھی فتح کر لیا گیا۔ اس جزیرے میں تانبے کا ایک بہت بڑا بت بنا کر نصب کیا ہوا تھا اور لوگ اس کی پوجا پاٹ کیا کرتے تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بت کو پاش پاش کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ ان دونوں جزیروں کے فتح ہونے سے لشکر اسلام کے حوصلے بڑھ گئے۔ رومی سلطنت نے چھ سو بحری جہازوں پر ایک بحری بیڑا تیار کیا تاکہ مصر پر حملہ کیا جائے۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے مقابلے کے لئے ایک ہزار سات بحری جہازوں پر ایک بیڑا تیار کیا اور خود اس لشکر کی قیادت کی اور رومی فوج کو دندان شکن جواب دیا۔

رومی سلطنت کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ مسلمان اس قدر تیاری کے ساتھ مقابلے میں اتر آئیں گے۔ اتنی بھاری مقدار میں لشکر اسلام کو سمندر کی لہروں میں دیکھ کر ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ (حوالہ مبشرات صحابہ)

زیر نظر تصویر قبرص کی ہے اس کی فتح کا سہرا بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر ہے۔

بچے کی خوشی کی خاطر

حضرت جبلہ بن سحیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ گلے میں رسی پڑی ہوئی ہے، جسے ایک بچہ کھینچ رہا ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے کھیل رہے ہیں۔ حضرت جبلہ بن سحیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اے امیر المؤمنین! یہ آپ کیا کررہے ہیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا بیوقوف چپ رہو۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر کسی کے پاس بچہ ہو تو وہ بھی بچوں کی سی حرکتیں کرلیا کرے تاکہ بچہ خوش ہوجائے۔ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق 289)

والد کی فرمانبرداری کا حکم

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک انصاری کی خدمت میں پانچ سو دینار کی ایک خطیر رقم بطور ہدیہ کے بھیجی۔ لیکن انہیں یہ مقدار کم محسوس ہوئی اور انہوں نے اپنے بیٹے کو قسم دے کر کہا کہ اس تھیلی کو لے جاؤ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ پر مار آؤ۔ ان بزرگ کے صاحبزادے وہ تھیلی لے کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: امیر المؤمنین! میرے والد بڑے تند مزاج ہیں، انہوں نے مجھے یہ قسم دے کر حکم دیا ہے، اب مجھے بتایئے کہ ان کے حکم کی مخالفت کس طرح کروں؟

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: بیٹا! اپنے باپ کا حکم پورا کرو لیکن اپنے چچا (مراد خود سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ نرمی کرنا اور زور سے نہ مارنا۔ صاحبزادہ یہ دیکھ کر شرمندہ ہوگیا اور تھیلی وہیں رکھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ رقم دوگنی کرکے ان انصاری بزرگ کے پاس دوبارہ بھیج دی۔ (سیر الصحابہ 117/6)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہدائے احد کی زیارت

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور اہل قبور کو سلام کرتے ہوئے فرماتے:

سلام علیکم بما صبرتم فَنِعْمَ عقبی الدار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی معمول رہا۔ جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں حج کیلئے تشریف لائے اور مدینہ منورہ میں حاضری ہوئی تو وہ بھی اتباع سنت کے جذبے سے شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے گئے اور فرمانے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی یہاں تشریف لاتے تھے تو اہل قبور کو سلام کرتے ہوئے بعض اوقات یہ بھی فرماتے تھے:

سلام علیکم بما صبرتم فنعم اجر العاملین

(سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ 59 / بحوالہ امیر معاویہ کے واقعات)

زیر نظر تصویر احد کے شہداء کی قبروں پر لگے ہوئے جنگلہ کی ہے۔ جہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے دنوں میں تشریف لاتے تھے

دمشق: جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کا دار الخلافہ تھا

40 ہجری 17 رمضان المبارک کو عبدالرحمٰن بن ملجم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس وقت حملہ کیا جب وہ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت گہرے زخم لگے اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بیٹے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسند خلافت پر بٹھایا گیا۔ لیکن انہوں نے چھ ماہ بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دستبردار ہو کر ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری ملت اسلامیہ کے متفقہ امیر بنائے گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے قبل اٹھارہ بیس سال سے دمشق کے گورنر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے آ رہے تھے۔ اسی وجہ سے جب وہ خلیفہ بنے تو انہوں نے دار الخلافہ بھی دمشق منتقل کر دیا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں بہت سی فتوحات ہوئیں۔ مصر اور دوسرے افریقی ممالک حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کئے تھے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاقیات ذکر کئے ہیں وہیں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ یونس بن میسرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دمشق کے بازار میں دیکھا کہ اپنے خچر پر سوار تھے اور اپنے پیچھے اپنے خادم کو سوار کر رکھا تھا۔ اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک معمولی قمیص زیب بدن کر رکھی تھی اور اسی حالت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق کے بازاروں میں چکر لگا رہے تھے، بازار اور رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لئے۔ (تاریخ ابن عساکر بحوالہ ایضاً)

دمشق وہ شہر ہے جہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 25 سال سے زائد عرصہ گزارا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عاشقانہ موت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے یزید سے فرمایا: الماری میں ایک رومال ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں سے ایک کپڑا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں اور ناخنوں میں سے کچھ تراشے ہوئے بال اور ناخن موجود ہیں۔ یہ تراشے ہوئے بال اور ناخن میری ناک، میرے منہ، میرے کان اور میری آنکھوں پر رکھ دینا اور کپڑے کو میرے کفن کے نیچے پہنا دینا کہ وہ میری جلد کو لگتا رہے۔ پس جب تم مجھے کفن دے چکو اور مجھے قبر میں رکھ چکو تو معاویہ اور ارحم الرحمین کو خلوت میں چھوڑ دینا۔ (الکامل لابن الاثیر 259/3، کتاب المحتضرین ص 68)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوقت وصال اپنے رب سے مناجات کرنا

حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید بیمار ہوئے تو اپنے پلنگ سے اترے اور ان کے اور زمین کے درمیان جو چیز حائل تھی، اس کو ہٹایا اور پھر کبھی ایک رخسار زمین سے لگاتے، کبھی دوسرا رخسار زمین پر لگاتے اور روتے ہوئے کہتے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ (سورۃ النساء: 48) اِجْعَلْنِیْ مِمَّنْ تَشَاءُ اَنْ تَغْفِرَ لَهٗ (کتاب المحتضرین ص 229)

اے اللہ تو نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کئے ہوئے شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس سے کم گناہ کو جس کے لئے چاہے گا معاف کر دے گا، مجھے ان لوگوں میں سے بنا دے جن کو تو بخشنا چاہتا ہے۔

(بحوالہ اسلام کے آخری لمحات)
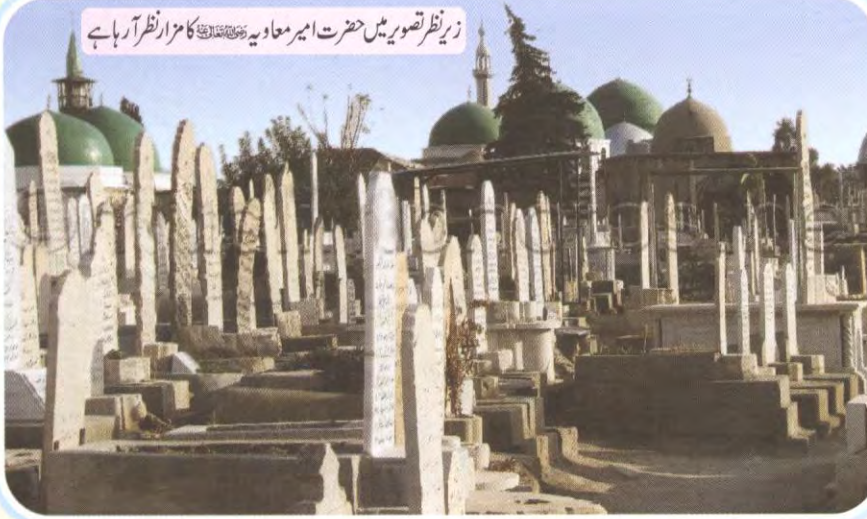
زیر نظر تصویر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار نظر آ رہا ہے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک (پہلا مزار)

دمشق کا قدیم اور پرانا قبرستان باب الصغیر میں ہے۔ اس قبرستان میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اہل بیت نبوت، تابعین، تبع تابعین، آئمہ کرام، اولیاء عظام، علماء، مؤمنین، صالحین آرام فرما ہیں۔ چند حضرات کے نام درج ذیل ہیں:

1. سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
2. سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. سیدنا کعب الاحبار الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. سیدنا ابوالدرداء الخزرجی الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. سیدنا واثلہ بن الاسقع الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6. سیدنا معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7. سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8. سیدنا فضالہ بن عبید الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9. سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10. سیدنا سہل بن الحنظلہ الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11. سیدنا سہل بن الربیع الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12. ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہا
13. ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
14. ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
15. سیدہ فضہ جاریہ (کنیز) سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
16. سیدہ ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا (والدہ ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
17. سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
18. سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جاریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
19. سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
20. سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
21. سیدہ سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
22. سیدہ فاطمہ صغری رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
23. سیدہ ام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جعفر بن حسن بن فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
24. سیدنا ابان رحمہ اللہ تعالیٰ بن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
25. سیدنا عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ بن امام زین العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ
26. سیدنا محمد رحمہ اللہ تعالیٰ بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
27. سیدنا سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے علاوہ ایک قبہ میں سولہ شہدائے کربلا کے سر مبارک دفن ہیں جو یزید کے پاس ابن زیاد نے بھجوائے تھے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1. حضرت عباس بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت جعفر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت عبداللہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت عثمان بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6. حضرت ابوبکر بن علی (یہ سب آپس میں بھائی ہیں)
7. حضرت علی رحمہ اللہ تعالیٰ بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8. حضرت عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9. حضرت ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10. حضرت عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ بن امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11. حضرت قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ بن امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12. حضرت عون رحمہ اللہ تعالیٰ بن ابی جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
13. حضرت محمد رحمہ اللہ تعالیٰ بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
14. حضرت جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
15. حضرت عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
16. حضرت عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
17. حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ (یہ کوفہ میں شہید ہوئے تھے، وہیں ان کا روضہ ہے۔)
18. حضرت عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
19. حضرت محمد رحمہ اللہ تعالیٰ بن ابی سعید بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باب الصغیر میں موجود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی خستہ حالی

جناب یعقوب نظامی صاحب اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں کہ مجھے کاتب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی تلاش تھی۔ گائیڈ سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ تو موجود نہیں ہے۔ میں نے بعض دوسرے افراد سے بھی پوچھا لیکن سب کا جواب نفی میں تھا۔ آخر بڑی تلاش کے بعد مجھے وہ آدمی مل ہی گیا جسے اس قبر کا پتہ تھا۔ وہ آدمی تھا یاسین نامی مجاور جو اس قبرستان کی نگرانی پر مامور تھا۔ میں نے ترجمان کے ذریعے اس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے بارے میں پوچھا تو اس نے ادھر اُدھر دیکھا اور پھر رازدارانہ لہجہ میں معاوضہ لے کر قبر دکھانے کی حامی بھری اور ساتھ تاکید کی کہ یہ بات صیغہ راز میں ہی رہے۔ میں نے اسے معاوضہ دیا اور اس کی رہنمائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر پہنچا۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اور بنو عباس کے دور کی ستم ظریفی

یاسین مجاور ہمیں اسی قبرستان کے ایک کنارے لے گیا اور ایک کونے میں ایک کچی کوٹھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا: ”یہ ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر“ میں یہ سوچنے لگا کہ کیا واقعی یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر ہے؟ کتابوں میں پڑھا تھا کہ عباسی دور میں بنی امیہ کی قبریں کھول کر ان کی ہڈیاں بھی قبروں سے نکال کر جلا دی گئی تھیں۔ اگر یہ بات سچ ہے تو پھر... یہ قبر کہاں سے آ گئی؟

ہم قبر والی کوٹھڑی کے اندر گئے، قبر کو انتہائی خستہ حالت میں پایا۔ کمرہ، جو کچی مٹی کا تھا کی ایک طرف کی دیوار بھی گری ہوئی تھی۔ کمرے کے اندر ایک گڑھا تھا، جس کے بیچ قبر تھی۔ میں گڑھے سے نیچے اتر کر قبر کے پاس گیا تو وہاں مٹی کے ایک ڈھیر کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ فاتحہ خوانی کی اور اپنے دماغ میں اٹڈنے والے طرح طرح کے خیالات سے الجھتا ہوا باہر آ گیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی کچی کوٹھی (نئی تعمیر سے پہلے کی حالت) یہ مزار دمشق کے قبرستان باب الصغیر کے اندر ہے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

جناب عبدالرحمٰن مکی صاحب لکھتے ہیں کہ شام کے شہر دمشق کے مشہور ہوٹل امیہ پیلس کے قریب یزید کے بیٹے معاویہ صغیر کی قبر ایک قبہ میں ہے۔ یہ بیٹا محبّ اہل بیت تھا۔ صرف چالیس دن تخت نشین رہا اور یہ کہہ کر تخت چھوڑ دیا کہ یہ حق صرف اہل بیت کے جانشینوں کا ہے۔

قبر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت زار

یہیں سے ذرا آگے بڑھ کر بائیں جانب ایک بوسیدہ حالت کے قبہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ بہت ہی گندگی اور بدبودار جگہ ہے۔ اس لئے بند کر دیا گیا کہ لوگ اس میں جا کر پیشاب اور غلاظت پھیلاتے تھے۔ جو کہ نہایت فاسقانہ فعل ہے۔ ان نادانوں کو یہ نہیں معلوم کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے بارے میں لکھتے ہیں کہ دمشق کے بازار سوق الحمید کے قریب ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار بھی اسی علاقے میں ایک مکان کے اندر واقع ہے۔ چنانچہ گائیڈ ہمیں کئی پیچ در پیچ گلیوں سے گزارتے ہوئے ایک پرانے طرز کے بوسیدہ مکان کے پاس لے گئے۔ دروازے پر دستک دی تو اندر سے ایک عمر رسیدہ خاتون نے جواب دیا۔ ہمارے رہنما نے ان سے کہا کہ پاکستان سے کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں اور مزار کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن خاتون نے جواب دیا کہ اس کو محکمہ اوقاف نے عام زیارت کے لئے بند کر رکھا ہے۔ اور وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بعض روافض یہاں آکر شرارت اور مزار کی بے حرمتی کا ارتکاب کرتے تھے۔ لہٰذا محکمہ اوقاف نے یہ پابندی لگا دی ہے کہ اجازت نامے کے بغیر کسی کو اندر نہ بھیجا جائے۔

لیکن ہمارے ساتھ پاکستانی سفارت خانے کے عنایت صاحب بھی تھے، انہوں نے اور ہمارے رہنما نے مل کر خاتون کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور احقر کا تعارف کرایا۔ اس پر خاتون نے اندر جانے کی اجازت دے دی۔

یہ ایک پرانے طرز کا مکان تھا، جس کے چبوترے میں صحن سے گزر کر ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا جس میں چند قبریں بنی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک قبر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی بتائی جاتی ہے۔ یہاں سلام عرض کرنے کی توفیق ہوئی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ میں سے کون افضل؟

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیاسی موقف چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تھا اور جمہور اہل سنت کے نزدیک حق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا۔ اس لئے ان کے مخالفین بالخصوص روافض کو ان کے خلاف پروپیگنڈے کا موقع مل گیا اور ان کے خلاف الزامات واتہامات کا ایک طومار لگا دیا گیا۔ جس میں ان کے فضائل ومناقب چھپ کر رہ گئے۔ ورنہ وہ ایک جلیل القدر صحابی، کاتبِ وحی، اور ایسے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے کہ آج ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے جب حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ؟ تو آپ نے جواب دیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناک کی خاک بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے افضل ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی انتہائی قریب سے لی گئی تصویر

باب الصغیر: یہاں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کا دروازہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا دروازہ مقفل نظر آرہا ہے

تذکرہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ یعنی دس جنتی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فہرست میں ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کی شاخ بنو زہرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعہ اصحاب فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔ جاہلیت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام "عبد الکعبہ" تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدل کر عبدالرحمٰن رکھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا ایک سبب یہ ہوا کہ یمن کے ایک بوڑھے عیسائی راہب نے ان کو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر دی اور یہ بتایا کہ وہ مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ منورہ ہجرت کریں گے۔ جب یہ یمن سے لوٹ کر مکہ مکرمہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ جب کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے چند ہی آدمی آغوشِ اسلام میں آئے تھے۔ چونکہ مسلمان ہوتے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر والوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا شروع کردیئے۔ اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے۔ پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آئے اور اپنا سارا مال واسباب چھوڑ کر بالکل خالی ہاتھ ہجرت کرکے مدینہ منورہ چلے گئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بازار کا رخ کیا اور چند ہی دنوں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجارت میں اس قدر خیر وبرکت ہوئی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار دولت مندوں میں ہونے لگا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ انصار کی ایک خاتون سے شادی بھی کرلی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اہم صاحب الرائے شخص تھے

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد خلافت کے مسئلے کو طے کرنے کے لئے جن چھ جلیل القدر صحابہ کی مجلس شوریٰ نامزد کی تھی ان میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اہم رکن کی حیثیت رکھتے تھے۔ بہادر اور صاحب مروت ہونے کے ساتھ ساتھ سخی اور فیاض طبع بھی تھے۔ 31 ہجری میں انتقال فرمایا۔ ترکہ میں ہزاروں مویشیوں کے علاوہ اتنا سونا چھوڑا کہ دیگر وارثوں کے علاوہ چار بیویوں میں سے صرف ایک بیوی کا حصہ اسی ہزار (80000) اشرفی کے برابر سونا آیا۔

(المعارف 235، اسد الغابہ 376/3، شذرات الذہب 38/1)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان

روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کئی مکانات تھے۔ ان میں سے ایک مکان مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نویں دروازے کے سامنے تھا، جو شمال میں مشرقی جانب سے پہلا دروازہ تھا۔ یہ مکان "دار الضیفان" یعنی مہمان خانہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس مکان میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کو ٹھہرایا کرتے تھے۔ اس کو "دارِ کبریٰ" یعنی بڑا گھر بھی کہتے تھے۔ اس لئے کہ مہاجرین میں سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنا وسیع وعریض مکان تعمیر کیا اس لئے یہ مکان "دار کبریٰ" کے نام سے مشہور ہوگیا۔ (تاریخ المدینۃ المنورہ 235/1، وفاء الوفا 728/2)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب الہجرتین میں سے بھی تھے

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو روز بعد ہی اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کرلی تھی۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد تمام تر سختیاں انتہائی صبر وتحمل سے برداشت کیں۔ یہ ان مہاجرین میں شامل تھے جنہوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کا سفر اختیار کیا تھا۔ حبشہ سے واپس آنے کے بعد جب قریش مکہ نے مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کردیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔

فضائل حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت کے مالداروں میں سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں داخل ہوں گے۔ (مسند بزار عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ (اگر تمہارے ہاں عبد الرحمٰن رشتہ دیں تو) اس کا رشتہ قبول کرلو، اس لئے کہ وہ بہت اچھے مسلمانوں میں سے ہیں۔ (ابن عساکر عن بسرۃ بن صفوان)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اِسْقِ عبدالرحمٰن بن عوفٍ من سلسبیل الجنّۃ
الٰہی! عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کے چشمے سلسبیل سے پانی پلا۔

تاریخ ابن عساکر میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

كَفَاكَ اللّٰهُ اَمْرَ دُنْيَاكَ فَاَمَّا آخِرَتُكَ فَاَنَا لَهَا ضَامِنٌ
اللہ تیری دنیا کے معاملے میں کافی ہو، رہا تیرا آخرت کا معاملہ تو میں اس کا ضامن ہوں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا دل تو رویا ہے!

تاریخ ابن عساکر میں معتمر بن سلیمان اپنے باپ سے اور وہ حضرمی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کی۔ اس کی آواز بڑی پُرسوز تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ مجلس میں بیٹھے تمام لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا:

اِنْ لَّمْ يَكُنْ عَبدالرحمٰن بن عَوفٍ رضی اللّٰہ عنہ فَاضَتْ عَيْنُهُ فَقَدْ فَاضَ قَلْبُهُ

اگرچہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ نہیں روئی اس کا دل رویا ہے۔

مسند امام احمد اور مجمع الزوائد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَدْ رَاَيْتُ عبدالرحمٰن بن عوفٍ يَدْخُلُ الجَنَّةَ حَبْوًا
کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ گھٹنوں کے بل جنت میں داخل ہو رہا ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا میں نماز ادا کی

مسند امام احمد، مجمع الزوائد اور مسند ابو یعلی میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی ضرورت کے لئے تشریف لے گئے، نماز کا وقت ہوگیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امامت کرائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور لوگوں کے ساتھ ان کی اقتداء میں ایک رکعت پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَصَبْتُمْ وَاَحْسَنْتُمْ
تم نے درست کیا اور اچھا کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ غزوہ احد میں ثابت قدم رہنے والوں میں سے ہیں۔ رحمت دو عالم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شامل رہنے والوں میں سے ہیں اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد خلافت کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے جو شش رکنی کمیٹی بنائی تھی اس کے اہم ارکان میں سے ہیں۔ حبشہ کی طرف دو دفعہ ہجرت کی، تیسری مرتبہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے مثال ایثار

مدینہ طیبہ میں رحمت دو عالم ﷺ نے ان کو حضرت سعد ابن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنا دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بھائی چارے کا اتنا پاس کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخلصانہ پیش کش کرتے ہوئے کہا: بھائی! میں مدینہ کا مالدار ترین آدمی ہوں۔ آج سے میرا آدھا مال تمہارا، علاوہ ازیں میری دو بیویاں ہیں، میں ان میں سے ایک کو طلاق دے دیتا ہوں۔ تم اس کے ساتھ نکاح کر لو۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ آپ کے مال اور گھر میں مزید برکت نازل فرمائے۔ میں آپ سے کوئی چیز نہیں لوں گا۔ مجھے تو بس آپ بازار کا راستہ بتا دیجئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بہترین تاجر بھی تھے

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بازار جا کر کچھ خرید و فروخت کی اور رات کو کچھ پنیر اور تھوڑا سا گھی منافع میں کما کر لائے۔ اللہ پاک نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاروبار میں برکت ڈالی اور جلد ہی اتنے پیسے جمع ہو گئے کہ ایک دن رحمت دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو زعفران لگا رکھا تھا۔ چونکہ عرب میں زعفران دولہا کو لگایا جاتا تھا۔ اس لئے رحمت دو عالم ﷺ نے پوچھا:

مَهْيَمْ — کیا کر آئے ہو؟

عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! شادی کر لی ہے۔

رحمت دو عالم ﷺ کو خوشی ہوئی اور پوچھا مہر کتنا مقرر کیا ہے؟ کھجور کی گٹھلی کے مساوی سونا۔ انہوں نے جواب دیا۔

رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ

ولیمہ ضرور کرنا، خواہ ایک بکری ہی سے کیوں نہ ہو۔

پھر ان کی تجارت میں روز افزوں ترقی ہوتی گئی اور تھوڑی ہی مدت کے اندر ان کے گھر میں دولت کی ریل پیل ہو گئی۔ خوش قسمتی کا یہ عالم تھا کہ خود فرماتے تھے:

لَوْ رَفَعْتُ حَجَرًا رَجَوْتُ اَنْ اُصِيبَ تَحْتَهٗ ذَهَبًا اَوْ فِضَّةً

اگر میں پتھر اٹھاؤں تو مجھے توقع ہوتی ہے کہ اس کے نیچے سے بھی سونا یا چاندی برآمد ہوگی۔

جنت میں گھسٹتے ہوئے جانے کی بشارت

مال و دولت کی فراوانی کا تاریک پہلو یہ ہے کہ بروز قیامت ہر چیز کا حساب دینا پڑے گا۔ جب کہ فقیر کے لئے یہ مرحلہ آسان ہوگا اور وہ جلدی سے فارغ ہو جائے گا۔

اسی بناء پر ایک دفعہ رحمت دو عالم ﷺ نے ان سے فرمایا: عبدالرحمٰن! تم اغنیاء میں سے ہو، اس لئے جنت میں گھسٹتے ہوئے داخل ہو گے۔ اللہ کے ہاں کچھ بھیجو تا کہ تمہارے قدم پل صراط پر رواں ہو جائیں۔

کیا بھیجوں؟ یا رسول اللہ ﷺ

آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ تمہارے پاس ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ: سارے کا سارا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں سب کچھ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے جبرائیل امین علیہ السلام کی بشارت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سنتے ہی اٹھے اور سب کچھ راہ خدا میں لٹانے کے ارادے سے چل پڑے۔ اسی وقت جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ابن عوف سے کہئے کہ اگر وہ مہمان نوازی کرتے رہیں، مسکینوں کو کھانا کھلاتے رہیں، مانگنے والوں کو دیتے رہیں اور اہل وعیال پر خرچ کرتے رہیں تو یہ ان کے لئے کافی ہے۔ اس سے ان کے مال کا تزکیہ ہو جائے گا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نصیحت پلے باندھ لی اور جود وعطا کا بازار گرم کر دیا۔

ایک دفعہ ان کا بہت بڑا تجارتی قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ پانچ سو جانور ساز و سامان سے لدے ہوئے تھے۔ اہل مدینہ اتنا بڑا کاروانِ تجارت دیکھ کر متحیر رہ گئے۔ مگر ان کو اس سے بھی زیادہ حیرت سے اس وقت دوچار ہونا پڑا جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان کیا:

هِيَ وَمَا عَلَيْهَا صَدَقَةٌ

بار برداری کے یہ سارے جانور بمعہ اس سامان کے جوان پر بار ہے اللہ کی راہ میں صدقہ ہیں۔

40,000 اشرفیاں اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا

ایک دفعہ ان کی زمین چالیس ہزار اشرفیوں میں فروخت ہوئی۔ انہوں نے وہ تمام اشرفیاں ازواج مطہرات میں تقسیم کر دیں۔ حضرت مسور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان کا حصہ لے کر گیا تو انہوں نے پوچھا: کس نے بھیجی ہیں؟

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ میں نے جواب دیا۔

صابرین میں سے ہونے کی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بشارت

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج سے کہا تھا کہ میرے بعد تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا صابرین، سچا اور نیک دل انسان میں شمار ہوگا۔ پھر وفات نبوی کے بعد ازواج مطہرات کی ضروریات کا خیال رکھنے والے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نبی کریم ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

سَقَى اللّٰهُ ابْنَ عَوْفٍ مِنْ سَلْسَبِيلِ الْجَنَّةِ (حوالہ معجم الاوسط)

اللہ تعالیٰ ابن عوف کو جنت کے چشمے سلسبیل سے سیراب کرے۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی یہی دعا فرمائی۔

30,000 غلام گھرانوں کو آزاد کرانے والا خوش نصیب

علاوہ ازیں انہوں نے تیس ہزار 30,000 غلام گھرانوں کو خرید کر لوجہ اللہ آزاد کیا۔ نہ جانے ہر گھرانے میں کتنے افراد ہوں گے جو آزادی کی نعمت سے مالا مال ہو گئے۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے حضور ﷺ کا نماز پڑھنا

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ایسے صحابی ہیں جن کو یہ شرف حاصل ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے سفر کے دوران رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز سے پہلے حوائج ضروریہ سے فراغت کے لئے دور تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ فراغت کے بعد آپ ﷺ نے وہیں وضو فرمایا۔ جب ہم واپس پہنچے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی آمد سے مطلع کر دوں تا کہ وہ پیچھے ہٹ جائیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے منع کر دیا اور جماعت میں شامل ہو گئے ایک رکعت ہو چکی تھی۔ اس لئے ایک رکعت ہم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پڑھی اور سلام کے بعد اپنی باقی ماندہ نماز مکمل کی۔ جس امام کے پیچھے امام المرسلین ﷺ نماز پڑھی اس کی امامت کا کیا کہنا۔

مجلس شوریٰ کا رکن بننے کا اعزاز

انتخاب خلیفہ کے لئے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قائم کردہ مجلس شوریٰ میں جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں خود تو خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں۔ البتہ اگر آپ حضرات پسند کریں تو میں باقی ماندہ افراد میں سے جس کو مناسب سمجھوں منتخب کر لوں۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پسند صادر کرنے والا پہلا شخص میں ہوں گا۔ کیونکہ میں نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرما رہے تھے:

اَنْتَ اَمِيْنٌ فِي اَهْلِ السَّمَاءِ وَاَمِيْنٌ فِيْ اَهْلِ الْاَرْضِ

تم آسمان والوں کے ہاں بھی امین ہو اور زمین والوں کے نزدیک بھی امین ہو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگ بدر میں شرکت

جنگ بدر کے موقع پر امیہ کے قتل کا واقعہ خاصا دلچسپ ہے۔ یہ امیہ وہی سنگ دل وحشی ہے جو پہلے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آقا ہوا کرتا تھا اور ان پر ایسے ہولناک مظالم توڑا کرتا تھا کہ انسانیت لرز اٹھتی تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں میری اور امیہ کی دوستی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبدالکعبہ سے تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھا تو امیہ نے کہا: کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے پر ماں باپ کا پسند کیا ہوا نام ترک کردو گے؟

یقیناً ترک کردوں گا۔ میں نے جواب دیا۔

لیکن میرے لئے رحمٰن ایک اجنبی سا لفظ ہے۔ امیہ نے کہا۔ اس لئے میں تجھے عبدالرحمٰن کے بجائے عبدالالہ کہا کروں گا۔

میں غزوہ بدر کے دن مشرکین سے چھینی ہوئی چند زرہیں اٹھا کر لے جارہا تھا کہ اچانک کسی نے پکارا: اے عبدالکعبہ!

میرا یہ نام متروک ہو چکا تھا، اس لئے میں نے کوئی توجہ نہ دی۔

تھوڑی دیر بعد پھر آواز آئی: اے عبدالالہ!

یہ سنتے ہی میں سمجھ گیا کہ امیہ بن خلف پکار رہا ہے۔ کیوں کہ یہ نام اسی نے تجویز کیا تھا۔ چنانچہ میں ادھر متوجہ ہوا تو دیکھا کہ امیہ اپنے بیٹے علی کو ساتھ لئے میری طرف چلا آرہا ہے۔ قریب پہنچا تو کہنے لگا: چھوڑو، ان زرہوں کو اور مجھے قیدی بنا کر لے چلو۔ میری گرفتاری تمہارے لئے ان زرہوں سے بدرجہا بہتر ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امیہ جیسے سردار کو گرفتار کرنا

بات صحیح تھی۔ امیہ جیسے سردار کو زندہ گرفتار کرلینا واقعی بڑا کارنامہ تھا۔ چنانچہ میں نے زرہیں وہیں پھینک دیں اور باپ بیٹے کو پکڑ کر چل پڑا۔

راستے میں امیہ نے پوچھا: آج جس شخص نے اپنے سینے پر شتر مرغ کا پر سجا رکھا تھا وہ کون تھا؟

وہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے بتایا۔

اسی کی وجہ سے آج ہم پر یہ مصیبت ٹوٹی ہے۔ اس نے ہمارے ساتھ بہت برا کیا ہے۔ امیہ نے بصد حسرت و یاس سے کہا۔

اسی طرح باتیں کرتے ہوئے ہم چلے جارہے تھے کہ اچانک امیہ پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر پڑ گئی۔

انہوں نے چیخ کر کہا: رَاْسُ الْكُفْرِ اُمَيَّةُ ابْنُ خَلَفٍ

یہ رہا کفر کا سردار امیہ بن خلف۔ اگر آج یہ بچ گیا تو میں سمجھوں گا کہ میں ناکام رہا۔

یہ کہہ کر امیہ پر حملے کے لئے آگے بڑھے۔ میں نے بہتیرا کہا کہ یہ میرا قیدی ہے، اس کو کچھ نہ کہو، مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔ بلکہ بآواز بلند انصار کو اپنی مدد کے لئے بلانا شروع کردیا۔ انصار نے امیہ کا نام سنا تو وہ بھی ہاتھوں میں برہنہ شمشیریں لئے ہماری طرف دوڑ پڑے۔ اب امیہ کو بچانا مشکل نظر آرہا تھا۔ تاہم مجھے ایک تدبیر سوجھ گئی۔ چنانچہ میں نے امیہ کے بیٹے کو وہیں چھوڑا اور امیہ کا ہاتھ پکڑ کے ایک طرف دوڑنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ جب تک انصار امیہ کے بیٹے کو قتل کر کے آگے بڑھیں گے تب تک ہم کافی دور نکل چکے ہوں گے۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا۔ انصار کی کئی تلواریں بیک وقت امیہ کے بیٹے پر پڑیں اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرگئیں۔ اپنے بیٹے کا یہ حشر دیکھ کر امیہ نے اتنی دلدوز چیخ ماری کہ میں نے اس سے پہلے ایسی دہشت میں ڈوبی ہوئی چیخ کبھی نہیں سنی تھی۔ امیہ کے بیٹے سے فارغ ہوکر انصار ہماری طرف لپکے۔ مصیبت یہ تھی کہ امیہ بہت موٹا تھا۔ اس لئے تیز دوڑنے سے قاصر تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انصار نے جلد ہی ہمیں آلیا۔ اب امیہ کو بچانے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ تاہم میں نے جان کی بازی لگادی اور امیہ سے کہا کہ جلدی سے لیٹ جاؤ۔ وہ لیٹا تو میں اس کے اوپر اس طرح لیٹ گیا کہ اس کو اپنے نیچے چھپالیا۔ مگر یہ کوشش بھی کارگر نہ ہوسکی۔ انصار اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے نیچے دبے ہوئے امیہ کے دونوں پہلوؤں میں تلواریں گھسیڑ دیں اور اسی حالت میں اس کا کام تمام کردیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ "اللہ بلال پر رحم کرے"

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ بلال پر رحم کرے، ان کی وجہ سے اس دن میں زرہوں سے بھی محروم رہا اور امیہ کو گرفتار کرنے میں بھی ناکام رہا۔ (سیرت حلبیہ 2/180، سیرت ابن ہشام 2/70)

مقام غزوہ بدر میں شہداء بدر کے نام مبارک سے مزین کتبہ۔ یہ غزوہ بدر وہ مقام ہے جہاں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حصہ لیا۔ امیہ کی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں گرفتاری کا واقعہ بھی یہیں پیش آیا تھا۔

غزوہ احد میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ بے ہوش ہوگئے اور کچھ دیر بعد جب وہ ہوش میں آئے تو فرمایا کہ ابھی ابھی میرے پاس دو بہت ہی خوفناک فرشتے آئے اور مجھ سے کہا کہ تم اس خدا کے دربار میں چلو جو عزیز و امین ہے۔ اتنے میں ایک دوسرا فرشتہ آگیا اور اس نے کہا ان کو چھوڑو، یہ تو جب اپنی ماں کے شکم میں تھے اسی وقت سے سعادت آگے بڑھ کر ان سے وابستہ ہوچکی تھی۔ (کنزالعمال 15/203 مطبوعہ حیدرآباد)

المعجم الکبیر طبرانی میں حضرت حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں غزوۂ احد کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کی ایک گھاٹی میں مجھ سے پوچھا: کیا تم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے؟

میں نے عرض کیا: ہاں! میں نے انہیں پہاڑ پر دیکھا کہ مشرکین ان پر حملہ آور ہیں۔ میں نے انہیں مشرکین سے بچانے کا ارادہ کیا تو میری نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی۔ لہٰذا میں ادھر آگیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

اَمَا اِنّ الملائکہ لتقَاتِل مَعَہٗ

فرشتے اس کی مدد کے لئے لڑتے ہیں۔

حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ سات لاشیں وہاں ان کے اردگرد پڑی ہیں۔ میں نے کہا ان سب کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ان دو کو تو میں نے قتل کیا، باقی لوگوں کو جنہوں نے قتل کیا ہے میں نے انہیں دیکھا نہیں۔

میں نے یہ سن کر کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا:

''واقعی فرشتے ان کی مدد کے لئے لڑتے تھے۔''

میدان احد: جہاں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو 21 زخم لگے

جنگ احد میں ایک ایسا موقع آیا کہ جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے گھیرے میں آگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آواز دی۔

اِلَیَّ عباد اللہ — اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔

چنانچہ 14 صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ ان میں 7 مہاجر تھے اور 7 انصار تھے۔ ان مہاجرین میں ایک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، جو اس امتحان وقت میں پورے اترے۔ بدن پر زخم کھائے، اور پاؤں پر ایسا کاری زخم آیا کہ لنگڑا کر چلنے لگے، لیکن جذبہ جانثاری نے میدان سے منہ نہ موڑنے دیا۔ (مستدرک حاکم 3/38)

سریۂ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دومۃ الجندل کی طرف (شعبان 6 ہجری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان چھ ہجری میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دومۃ الجندل میں بنو کلب کی جانب بھیجا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سامنے بٹھایا، اپنے ہاتھوں سے عمامہ باندھا اور فرمایا:
اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں کافروں سے لڑو۔ نہ خیانت کرنا، نہ غداری کرنا اور نہ کسی نوجوان کو قتل کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: اگر وہ آپ کی دعوت قبول کرلیں تو ان کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کرلینا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ دومۃ الجندل پہنچ کر تین دن تک انہیں دعوت اسلام دیتے رہے۔ آخر ان کا سردار الاصبغ بن عمرو کلبی مسلمان ہوگیا۔ اس کے ساتھ اس کی قوم کے بہت سے افراد بھی مسلمان ہوگئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تماضر بنت الاصبغ سے شادی کرلی اور اسے مدینہ لے آئے۔ یہی حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ تھیں۔ (طبقات ابن سعد: 2/89)

دومۃ الجندل کا محل ووقوع

وادی سرحان کے جنوبی سرے پر ایک نخلستان ہے۔ مدینے اور دمشق کے درمیان سیدھے راستے پر واقع ہے۔ یہ نخلستان نشیبی زمین میں ہے۔ جس کا طول تین میل اور عرض آدھ میل اور گہرائی اردگرد کے صحراء کی بلند سطح سے پانچ سو فٹ نیچی ہے۔

دومہ غالبًا ایک آرامی لفظ ہے۔ قدیم فضلائے عرب مثلاً ابن کلبی اور الزجاجی کے کہنے کے مطابق یہ نام حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لڑکوں میں سے ایک کے نام سے ماخوذ ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ''دوما'' نام بائبل میں بھی آیا ہے۔
(پیدائش 14:25، احبار 30:1)

اور وہاں اسے ایک اسماعیلی قبیلے کا نام بتایا گیا ہے۔ سب مصنفین نے کہا ہے کہ جب تہامہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے کثیر التعداد گھرانوں کے لئے مطلوبہ چراگاہیں مہیا نہ کرسکا تو ان کا مذکورہ فرزند اس علاقے میں ہجرت کر کے چلا آیا اور اسی کے نام پر اس علاقے کا نام دومہ پڑ گیا اور اس نے یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا۔

ایک قدیم قلعے کے کچھ بچے کھچے نشانات انیسویں صدی تک باقی تھے اور Euting نے 1883ء میں ان کا ایک خاکہ بھی بنایا تھا۔ یہ قلعہ پتھر کا بنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے گرد ایک دیوار بھی پتھر ہی کی تھی۔ ان تعمیرات ہی کی بناء پر اس کے نام کے ساتھ الجندل کا لفظ بڑھایا گیا تھا، جس کے معنی پتھر کے ہیں۔ قبل اسلام یہاں بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔
(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 9/473)

دومۃ الجندل کا جغرافیائی خدوخال

دومۃ الجندل شمالی سعودی عرب کے صوبہ الجوف میں واقع ہے۔ تبوک سے القلبیہ کے راستے اس کا فاصلہ تقریباً 400 کلومیٹر ہے۔ صحرائے نفوذ الکبریٰ دومۃ الجندل کے جنوب میں ہے۔ دومۃ الجندل سے الجوف کا صوبائی دارالحکومت ''سکاکا'' تقریباً 40 کلومیٹر شمال مشرق میں ہے۔ سکاکا سے سڑک سعودی عرب کی سرحد عراق پر واقع شہر جدیدہ عرعر کو جاتی ہے۔ (اطلس المملکۃ العربیۃ السعودیۃ والعالم)

سریۂ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
دومۃ الجندل کی طرف
شعبان 6ھ

صحرائے نفود الکبریٰ
بحیرۂ روم
دومۃ الجندل
مدینہ منورہ
مکہ مکرمہ
تبوک
خیبر
تیماء
فدک
نجد
یمن
سوڈان

میدان احد: جہاں فرشتوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد فرمائی

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں خلافت کا مسئلہ پایہ تکمیل کو پہنچا

امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت وفات چھ جنتی صحابہ کرام حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر یہ وصیت فرمائی کہ میرے بعد ان چھ شخصوں میں سے جس پر اتفاق رائے ہوجائے، اس کو خلیفہ مقرر کیا جائے اور تین دن کے اندر خلافت کا مسئلہ ضرور طے کردیا جائے اور ان تین دنوں تک حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجدِ نبوی میں امامت کرتے رہیں گے۔ اس وصیت کے مطابق یہ چھ حضرات ایک مکان میں جمع ہوکر دو روز تک مشورہ کرتے رہے، مگر یہ مجلس شوریٰ کسی نتیجہ پر نہ پہنچی۔

تیسرے دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم لوگ جانتے ہو کہ آج تقرر خلافت کا تیسرا دن ہے، لہٰذا تم لوگ آج اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرلو۔

حاضرین نے کہا: اے عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم لوگ تو اس مسئلے کو حل نہیں کرسکے۔ اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن میں کوئی تجویز ہو تو پیش کیجئے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ چھ آدمیوں کی یہ جماعت ایثار سے کام لے اور تین آدمیوں کے حق میں اپنے اپنے حق سے دستبردار ہوجائے۔ یہ سن کر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان فرمادیا کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہوں۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اپنے حق سے کنارہ کش ہوگئے۔ آخر میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا حق دے دیا۔

اب خلافت کے حقدار حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہ گئے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میں تم دونوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ہرگز ہرگز خلیفہ نہیں بنوں گا۔ اب تم دو ہی امیدوار رہ گئے ہو، اس لئے تم دونوں خلیفہ کے انتخاب کا حق مجھے دے دو۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتخابِ خلیفہ کا مسئلہ خوشی خوشی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کردیا۔ اس گفتگو کے مکمل ہوجانے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکان سے باہر نکل آئے اور پورے شہر مدینہ میں خفیہ طور پر گشت کرکے ان دونوں امیدواروں کے بارے میں رائے عامہ معلوم کرتے رہے۔ پھر دونوں امیدواروں سے الگ الگ تنہائی میں یہ عہد لے لیا کہ اگر میں تم کو خلیفہ بنادوں تو تم عدل کروگے اور اگر دوسرے کو خلیفہ مقرر کردوں تو تم اس کی اطاعت کروگے۔ جب دونوں امیدواروں سے یہ عہد لے لیا تو پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجدِ نبوی میں آکر یہ اعلان فرمایا کہ اے لوگو! میں نے خلافت کے معاملہ میں خود بھی کافی غور وخوض کیا اور اس معاملے میں انصار ومہاجرین کی رائے عامہ بھی معلوم کرلی ہے۔ چونکہ رائے عامہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں زیادہ ہے، اس لئے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر سب سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیعت کرلی۔ اس طرح خلافت کا مسئلہ بغیر کسی اختلاف وانتشار کے طے ہوگیا جو بلاشبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بہت بڑی کرامت ہے۔

(عشرہ مبشرہ 231، بخاری 1/524، مناقب عثمان)

موت کے وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

موت کے وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت عمر بھر راہِ خدا میں مال لٹانے والے اس جواد صحابی نے مرتے وقت بھی وصیت کی تھی کہ میرے ترکہ میں سے پچاس ہزار اشرفیاں فی سبیل اللہ تقسیم کردی جائیں۔ اتنا کچھ بانٹنے کے بعد بھی سونے کا ایک ڈالا بچ گیا، جو اتنا بڑا تھا کہ اس کو کلہاڑیوں کے ساتھ کاٹ کر ورثاء میں تقسیم کیا گیا۔ اس وقت دیگر بہت سے ورثاء کے علاوہ ان کی چار بیویاں تھیں اور ہر بیوی کے حصے میں اسی ہزار اشرفی کے برابر سونا آیا۔ علاوہ ازیں ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ورثہ میں چھوڑے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کی برکت سے غنی ہوگئے

اللہ! اللہ! جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچے تھے تو بالکل تہی دامن تھے اور صرف چند سالوں میں ان کے تمول کا یہ عالم ہوگیا کہ ان کے متروک سونے کو تولنے کے بجائے کلہاڑیوں اور تیشوں سے کاٹ کر تقسیم کرنا پڑا اور روایات کے مطابق کاٹنے اور توڑنے والے تھک کر چور ہوگئے۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(تمام واقعات طبقات ابن سعد 3/87 سے ماخوذ ہیں۔)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عاشقانہ موت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 31 ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں 75 برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر سنی تو فرمایا:

اے عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جا تو نے دنیا کا صاف پانی پیا اور گدلا چھوڑ دیا۔ (طبقات ابن سعد 3/94)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازہ اٹھانے والوں میں شریک تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے:

واجبلاہ

آہ یہ ایک پہاڑ تھا، جو چلا گیا۔

(طبقات ابن سعد 3/96)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک (اردن)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک
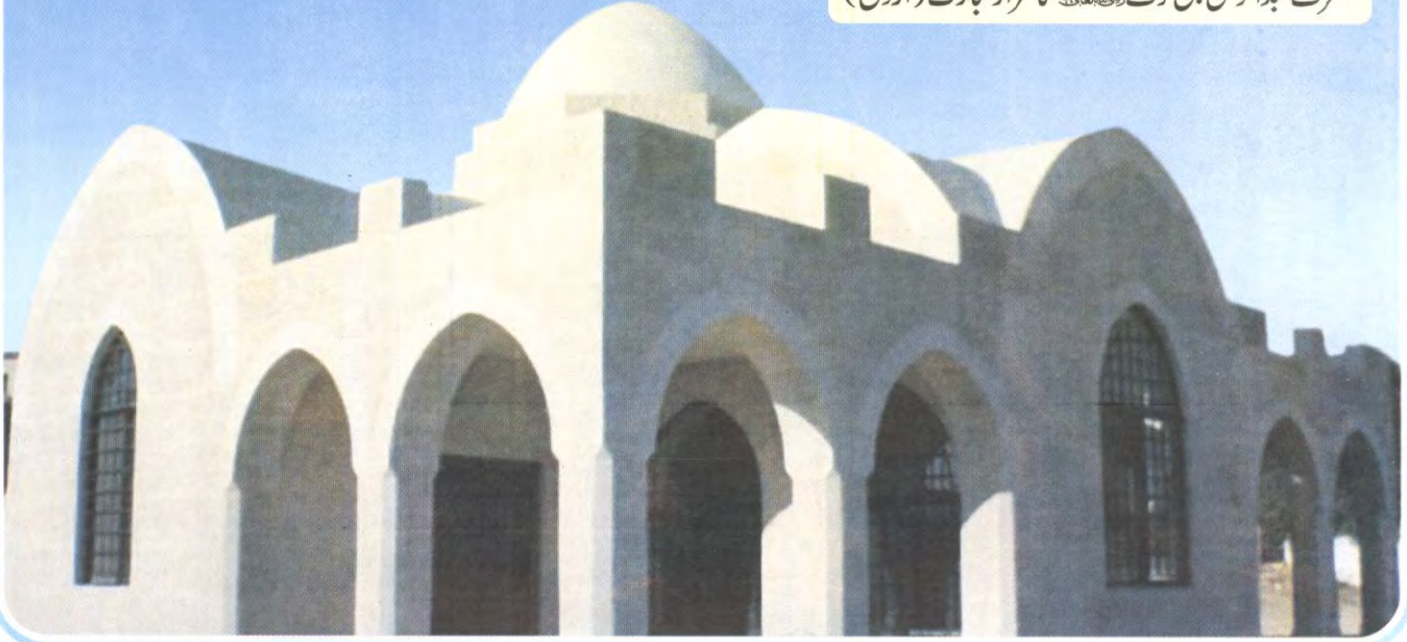
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک (اردن)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 31 ہجری میں کچھ دن بیمار رہ کر 75 سال کی عمر میں وصال فرمایا اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے اور ہمیشہ کے لئے سخاوت وشجاعت کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ (عشرہ مبشرہ 229، واکمال 603، کنزل العمال 15/ 204)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں مدفون ہیں؟

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کے بارے میں بے شمار روایات جنت البقیع کے بارے میں ملتی ہیں۔ مگر حیران کن بات یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار اردن میں موجود ہے۔ جس کی تصویر آپ کے سامنے ہے۔ اب حقیقت کیا ہے یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ مگر احقر کے نزدیک جنت البقیع میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفن ہونا زیادہ معتبر ہے۔ اردن میں موجود مزار کی حقیقت تو ذہن میں رکھیں۔ اہل عراق اور اردن والوں نے مال سمیٹنے کے لئے بے شمار مشہور شخصیات کے مزار اور خاص طور پر انبیاء کے مزارات جگہ جگہ بنا رکھے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض انبیاء کے مزارات 5 ممالک میں موجود ہیں۔

تذکرہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ والدین نے حبشہ ہجرت کی، وہیں قیام کے دوران آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ پھر وہاں سے مدینہ آئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندان بنو ہاشم کے آخری چشم و چراغ تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلے کے سردار، ایک اچھے عالم دین اور طبیعت کے بڑے فیاض تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج میں ایک لشکر کے کمانڈر تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں شعراء نے قصیدے کہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند تھے۔ ان کی والدہ کا نام حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی تدفین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے ہاتھوں سے ہوئی۔ یہ بہت ہی دانشمند وحلیم، نہایت ہی علم وفضل والے اور بہت ہی پاکباز وپرہیزگار تھے اور سخاوت میں تو اس قدر بلند مرتبہ تھے کہ ان کو بحر الجود (سخاوت کا دریا) اور اسخی المسلمین (مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخی) کہتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 90 برس کی عمر پاکر 80 ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ سن وفات میں اختلاف ہے۔ (کمانی اسماء الرجال 604)

حبشہ: وہ جگہ جہاں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے

دو رکعت پڑھ کر کنواں جاری کروانا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میرے باپ کے ذمہ تمہارا کچھ قرض باقی ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے اس کو معاف کر دیا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں اس قرض کو معاف کروانا ہرگز ہرگز پسند نہیں کروں گا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ میرے پاس نقد رقم نہیں ہے، لیکن میرے پاس زمینیں ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری فلاں زمین اپنے اس قرض میں لے لیجئے۔ مگر اس زمین میں کنواں نہیں ہے اور آبپاشی کے لئے دوسرا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بہت اچھا، بہرحال میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ زمین لے لی۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس زمین میں تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر اپنے غلام کو مصلیٰ بچھانے کا حکم دیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جگہ دو رکعت نماز پڑھی اور بڑی دیر تک سجدہ میں پڑے رہے۔ پھر مصلیٰ اٹھا کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلام سے فرمایا کہ اس جگہ زمین کھودو۔ غلام نے زمین کھودی تو ناگہاں وہاں سے پانی کا ایک ایسا ذخیر چشمہ ابلنے لگا جس سے نہ صرف اس زمین بلکہ آس پاس کی تمام زمینوں کی آبپاشی وسیرابی کا انتظام ہو گیا۔ (اسد الغابہ 3/135)

غلام کی سخاوت پر حیرانی

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخاوت میں بڑے مشہور تھے۔ ایک مرتبہ کسی باغ کے پاس سے گزر رہے تھے کہ ایک غلام کو دیکھا، وہ باغ میں کھجوریں اکٹھی کر رہا تھا اور دیگر چھوٹے موٹے کام کر رہا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بڑا پسند آیا اور اس کی حرکات وسکنات کا جائزہ لینے لگے۔ اتنے میں باغ کے مالک کا بیٹا آیا، اس کے ہاتھ میں دو روٹیاں تھیں۔ اس نے غلام کو روٹیاں تھمائیں، چنانچہ وہ ذرا ہٹ کر کھانے کیلئے بیٹھ گیا۔ اسی دوران ایک کتا اس غلام کی طرف آگے بڑھا اور اس نے دم ہلانا شروع کر دی۔ غلام نے ایک روٹی کتے کے سامنے پھینک دی۔ کتے نے جلدی سے روٹی کھالی اور دوبارہ غلام کی طرف دیکھ کر دم ہلانے لگا۔ غلام نے دوسری روٹی بھی اس کی طرف پھینک دی اور خود کام کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے کام پر بڑا تعجب ہوا، اس کے قریب آئے اور پوچھا: اے لڑکے! تمہاری ہر روز کی خوراک کیا ہے؟

غلام بولا: وہی جو آپ نے دیکھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پھر تم نے اس کتے کو اپنی دونوں روٹیاں کیوں کھلا دیں؟

غلام کہنے لگا: حضرت! ہمارے اس علاقے میں کتے نہیں ہوتے، میرا خیال ہے کہ اس کتے کو سخت بھوک ہی اس علاقے میں لے کر آئی ہے۔ اس لئے میں نے ایثار سے کام لیا اور اپنی روٹی اس کو کھلا دی۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: تم آج رات کیا کھا کر گزارو گے؟

وہ کہنے لگا: آج کی رات بھوکا سو جاؤں گا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دل میں کہنے لگے:

يُلُوْمُنِى النَّاسُ عَلَى السَّخَاءِ وَهٰذَا الْغُلَامُ اَسْخٰى مِنِّى

لوگ میری سخاوت کو دیکھ کر میری سرزنش کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ یہ ضرورت سے زیادہ سخاوت کرتا ہے) مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ نوجوان غلام مجھ سے کہیں زیادہ سخی ہے۔

انوکھا واقعہ: ایک غلام کی آزادی کا پروانہ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غلام کے مالک کے پاس جا پہنچے اور عرض کیا: یہ غلام مجھے بیچ دو۔

غلام کے مالک نے پوچھا: حضرت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو کیوں خریدنا چاہتے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو سارا قصہ سنایا اور کہا: میری خواہش ہے کہ اس غلام کو خرید کر آزاد کر دوں، نیز یہ باغ بھی خرید کر اسے ہدیہ کر دوں، تاکہ یہ آرام سے زندگی گزارے

اس غلام کا مالک کہنے لگا: جناب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اس کی ایک ہی خوبی دیکھی ہے، اور آپ اس پر اتنے مہربان اور متاثر ہو گئے ہیں۔ ہم تو ہر روز اس کی بے شمار خوبیاں دیکھتے ہیں۔ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس غلام کو اللہ کی خوشنودی کی خاطر آزاد کر دیا اور رہا یہ باغ تو یہ بھی میری طرف سے اس کو ہدیہ ہے۔

زیادہ سخی کون؟

ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ تین افراد کا بیت اللہ میں اس بات پر اختلاف ہوگیا کہ اس دور کا سب سے بڑا سخی کون ہے؟
ایک نے کہا: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔
دوسرا بولا: حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔
تیسرا بولا: نہیں حضرت عرابہ اوسی رضی اللہ عنہ ہیں۔
گفتگو نے طول کھینچا، ہر ایک اپنے اپنے حق میں دلائل دے رہا تھا۔ حتی کہ آوازیں بلند ہونا شروع ہوگئیں۔ کچھ لوگ بھی اکٹھے ہوگئے۔ ان میں سے ایک شخص بولا: بھائیو! کیوں لڑائی کرتے ہو؟ ایسا کرو کہ ہر شخص اپنے اپنے پسندیدہ شخص کے پاس چلا جائے، اس سے کچھ مانگے اور جو کچھ دے وہ آکر یہاں بتادے، پھر اس بات کا جائزہ لے لیتے ہیں کہ بڑا سخی کون ہے۔
حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا عقیدت مند ان کے گھر گیا اور ان سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کے بھتیجے! میں مسافر ہوں اور زادِ راہ ختم ہوگیا ہے، مدد کا طلبگار ہوں۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اس وقت گھوڑے پر سوار کہیں جانے کے لئے تیار تھے۔ اسی وقت گھوڑے سے نیچے اترے اور فرمایا: گھوڑے کی رکاب پر پاؤں رکھو اور اس پر سوار ہو جاؤ۔ اب یہ تمہارا ہے، اس کے ساتھ ایک تھیلا بھی ہے، اس میں جو کچھ ہے وہ بھی تمہارا ہے اور ہاں، اس میں ایک تلوار بھی ہے، اس کو معمولی نہ سمجھنا یہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تلوار ہے۔
جب وہ خوبصورت سا گھوڑا لے کر اپنے دوستوں کے پاس واپس آیا اور تھیلا کھولا تو اس میں چار ہزار دینار اور ریشمی چادریں تھیں اور ان سب سے بڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی۔
حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا عقیدت مند جب ان کے گھر گیا تو وہ سوئے ہوئے تھے۔ لونڈی نے پوچھا: تمہاری کیا ضرورت ہے؟ اس نے کہا مسافر ہوں اور زادِ راہ ختم ہوگیا ہے۔ لونڈی نے کہا: تمہاری اس معمولی حاجت کے لئے شیخ کو اٹھانا اچھی بات نہیں۔ یہ تھیلی پکڑو، اس میں سات سو دینار ہیں، اس وقت قیس کے گھر میں یہی کچھ موجود ہے۔ گھر کے ساتھ ہی حویلی میں اونٹ بندھے ہوئے ہیں، اپنی مرضی کا اونٹ پسند کرلو اور ایک غلام کو اپنی خدمت کے لئے لے کر سفر پر روانہ ہو جاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت قیس رضی اللہ عنہ بھی اٹھ بیٹھے۔ لونڈی نے ان سے قصہ بیان کیا۔
حضرت قیس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: بہتر تھا مجھے اٹھا لیتی اور میں خود اس کی حاجت پوری کرتا، نہ معلوم جو کچھ تم نے اسے دیا ہے اس کی ضرورت کے مطابق ہے یا نہیں؟ تاہم تم نے جو اچھا کام کیا ہے اس کے بدلے میں مَیں تم کو آزاد کرتا ہوں۔
ادھر حضرت عرابہ اوسی رضی اللہ عنہ کا عقیدت مند بھی ان کے گھر جا پہنچا۔ اس وقت نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت عرابہ رضی اللہ عنہ بوڑھے آدمی تھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ نماز کے لئے گھر سے نکل رہے تھے، دو غلاموں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مسجد کی طرف رخ کئے ہوئے تھے۔
اس آدمی نے کہا: اے عرابہ رضی اللہ عنہ میری بات سنیں گے؟
حضرت عرابہ رضی اللہ عنہ بولے: بولو کیا کہتے ہو؟
کہنے لگا: میں مسافر ہوں اور میرا زادِ راہ ختم ہوگیا ہے۔
حضرت عرابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ غلاموں کے کندھوں سے ہٹائے اور بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر زور سے مارا، اور کہنے لگے: عرابہ نے اپنا تمام مال و دولت خرچ کر دیا ہے، مگر یہ دونوں غلام باقی ہیں۔ تم ان دونوں کو لے جاؤ، اب یہ تمہارے ہوگئے۔
اس آدمی نے کہا: حضرت ایسے کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ خود سخت ضرورت مند ہیں، میں ان کو نہیں لوں گا۔
حضرت عرابہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: سنو! اب یہ تمہارے ہیں اور اگر تم انہیں نہیں لیتے تو بھی ان دونوں کو آزاد کرتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو آزاد کر دو اور چاہو تو لے لو۔ یہ کہنے کے بعد آگے بڑھے دیوار کا سہارا لیا اور اسے ٹٹولتے ہوئے مسجد کی طرف چل دیئے۔
اس شخص نے ان دونوں غلاموں کو ہمراہ لیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آگیا۔ تینوں دوست پھر سے اکٹھے ہوئے اور ہر ایک نے تینوں بزرگوں کے عطیے اور سلوک کا ذکر کیا۔ اور ان تینوں کی تعریف کی کہ بلاشبہ یہ تینوں بہت سخی ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں۔
اب رہا یہ فیصلہ کہ سب سے بڑا سخی کون ہے؟ تو فیصلہ حضرت عرابہ اوسی رضی اللہ عنہ کے حق میں ہوا، کیوں کہ انہوں نے سارا مال تنگ دستی کے باوجود خرچ کر دیا۔
(البدایہ والنہایہ 11/356، دار ہجر، تاریخ دمشق لابن عساکر 14/458)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کا دروازہ۔ اس مزار میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی قبر بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک (دمشق)

دمشق کے قبرستان باب الصغیر میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اسی کمرے میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاوند حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ سات دوسری قبریں بھی ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں شامل تھے جنہوں نے کفار مکہ کے ظلم سے تنگ آ کر حبشہ ہجرت کی تھی۔ کفار مکہ نے جب اپنا وفد شاہ نجاشی کے پاس اس درخواست کے ساتھ بھیجا کہ وہ مسلمان مہاجرین کو واپس بھیج دے تو نجاشی بادشاہ نے مہاجرین کو دربار میں طلب کیا۔ اس وقت حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین کی طرف سے بات کی تھی اور اسلام کی تعلیمات پیش کرتے ہوئے جب تلاوت قرآن پاک فرمائی تو شاہِ نجاشی نے اس بات کی تصدیق کی کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ اور پھر شاہ نے مہاجرین کو واپس مکہ بھیجنے سے انکار کرتے ہوئے انہیں حبشہ میں باعزت زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے سامنے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار کا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ۔ قبرستان کے اس حصے میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دختر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دختر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا دختر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبریں بھی ہیں۔

باب الصغیر میں موجود حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار (دمشق)

زیرِ نظر تصویر دمشق کے قبرستان باب الصغیر میں موجود حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا داخلی دروازہ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے گنبد کا اندرونی منظر

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک
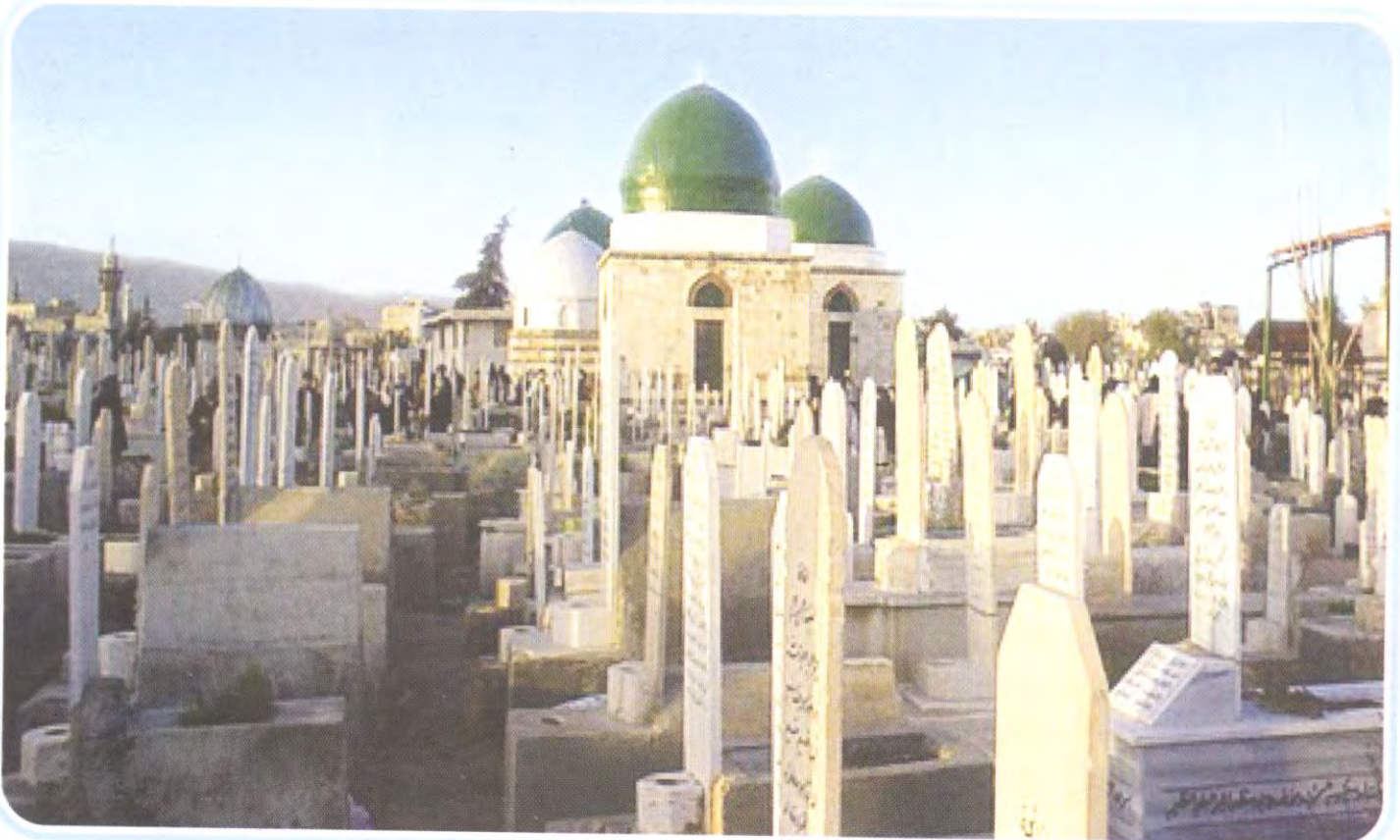
حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار قبروں کے درمیان سے نمایاں ہو رہا ہے

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقبرہ

مقام الصحابی الجلیل سیدنا عبداللہ بن جعفر الطیار
ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Burasi Peygamber Efendimizin
Amcasinin Oglu Cafer Tayyar
Hazretlerinin Oglu Abdullah
Hazretlerinin Makamidir

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے باہر نصب کیا گیا کتبہ
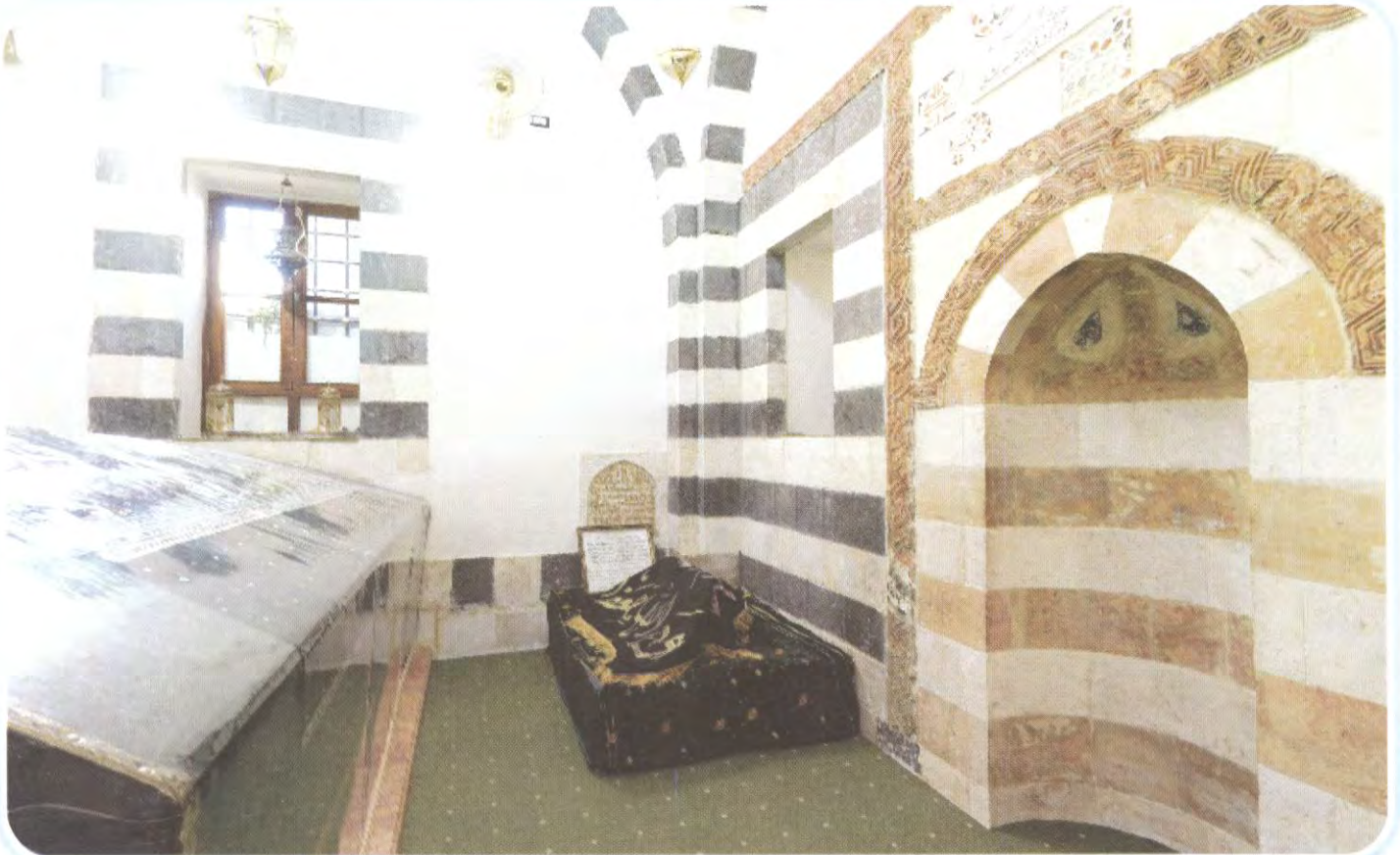
حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک دور ہی سے نمایاں ہے

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی قریب سے لی گئی تصویر

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک (جنت البقیع)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے وقت عبدالملک بن مروان اموی خلیفہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے حاکم حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ان کو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ آئے اور خود اپنے ہاتھوں سے ان کو غسل دے کر کفن پہنایا اور ان کا جنازہ اٹھا کر جنت البقیع کے قبرستان تک لے گئے۔ حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو ان کے رخسار پر بہہ رہے تھے اور وہ زور زور سے یہ کہہ رہے تھے کہ اے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ بہت ہی بہترین آدمی تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کبھی کوئی شر تھا ہی نہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریف تھے، لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے والے نیکو کار تھے۔ پھر حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر نوے برس تھی اور بعض کا قول ہے کہ بانوے برس کی عمر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصال فرمایا۔ اسی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے سال میں بھی اختلاف ہے۔ 80 ہجری، 81 ہجری اور 85 ہجری...... تین اقوال ہیں۔ (اسدالغابہ 132)

ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں آرام فرما رہے ہیں

زیرِ نظر تصویر جنت البقیع کی ہے۔ ایک قول کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں مدفون ہیں

تذکرۂ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعوتِ اسلام کے آغاز ہی میں مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے۔ سلسلہ نسب چوں کہ خشین قبائل سے ملتا ہے، اس لئے یہ خشنی کہلاتے ہیں۔ صلح حدیبیہ میں حضور اقدس ﷺ کے ہمرکاب تھے اور بیعت رضوان کر کے رضاء خداوندی کی سند حاصل کی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو مبلغ بنا کر بھیجا۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے ان کا پورا قبیلہ جلد ہی دامن اسلام میں آگیا۔ ملک شام فتح ہونے کے بعد یہ شام میں قیام پذیر ہوگئے۔ راست گفتاری اور صاف گوئی میں یہ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ رات کے سناٹے میں اکثر یہ گھر سے باہر نکل کر آسمان پر نظر ڈالتے اور سجدہ میں گر کر گھنٹوں سر بسجود رہتے۔ ملک شام میں ہی 75 ہجری میں وفات پائی۔ ان کا نام جرہم بن ناشب ہے، مگر کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ (اکمال 589، اسد الغابہ 1:276)

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سجدہ کی حالت میں انتقال کرنا

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مقبرے سے کچھ ہی فاصلے پر ایک چھوٹا سا قبرستان ہے۔ جہاں دس بارہ قبریں بنی ہوئی ہیں۔ ان قبروں میں سے ایک قبر مشہور صحابی حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ یہ قبیلہ بنوخشین سے تعلق رکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ جب غزوہ خیبر کے لئے تشریف لے جانے کی تیاری کر رہے تھے اس وقت یہ آپ ﷺ کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے اور غزوہ خیبر میں بھی شامل ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان میں بھی شامل تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باہمی لڑائی میں یکسو رہے اور کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ داریا میں آکر مقیم ہوگئے تھے۔

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ سے امید ہے کہ موت کے وقت گلا گھٹنے کی جو تکلیف ہوا کرتی ہے وہ مجھے نہیں ہوگی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن آخر شب میں نماز تہجد میں مشغول تھے کہ سجدے کی حالت میں ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پرواز کرگئی۔ ان کی صاحبزادی اس وقت سو رہی تھیں، خواب میں دیکھا کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا ہے۔ وہ گھبرا کر بیدار ہوئیں اور آواز دی کہ میرے والد کہاں ہیں؟ کسی نے کہا: نماز پڑھ رہے ہیں۔

انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دی، جواب نہ ملا تو ان کے کمرے میں پہنچیں، دیکھا کہ وہ سجدے میں ہیں۔ انہوں نے ہلا جلا کر دیکھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گر پڑے۔ تب پتہ چلا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوچکی ہے۔ (اصابہ 4/35)

زیر نظر تصویر مدینہ میں موجود حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب باغ اور کنویں کی ہے جسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودی سے خرید کر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے وقف کردیا تھا جس پر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کی بشارت دی تھی

تذکرہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے مرتبے کے صحابی تھے۔ ان کا نام جندب تھا اور ابوذر ان کی کنیت تھی۔ رسول اللہ ﷺ سے بہت گہرا تعلق رکھتے تھے اور بہت ہی زیادہ محبت کرتے تھے۔ کبھی کبھی محبت کے جوش میں حدیث بیان کرتے ہوئے سرور دو عالم ﷺ کو خلیلی یعنی اپنا دوست کہہ دیا کرتے تھے۔ قبیلہ غفار میں سے تھے۔ ایک مرتبہ سرور دو عالم ﷺ نے ان کے قبیلے کے لئے یوں دعا کی تھی:

غِفَارٌ غَفَرَهَا اللّٰهُ

قبیلہ غفار کی اللہ مغفرت کرے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں نے نہیں کہا بلکہ اللہ نے فرمایا ہے۔ (بخاری، مسلم شریف)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی بڑی فضیلتیں حدیثوں میں آئی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں۔ (ترمذی شریف)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ ہر نبی کے لئے بڑے درجے کے سات خاص اور چیدہ مصاحب اور ساتھ رہنے والے ہوتے ہیں اور مجھے ایسے چودہ مصاحب دیئے گئے ہیں جس میں ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی ہیں۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھٹے یا پانچویں مسلمان تھے۔ ان کے مسلمان ہونے کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ پہلے انہوں نے اپنے بھائی کو مکہ معظّمہ بھیجا تاکہ وہ یہ معلوم کر کے آئیں کہ وہاں پر جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے پاس وحی اور آسمانی خبریں آتی ہیں اس کے حالات کیا ہیں؟ اور غور کے ساتھ اس کا کلام سنیں اور واپس آکر بتائیں۔

چنانچہ ان کے بھائی مکہ معظّمہ پہنچے اور جس مقصد سے آئے تھے اس کے متعلق معلومات حاصل کر کے اپنے قبیلے میں واپس ہوگئے اور اپنے بھائی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پورے حالات بتادیئے اور بتایا کہ وہ اچھی عادتوں اور بہترین اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان سے میں نے ایسا کلام سنا جو نہ شاعروں کا ہوسکتا ہے اور نہ کاہنوں کا۔

اس مجمل بات سے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشفی نہ ہوئی اور خود ہی مکہ معظّمہ جانے کا ارادہ فرمایا۔ سامانِ سفر ساتھ لے کر مکہ معظّمہ پہنچے اور مسجد حرام میں جا کر بیٹھ گئے۔ چونکہ اس وقت حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے ماننے والوں اور ملنے کے واسطے آنے والوں سے کفارِ مکہ معظّمہ کو سخت دشمنی تھی، اس لئے کسی سے یہ نہ پوچھا کہ نبوت کے مدعی محمد ﷺ کون ہیں اور کہاں ہیں؟ یہاں تک کہ رات ہوگئی اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام کرنے کیلئے لیٹ گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرف آنکلے اور اس بے چارے پردیسی پر ان کی نظر پڑگئی۔ مہمان نوازی کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے گھر لے گئے اور کھلا پلا کر سونے کی درخواست کی، لہٰذا وہ سو گئے۔

اتنا وقت اپنے معزز میزبان کے ساتھ گذارا لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چونکہ یہ علم نہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہیں اور محمد ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہیں اس لئے ان سے آپ (محمد ﷺ) کے متعلق کچھ دریافت نہ کیا۔ کیونکہ اندیشہ تھا کہ یہ محمد ﷺ کے مخالفین میں سے نہ ہوں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات بھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر سوتے رہے اور صبح کو اٹھ کر مسجد حرام میں واپس تشریف لے آئے۔

اس روز بھی شام تک مسجد حرام میں بیٹھے رہے اور اسی انتظار میں رہے کہ شاید محمد ﷺ آجائیں اور ان سے بات کرنے کا موقع مل جائے۔ مگر آج بھی اس مقصد میں کامیاب نہ ہوئے، حتیٰ کہ رات ہوگئی اور آرام کرنے کے واسطے لیٹ گئے۔ آج بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس طرف گذر ہوا اور انہیں دیکھ کر سوچا کہ اس مسافر کو اپنے سفر کے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی، لہٰذا آج بھی اس کی خاطر مدارات اور میزبانی کرنا ضروری ہے۔ یہ سوچ کر کل کی طرح پھر اپنے گھر لے گئے اور کھلا پلا کر سلا دیا۔ صبح ہونے پر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد حرام میں واپس آگئے اور اس روز بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے مقصد کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ مکہ معظّمہ آئے ہوئے یہ تیسرا روز ہے، لیکن محمد ﷺ کے متعلق دریافت کرنے میں خطرہ ہے اور راستہ ہی پر نظر ہے کہ آپ ﷺ آنکلیں اور ملاقات ہوجائے۔ لیکن آج بھی ایسا نہ ہوا حتیٰ کہ رات ہوگئی اور آرام کے لئے لیٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج بھی اس طرف کو گزرے اور اپنے مہمان کو پھر اسی جگہ پا کر اپنے گھر لے گئے اور کھانے کی تواضع کے بعد سونے کی درخواست کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے بارے میں سوال کرنا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تیسرے روز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے مکہ معظّمہ آنے کا مقصد دریافت کیا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اگر آپ یہ عہد کریں اور یقین دلائیں کہ میرے سوال کا صحیح جواب دیں گے تو بتا سکتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں آپ کو صحیح جواب دوں گا اور واقعی بات بتاؤں گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس شہر میں محمد (ﷺ) نام کے کوئی صاحب ہیں جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور سب کے سامنے اپنی دعوت پیش کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ ان کا دعویٰ حق ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔ صبح میں آپ کو اپنے ہمراہ ان کے پاس لے چلوں گا، آپ ایسا کیجئے کہ میرے پیچھے پیچھے (اس انداز میں چلئے) کہ دیکھنے والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ آپ میرے ساتھ ہیں اور میرے ساتھ ہونے میں یہ خطرہ ہے کہ لوگ یہ سمجھ کر کہ آپ محمد ﷺ کے پاس جارہے ہیں آپ کو اذیت پہنچائیں گے۔ راستہ میں جس جگہ میں خطرہ محسوس کروں گا، پیشاب کرنے کے واسطے بیٹھ جاؤں گا۔ (بعض روایات میں ہے کہ میں جوتا درست کرنے لگوں گا) آپ آگے بڑھتے جائیں اور میری طرف کوئی توجہ نہ دیں۔ جب میں پیچھے سے آکر آپ سے آگے بڑھ جاؤں تو پھر میرے پیچھے پیچھے چلتے رہئے، اسی طرح ہم دونوں محمد ﷺ کے پاس پہنچ جائیں گے۔

صبح کے وقت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح ہونے پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بارگاہِ رسالت ﷺ میں پہنچ گئے اور حضور اقدس ﷺ کی گفتگو سن کر حلقہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ حضور اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اب تو تم اپنی قوم میں واپس چلے جاؤ اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے رہو۔ جب تم کو یہ اطلاع ملے کہ ہم دشمنوں سے مطمئن ہوگئے ہیں اور لوگ بکثرت مسلمان ہوگئے اس وقت چلے آنا۔

کلمۂ حق بلند کرنے پر اذیت پہنچنا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے بہادر اور دلیر انسان تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی شجاعت میں مشہور تھے۔ اپنی اسی غیر معمولی صفت کی وجہ سے چپ چاپ اسلام قبول کر کے اپنی قوم میں چلا جانا نامناسب سمجھا اور بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ (ابھی نہیں جاتا ہوں) قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس کلمہ کو مشرکوں کے سامنے بلند آواز سے پڑھوں گا۔ یہ کہہ کر مسجد حرام میں آئے اور بلند آواز سے

اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

پڑھا۔ بھلا مشرکین مکہ کو اتنی تاب کہاں تھی کہ اس کلمہ کو سن کر طیش میں نہ آتے۔ لہٰذا یہ کلمات سنتے ہی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ٹوٹ پڑے اور اتنا مارا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نڈھال ہوکر گر گئے۔ (تقریباً نیم جان ہوجانے پر بھی دشمنوں نے مارنا بند نہ کیا) حتیٰ کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد المطلب پہنچ گئے (اگرچہ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر پھر بھی) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لیٹ گئے اور یوں کہہ کر بچایا کہ تمہارا ناس ہو، تم جانتے نہیں ہو کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے۔ جب تجارت کے لئے ملک شام جاتے ہو تو راستہ میں قبیلہ غفار پڑتا ہے۔ اگر یہ آدمی مرگیا تو تمہاری تجارت بند ہوجائے گی۔ کل کو پھر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد حرام میں پہنچ کر زور سے کلمہ شہادت پڑھ دیا، جس کی وجہ سے پھر مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے اور آج بھی خوب مارا، آخر کار اس روز بھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لیٹ کر ان کی جان بچائی۔ (بخاری و مسلم)

مسجد حرام کا اندرونی منظر: جہاں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلمہ حق کو بلند آواز میں مشرکوں کے سامنے پڑھا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چند نصائح

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وصیت فرمائیے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیوں کہ تقویٰ ہر کام کی جڑ ہے۔

حضرت ابوذر: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمائیے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن شریف کی تلاوت کیا کرو اور اللہ عزوجل کا ذکر کیا کرو اس سے تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمان میں ذخیرہ ہوگا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمائیے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیوں کہ زیادہ ہنسنے کی وجہ سے دل مردہ ہوجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرمائیے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد کیا کرو، یہ میری امت کی رہبانیت ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرمائیے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکینوں سے محبت کرو اور ان کے پاس بیٹھا کرو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرمائیے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیاوی چیزوں میں جو تم سے کم ہے اس پر نظر کرو اور جو تم سے بڑھا ہوا ہے اس پر نظر نہ پہنچاؤ، ایسا کرنے سے تم اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری نہ کرسکو گے جو اس نے تم کو عنایت فرمائی ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرمائیے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق کہو، اگرچہ کڑوا لگے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرمائیے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عیب تمہارے اندر ہوان سے اتنے باخبر رہو کہ دوسروں میں وہ عیب ہو تو دوسروں کی عیب گیری سے رک جاؤ اور جو برائی تم خود کر رہے ہو دوسروں میں وہ برائی دیکھ کر غصہ نہ کرو۔ تمہارے عیب دار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ لوگوں کے ان عیبوں کی خبر رکھنے والے بنو جو خود تمہارے اندر ہیں۔ اور اپنے عیبوں سے انجان بنے رہو اور جن برائیوں میں تم خود پڑے ہوئے ہو دوسروں میں وہ برائیاں دیکھ کر ناراضگی ظاہر کیا کرو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اے ابوذر! تدبیر کے برابر کوئی عقلمندی نہیں اور اللہ نے جن چیزوں سے روکا ہے ان سے بچنے کے برابر پرہیزگاری نہیں اور اچھے اخلاق کے برابر کوئی شرافت نہیں۔ (ترغیب وترہیب عن ابن حبان والحاکم)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی ایک ناصح تھے

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی نصیحتیں اور وصیتیں فرماتے رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب کرکے فرمایا:

اِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِّنْ اَسْوَدَ وَلَا اَحْمَرَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰی

تم کسی کالے اور گورے سے بہتر نہیں ہو، ہاں اگر تقویٰ میں بڑھ جاؤ تو اور بات ہے۔ (ترغیب عن ابن حبان والحاکم)

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے کسی عہدہ پر مامور نہیں فرماتے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابوذر! تم ضعیف ہو اور عہدہ داری امانت ہے۔ (اس کا پورا پورا لحاظ رکھنا ضروری ہے، جو ہر ایک کے بس کا کام نہیں ہے۔) اور قیامت کے روز عہدہ داری رسوائی اور پشیمانی بن جائے گی۔ ہاں اگر کسی نے اسے صحیح صحیح ادا کیا اور جو کچھ ذمہ تھا اس کو ٹھیک ادا کردیا تو وہ رسوائی اور پشیمانی سے بچ جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم وصیت

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے چھ روز تک یہ فرماتے رہے کہ اے ابوذر! خوب سمجھ لینا جو کچھ تم سے آئندہ کہا جائے گا۔ جب ساتواں روز ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں ظاہراً اور پوشیدہ (دونوں حالتوں میں) اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، دوسری نصیحت یہ کرتا ہوں کہ جب گناہ کر بیٹھو تو اس کے بعد نیکی بھی کرو۔ (اس سے وہ گناہ مٹ جائے گا) اور کسی سے کچھ سوال نہ کرو۔ اگرچہ تمہارا کوڑا سواری پر سے گر جائے تو اسے بھی کسی سے نہ مانگو بلکہ خود اتر کر اٹھالو۔ اور کسی کی امانت مت رکھو، اور دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ مت کرو۔ (کیوں کہ فیصلہ صحیح کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔) (رواہ احمد)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سات قیمتی نصائح

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی فرماتے تھے کہ میرے دوست (یعنی سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے سات چیزوں کا حکم دیا ہے۔

1. مسکینوں سے محبت کروں اور ان سے قریب رہوں۔
2. دنیا کے بارے میں اسے دیکھوں جو مجھ سے کم ہے اور اس پر نظر نہ کروں جو مجھ سے زیادہ ہے۔
3. صلہ رحمی کروں اگرچہ رشتہ دار مجھ سے تعلق توڑ لیں۔ (رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے کو صلہ رحمی کہتے ہیں۔)
4. کسی سے کچھ بھی سوال نہ کروں۔
5. حق کہوں اگرچہ کڑوا لگے۔
6. اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کروں۔
7. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی کثرت کروں کیونکہ یہ کلمات عرش کے نیچے کے خزانے میں سے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

تنہائی میں بیٹھنے کی وجہ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نصیحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیتے تھے، اس پر خوب عمل کرتے تھے۔ عمران بن حطان کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک سیاہ چادر اوڑھے مسجد میں تنہا بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے ابوذر! یہ تنہائی کیسی ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ برے آدمی کی صحبت میں بیٹھنے سے تنہائی اچھی ہے اور نیک آدمی کے ساتھ بیٹھنا تنہائی سے اچھا ہے، اور خیر کی باتیں کرنا خاموش رہنے سے بہتر ہے اور خاموش رہنا برائی کی باتیں کرنے سے بہتر ہے۔'' (مشکوٰۃ شریف)

انسان کو کفایت کرنے والی آیت

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! مجھے ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ لوگ اس پر عمل کرلیں تو ان کے لئے کافی ہے اور وہ آیت یہ ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (3:65)

جو اللہ سے ڈرے اس کیلئے اللہ تعالیٰ تنگی سے نکلنے کا راستہ بنادے گا اور وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اسے خیال بھی نہ ہو۔

ایک مرتبہ ان کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اے ابوذر! جب تو شوربہ پکائے تو اس میں پانی زیادہ ڈال دیا کر، پھر پڑوسیوں کا خیال کرکے ان میں تقسیم کردیا کر۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (مدینہ منورہ سے) باہر جنگل میں ساتھ ساتھ جارہے تھے۔ اس وقت سردی کا موسم تھا اور درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑ کر ہلادیں جس سے پتے خوب جھڑنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دی کہ اے ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! انہوں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ مسلمان اللہ کی رضا کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اسی طرح گرجاتے ہیں جیسے یہ پتے اس درخت سے گر رہے ہیں۔ (احمد)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر بحسن وخوبی عمل کرنا

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک غلام دیا اور وصیت فرمائی کہ اس کے ساتھ خیر کا برتاؤ کرنا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبول کر کے آزاد کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی روز فرمایا کہ وہ غلام کا کیا ہوا؟ تو انہوں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت فرمائی تھی لہٰذا میں نے اسے آزاد کر دیا۔ (الادب المفرد للبخاری)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور کثرت عبادت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نماز، روزہ کی عبادت کے ساتھ متفکر بہت رہتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد کسی نے ان کی والدہ سے دریافت کیا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی عبادت کا حال بتاؤ تو انہوں نے فرمایا کہ دن بھر سوچ میں رہتے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء)

قرآن شریف میں آسمان وزمین کی پیدائش کے سوچنے والوں کو اولوالالباب یعنی عقلمند کہا گیا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور مجاہدہ نفس

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نفس سے کام بھی لیتے تھے اور اسے آرام بھی دیتے تھے کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

ایک مرتبہ لیٹنے کے لئے جگہ تلاش فرما رہے تھے۔ کسی نے دریافت کیا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ کیا چاہتے ہو؟

فرمایا: سونے کی جگہ چاہتا ہوں، یہ میرا نفس میری سواری ہے اس کو آرام نہ دوں گا تو منزل تک نہ پہنچائے گا۔ (حلیۃ الاولیاء)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا دنیا سے دلبرداشتہ ہونا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آخرت کے بہت ہی زیادہ فکرمند اور دنیا سے بہت زیادہ بے رغبت تھے۔ ہر وقت اسی دھن میں رہتے تھے کہ آخرت میں اچھے سے اچھا عمل اور عمدہ سے عمدہ مال پہنچا دوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زہد میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے مشابہ فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے رہتے زاہد بن گئے تھے اور دنیا سے دل برداشتہ ہو گئے تھے۔ ضرورت سے زیادہ مال پاس رکھنے کو بہت ہی برا بلکہ آخرت کا وبال سمجھتے تھے اور دوسروں سے بھی یہی چاہتے تھے کہ دولت جمع نہ کریں، کہیں سے مال آتا تھا تو اسے قبول نہ فرماتے تھے۔

مالداروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک روز حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی تو فرمایا کعبہ کے رب کی قسم وہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کن لوگوں کے متعلق فرما رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں جو بہت مال والے ہیں، مگر وہ مال والے خسارے میں نہ ہوں گے جو آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے (مٹھیاں بھر بھر کر سبیل اللہ) خرچ کرتے ہوں لیکن ایسے کم ہیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا: اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے آگے (مرنے کے بعد حساب کی) ایک سخت گھاٹی ہے، اس پر صرف بغیر بوجھ والے ہی چڑھ سکیں گے۔

یہ سن کر ایک صاحب نے سوال کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بوجھ والا ہوں یا بغیر بوجھ والا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس ایک دن کا کھانا ہے؟

انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! میرے پاس آج کا کھانا بھی ہے اور کل کا بھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا: اور پرسوں کا بھی ہے؟

انہوں نے عرض کیا: نہیں!

اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے پاس تین روز کا کھانا ہوتا تو تم بوجھ والے ہوتے۔ (ترغیب عن طبرانی)

جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایسے ایسے ارشادات سنتے رہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو زاہدانہ دیکھتے رہتے تھے تو پھر مال سے کیوں نہ گھبراتے اور دنیا جمع کرنے سے کیوں نہ دل چراتے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی دنیا سے بے رغبتی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک پھٹا پرانا کمبل اوڑھا ہوا تھا، اتفاق سے ایک شخص نے انہیں دیکھا تو اسے بڑی حیرت ہوئی۔ آخر رہ نہ سکا تو آپ کے قریب آ کر ان سے پوچھنے لگا: حضرت کیا اس پھٹے پرانے کمبل کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی کپڑا نہ تھا کہ آپ اس حال میں نظر آ رہے ہیں۔

فرمایا: اگر کوئی دوسرا کپڑا ہوتا تو تم میرے بدن پر ضرور دیکھ لیتے۔ اجنبی سے برداشت نہ ہوا۔

اس نے کہا: جناب گستاخی معاف! ابھی تو دو دن ہوئے میں نے ایک نہایت عمدہ جوڑا آپ کے بدن پر دیکھا تھا، وہ کیا ہوا؟

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ٹھیک کہتے ہو مگر میں نے ایک شخص کو دیکھا جو مجھ سے زیادہ اس جوڑے کا ضرورت مند تھا، میں نے اسے دے دیا کہ اخوت اسلامی کا تقاضا یہی تھا۔ اجنبی ہنس پڑا، جناب! ایسا تو نہ فرمائیں۔ بھلا آپ سے زیادہ اس کپڑے کا محتاج کون ہو سکتا ہے؟ آپ کے پاس تو بس یہی ایک پھٹا پرانا کمبل ہے۔

اجنبی شخص کو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا نصیحت فرمانا

اجنبی کا اصرار اور اس کی ضد دیکھ کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا چہرہ تمتما اٹھا اور نہایت کرخت لہجے میں فرمایا:

اے شخص! اللہ تیری مغفرت فرمائے، تو دنیا کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، عمدہ عمدہ لباس، اچھے اچھے کھانے، آرام دہ مکان، خدم وحشم، شان وشوکت ہی تیرے نزدیک سب کچھ ہے۔

اے اجنبی! یہ ساری چیزیں دنیا ہی میں رہ جانے والی ہیں۔ انسان کا خلوص، اس کا اخلاق، اس کی شرافت، ہمدردی، مواسات، اپنے بھائی کی غم خواری، کسی کی مصیبت میں کام آنا، کمزوروں غریبوں کی دستگیری کرنا یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں لے کر انسان سفر آخرت پر روانہ ہوتا ہے اور اللہ کے مقبول بندوں کی جماعت میں شامل ہوتا ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے میرے پاس بوسیدہ سہی یہ کمبل تو موجود ہے جسے لپیٹ کر نماز پڑھ سکتا ہوں۔ اس شخص کے پاس تو اس طرح کا کوئی بوسیدہ کمبل بھی نہ تھا کہ وہ اپنا تن ڈھانکتا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے زیادہ ضرورتمند ہے تو میں نے اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دی۔ اور وہ عمدہ جوڑا جو تو نے میرے بدن پر دیکھا تھا اس کے حوالے کر دیا۔ اے شخص سن! میرے پاس بکریاں ہیں، جن کا میں دودھ پیتا ہوں۔ میرے پاس ایک گدھا ہے جس پر سامان لادتا ہوں۔ غلام ہیں جو میری خدمت کرتے ہیں۔ عید، بقرعید کے موقع پر پہننے کے لئے میرے پاس ایک عبا ہے۔ تم خود غور کرو ان نعمتوں سے بڑھ کر بھی کوئی نعمت ہو سکتی ہے؟ بلکہ میرے پاس عید، بقرعید کے لئے جو عبا ہے میں سمجھتا ہوں کہ میری ضرورت سے زائد ہے۔ مجھے تو یہی ڈر سمایا ہوا ہے کہ کہیں کل قیامت کے دن مجھ سے اس زائد از ضرورت عبا کے بارے میں سوال نہ کیا جائے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر میرا محاسبہ ہوا تو میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟ میرے دوست! دنیا سے اتنا ہی لینا چاہیے جتنا کہ ضروری ہو، ورنہ طلب کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور فکر آخرت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے تھے کہ لوگ موت کے لئے پیدا ہوتے ہیں اور ویران ہونے کے لئے گھر تعمیر کرتے ہیں اور جو چیز فنا ہو جائے گی اس کی حرص کرتے ہیں اور جو باقی رہے گا اسے چھوڑ رہے ہیں۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ خبردار موت اور تنگ دستی بہت ہی اچھی چیزیں ہیں جن کو مکروہ سمجھا جاتا ہے۔

ایک صاحب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھر میں ادھر اُدھر دیکھنے لگے، مگر کچھ سامان نظر نہ آیا۔ بالآخر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابوذر! تمہارا سامان کہاں ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارا ایک اصلی گھر ہے، اپنا عمدہ سے عمدہ سامان وہاں بھیجتے رہتے ہیں۔

ان صاحب نے عرض کیا یہ تو ٹھیک ہے مگر دنیا میں رہنے کیلئے بھی تو کچھ سامان کی ضرورت ہے۔

یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس مکان کا مالک ہمیں یہاں نہیں چھوڑے گا، پھر یہاں سامان کیوں رکھیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں، میں تمہارے متعلق فکرمند ہوں، رات کی تاریکی میں قبر کی تنہائی کیلئے عبادت کر لو۔ قیامت کی گرمی کیلئے دنیا میں روزہ رکھ لو، تنگدستی کے دن کے خوف سے اب صدقہ کرو۔ اے لوگو! میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں کہ میں تمہارے متعلق فکرمند ہوں۔ (کتاب الزہد امام احمد 148)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کنکریوں کی تسبیح

حضرت سوید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد میں اکیلے تشریف فرما دیکھا تو موقع غنیمت سمجھ کر ان کے پاس بیٹھ گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتیں شروع کر دیں۔ وہ فرمانے لگے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں میری زبان سے خیر و بھلائی کے علاوہ کچھ نہ نکلے گا۔ کیونکہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس ایک چیز کا مشاہدہ کر چکا ہوں۔ میں رسول اکرم ﷺ کی خلوت و تنہائی کا متلاشی رہتا تھا اور آپ ﷺ سے کچھ نہ کچھ سیکھتا رہتا تھا۔ ایک دن میں آپ ﷺ کی طرف جا رہا تھا لیکن جب میں پہنچا تو آپ ﷺ کہیں جانے کے لئے نکل رہے تھے۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ آپ ﷺ ایک جگہ بیٹھ گئے، میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: يَااَبَا ذَرّ مَاجَاءَ بِكَ

اے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے آئے؟

میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور سلام کہنے کے بعد نبی کریم ﷺ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مَاجَاءَ بِكَ يَااَبَا بَكْر

ابوبکر کیسے آنا ہوا؟

کہنے لگے: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے۔

کچھ دیر کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دائیں پہلو بیٹھ گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: يَا عُمَرُ مَاجَاءَ بِكَ

اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیسے آمد ہوئی؟

انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے۔

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دائیں طرف پر بیٹھ گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: يَاعُثْمَانُ مَاجَاءَ بِكَ

اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے آئے ہو؟

کہنے لگے: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے۔

اس وقت نبی کریم ﷺ نے سات یا نو کنکریاں پکڑیں تو وہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تسبیح بیان کرنے لگیں۔ حتیٰ کہ میرے کانوں میں ان کی تسبیح کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند سنائی دی۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں نیچے رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ پھر آپ ﷺ نے وہی کنکریاں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھما دیں تو وہ تسبیح بیان کرنے لگیں حتیٰ کہ مجھے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے مشابہہ آواز آنے لگی۔ پھر انہیں نیچے رکھا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پکڑا دیں تو وہ تسبیح کرنے لگیں اور مجھے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز آنے لگی۔ پھر انہیں نیچے رکھا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ (دلائل النبوۃ، بیہقی 36:6 مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کو بزاز نے دو سندوں سے نقل کیا ہے اور ایک کی سند کے راوی ثقہ ہیں اور دوسری کے کچھ میں ضعف ہے، بحوالہ کرامات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

مسجد ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مسجد سجدہ)

آج کے دور تک معروف مساجد میں سے ایک مسجد حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہے۔ یہ مسجد نبوی شریف کے شمال میں واقع ہے۔ جب کہ مسجد نبوی شریف کے مشرق میں شارع ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہے۔ یہی سڑک چلتے ہوئے ائیر پورٹ کے راستے سے اس مسجد تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ اس جگہ فی الحقیقت کھجوروں کا باغ تھا اور اسے اسواف کہا جاتا تھا۔

مسجد بننے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس جگہ حضور نبی کریم ﷺ نے سجدہ شکر ادا فرمایا تھا۔ اس وقت جب کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو یہ بشارت دی تھی کہ امت میں سے جس نے آپ ﷺ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحمت فرمائے گا اور جس نے آپ ﷺ پر ایک بار سلام بھیجا رب کریم بھی اس پر سلام فرمائے گا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے تو میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے چلا گیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نخلستان میں داخل ہوئے اور اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے یہ خوف لاحق ہونے لگا کہ شاید رب کریم نے آپ ﷺ کی روح مقدس کو قبض کر لیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کو دیکھنے کیلئے آیا کہ اتنے میں آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: اے عبدالرحمٰن! تجھے کیا ہوا؟ تو جواباً میں نے ساری کیفیت بیان کی تو پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان جبريل عليه السلام قال لی: الا ابشرک ؟ ان الله عزوجل يقول لک من صلى عليک صليت عليه، ومن سلم عليكم سلمت عليه (رواہ احمد برجال ثقات)

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے کہا: کیا میں آپ کو بشارت نہ دوں؟ بے شک رب کریم آپ ﷺ کو فرما رہے ہیں کہ جو آپ پر درود پاک پڑھے گا میں اس پر اپنی رحمت فرماؤں گا، اور جو آپ پر سلام پیش کرے گا میں بھی اس پر سلام فرماؤں گا۔

علامہ سمہودی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق وہ سجدہ والی مسجد ''مسجد ابی ذر'' ہی ہے جو کہ سجدہ والے مقام پر تعمیر ہوئی۔ یہ روایت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ثقہ راویوں سے نقل کی ہے۔

مسجد ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جائے وقوع

یہ مسجد بستان الجیری کے شمال مشرقی جانب شارع ابوذر کے شروع میں سڑکوں کے پار 151 میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کو سعودی حکومت نے از سر نو تعمیر کرایا ہے۔ شمال و جنوب کی جانب یہ مسجد چھوٹے چھوٹے باغیچوں سے گھری ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

موت سے پہلے موت کی خبر رکھنے والے بے مثال صحابی

حضرت ابوذر غفاریؓ 32 ہجری میں ربذہ کے مقام پر اپنی بیوی اور لڑکی کے ساتھ قیام پذیر تھے۔ مرضِ وصال شروع ہوگیا۔ ربذہ مختصر سا گاؤں تھا۔ حج کے موسم کی وجہ سے جو تھوڑے بہت لوگ یہاں رہتے تھے وہ بھی مکہ معظمہ روانہ ہوگئے۔ آپؓ کی بیوی نے یہ دیکھ کر کہ آپؓ کی زندگی کا وقت بہت کم رہ گیا ہے، گاؤں کے لوگ بھی حج کو چلے گئے ہیں، اس ویرانے میں میری بیٹی اور میں اس جاں گداز واقعہ کو کس طرح برداشت کریں گی؟ میں کفن ودفن کے فرض سے کیسے عہدہ براں ہوں گی؟ جنازہ کا کیا بنے گا؟ اس رنج وفکر میں آپ رونے لگیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے نہایت اطمینان وسکون سے ان سے فرمایا ہرگز فکر نہ کرو، ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسی جماعت جس میں میں بھی تھا سے فرمایا تھا:

لیموتن منکم رجل بغلاۃ من الارض تشهده عصابة من المومنين

تم میں سے ایک شخص سنسان وادی میں فوت ہوگا، لیکن اس کے جنازہ کے لئے مسلمانوں کا ایک معزز گروہ آئے گا۔

میں دیکھ رہا ہوں اس مجلس میں جتنے لوگ تھے وہ سب کے سب انتقال کر چکے صرف میں ہی رہ گیا ہوں۔ اس سنسان وادی میں ضرور ایک معزز گروہ آئے گا، تم سڑک پر جاؤ اور دیکھو کون لوگ آ رہے ہیں۔

بیوی نے جواباً کہا: آج آٹھ ذوالحجہ ہے۔ جس نے مکہ پہنچنا تھا وہ مکہ پہنچ چکا، راستہ بالکل سنسان ہے۔

آپؓ نے فرمایا: میرے پیارے آقا ﷺ نے مجھ سے جو فرمایا تھا وہ ہو کر رہے گا۔ تم سڑک پر جا کر دیکھو ضرور بالضرور کچھ لوگ میرے جنازے میں شرکت کے لئے آ رہے ہیں۔

آپؓ کی بیوی بیان کرتی ہیں میں راستے پر گئی، دیکھتی ہوں ایک قافلہ چلا آ رہا ہے۔ مجھے تنہا اور پریشان دیکھ کر قافلے والوں نے اونٹ روک دیئے۔ مجھ سے دریافت کیا۔

میں نے کہا: ایک مسلمان کا آخری وقت ہے، اس کے کفن دفن کا معاملہ درپیش ہے۔

قافلہ والوں نے پوچھا: وہ کون ہے؟

جواب ملا: صحابی رسول ابوذر غفاریؓ! یہ سنتے ہی قافلے میں ایک شور برپا ہوگیا اور وہ بیک آواز بولے: ان پر ہمارے ماں باپ قربان! روتے ہوئے خیمہ کی طرف آئے، حضرت ابوذر غفاریؓ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بشارت دی۔

جب آپؓ نے بیوی کو قافلہ والوں کی تلاش میں بھیجا تو اپنی صاحبزادی کو حکم دیا کہ ایک بکری ذبح کر کے اس کا گوشت چولہے پر چڑھا دو کیوں کہ گھر میں مہمان آ رہے ہیں۔

قافلے والوں کے لئے وصیت

بیٹی کو وصیت کی کہ جب قافلے والے میری تجہیز وتکفین اور تدفین سے فارغ ہوجائیں تو انہیں کہنا کہ ابوذر غفاریؓ نے تمہیں قسم دی ہے کہ جب تک تم کھانا نہ کھالو اپنی سواریوں پر سوار نہ ہو۔ (تاریخ طبری 5:581)

آپؓ نے اہلِ قافلہ سے مخاطب ہو کر یہ بھی فرمایا:

لوکان لی ثوب يسعني كفنًا لم اكفن الا في ثوب هو لي

اگر میرے پاس اتنا کپڑا ہوتا جو کفن بن سکتا تو مجھے میرے اسی کپڑے میں کفن دیا جاتا۔

میرے کفن ودفن میں کوئی صاحبِ منصب شریک نہ ہو

اہلِ قافلہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتے ہوئے یہ وصیت کی:

لا يكفنني رجل منكم كان اميراً او عريفاً او نقيباً او بريداً

میری تجہیز وتکفین میں ہرگز وہ شخص شریک نہ ہو جو حکومت کے کسی بھی منصب پر ہو، خواہ امیر ہو یا نقیب، محاسب ہو یا پیغام رساں۔

ایک انصاری نوجوان کھڑا ہوا۔ عرض کیا آپؓ کی تمام شرائط میرے اندر موجود ہیں۔ میرے پاس چادریں ہیں جو میری والدہ نے کاتی ہیں۔

آپؓ نے فرمایا: انت صاحبي فكفني

تو ہی میرا دوست ہے تو ہی مجھے کفن دے گا (مسند احمد 5:166)

فرمایا میرا رخ قبلہ کی طرف کر دو، حکم کی تعمیل ہوتے ہی روح پرواز کر گئی۔

غسل وکفن کے بعد جنازہ پڑھانے والے کا انتظار کرنا

طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپؓ نے اپنی بیوی اور غلام کو وصیت فرمائی تھی کہ مجھے غسل وکفن دے کر راستے کے کنارے رکھ دینا، جو پہلا سوار وہاں سے گزرے اسے بتاؤ کہ یہ حضور ﷺ کے صحابی ابوذرؓ ہیں۔ انہوں نے وصیت کے مطابق جنازہ سڑک کے کنارے رکھ دیا۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ معلم امت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے شاگردوں سمیت عمرہ کا احرام باندھے چلے آ رہے ہیں۔ چونکہ آپؓ کو اپنے قدیم دوست اور رفیق کار کا آخری حق ادا کرنا تھا۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عین اس وقت ربذہ پہنچے جب حضرت ابوذر غفاریؓ کا جنازہ سڑک کے کنارے رکھ دیا گیا تھا۔ یوں سرِ راہ جنازہ دیکھ کر آپؓ اور آپؓ کے ساتھی ٹھٹھک کر رک گئے اور انہوں نے اپنی سواریوں کو روک کر پوچھا: یہ کس کا جنازہ ہے؟ بتایا گیا یہ حضرت ابوذر غفاریؓ صحابی رسول ﷺ کا جنازہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ کہتے ہوئے زار وقطار رو دیئے:

صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم تمشي وحدك وتموت وحدك وتبعث وحدك

رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا: اے ابوذرؓ تو اکیلا زندگی بسر کرے گا، اکیلا فوت ہوگا اور روزِ قیامت اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔ (ابن سعد 4:234)

حضرت ابوذر غفاریؓ کی قبر مبارک

تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات زندگی

یہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ بچپن ہی میں والد کے ساتھ مسلمان ہو گئے تھے۔ کم عمری کی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے۔ ان کی والدہ کا نام حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ یہ علم وفضل کے ساتھ بہت ہی عبادت گزار اور متقی وپرہیزگار تھے۔

حضرت میمون بن مہران تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بڑھ کر کسی کو متقی وپرہیزگار نہیں دیکھا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسلمانوں کے امام ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاتِ اقدس کے بعد ساٹھ برس تک حج کے مجمعوں اور دوسرے مواقع پر مسلمانوں کو اسلامی احکامات کے بارے میں فتویٰ دیتے رہے۔ مزاج میں سخاوت کا غلبہ تھا اور بہت زیادہ صدقہ وخیرات کی عادت تھی۔ اپنی جو چیز پسند آجاتی تھی فوراً ہی اس کو راہِ خدا میں خیرات کر دیتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار غلاموں کو خرید خرید کر آزاد فرمایا۔

جنگِ خندق اور اس کے بعد اسلامی لڑائیوں میں برابر کفار سے جنگ کرتے رہے۔ ہاں البتہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لڑائیوں میں غیر جانبدار رہے۔

اتباع سنت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق

اتباع سنت صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑے مشہور ہوئے، جہاں کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں اترتے یا نماز پڑھتے دیکھا تھا وہاں جب کبھی پہنچنے کا اتفاق ہوجاتا تو کیا مجال تھی کہ بغیر اترے یا بغیر نماز پڑھے گزر جائیں۔ 73 ہجری میں 84 برس کی عمر میں وفات پائی۔ مکہ میں انتقال کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے آخری صحابی تھے۔ (المعارف 185,187 / اسد الغابہ 236,241)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وصیتیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معمولات میں ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لقد ترکنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم توفی وما منا احد الا وتغیر عما کان علیہ الاعمر وعبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما (المستدرک 641:3)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے دن ہمیں جس حال میں چھوڑا ہم میں اس کے بعد تبدیلی آگئی مگر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

دیکھنے والا مجنون سمجھتا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے پیار کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجنون تصور کرتا۔ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے:

لو رأیت ابن عمر یتبع اثار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لقلت ھذا مجنون (المستدرک 647:3)

اگر تم حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے دیکھتے تو کہتے یہ تو کوئی دیوانہ ہے۔

آثارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی ایک جھلک

آثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وپیار کی ایک جھلک بھی ملاحظہ کر لیجئے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان درختوں کو ہمیشہ پانی دیا کرتے جن کے بارے میں یہ علم ہوتا کہ ان کے نیچے سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ پوچھنے پر بیان کرتے کہ یہ اسلئے کرتا ہوں تاکہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یادیں تروتازہ رہیں۔ کنزل العمال میں ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں:

ان ابن عمر کان یتبع آثار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کل مکان صلی فیہ حتی ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نزل تحت الشجرۃ فکان ابن عمر یتعاھد تلک الشجرۃ فیصب فی اصلھا الماء کیلا تئیبس (کنز العمال 478:13، سیر اعلام النبلاء 213:3)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان تمام مقامات کی زیارت کرتے جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی تھی۔ یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس درخت کے پاس ہمیشہ جاتے جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تھے اور اسے پانی دیتے تاکہ کہیں یہ سوکھ نہ جائے۔

شیر دم ہلاتا ہوا بھاگا

حضرت علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے طبقات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شیر راستے میں بیٹھا ہوا تھا اور قافلہ والوں کا راستہ روکے ہوئے تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کے قریب جا کر فرمایا کہ راستے سے الگ ہٹ کر کھڑا ہوجا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ ڈانٹ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا راستے سے دور بھاگ نکلا۔ (تفسیر کبیر 79:5 / حجۃ اللہ 866)

ایک فرشتے سے ملاقات

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دوپہر کے وقت دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت سانپ نے سات چکر میں بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سانپ سے فرمایا: اب آپ جب کہ طواف سے فارغ ہو چکے ہیں، یہاں پر آپ کا ٹھہرنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ میرے شہر کے نادان لوگ آپ کو کچھ ایذا نہ پہنچادیں۔ سانپ نے بغور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کو سنا پھر اپنی دم کے بل کھڑا ہوگیا، اور فوراً ہی اڑ کر آسمان کی طرف چلا گیا۔ اس طرح لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ یہ کوئی فرشتہ تھا جو سانپ کی شکل میں طواف کعبہ کے لئے آیا تھا۔ (دلائل النبوۃ 207:3)

زیاد کیسے ہلاک ہوا؟

زیاد سلطنت بنو امیہ کا بہت ہی ظالم وجابر گورنر تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ خبر ملی کہ وہ حجاز کا گورنر بن کر آرہا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ہرگز گوارہ نہ تھا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر ایسا ظالم شخص حکومت کرے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! ابن سمیہ (زیاد) کی اس طرح موت ہوجائے کہ اس کے قصاص میں کوئی مسلمان قتل نہ کیا جائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا مقبول ہوگئی اور اچانک زیاد کے انگوٹھے میں طاعون کی گلٹی نکل پڑی اور وہ ایک ہفتہ کے اندر ہی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ (ابن عساکر والمنتخب 231:5)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کثرت عبادت

اپنی راتوں کو عبادت الٰہی میں صرف کرنے والے عظیم ناموں میں سے ایک عظیم نام جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 73 ہجری میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: قریش کے جوانوں میں دنیا کے متعلق اپنے نفس پر سب سے زیادہ قابو پانے والے جوان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی اس وقت سے میرے دل میں یہ اشتیاق پیدا ہوا کہ میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح عمل کر کے دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شب بیداری

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قیام اللیل کے اہتمام اور اس پر مداومت کے متعلق مروی ہے کہ ایک مرتبہ مسجد میں ان کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو فرشتے پکڑ کر ایک آگ کے پاس لے گئے، یہ آگ کنویں کی طرح ایک گہری جگہ کے اندر تھی، اس کو دیکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ

میں آگ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

اتنے میں ایک فرشتہ ان کے پاس آیا اور کہا: ڈرو مت۔ بیدار ہو کر یہ خواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نعم الرجل عبداللّٰہ لو کان یقوم اللیل

عبداللہ بہت اچھے آدمی ہیں، کاش کہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ فرمایا: عبداللہ صالح آدمی ہیں، اگر رات کے وقت نماز کی کثرت کریں۔

حضرت سالم رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔

حضرت امام شہاب الزہری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو کثرت سے نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواب کی بہترین تعبیر فرمائی کیونکہ ان کو آگ کے سامنے لایا گیا، پھر اس سے نجات ملی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا بھی گیا کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے یہ تنبیہ ہوتی ہے اور اشارہ ملتا ہے کہ قیام اللیل ایسی چیز ہے کہ اس کے سبب سے جہنم کی آگ سے خود کو بھی بچایا جا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کے بعد کبھی قیام اللیل میں سستی نہیں کی۔ (فتح الباری 10:3)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شب بیداری کے متعلق حضرت محمد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پتھر کا ایک برتن تھا، اس میں پانی ہوا کرتا تھا۔ رات کو اٹھ کر نماز پڑھتے، پھر تھوڑی دیر کے لئے سو جاتے، پھر اٹھ جاتے، اس پانی سے وضو فرماتے، نماز پڑھتے، پھر پرندے کی طرح تھوڑی دیر لیٹ جاتے، پھر اٹھ جاتے، وضو کر کے نماز میں مشغول ہو جاتے اور یہ عمل رات بھر چار مرتبہ کرتے۔

اگر کسی وجہ سے عشاء کی جماعت چھوٹ جاتی تو پوری رات جاگ کر گزارتے۔ لہٰذا رات کو اٹھنے کی عادت ڈالو۔ اٹھ کر اگرچہ چند آیات ہی پڑھو تو کافی ہیں، تاکہ رات کے اٹھنے کی عظیم سعادت سے ہر مسلمان بہرہ مند ہو جائے۔ ہو سکتا ہے اس قلیل عمل کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ عمل کثیر کی توفیق دے دیں۔

حضرت ابو غالب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ رات کا اکثر حصہ تہجد میں گزار دیتے۔ ایک رات فجر سے کچھ پہلے مجھ سے فرمایا: ابو غالب اٹھ کر نماز پڑھ لے اور ایک تہائی قرآن کریم کی تلاوت کر لے۔

میں نے عرض کیا: طلوع فجر کا وقت قریب ہے، اتنا کم وقت ہے، ایک تہائی قرآن پڑھنا کیوں کر ممکن ہوگا؟

تو فرمایا: سورۃ اخلاص (قل ھو اللہ احد) ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قرآن پاک کو غور وخوص کے ساتھ پڑھنا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں تلاوت کرتے ہوئے آیات قرآنی میں تدبر وتفکر کرتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قیام کے متعلق حضرت نافع رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس آیت میں جنت کا تذکرہ آتا تو ٹھہر جاتے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے جنت کی دعا کرتے اور روتے رہتے، اور اگر ایسی آیت پڑھتے جس میں جہنم کا ذکر آتا تو وقف کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ سے جہنم سے بچنے کی دعا کرتے۔

(حوالہ اولیاء اللہ کی شب بیداری)

حضرت سالم رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نقل کرتے ہیں کہ عبادت میں جو چیز سب سے پہلے کم ہوگی وہ رات کو تہجد کی نماز اور اس میں آواز کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت ہوگی۔

بوقت وصال عجیب وغریب حسرت کا اظہار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت وفات ارشاد فرمایا کہ میں دنیا کی کسی چیز پر حسرت نہیں کرتا سوائے گرمی کی دوپہر کی پیاس کے (یعنی گرمی میں روزہ نہیں رکھا) اور رات کی مشقت برداشت کرنے کے (یعنی راتوں میں عبادت نہیں کی) اور اس باغی جماعت کے ساتھ قتال نہیں کیا جو ہم پر آ پڑی یعنی (حجاج اور اس کی جماعت) (قیام اللیل)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا محبوب ترین چیز کو اللہ کی راہ میں دینے کا اہتمام

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ

تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے، جب تک اپنی محبوب چیزوں میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو۔

اس ارشاد کی تعمیل میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی محبوب ترین اشیاء اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی جو مثالیں قائم کیں وہ ہماری تاریخ کا درخشاں باب ہیں۔ اس آیت کے تحت مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایسے بہت سے واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ اسی آیت پر عمل کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ معمول بنالیا تھا کہ ان کو اپنی ملکیت کی جو چیز کبھی پسند آتی، اسے صدقہ کر دیتے تھے۔ اسی اصول کے تحت ان کا معمول یہ بھی تھا کہ اپنے غلاموں میں سے جس غلام کو دیکھتے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت میں زیادہ مشغول ہے تو اس کو بھی آزاد فرما دیتے تھے۔

جب غلاموں کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس عادت کا پتہ چلا تو ان میں سے بعض غلاموں نے یہ سلسلہ شروع کر دیا کہ کمر کس کر مسجد میں کھڑے ہو جاتے اور دیر تک نماز میں مشغول رہتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو عبادت میں مشغول دیکھتے تو ان کو آزاد کر دیتے۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ جناب! یہ لوگ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دھوکا دینے کے لئے سب کچھ کرتے ہیں۔ حقیقت میں ان کو عبادت کا اتنا شوق نہیں۔

اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے نیازی سے فرمایا:

من خدعنا باللّٰہ انخدع عنا له

جو شخص ہمیں اللہ کی راہ میں دھوکا دے گا، ہم اس کے دھوکے میں بھی آ جائیں گے۔ (طبقات ابن سعد 167:4 اور تہذیب الاسماء واللغات للنووی 28:1)

سخاوت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ان کے معروف شاگرد حضرت نافع رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کے پاس بیس ہزار سے زائد درہم آ گئے۔ لیکن جس مجلس میں وہ آئے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے اس وقت تک نہیں اٹھے جب تک پورے کے پورے خرچ نہ کر دیئے۔ جب کچھ باقی نہ رہا تو اتفاق سے ایک سائل اور آ گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دینے کے لئے کچھ نہ تھا تو جن لوگوں کو پہلے دے چکے تھے، ان سے قرض لے کر اسے دے دیا۔

سنت ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مداومت

ساری عمر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی معمول رہا کہ کبھی تنہا کھانا نہ کھایا۔ ہمیشہ کھانے کے وقت کچھ نادار افراد کو بلا کر ان کو کھانے میں شریک کرتے تھے۔ ایک مرتبہ گھر والوں نے یہ تدبیر کی کہ قریب کے نادار افراد کو پہلے سے کھانا کھلا دیا اور ان سے کہا کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہیں بلائیں تو ان سے عذر کر دیجئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حسب معمول کھانے کے وقت انہیں دعوت دی تو انہوں نے عذر کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر آ کر کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور اس رات کھانا ہی نہ کھایا۔ (ایضاً 166:4)

ایسے شخص کو ہاضمہ دار چیز سے کیا واسطہ

ایک مرتبہ ایک شخص آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے جوارش تحفے میں لایا اور کہا کہ اس سے کھانا اچھی طرح ہضم ہوتا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھ پر بعض اوقات پورا پورا مہینہ اس حالت میں گزر جاتا ہے کہ میں پیٹ نہیں بھرتا، میں یہ جوارش لے کر کیا کروں گا۔ (ایضاً 150:4)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دسترخوان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دسترخوان بہت وسیع ہوتا تھا۔ بعض اوقات ایک برتن میں کھانا رکھ دیا جاتا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اس کے گرد بیٹھ کر کھاتے۔ انہیں ہر وہ چیز ناپسند تھی جس میں کسی قسم کا دکھاوا ہوتا۔ یہاں تک کہ خوشبو بھی صرف جمعہ کے دن لگاتے تھے۔ دنیاوی لحاظ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش حال تھے، لیکن اپنے مال کو اللہ کے راستے میں لٹاتے رہتے تھے۔ بہت سخی تھے۔ کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے۔ بیسیوں غریب مسکین ان کے ہاں کھانا کھاتے تھے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانے کے لئے بیٹھتے تو اپنے ساتھ کسی مسکین کو ضرور بٹھاتے۔ بعض اوقات اپنے حصے کا کھانا غریبوں کو دے دیتے اور خود بھوکے رہتے۔

ایک بار مچھلی کی خواہش ہوئی۔ جب مچھلی تیار کر کے سامنے رکھی گئی تو ایک سائل نے دروازے پر دستک دی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مچھلی اٹھا کر اسے دے دی۔ ایک مرتبہ بیمار ہوئے، انگور کھانے کی خواہش محسوس کی۔ ان کے لئے انگور تلاش کئے گئے۔ بہت تلاش کے بعد دور سے انگور ملے۔ ابھی انگور ان کے سامنے رکھے ہی گئے تھے کہ ایک سائل آ گیا، انہوں نے گھر والوں سے کہا کہ "انگور اسے دے دو۔"

گھر والوں نے کہا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انگور کھالیں ہم اسے کچھ اور دے دیتے ہیں۔ لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ مانے اور کہا کہ انگور سائل کو دے دو۔ آخر انہیں سائل کو وہ انگور ہی دینا پڑے۔ گھر کا کوئی فرد فوراً سائل کے پیچھے گیا اور وہ انگور اس سے خرید کر لے آیا، تب وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کئے گئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اتباع سنت

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے سفر پر چلے۔ راستے میں انہوں نے اپنی سواری کو ایک جگہ پر روکا، نیچے اترے اور ویرانے میں ایک طرف کو اس طرح گئے جیسے کوئی آدمی قضائے حاجت کے لئے جاتا ہے۔ پھر ایک جگہ پر بیٹھ گئے۔ لگتا یوں تھا کہ فراغت حاصل کرنے کے لئے بیٹھے ہیں، مگر وہ فارغ نہیں ہوئے بلکہ ایسے ہی واپس آ گئے اور اونٹ پر بیٹھ کر آگے چل پڑے۔ ساتھیوں نے پوچھا، حضرت آپ کے اس عمل کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑا ہے۔ حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فراغت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ میں اس لئے نہیں رکا تھا کہ مجھے ضرورت تھی۔ بلکہ اصل میں بات یہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی راستے سے سفر کیا تھا۔ اسی جگہ پر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم رکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر جا کر قضائے حاجت سے فراغت حاصل کی تھی۔ میرا جی چاہا کہ میں بھی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کے مطابق اپنا عمل کر لوں۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کے کتنے محافظ تھے۔ وہ جو کچھ بھی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنتے تھے یا ان کو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مکان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان قبلہ جانب محراب سے مشرق کی طرف واقع تھا۔ اسی میں وہ ستون بھی تھا جس کے اوپر کھڑے ہو کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان دیا کرتے تھے۔ قبلہ کی طرف سے جو مکانات مسجد سے متصل تھے اور جن کے دروازے مسجد نبوی میں کھلا کرتے تھے ان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان بھی تھا اور اس کا دروازہ ''دریچہ آلِ عمر'' کے نام سے مشہور تھا۔ (وفا الوفا 2:718)

اسی مکان کے بارے میں صاحب عمدۃ الاخبار صفحہ نمبر 115 تا 117 نے لکھا ہے کہ وہ مکانات جو کبھی دیارِ عشرہ سے مشہور تھے، سب گرا دیئے گئے۔ البتہ اس زمین کو پکی دیوار سے گھیر کے باہر سے ایک مضبوط دروازہ لگا دیا گیا جس کے اوپر لکھ دیا گیا ''دیارِ آلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' اور اندر پھول پھلواری لگا کر پورے احاطے کو سبزہ زار بنا دیا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریفہ (چہرہ انور) کے سامنے سب کا سب ہرا بھرا چمن بن گیا۔

چار دیواری کے ذریعہ حد بندی کر دینے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کی یہ جگہ ابھی ماضی قریب تک متعین و مشخص تھی۔ مگر 1375ہجری مطابق 1955ء میں سعودی حکومت کی پہلی توسیع کے دوران ساری دیواریں منہدم کر دی گئیں۔ اس لئے اب اس مکان کی کچھ زمین ''جنوبی ہال'' کے اندر اور زیادہ تر حصہ ہال سے متصل باہر کشادہ میدان میں سمجھا جاتا ہے۔

دریچہ آلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریفہ کے بالمقابل قبلہ کی دیوار میں جو لوہے کی کھڑکی ہے وہ ''دریچہ آلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کے محل وقوع کی علامت ہے۔ یہ دریچہ چودہ سو سال کے طویل عرصے کے دوران متعدد مرحلوں سے گذر کر موجودہ حالت تک پہنچا ہے۔

پہلا مرحلہ

ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکان ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان سے جنوب میں یعنی قبلہ کی سمت میں واقع تھا۔ جب خلیفہ سوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 29ہجری میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع کے لئے قبلہ کی دیوار کو آگے بڑھا کر اس جگہ پر لانا چاہا جہاں وہ آج ہے تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کا بھی کچھ حصہ مسجد میں شامل کیا اور اس کے عوض انہیں دوسرا مکان مرحمت فرمایا اور مسجد میں آنے کے لئے جیسا پہلے ان کا راستہ تھا ویسا راستہ بھی بنوا دیا۔

ابن زبالہ کی روایت کے مطابق جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو توسیع مسجد کے لئے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کی ضرورت پڑی تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں کس راستہ سے مسجد جاؤں گی؟

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے اس سے بڑا مکان اور اسی جیسا راستہ بنوا دیں گے۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس وعدے کو پورا فرمایا۔ (تحقیق النصرۃ 73/ خلاصۃ الوفا، 263)

دوسرا مرحلہ

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے 91ہجری میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع فرمائی تو ان کا ارادہ یہ ہوا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باقی ماندہ مکان کو خرید کر مسجد میں داخل کر لیں۔ آلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لوگوں سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا: ہمیں معاوضہ نہیں چاہئے۔ یہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش گاہ تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس مکان کے بغیر مسجد کی توسیع نامکمل رہے گی۔

ان لوگوں نے کہا: آپ کی مرضی، البتہ ہمارا راستہ بند نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں آپ لوگوں کے لئے مسجد میں آنے جانے کے لئے ایک دروازہ لگوا دوں گا۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے آلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مکان کو منہدم کر کے مسجد میں داخل کر لیا اور ان کے لئے پہلے سے زیادہ کشادہ راستہ بنوا دیا۔ جب کہ پہلے اتنا تنگ راستہ تھا کہ ایک آدمی بھی بمشکل ٹیڑھا ہو کر گزر رہا تھا۔ (وفا الوفا 2:515/ اخبار مدینۃ الرسول 98)

تیسرا مرحلہ

آلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی دروازے سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا کرتے تھے، مگر جب خلیفہ مہدی بن منصور عباسی نے 165ہجری میں قبلہ کی طرف ستونوں کی پہلی رو پر مقصورہ بنوا دیا اور آلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس راستے سے مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تو ان لوگوں نے احتجاج کیا۔ بالآخر صلح اس پر ہوئی کہ دروازہ بند کر کے وہاں لوہے کی ایک کھڑکی لگا دی جائے اور ان کے راستے کے لئے ایک سرنگ زیرِ زمین کھودی جائے جو مقصورہ سے باہر ستونوں کی دوسری رو میں جا کر نکلے۔ چنانچہ ایک عرصے تک اسی سرنگ سے آلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا کرتے تھے۔ (تحقیق النصرۃ 73/ وفا الوفا 2:708)

لیکن جب آلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایک کر کے دنیا سے اٹھ گئے تو اس سرنگ پر تالا ڈال دیا گیا۔ صرف ایامِ حج میں حاجیوں کی زیارت کے لئے اسے کھولا جاتا تھا۔ اس کے تالے کی کنجی بھی ایسے لوگوں کے پاس تھی جو آلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے نہ تھے۔ زائرین کی بھیڑ جب بڑھنے لگی اور مردوں اور عورتوں کے اختلاط سے اس جگہ کا تقدس پامال ہونے لگا تو لوگوں کے مطالبہ پر سلطان اشرف قایتبائی نے اس دروازے کو بند کرنے کا حکم دے دیا۔ (یہ اشرف ابوالنصر قایتبائی جرکسی محمودی اشرفی ظاہری ہیں، جو سلطان ظاہر جمق کے غلام اور خادم تھے۔ سلطان نے انہیں آزاد کیا، آزادی کے بعد بھی قایتبائی حکومت کی خدمت کرتے رہے، تا آنکہ شاہی خاندان کے اتالیق مقرر ہو گئے۔ اور اس اتالیقی نے قایتبائی کو تختِ شاہی تک پہنچا دیا۔ 872ہجری بمطابق 1468ء میں سلطنت کی باگ دوڑ سنبھالی اور تاحیات حکومت کی۔ وفات 901ہجری مطابق 1496 میں ہوئی۔)

نتیجتاً شیخ حرم نے 4ذیقعدہ 888ہجری بمطابق 1483ء کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر سے پختہ دیوار کے ساتھ اس سرنگ کے دروازے کو بھی بند کرا دیا۔ اور مسجد کے اندر جو دروازہ تھا اس کو نکال کر مٹی بھروا دی اور زمین کو برابر کر کے ہمیشہ کے لئے سرنگ کا نام ونشان مٹا دیا۔ اور اب قبلہ کی دیوار میں ایک کھڑکی کے سوا کچھ بھی نہیں، جو دریچہ آلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ پر بطور علامت اب تک باقی چلی آ رہی ہے۔ (المدینۃ المنورۃ تطورھا العمرانی 254، 280/ وفا الوفا، 716-708)

زیر نظر تصویر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ یہاں مواجہ شریف کے سامنے کی طرف حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مبارکہ تھیں۔ ان کی وفات کے بعد یہ مکان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے لوگوں کی ملکیت میں چلا گیا تھا۔

حجاج بن یوسف کے ہاتھوں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت

حجاج بن یوسف عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت میں مکہ مکرمہ کا گورنر بن گیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار جید صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیشہ حق کی آواز بلند فرمائی۔ اسی وجہ سے حجاج بن یوسف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مخالف تھا۔ لیکن بظاہر وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ مگر در پردہ وہ اس کوشش میں تھا کہ کسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ ایک دن حجاج بن یوسف نے خطبہ دیا اور نماز میں تاخیر کر دی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے حجاج! سورج تمہارا انتظار نہیں کرے گا، نماز پڑھاؤ۔

حجاج کو یہ بات سن کر بڑا غصہ آیا اور کہنے لگا: میرا دل چاہتا ہے کہ میں یہ گردن اڑا دوں جس میں تیری آنکھیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آہستگی سے فرمایا: تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ تو ایک بے وقوف حاکم ہے۔

حجاج نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات کو نہ سنا کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات آہستہ سے فرمائی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرفہ اور دیگر مواقف میں ان مقامات کو تلاش کرتے رہتے تھے جہاں حضور نبی کریم ﷺ وقوف فرمایا کرتے تھے۔ حجاج کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ باتیں بہت ہی ناگوار گزرتی تھیں لیکن وہ احکام حج میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اعلانیہ طور پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر سکتا تھا۔ بس اپنے دل میں پیچ و تاب کھاتا رہتا تھا۔ آخر ایک دن اس نے ایک شخص کو اس بات پر تیار کیا کہ وہ اپنے نیزے کی نوک زہر آلود کرے اور عرفات کے دن عام ہجوم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں کو چبھو دے۔ چنانچہ جب لوگ عرفات سے مزدلفہ کی طرف جا رہے تھے تو اس شخص نے راستے میں زہر آلود نیزے کی نوک سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں کو زخمی کر دیا۔ اسی زخم سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت ہوگئی۔ یہ واقعہ 63 ہجری میں پیش آیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس دوران حجاج بن یوسف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر گیری کے لئے آیا اور کہنے لگا کہ ''آپ مجھے اس شخص کا نام بتائیں جس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزہ مارا ہے، میں اسے قتل کر دوں گا۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے حجاج تو ہرگز ایسا نہیں کرے گا۔

حجاج کہنے لگا: اگر میں ایسا نہ کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے قتل کرے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے حجاج! تو نے حرم پاک میں ہتھیار داخل کرنے کا حکم دیا ہے اور تو نے ہی مجھے مارا ہے۔

یہ سن کر حجاج بن یوسف شرمندہ ہوگیا اور کہنے لگا: اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا نہ کہیں۔ یہ کہہ کر خاموشی سے چلا گیا۔ اور پھر اس کے چند دن بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ حجاج نے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

عرفات کا وہ میدان جہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حجاج نے زہر دے کر شہید کروایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں دفن ہیں؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کے بارے میں اکثر مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت المعلی میں دفن ہیں۔ مگر حیران کن بات یہ ہے کہ شام میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک موجود ہے۔ جہاں زائرین کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں دفن ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، ہم نے اس کتاب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب دونوں مقامات کی تصاویر شامل کردی ہیں۔

پہلا قول: جنت المعلیٰ جہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

مقدس ومبارک قبرستان: جنت المعلیٰ

مکہ مکرمہ کا مشہور اور تاریخی قبرستان جنت المعلیٰ کہلاتا ہے۔ یہ اب مکہ کی آبادی میں گھرا ہوا ہے۔ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی افراد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صاحبزادہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری آرام گاہیں ہیں۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہیں آسودہ خواب ہیں۔ جن میں سیدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مدفون ہیں۔ قبرستان کو دو حصوں میں تقسیم کر کے درمیان سے سڑک نکالی گئی ہے۔ یہی سڑک آگے کی طرف منیٰ کو چلی جاتی ہے۔

جنت المعلیٰ میں موجود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

مقبرة عبدالله بن عمر رقم ٢
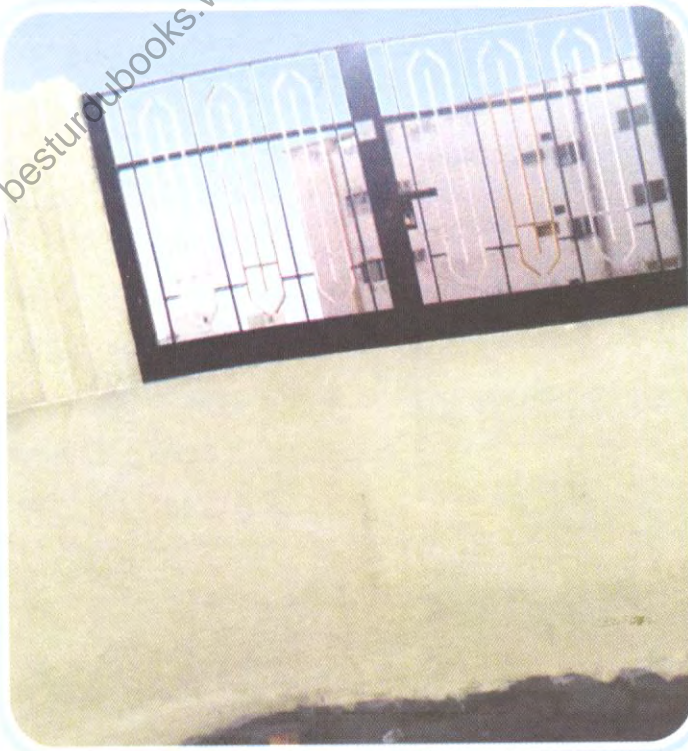
دوسرا قول: شام میں موجود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار و مسجد
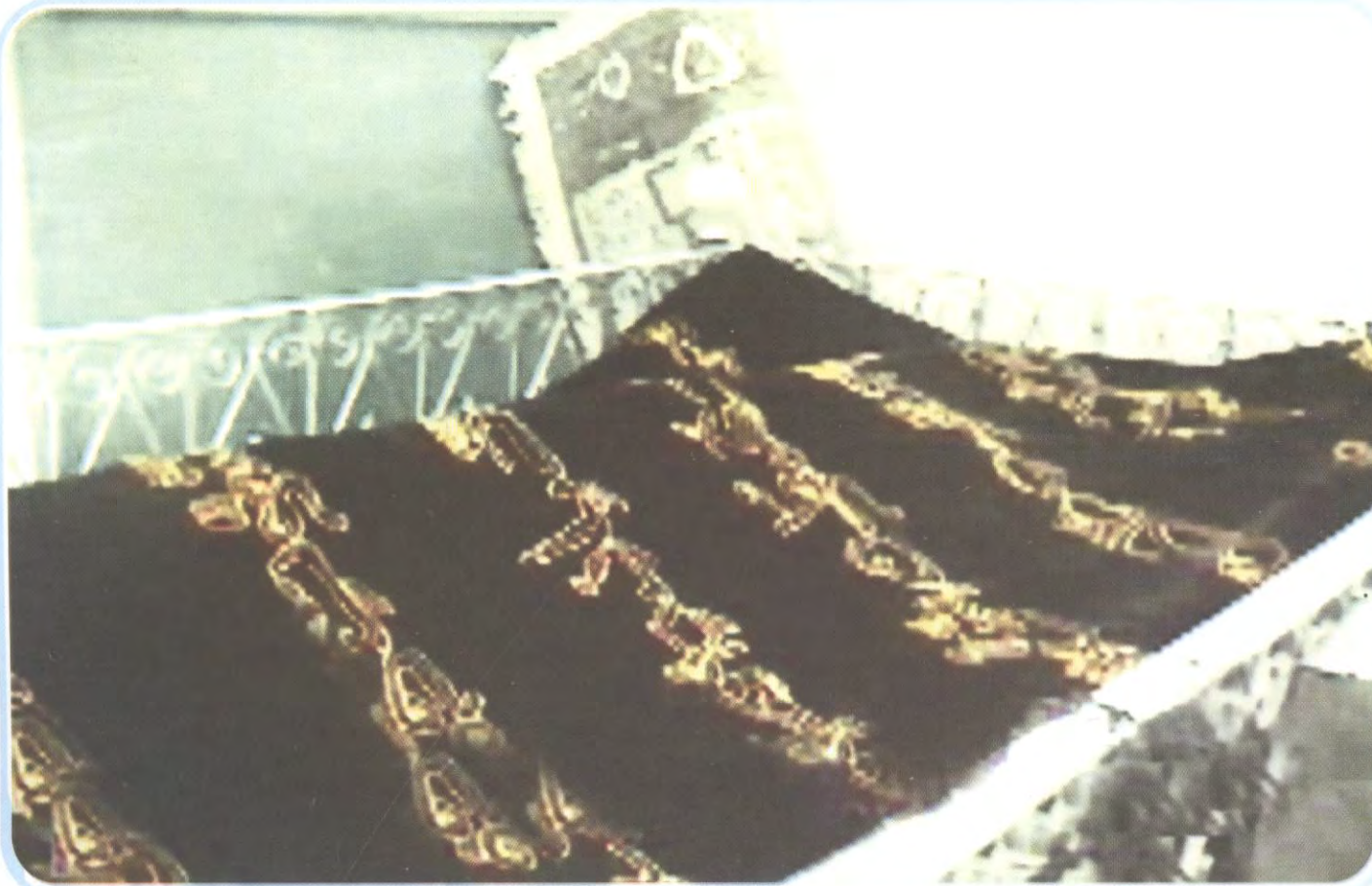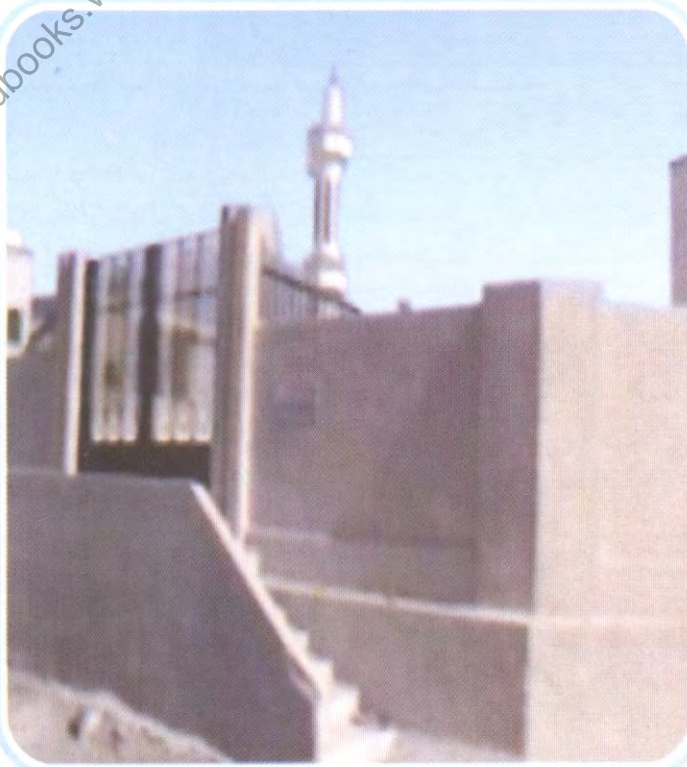
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

تذکرہ حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالاتِ زندگی

یہ بہت ہی بلند مرتبہ صحابی ہیں۔ جنگ احد اور اس کے بعد کے تمام اسلامی معرکوں میں کفار سے لڑتے رہے۔ 6 ہجری میں حضورِ اقدس ﷺ نے ان کو روم کے بادشاہ قیصر کے دربار میں اپنا مبارک خط دے کر بھیجا اور قیصرِ روم حضور ﷺ کا خط مبارک پڑھ کر ایمان لے آیا، مگر اس نے سلطنت کے ارکان کے ڈر سے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں چمڑے کا موزہ بطورِ نذرانہ پیش کیا اور حضور اکرم ﷺ نے اس کو قبول فرمایا۔ یہ مدینہ منورہ سے شام میں آکر مقیم ہو گئے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک زندہ رہے۔ (اکمال 594)

حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی صورت میں

ان کی مشہور کرامت یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی صورت میں زمین پر نازل ہوا کرتے تھے۔ (اکمال 594 واسد الغابہ 130:2)

حسنِ یوسف علیہ السلام کے پیکر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے تھے جو اپنے حسن و جمال میں یگانہ روزگار تھے۔ آنحضرت نے انہیں جبرائیل علیہ السلام کے مشابہ قرار دیا تھا۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام جب کبھی انسانی شکل میں آتے تو عموماً حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت اختیار فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک گھوڑے پر سوار ہیں، اور آنحضرت ﷺ اس گھوڑے پر ہاتھ رکھ کر حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باتیں کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس واقعے کا ذکر آپ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تو جبرائیل علیہ السلام تھے۔ (طبقات ابن سعد 250:4)

ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنے حسین و جمیل تھے کہ جب کسی نئے علاقے میں جاتے تو نوجوان لڑکیاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھنے کے لئے باہر نکل آیا کرتی تھیں۔ (المصباح المضیئی لابن ابی حدیدہ 268:1)

آنحضرت ﷺ نے قیصرِ روم کو جو تبلیغی مکتوب روانہ فرمایا، وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے ذریعے سے روانہ فرمایا تھا۔ اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت ﷺ کا ایلچی بننے کی بھی سعادت حاصل ہے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیصر کو خط پہنچا کر واپس مدینہ طیبہ آئے تو شام سے آنحضرت ﷺ کے لئے کچھ پستہ، کچھ اخروٹ اور ایک اونی جبہ اور دو چمڑے کے موزے بطور ہدیہ لے کر آئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ تمام تحفے قبول فرمائے۔ اور موزے تو اتنے پہنے کہ وہ پھٹ گئے۔ (المصباح المضیئی 268:1 بحوالہ جہاں دیدہ)

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ کا خصوصی تعلق

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس مصر کا کچھ باریک سوتی کپڑا آیا، جسے قبطیہ کہتے تھے۔ آنحضور ﷺ نے ایک ٹکڑا حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دیا اور فرمایا کہ اس کے دو حصے کر لینا، ایک میں اپنی قمیص بنا لینا اور دوسرا حصہ اپنی اہلیہ کو دے دینا کہ وہ اپنی اوڑھنی بنا لیں۔ حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کپڑا لے کر جانے لگے تو آپ ﷺ نے انہیں دوبارہ بلا کر فرمایا: اپنی اہلیہ سے کہنا کہ وہ اس کے نیچے کوئی استر لگا لیں تا کہ کپڑے سے جسم نہ جھلکے۔ (ابن عساکر 219:5 بحوالہ ابوداؤد)

ان تمام واقعات سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی جس خصوصی شفقت کا پتا چلتا ہے جو کہ بیان کی محتاج نہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر کے بعد تقریباً ہر جہاد میں شامل رہے، یرموک کے معرکے میں بھی شریک تھے، بعد میں "مزہ" میں قیام اختیار فرما لیا تھا اور وہیں پر وفات پائی۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری آرامگاہ کی نشاندہی کرنے والا کتبہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط شاہان وقت کے نام

سفیرِ نبوت	شہر/ملک	مکتوب الیہ حکمران
حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	اکسوم (حبشہ)	نجاشی اصحمہ بن ابجر
حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بحرین	منذر بن ساویٰ
حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	طیسفون (مدائن)	کسریٰ (خسرو پرویز)
حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	القدس (یروشلم)	قیصر روم ہرقل
حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	اسکندریہ (مصر)	مقوقس (شاہ مصر)
حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	عمان	جیفر وعبد پسران جلندی
حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	یمامہ	ہوذہ بن علی
حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	غوطہ دمشق	حارث بن ابی شمر غسانی
حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	موتہ بلقاء (اردن)	شرحبیل بن عمرو غسانی

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

مِزّہ

دمشق سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے جس کا نام مزہ ہے۔ اس میں حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات مبارکہ ہیں۔ یہ دونوں بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ہیں۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی ہیں کہ ان کی شکل وصورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آیا کرتے اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے ساتھ بیٹھنے کا شرف بخشا۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقبرہ مبارک

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا داخلی دروازہ

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی سرہانے کی جانب سے تصویر

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی تصویر سینہ مبارک کی طرف سے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک بنام مقوقس (شاہِ مصر)

تذکرہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی

وہ کون ہے جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سات آسمانوں کی بلندی سے تنبیہ والی آیات نازل کی گئیں؟ وہ کون ہے جس کی شان میں خدائے تعالیٰ کے یہاں سے وحی لے کر جبرائیل آئے تھے؟ وہ مؤذن رسول حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کے باشندے اور خاندانِ قریش کے چشم و چراغ تھے۔ رحمی رشتے کے ذریعے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ وہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد کے ماموں زاد تھے۔ ان کے والد کا نام قیس بن زائد اور والدہ کا اسم گرامی عاتکہ بنت عبداللہ تھا جو عام طور سے اپنی کنیت ام مکتوم کے ساتھ مشہور تھے۔ کیوں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدائشی نابینا تھے۔

نابینا ہونے کے باوجود جماعت کی نماز کا اہتمام

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کریم کے حافظ تھے اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں لوگوں کو قرأت سکھایا کرتے تھے۔ ان کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں باجماعت نماز ادا کرنے کا بے حد شوق تھا۔ گھر اگرچہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور تھا، لیکن وہ پانچوں وقت بڑی مستعدی کے ساتھ راستہ ٹٹولتے ٹٹولتے مسجد میں پہنچ جاتے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ راستے میں کئی جگہ جھاڑیاں تھیں۔ چونکہ وہ کسی ساتھی یا رہنما کے بغیر ہوتے تھے، اس لئے کئی بار ایسا ہوا کہ ان کے کپڑے کا دامن کسی جھاڑی میں الجھ گیا اور اسے چھڑانے کیلئے انہیں بڑی زحمت اٹھانی پڑتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بعض دفعہ گھر سے مسجد آنے میں بڑی دقت ہوتی ہے، کیا گھر میں نماز پڑھ لیا کروں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم اپنے گھر پر اذان اور اقامت کی آواز سن لیتے ہو؟

انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر تم ضرور مسجد ہی میں آکر نماز ادا کیا کرو۔ چنانچہ اس کے بعد وہ ہمیشہ بڑے شوق اور لگن کے ساتھ پانچوں وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں باقاعدگی سے آتے رہے۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جہاں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن کے فرائض ادا کرتے تھے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں جاتے ہوئے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نائب بنا کر روانہ ہوتے تھے۔

غریب نابینا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے قرآن کا نزول

حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی کے دوسرے مؤذن تھے جو عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اکثر فجر کی اذان دیا کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ کے باشندے تھے اور ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ماموں زاد بھائی تھے۔ بچپن ہی میں آنکھیں جاتی رہی تھیں اور نابینا ہو گئے تھے۔ پھر جب ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی مدینہ طیبہ میں جا کر مقیم ہو گئے تھے۔ قرآن کریم کی دو آیتیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر 95 شروع میں اس طرح تھی:

لایستوی القاعدون من المؤمنین . والمجاهدون فی سبیل اللہ

مہاجرین میں سے جو لوگ جہاد سے بیٹھے ہوئے ہوں (یعنی جہاد نہ کریں) وہ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔

اس آیت کے نزول پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشویش ہوئی کہ وہ اپنی آنکھوں کے عذر کی وجہ سے جہاد میں حصہ نہیں لے سکتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بینائی کا عذر بیان کیا، اس پر اسی آیت کا یہ ٹکڑا نازل ہوا:

غَیرُ اُولِی الضَّرَر

سوائے ان لوگوں کے جن کو عذر ہو۔

اسی طرح سورۂ عبس کی ابتدائی آیات بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے بارے میں نازل ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے سرداروں کو تبلیغ فرما رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی مسئلہ پوچھنے کیلئے آئے۔ اور نابینا ہونے کی بنا پر یہ نہ دیکھ سکے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کون لوگ بیٹھے ہیں۔ اس لئے بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے سوال کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سمجھ کر کہ ان سے بے تکلفی ہے) ان سے رخ پھیر لیا اور اس شخص کو تبلیغ کرنے میں مصروف رہے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی ۝ اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ۝ وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی ۝ اَوۡ یَذَّکَّرُ فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی ۝ اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰی ۝ فَاَنۡتَ لَہٗ تَصَدّٰی ۝ وَمَا عَلَیۡکَ اَلَّا یَزَّکّٰی ۝ وَاَمَّا مَنۡ جَآءَکَ یَسۡعٰی ۝ وَہُوَ یَخۡشٰی ۝ فَاَنۡتَ عَنۡہُ تَلَہّٰی ۝

چیں بہ چیں ہوئے اور منہ موڑ لیا۔ اس بات سے کہ ان کے پاس نابینا آیا اور آپکو کیا خبر کہ شاید وہ (آپ کے جواب سے) پاک ہو جاتا، یا نصیحت قبول کرتا اور نصیحت اس کے لئے نفع بخش ہوتی جو شخص استغناء کا معاملہ کرتا ہے، اس کی تو آپ فکر میں پڑتے ہیں اور وہ شخص جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (اللہ سے) ڈرتا بھی ہے، اس سے آپ بے اعتنائی کرتے ہیں۔

آیات مبارکہ کا مصداق صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان آیات میں نابینا سے مراد حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں اور ان کی فضیلت کے لئے یہی کیا کم ہے کہ قرآن کریم نے ان کی خشیت الٰہی کی گواہی دی ہے۔

مدینہ طیبہ ہجرت کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہاد وغیرہ کے لئے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جاتے تو اکثر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنا کر تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ (الاصابہ 516:2)

اگر چہ قرآن کریم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہاد کی فرضیت سے مستثنیٰ قرار دے دیا تھا، لیکن جہاد کا شوق اس قدر تھا کہ بہت سی لڑائیوں میں شامل ہوتے اور امیر لشکر سے یہ مطالبہ فرماتے کہ جھنڈا میرے سپرد کر دو، کیوں کہ میں نابینا ہونے کی وجہ سے بھاگ نہیں سکتا۔ (طبقات ابن سعد 154:4)

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایران کے ساتھ شہرۂ آفاق جنگ قادسیہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سیاہ رنگ کا جھنڈا اٹھایا ہوا تھا اور سینے پر زرہ پہنی ہوئی تھی۔

جنگ قادسیہ کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات معلوم نہیں ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قادسیہ ہی میں شہید ہو گئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وہاں سے مدینہ منورہ واپس آ گئے تھے اور مدینہ طیبہ ہی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔ مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک دمشق میں موجود ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالیہ لکھتے ہیں کہ کتابوں میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شام آنے کا تذکرہ مجھے تلاش کے باوجود نہیں ملا۔ اس لئے یہ پتہ نہیں لگتا کہ دمشق کے اس قبرستان میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے مدفون ہو سکتے ہیں؟ اور اس قبر کی نسبت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف درست ہے یا نہیں؟ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

ایرانیوں کے خلاف فیصلہ کن معرکہ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 14 ہجری میں ایرانیوں کے ساتھ ایک ایسی فیصلہ کن جنگ کا عزم مصمم کیا جو ان کی حکومت کو زیر وزبر کر دے اور ان کی سلطنت کا خاتمہ کر کے لشکر اسلام کیلئے آگے بڑھنے کا راستہ صاف کر دے۔ اس لئے انہوں نے اپنے صوبائی گورنروں کو ہدایت بھیجی:

”ہر اس شخص کو جلد از جلد میرے پاس بھیج دو جس کے پاس اسلحہ یا گھوڑا یا قوت وشجاعت یا جنگی سوجھ بوجھ ہو۔“

اور مسلمانوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس پکار پر لبیک کہا اور وہ جوق در جوق مرکز خلافت مدینہ کی جانب امڈ پڑے۔ ان لبیک کہنے والوں میں نابینا مجاہد حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لشکر کی قیادت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی اور انہیں ہدایت ونصائح کے ساتھ رخصت کیا۔ جب یہ لشکر قادسیہ کے مقام پر پہنچ کر خیمہ زن ہوا اور جنگ کا دن آیا تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ زرہ پہن کر مکمل تیار ہو کر نکلے اور خود کو مسلمانوں کی علمبرداری اور اس کی حفاظت یا اس کی حفاضت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

شہادت کی سعادت سے نابینا بھی محروم نہیں

دونوں فوجوں میں تین دن تک سخت خونریز معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ دونوں فریق ایک دوسرے سے اس طرح ٹکرائے کہ جنگوں کی تاریخ سے اس کی مثال بمشکل پیش کی جاسکتی ہے۔ آخرکار تیسرے روز مسلمانوں کی زبردست فتح کے ساتھ اس جنگ کا خاتمہ ہوا اور دنیا کی عظیم ترین سلطنت کا نام ونشان صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا اور کفروبت پرستی کی سرزمین پر توحید کا جھنڈا لہرانے لگا۔ اس فتح مبین کی قیمت ہزاروں شہداء نے اپنے خون سے ادا کی تھی۔ ان شہیدوں میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ وہ میدان جنگ میں اس حال میں پڑے ہوئے پائے گئے کہ اپنے خون میں لت پت، علم اسلام کو اپنے کندھے سے چمٹائے ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک
دمشق کے مشہور قبرستان باب الصغیر میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر بھی ہے۔ یہ قبر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے قریب واقع ہے

دمشق کے قبرستان باب الصغیر میں مدفون حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار

باب الصغیر دمشق کا مشہور قبرستان ہے اور دمشق کے جس علاقے سے اس کا نام پوچھیں گے ہر فرد اس کا پتا دے گا۔ ٹیکسی وغیرہ بھی یہاں تک پہنچنے کے لئے مل جاتی ہے۔ یہ عظیم قبرستان ہے اس میں اہل بیت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اور بے شمار بزرگوں کے مزارات ہیں۔ چند مشاہیر کے اسمائے گرامی حاضر ہیں۔

1 سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم
2 سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3 سیدنا کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4 سیدنا واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5 سیدنا معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6 سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7 سیدنا فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8 سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9 سیدنا سہل بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10 سیدنا سہل بن الربیع الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11 سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زوجۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
12 سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
13 سیدہ فضہ جاریہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
14 سیدہ ام الدرداء زوجہ صغریٰ ابوعبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
15 سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا
16 سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جاریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
17 سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب
18 سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
19 سیدہ سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بن ابی طالب
20 سیدہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بن ابی طالب
21 سیدہ ام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جعفر بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما
22 سیدنا ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
23 سیدنا عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ بن امام زین العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ
24 سیدنا محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بن ابی طالب
25 سیدنا سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی بن عبداللہ بن العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ان کے علاوہ ایک قبہ میں سولہ شہدائے کربلا کے سر مبارک دفن ہیں جو یزید کے پاس ابن زیاد نے بھجوائے تھے۔ ان کے قبہ کے سامنے لکھا ہوا ہے کہ ان کے اسمائے گرامی یہ تھے:

1 سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2 سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3 سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4 سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5 سیدنا جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6 سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7 سیدنا محمد بن علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
8 سیدنا جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9 سیدنا عبداللہ بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما
10 سیدنا محمد بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما
11 سیدنا حبیب مظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12 سیدنا عون بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

هذا مقام رؤس الشهداء الستة عشرة رؤسا استشهدوا يوم كربلا مع الامام الحسين بن علی رضوان الله عليهم اجمعين

اس مقام پر 16 شہداء کے سر مبارک ہیں جنہوں نے کربلا میں سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ شہادت پائی۔

13 سیدنا حر رحمہ اللہ تعالیٰ بن یزید
14 سیدنا قاسم بن الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ
15 سیدنا عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
16 سیدنا علی اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ

مذکورہ بالا وہ مقدس حضرات ہیں جن کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں۔ یہ سب کے سب گلشنِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول اور کلیاں ہیں ان کی بارگاہِ اقدس میں حاضری بہت بڑا اشرف و سعادت ہے۔

باب الصغیر کا روحانی اور نورانی ہستیوں سے لبریز قبرستان

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک (دمشق)

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک جنگلے کے درمیان سے نمایاں ہو رہی ہے

باب الصغیر کے قبرستان کا بیرونی منظر

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبرے کی قریب سے لی گئی تصویر

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقبرہ قبروں کے درمیان واضح ہو رہا ہے

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر لگا کتبہ

باب الصغیر قبرستان میں کبار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقابر واضح نظر آرہے ہیں
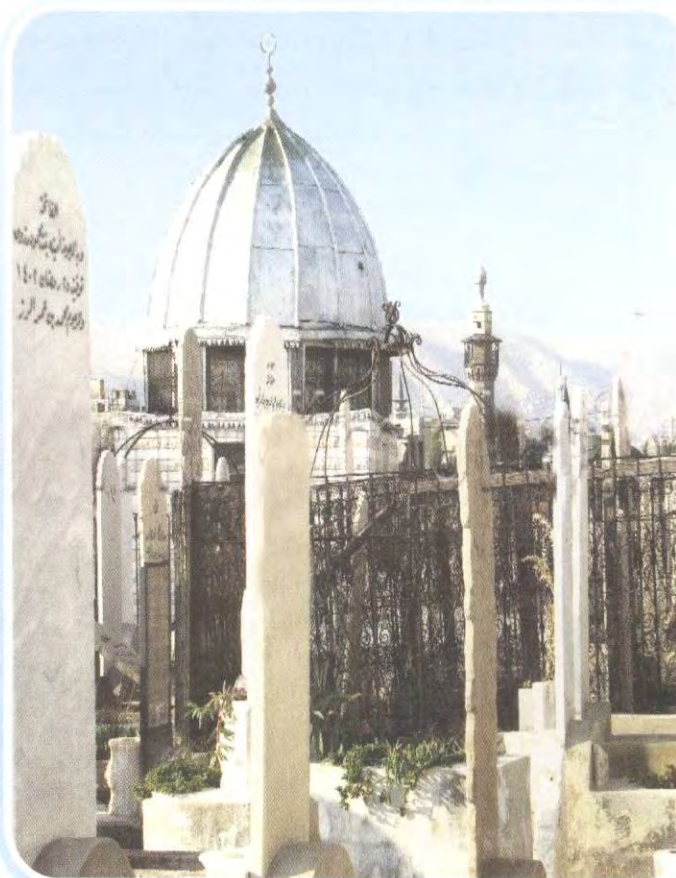
باب الصغیر کا قبرستان

تذکرہ حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر میں دوسرے مزار پر صاحب مزار کا نام ''حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہوا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں احقر کو پوری تحقیق نہ ہو سکی کہ کون بزرگ ہیں؟ جہاں تک حضرت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق ہے وہ مشہور انصاری صحابی ہیں۔ لیکن ان کا قیام مدینہ طیبہ ہی میں رہا۔ اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ (الاصابہ 214:1)

حضرت عبد اللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نام کے دو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔ ایک حضرت عبداللہ بن جابر الانصاری البیاضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور دوسرے حضرت عبداللہ بن جابر العبدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ لیکن دونوں بزرگوں کے نہ حالات دستیاب ہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ انہوں نے کہاں وفات پائی۔ (ملاحظہ ہو الاصابہ 277:2)

لہٰذا ایک احتمال تو یہ ہے کہ صاحب مزاران میں سے کوئی بزرگ ہوں۔

دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہوں اور مدائن میں آکر مقیم ہو گئے ہوں۔ لیکن معمولی جستجو سے احقر کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادوں کا کوئی تذکرہ نہیں مل سکا، جس سے اس احتمال کی تصدیق یا تکذیب ہو سکے۔ بہرکیف! اس علاقے میں مشہور یہی ہے کہ یہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں۔

ایک عجیب ایمان افروز واقعہ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات کے ساتھ اسی صدی میں ایک عجیب وغریب اور ایمان افروز واقعہ رونما ہوا جو آج کل بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ یہ واقعہ میں نے پہلی بار جناب مولانا ظفر احمد صاحب انصاری سے سنا تھا۔ پھر بغداد میں وزارت اوقاف کے ڈائریکٹر تعلقاتِ عامہ جناب خیر اللہ حدیثی صاحب نے بھی اجمالاً اس کا ذکر کیا۔

یہ 1932ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت عراق میں بادشاہت تھی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبریں اس وقت یہاں (جامع مسجد سلمان کے احاطے میں) نہیں تھیں۔ بلکہ یہاں سے کافی فاصلے پر دریائے دجلہ اور مسجد سلمان کے درمیان کسی جگہ واقع تھی۔

1929ء میں بادشاہِ وقت نے خواب میں دیکھا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے فرما رہے ہیں کہ ہماری قبروں میں پانی آ رہا ہے، اس کا مناسب انتظام کرو۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دریائے دجلہ اور قبروں کے درمیان کسی جگہ گہری کھدائی کر کے دیکھا جائے کہ دجلہ کا پانی اندرونی طور پر قبروں کی طرف رس رہا ہے یا نہیں؟ کھدائی کی گئی لیکن پانی رسنے کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔ چنانچہ بادشاہ نے اس بات کو ایک خواب سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔

لیکن اس کے بعد پھر غالباً ایک سے زیادہ مرتبہ وہی خواب دکھائی دیا۔ جس سے بادشاہ کو بڑی تشویش ہوئی اور اس نے علماء کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا۔ ایسا یاد پڑتا ہے کہ اس وقت عراق کے کسی عالم نے بھی بیان کیا کہ انہوں نے بھی بعینہٖ یہی خواب دیکھا ہے۔ اس وقت مشورے اور بحث ومباحثے کے بعد رائے یہ قرار پائی کہ دونوں بزرگوں کی مبارک قبروں کو کھول کر دیکھا جائے۔ اور اگر پانی وغیرہ آ رہا ہو تو ان کے جسموں کو منتقل کیا جائے۔ اس وقت کے علماء نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔

چونکہ قرونِ اولیٰ کے دو عظیم بزرگوں اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبروں کو کھولنے کا یہ واقعہ تاریخ میں پہلا واقعہ تھا، اس لئے حکومتِ عراق نے اس کا بڑا زبردست اہتمام کیا۔ اس کے لئے ایک تاریخ مقرر کی، تاکہ لوگ اس عمل میں شریک ہو سکیں۔ اتفاق سے وہ تاریخ ایام حج کے قریب تھی۔ جب اس ارادے کی اطلاع حجاز کو پہنچی تو وہاں حج پر آئے ہوئے لوگوں نے حکومتِ عراق سے درخواست کی کہ اس تاریخ کو قدرے مؤخر کر دیا جائے تاکہ حج سے فارغ ہو کر جو لوگ عراق آنا چاہیں وہ آ سکیں۔ چنانچہ حکومت عراق نے حج کے بعد کی ایک تاریخ مقرر کر دی۔

حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

کہا جاتا ہے مقررہ تاریخ پر نہ صرف اندرون عراق بلکہ دوسرے ملکوں سے بھی خلقت کا اس قدر ازدحام ہوا کہ حکومت نے سب کو یہ عمل دکھانے کے لئے بڑی بڑی اسکرینیں دور تک فِٹ کیں تا کہ جو لوگ براہِ راست قبروں کے پاس یہ عمل نہ دیکھ سکیں وہ ان اسکرینوں پر اس کا عکس دیکھ لیں۔

اس طرح یہ مبارک قبریں کھول دی گئیں اور ہزار ہا افراد کے گویا ٹھاٹیں مارتا سمندر نے یہ حیرت انگیز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ تقریباً تیرہ صدیاں گزرنے کے باوجود دونوں بزرگوں کی نعش ہائے مبارک صحیح وسالم اور تروتازہ تھیں۔ بلکہ ایک غیر مسلم ماہر امراضِ چشم وہاں موجود تھا۔ اس نے نعش مبارک کو دیکھ کر بتایا کہ ان کی آنکھوں میں ابھی تک وہ چمک موجود ہے جو کسی مردے کی آنکھوں میں انتقال کے کچھ دیر بعد بھی موجود نہیں رہ سکتی چنانچہ وہ شخص یہ منظر دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

نعش مبارک کو منتقل کرنے کے لئے پہلے سے ہی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے قریب جگہ تیار کر لی گئی تھی۔ وہاں تک لے جانے کیلئے نعش مبارک کو جنازے پر رکھا گیا، اس میں لمبے لمبے بانس باندھے گئے اور ہزار ہا افراد کو کندھا دینے کی سعادت نصیب ہوئی اور اس طرح اب ان دونوں بزرگوں کی قبریں موجودہ جگہ پر بنی ہوئی ہیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب انصاری صاحب کا بیان ہے کہ 1929ء کا یہ واقعہ مجھے یاد ہے۔ اس زمانے میں اخبارات کے اندر اس کا بڑا چرچا ہوا تھا۔ اور اس وقت ہندوستان سے ایک ادبی گھرانے کا ایک جوڑا عراق گیا ہوا تھا۔ ان دونوں میاں بیوی نے یہ واقعہ بچشم خود دیکھا اور غالباً بیوی نے اپنے اس سفر کی روداد ایک سفر نامے میں تحریر کی جو کتابی شکل میں شائع ہوا اور اس کی ایک کاپی حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ اس سفر نامے میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس وقت کسی غیر ملکی فرم کے ذریعے اس پورے عمل کی عکس بندی بھی کی گئی تھی۔ اور بہت سے غیر مسلم بھی یہ واقعہ خاص طور پر دیکھنے آئے تھے۔ وہ اس اثر انگیز منظر سے نہ صرف بہت متاثر ہوئے بلکہ بہت سے لوگوں نے اس منظر کو دیکھ کر اسلام قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ اور اپنے دین کی حقانیت کے ایسے معجزے کبھی کبھی دکھلاتے ہیں۔

سنريهم آياتنا فى الآفاق وفى انفسهم حتى يتبين لهم انّه الحق

ہم ان کو آفاق میں بھی اور خود ان کے وجود میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے تا کہ ان پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہی (دین) حق ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے صاحبزادے ہیں تو یہ عجیب وغریب اتفاق ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ان کے دادا کے ساتھ بھی بعینہٖ اسی طرح کا واقعہ پیش آ چکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ احد کے سب سے پہلے شہید تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن فرمایا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ شہداء کے لئے کفن تک میسر نہ تھے۔ اس لئے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک چادر میں کفن دیا گیا جس میں چہرہ تو چھپ گیا لیکن پاؤں کھلے رہے جن پر گھاس ڈال دی گئی۔ اتفاق سے یہ قبر نشیب میں واقع تھی۔ چالیس سال بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں یہاں سیلاب آیا اور وہاں سے ایک نہر بھی نکالنی تھی۔ اس موقع پر قبر کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں کھولا گیا تو دونوں بزرگوں کے اجسام بالکل صحیح وسالم اور تروتازہ تھے۔ بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ ان کے چہرے پر جو زخم تھا ان کا ہاتھ اس زخم پر رکھا ہوا تھا۔ لوگوں نے ہاتھ وہاں سے ہٹایا تو تازہ خون بہنے لگا۔ پھر ہاتھ دوبارہ وہاں رکھا تو خون بند ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد 562:3)

حضرت عبداللہ بن جابر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک (عراق)

مدینۃ المنورہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باغ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے کھجور کا درخت لگایا تھا

مکہ مکرمہ میں موجود حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

مکہ مکرمہ میں موجود حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کنواں (بشکریہ صوفی فاروق جان سوں)

تذکرہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ ان کی کنیت ابوالفضل تھی۔ ان کی والدہ کا نام نتیلہ بنت جناب تھا۔ یہ پہلی عورت ہیں جنہوں نے خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا تھا۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ بچپن میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گم ہو گئے۔ ان کی والدہ نے نذر مانی کہ اگر میرا بیٹا مل گیا تو وہ خانہ کعبہ کو غلاف پہنائیں گی۔ جب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے تو انہوں نے اپنی نذر پوری کی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو یا تین سال بڑے تھے۔ وہ زمانہ جاہلیت میں قریش کے سردار تھے۔ خانہ کعبہ کی نگرانی اور حاجیوں کو پانی پلانا ان کے ذمے تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس بیٹے تھے۔ یہ ابتدائے اسلام میں کفار مکہ کے ساتھ تھے۔ یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں کفار کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ مگر محققین کا قول یہ ہے کہ یہ جنگ بدر سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے اور اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے اور کفارِ مکہ ان کو قومیت کا دباؤ ڈال کر زبردستی جنگ بدر میں لائے تھے۔ چنانچہ جنگ بدر میں لڑائی سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ تم لوگ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل مت کرنا، کیونکہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں، لیکن کفار مکہ ان پر دباؤ ڈال کر انہیں جنگ میں لائے ہیں۔

یہ بہت ہی معزز اور مالدار تھے اور زمانہ جاہلیت میں بھی حجاج کو زمزم شریف پلانے اور خانہ کعبہ کی تعمیرات کا اعزاز حاصل تھا۔ فتح مکہ کے دن انہی کی ترغیب پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا اور دوسرے سرداران قریش بھی انہی کے مشوروں سے متاثر ہو کر اسلام کے دامن میں آئے۔ ان کے فضائل میں چند حدیثیں بھی مروی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بہت سی بشارتیں اور بہت زیادہ دعائیں دی ہیں جس کا تذکرہ صحاح ستہ اور حدیث کی دوسری کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت کے اعتبار سے سب سے زیادہ خوش نصیب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ (ابن عساکر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ایک حدیث میں آتا ہے بلاشبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا ہے کہ جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہوں تو میں آہستہ بولا کروں۔ (کیونکہ وہ میرے چچا اور بزرگ ہیں) بالکل ایسے جیسے تم لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ میری موجودگی میں آہستہ بولا کرو۔ (ابن عساکر عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

باطنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو کمال درجے کا عطا کیا ہوا تھا۔ ایک دن بن ٹھن کر باہر نکلے تو جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر ہنس پڑے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے۔ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے چچا کا غیر معمولی حسن و جمال دیکھ کر خوش ہو رہا ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لقب ساقی الحرمین بھی ہے۔ یعنی حرمین کو سیراب کرنے والا۔ اس لقب کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک دفعہ شدید قحط پڑ گیا اور پورا ملک بھوک اور پیاس کی لپیٹ میں آ گیا۔ ملک بھر میں غلہ تو کجا کہیں سبزہ تک باقی نہ رہا۔ یہ 17 ہجری کا واقعہ ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات دن اس بلائے بے درماں سے نمٹنے کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔ مگر کوئی حیلہ کارگر نہیں ہو رہا تھا۔ اس لئے سخت پریشان تھے۔

ایک دن حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین بنی اسرائیل پر اگر کبھی ایسا مشکل وقت آ جاتا تھا تو وہ انبیاء کے خاندان میں سے کسی فرد کو وسیلہ بنا کر دعا مانگا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کی مشکل حل فرما دیتا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں

یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امید کی ایک کرن نظر آئی اور فرمایا: اگر یہ بات ہے تو ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم مکرم ہیں ہم ان سے التجا کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قحط سے جو ناگفتہ بہ صورتحال پیدا ہو گئی تھی وہ گوش گذار کرنے کے بعد عرض کی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے لئے بارش کی دعا فرما دیجئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضا مند ہو گئے۔ لوگ جمع ہوئے، پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختصر سی دعا کی:

الٰہی! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود تھے تو ہم ان کو تیرے دربار میں وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ آج ان کے عم مکرم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنا کر حاضر ہوئے ہیں۔ الٰہی ہم پر کرم فرما دے اور بارانِ رحمت برسا دے۔

اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طویل دعا کی، جس کا ہر جملہ عربی ادب کا شاہکار ہے۔ اور خضوع و خشوع اور تضرع و مسکنت کی منہ بولتی تصویر ہے۔

(جس کی تفصیل کیلئے استیعاب کا مطالعہ کیجئے)

ابھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا مانگ رہے تھے کہ چاروں طرف سے بادل امنڈ آئے اور یوں ٹوٹ کر برسے کہ عرب کے پیاسے صحراء کا ذرہ ذرہ سیراب و شاداب ہو گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت

یہ کرامت دیکھ کر لوگ پروانہ وار حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرد اکٹھے ہو گئے اور تبرک حاصل کرنے کے لئے ان کے جسم اقدس کو چھونے لگے اور مبارک باد دینے لگے۔

هَنِيئًا لَکَ يَاسَاقِيَ الْحَرَمَيْنِ

یہ عظمت مبارک ہو اے ساقی الحرمین

یہ ایک غیر معمولی کرامت تھی، اس لئے مختلف شعراء نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں قصیدے کہے۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدے سے دو شعر پیش خدمت ہیں:

سَأَلَ الْاِمَامُ وَقد تَتابَعَ جَدْ بُنَا
فَسقَى الْغَمَامُ بِغُرَّةِ الْعَبَّاس
اَحْيَ الْاِلٰهُ بِهِ الْبِلَادَ فَاَصْبَحَتْ
مُخْضَرَّةَ الْاَجْنَاب بَعْدَ الْيَاس

امیر المؤمنین نے مسلسل قحط کے دوران دعا مانگی تو بادلوں نے عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تابناک پیشانی کے صدقے سیراب کر دیا۔ ان کے وسیلے سے اللہ نے مردہ شہروں کو پھر سے زندہ کر دیا اور مایوسی کے بعد ہر طرف سبزہ لہلہانے لگا۔

(بخاری 1:526 / حجۃ اللہ 2:865 / دلائل النبوۃ 3:206)

غزوہ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفتاری

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مالدار آدمی تھے۔ جنگ بدر کے قیدیوں کے فدیہ دینے میں ان کی باری آئی تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چچا! آپ اپنا فدیہ بھی ادا کیجئے۔ اپنے دو بھتیجوں عقیل اور نوفل کا بھی اور اپنے دوست عتبہ کا بھی۔ یہ خاصی بڑی رقم تھی۔ جو چار و نا چار حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا تو کر دی مگر ساتھ ہی شکایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بالکل قلاش کر دیا ہے۔ اب ساری عمر لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتا پھروں گا۔

نہیں چچا! رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ بھلا کیسے قلاش ہو سکتے ہیں جب کہ مکہ سے روانگی کے وقت آپ اپنی اہلیہ کو کافی سارا سونا دے کر آئے ہیں اور وصیت کر کے آئے ہیں کہ اگر میں اس جنگ میں مارا جاؤں تو یہ سونا میرے بیٹوں میں اس حساب سے تقسیم کر دینا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصد حیرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سنی اور کہا: ہاں! یقیناً ایسا ہی ہوا تھا، مگر اس راز سے یا میرا خدا آگاہ تھا یا میں اور میری بیوی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی باخبر ہیں۔ اشهدُ ان لآ الٰه الآ اللّٰه واشهد انک رسول اللّٰه

(سیرت حلبیہ 209:2 / تاریخ الخمیس 290:2)

مسجد نبوی کی توسیع میں شامل ہونے والا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر

حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد نبوی کے قبلہ کی جانب ایک قطعہ زمین نشان زدہ فرما دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مکان تعمیر کیا، جب تعمیر سے فارغ ہوئے تو یہ رجزیہ اشعار کہے:

بنيتها باللبن والحجارة والخشبات فوقها مطارة
يا ربنا بارک لاهل الدارة

یعنی میں نے اس مکان کو کچی اینٹوں، پتھروں اور لکڑیوں سے بنایا ہے۔ اس کے اوپر پرندوں کے بیٹھنے اور اڑنے کی جگہ ہے۔ اے ہمارے پروردگار! اس گھر میں بسنے والوں کے لئے برکت نازل فرما۔ آنحضرت ﷺ نے بھی دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْ ھٰذِہِ الدَّارَۃِ
خدایا اس گھر میں برکت نازل فرما

اس گھر کا پرنالہ خود رسول ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کندھے پر چڑھ کر باندھا تھا۔ تاریخی روایتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد نبوی کے منبر کی طرف سے پانچویں ستون اور باب السلام کی طرف سے دوسرے ستون کے درمیان واقع تھا۔ اس مکان کے تین حصے ہوئے۔ ایک حصہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی توسیع اور دوسرا حصہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی توسیع کے دوران مسجد نبوی میں شامل ہوا۔ تیرہ ہاتھ لمبا ایک حصہ باقی رہ گیا تھا، جس کے بارے میں روایتوں میں آتا ہے کہ اس حصہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے مویشیوں کو باندھا کرتے تھے۔ پہلے اس حصے کو مروان بن حکم نے اپنے مکان میں شامل کیا، پھر جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کی توسیع فرمائی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ والے تیرہ ہاتھ لمبے حصے کو مروان کے مکان سے الگ کر کے مسجد میں داخل کرلیا گیا۔ (ملخص از وفاء الوفاء 2:518/ اخبار مدینۃ الرسول 99)

ایک نصیحت آمیز واقعہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب مسجد نبوی کی توسیع کا ارادہ فرمایا تو آس پاس کے بعض مکانات خرید لئے۔ جنوبی طرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد سے متصل تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوالفضل رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی مسجد تنگ ہوگئی ہے۔ توسیع کے لئے میں نے آس پاس کے مکانات خرید لئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی اپنا مکان فروخت کر دیں اور جتنا معاوضہ کہیں میں بیت المال سے ادا کردوں گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ کام نہیں کرسکتا۔

دوبارہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: تین باتوں میں سے ایک بات مان لیں، یا تو اسے فروخت کر دیں اور معاوضہ جتنا چاہیں لے لیں۔ یا مدینہ میں جہاں آپ رضی اللہ عنہ کہیں وہاں میں آپ رضی اللہ عنہ کے لئے مکان بنوادوں، یا پھر مسلمانوں کی نفع رسانی اور مسجد کی توسیع کے لئے وقف کر دیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ان میں سے کوئی بات منظور نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسئلہ حل نہیں ہونے والا ہے تو فرمایا آپ رضی اللہ عنہ جسے چاہیں فیصل مقرر کر دیں وہ ہمارے اس معاملہ کا تصفیہ کردے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فیصل بناتا ہوں۔ دونوں حضرات اٹھے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان کے اعزاز میں تکیہ وغیرہ لگوایا اور دونوں بزرگوں کو بٹھایا۔ (حوالہ اسد الغابہ 1:61)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بات شروع کرتے ہوئے کہا: ہم دونوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل مقرر کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ فرمائیں ہم دونوں کو منظور ہوگا۔

دین کے معاملہ میں کسی کا دباؤ قبول نہیں

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: ابوالفضل رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی بات کہیے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ زمین جس پر میرا مکان ہے خود رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ ہے۔ یہ مکان میں نے بنایا اور خود رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس اس کی تعمیر میں شریک رہے۔ بخدا یہ پرنالہ، خود رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی بات کی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ دونوں اجازت دیں تو میں رسول پاک ﷺ کی ایک حدیث سناؤں۔ دونوں بزرگوں نے عرض کیا بے شک سنائیں۔

حضرت ابن بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم دیا کہ میرے لئے ایک گھر تعمیر کرو جس میں مجھے یاد کیا جائے اور میری عبادت کی جائے۔ چنانچہ جہاں پر مسجد اقصیٰ واقع ہے وہاں من جانب اللہ زمین نشان زد کردی گئی، مگر وہ نشان مربع (چوکور) نہ تھا۔ ایک گوشہ پر ایک اسرائیلی کا مکان واقع تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے بات کی اور کہا: مکان کا یہ گوشہ فروخت کردو تاکہ اللہ کا گھر بنایا جاسکے۔ اس نے انکار کردیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے جی میں سوچا یہ گوشہ زبردستی لے لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا عتاب نازل ہوا: اے داؤد علیہ السلام میں نے تمہیں اپنی عبادت گاہ بنانے کے لئے کہا تھا اور تم اس میں زور وزبردستی کو شامل کرنا چاہتے ہو۔ یہ میری شان کے خلاف ہے۔ اب تیری سزا یہ ہے کہ تو میرا گھر بنانے کا ارادہ ترک کردے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جس ارادے سے آیا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی سخت بات کہہ دی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو مسجد نبوی میں لے کر آئے۔ وہاں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں اگر کسی نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت داؤد علیہ السلام کے بیت المقدس تعمیر کرنے والی حدیث سنی ہو تو وہ اسے ضرور بیان کرے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کو سنا ہے۔ ایک اور صحابی نے بھی کہا: میں نے بھی سنا ہے۔

مسجد نبوی کی توسیع اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انصاف

اب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: عمر (رضی اللہ عنہ) تم مجھ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے بارے میں تہمت دیتے ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا اے ابوالمنذر! میں نے آپ رضی اللہ عنہ پر کوئی تہمت نہیں لگائی۔ میں چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث بالکل واضح ہوجائے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور کہا: جایئے میں اب آپ رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے مکان کے بارے میں کچھ نہ کہوں گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی بات کہہ دی تو اب میں بھی اپنا مکان توسیع مسجد کے لئے بلا معاوضہ پیش کرتا ہوں۔ لیکن اگر آپ حکماً لینا چاہیں گے تو نہیں دوں گا۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں دوسری جگہ پر بیت المال کے خرچ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے ایک مکان بنوا دیا۔

غزوہ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفتاری

نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ بادل نخواستہ شریک ہوئے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور فدیہ دے کر آزاد ہوئے۔ اس گرفتاری کے دوران آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قمیص کی ضرورت محسوس ہوئی تو کسی کی قمیص انہیں پوری نہ آتی تھی تو عبد اللہ بن ابی بن سلول (منافق) نے انہیں اپنی قمیص پہنادی۔ (اس احسان کا بدلہ چکاتے ہوئے آنحضور ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کے مرنے کے بعد اپنی قمیص اس کے کفن کے لئے دے دی۔) بعد میں ایمان قبول کیا اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آگئے۔ حضور ﷺ نے انہیں کے قدیم جگری دوست نوفل بن حارث کو ان کا بھائی بنادیا۔

''عمارہ'' یعنی خانہ کعبہ کی دیکھ بھال اور ''سقایہ'' یعنی حاجیوں کے خورد ونوش کا انتظام یہ دونوں عہدے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وراثت میں ملے تھے۔ مکہ فتح ہوا تو آنحضرت ﷺ نے یہ دونوں عہدے انہی کے پاس باقی رکھے۔ عام الفیل سے تین سال پہلے پیدا ہوئے، دراز قد گورے اور خوبرو تھے۔ 32 ہجری میں مدینہ میں انتقال ہوا، انتقال سے پہلے بینائی کمزور ہوگئی تھی۔ کل نواسی برس کی عمر پائی۔ (اسد الغابہ 60:3 / سیر اعلام النبلاء 78:2)

بدر میں فرشتے مشرکین کو قیدی بناتے رہے

جنگ بدر میں ابوالسیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب بن عمرو اور امیر المومنین نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کیا۔ کعب ذرا پست قد انسان تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم نے اتنے بلند قامت انسانوں کو کیسے گرفتار کرلیا؟

اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ گرفتاری کے وقت ایک ایسا آدمی میرا مددگار بنا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا اور اس کے بعد بھی مجھے دکھائی نہیں دیا مگر اس کی ہیبت ناقابلِ بیان تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارا مددگار ایک ملک کریم فرشتہ تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ قیدی کی حیثیت سے بارگاہ نبوت ﷺ میں

جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرفتار ہوکر آئے تو ان کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا، جسے وہ مشرکین کے خرچ اخراجات کے لئے لے کر آئے تھے۔ کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دو آدمیوں میں سے ایک تھے جو لشکرِ مشرکین کے طعام کے کفیل تھے۔ مگر ابھی تک خرچ کی نوبت نہ آئی تھی کہ گرفتار ہوگئے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سونا حضور ﷺ نے مجھ سے لے لیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ مال میرے فدیہ میں مجرا کیجئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا جو مال دشمنان اسلام کی امداد کے لئے لایا جائے وہ فدیہ میں مجرا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ مجھے حکم ہوا کہ میں اپنا اور اپنے عزیزوں کا فدیہ ادا کروں۔ میں نے کہا کہ اتنی رقم تو میں مہیا نہیں کرسکوں گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ام فضل کے پاس تم اتنی رقم رکھ آئے تھے کہ شاید تم قتل کردیئے جاؤ تو تمہارے بچوں کے کام آئے گا۔ میں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کو کیسے پتا چلا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا۔ میں نے کہا مجھے یقین ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ کیوں کہ جب میں نے یہ رقم دی تھی تو ام فضل اور میرے درمیان بجز خدا کے تیسرا کوئی شخص جاننے والا نہ تھا۔

اشھد ان لا الٰہ الاّ اللّٰہ واشھدان محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (حوالہ دلائل النبوۃ)

میدان بدر: جہاں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کیا گیا

موت کے وقت حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

حضرت عبداللہ بن ابراہیم القرشی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا ''اے عبداللہ میں مر نہیں رہا بلکہ میں فنا ہو رہا ہوں۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ اللہ کے ساتھ محبت کرنے کی اور اس کی فرمانبرداری کی محبت کی اور اللہ سے ڈرنے کی اور اس کی نافرمانی سے ڈرنے کی جب تو ایسا ہو گیا تو جب بھی تجھے موت آئے گی تو اسے ناپسند نہیں کرے گا۔ اب اے بیٹے میں تجھے اللہ کے سپرد کرتا ہوں اس کے بعد قبلہ کی طرف رخ کیا اور لا الہ الا اللہ پڑھا اور آسمان کی طرف آنکھیں کھولی اور فوت ہو گئے۔

(کتاب المحتضرین ص 215 مختصر تاریخ دمشق 352/11، بحوالہ اسلاف کے آخری لمحات 126)

جنت البقیع جہاں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت علامہ نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ (وفات 911 ہجری) اپنی کتاب وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبور مبارکہ پر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر بھی ایک گنبد بنا ہوا ہے جس کو سلطان السعید صلاح الدین یوسف نے 601 ہجری میں تعمیر کروایا اسی طرح بعد کے مورخین نے بھی جنت البقیع میں عمارات اور قبوں (گنبدوں) کا ذکر کیا ہے۔

محمد لبیب البتونی کتاب الرحلۃ الحجازیہ میں فرماتے ہیں کہ

وکان بالبقیع قباب کثیرۃ

جنت البقیع میں بے شمار قبے ہیں۔

جنرل ابراہیم رفعت پاشا کتاب "مراۃ الحرمین" میں لکھتے ہیں کہ اہل مدینہ ہر جمعرات کو بقیع کی زیارت کیلئے آتے ہیں۔

پہلے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر مزارات بنے ہوئے تھے جن کو 920ھ میں گرا دیا گیا

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر

1. امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ
2. امام محمد باقر رحمۃ اللہ تعالیٰ
3. امام زین العابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ
4. امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جنت البقیع میں موجود حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

تذکرہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے انصاری ہیں اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھوپھا ہیں۔ یہ اپاہج تھے۔ یہ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بت پرستی سے خدا پرستی تک کا سفر

یثرب میں اسلام کی روشنی ابھی نئی نئی پھوٹی تھی۔ ابھی بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو سلمہ کے ایک سردار تھے اور ان کے بت کا نام "منات" تھا۔ یہ بت نہایت قیمتی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ ماہر کاریگر نے اس کی تراش خراش میں کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ہر روز خوشبو میں بساتے، اس کو بناتے سنوارتے، اس کی صفائی کرتے۔ صبح وشام اس کی زیارت کرتے اور حتی الامکان اس پر اپنا مال ودولت نچھاور کرتے اور اس کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تأثر مکی نوجوان کے متعلق

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ کیونکہ اس مکی نوجوان کی تبلیغ سے قبیلہ اوس اور خزرج کے بیشتر سرکردہ افراد بت پرستی چھوڑ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ یہاں تک قبیلہ اوس کا سردار سعد بن معاذ اپنے قبیلے کے بیشتر افراد کے ہمراہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔ اسی طرح حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے قبیلے بنو سلمہ کے بہت سے افراد اپنا آبائی دین چھوڑ کر دین اسلام قبول کر چکے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا مخلص دوست حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ اس طرح ان کے بیٹے حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ ایک دن بنو سلمہ کے لوگ جب بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جن بتوں کی وہ پوجا پاٹ کرتے ہیں انہیں دائیں بائیں سے چھیدا ہوا ہے۔ ان کے اعضاء توڑے ہوئے ہیں۔ بلاشبہ یہ بنو سلمہ کے ان نوجوانوں کی کاروائی تھی جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ جو اپنے رب پر ایمان لا چکے تھے اور وہ نوجوان یہ تھے:

1. حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت ثعلبہ بن عنتمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں ان کے بیٹے اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑنے کے جرم میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ کہیں ہمارے بتوں کی بے حرمتی انہیں ناقابل تلافی نقصان نہ پہنچا دے۔ ہر وقت دل کو یہی کھٹکا لگا رہتا کہ میری اولاد کہیں اپنے آبائی دین سے منحرف نہ ہو جائے۔ کہیں مکی نوجوان کی چکنی چپڑی باتیں ان پر اثر انداز نہ ہو جائیں۔ کہیں یہ اس کے چنگل میں نہ پھنس جائیں۔

انہوں نے اپنی بیوی سے کہا: اپنی اولاد کا خیال رکھنا، ان پر کڑی نگاہ رکھنا، کہیں یہ ہمارے ہاتھ سے نہ نکل جائیں۔ مکی نوجوان کی باتوں کی لپیٹ میں نہ آ جائیں۔

انہوں نے کہا: ذرا اپنے بیٹے معاذ سے وہ باتیں تو سنیں جو وہ مکی نوجوان حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سن کر آیا ہے۔ بیوی کی یہ بات سنتے ہی حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان کھڑے ہو گئے اور گرجدار آواز میں بولے کیا کہا؟ اس پر بھی اثر ہو گیا ہے؟

بیوی نے بڑے دھیمے انداز میں کہا: نہیں ایسی کوئی بات نہیں دوسرے لوگ اس کی باتیں سن رہے تھے تو یہ بھی راہ چلتے سننے کیلئے کھڑا ہو گیا۔ بات سننے سے کیا ہوتا ہے؟ اس نے بھی سوچا بات تو یہ ٹھیک کہتی ہے۔ میں اپنے قبیلے کا سردار ہوں، صاحب عقل ہوں، بات سننے میں کوئی حرج ہے۔ اس نے اپنے بیٹے معاذ کو بلایا اور اس سے کہا: مجھے بھی وہ کچھ بتاؤ جو تم مکی نوجوان سے سن کر آئے ہو تو اس نے پڑھنا شروع کیا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۝

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔
تمام تر شکر اللہ کے لئے ہے جو کائنات کا رب ہے۔ رحمٰن اور رحیم ہے۔ روز جزا اور سزا کا مالک ہے۔ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں، ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت دے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے غور سے دل لگا کر یہ نیا، انوکھا اور عجیب وغریب کلام سنا تو اس کے رگ وریشہ پر اثر انداز ہوتا چلا گیا۔ کہنے لگا بخدا یہ کلام تو بڑا حسین، دلفریب اور دلنشین ہے۔

مجھے ذرا تأمل کا موقع دیں

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے معاذ سے پوچھا کیا مکی نوجوان سارا کلام اسی طرح کا سناتا ہے؟ بیٹے نے کہا: ابا جان بالکل اسی قسم کا نہایت دلچسپ اور دلربا کلام سناتا ہے۔ کیا آپ اس کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ دیکھئے ابا جان! آپ کی قوم کے بیشتر افراد اس کے گرویدہ ہو چکے ہیں۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ابھی نہیں، مجھے اس معاملے میں ذرا سوچ لینے دو۔ پھر انہوں نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے پیروکاروں کی طرف پیغام بھیجا کہ یہ کیا نیا گورکھ دھندا شروع کر رکھا ہے؟

انہوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کی خدمت میں پہنچ کر یہ دلنشین کلام آپ کو بھی سنانے کے لئے تیار ہیں۔

انہوں نے کہا: ٹھیک ہے، آ جائیں۔ قبیلے کے نو آموز مسلمان حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اس کے پاس پہنچ گئے اور مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت عمدہ انداز میں سورۂ یوسف کی تلاوت شروع کر دی، جس سے حاضرین مجلس پر وجد طاری ہو گیا۔ پھر انہوں نے حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: بتائیے کیا خیال ہے؟ کہنے لگا ابھی مجھے قوم کے چیدہ چیدہ افراد سے مشورہ کرنا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے قبیلے کے سردار تھے۔

مٹی کا خدا کوڑے کے ڈھیر پر

ایک دن حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ منات کے سامنے نہایت عاجزی اور انکساری سے کھڑے ہوئے۔ پہلے تو اس کی خوب تعریف کی، اس کے مناقب بیان کئے اور پھر کہنے لگا: منات! تمہیں تو علم ہی ہے کہ ہمارے شہر میں جو ایک نئے دین کا سفیر آیا ہے، اس نے اسلام کی تبلیغ شروع کردی ہے۔ اس کی دلی خواہش ہے کہ وہ ہمیں تم سے ہٹادے اور ہمارے دلوں میں سے تمہاری محبت کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ میں اس سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ اس سے صاف صاف بات کروں۔ مگر میں نے مناسب سمجھا کہ پہلے تم سے مشورہ کروں اور پھر اس سے بات کروں۔ برائے مہربانی تم مجھے مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ منات نے اس کی گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا۔

حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر نہایت عاجزی سے کہنا شروع کیا: لگتا ہے تم مجھ سے ناراض ہوگئے ہو۔ ارے میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہہ دی جو تمہیں بری لگی ہو۔ خیر اگر تم ناراض ہوگئے ہو تو کوئی بات نہیں، میں تمہارے پاس چند دنوں کے بعد آؤں گا تا کہ تمہارا غصہ ٹھنڈا ہوجائے۔

کیا حشر ہوا عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منات کا

ادھر حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوچکے تھے۔ انہیں اپنے باپ کی منات سے محبت کا علم تھا۔ انہوں نے اپنے گہرے دوست حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ یہ دونوں ہی بنوسلمہ کے نوجوان تھے اور دونوں نے مل کر ایک منصوبہ بنایا۔ رات کو جب والد سو گئے تو دونوں منات کے پاس آئے، اس کو کندھوں پر اٹھایا اور بنی سلمہ کے کنویں میں پھینک دیا۔ یہ ایک بے آباد کنواں تھا۔ قبیلہ بنوسلمہ کے لوگ اس کنویں میں گندگی پھینکا کرتے تھے۔

صبح سویرے حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسب سابق اور حسب عادت تبرک حاصل کرنے کیلئے منات کی طرف چل دیئے۔ جب انہیں منات نظر نہ آیا تو بڑے حیران ہوئے۔ انہوں نے زور سے کہا: ارے کون ہے وہ بدبخت! جس نے میرے معبود کے ساتھ آج رات ظلم وزیادتی کی ہے؟ انکے بیٹے اپنے باپ کی آواز سن رہے تھے وہ سوتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ انہوں نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیارے بت کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ وہ غصے سے کانپتے، بھڑکتے، بڑبڑاتے ہوئے اور اپنے آپ سے باتیں کرتا ہوئے منات کو تلاش کررہے تھے۔ دائیں بائیں دیکھا، منات نظر نہ آیا۔ دیوانہ وار آگے بڑھے اور سامنے دیکھا تو منات گندگی کے کنویں میں الٹا پڑا ہوا نظر آیا۔ جلدی سے اسے نکالا، اسے دھویا، خوشبو لگائی اور دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

اگلی رات بھی حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دیگر نوجوانوں کے ساتھ مل کر منات کے ساتھ کل والا سلوک کیا۔ صبح سویرے اپنی عادت کے مطابق عمرو پھر منات کی پوجا کرنے اور سلام کرنے اس کے کمرے میں گئے، مگر منات وہاں موجود نہ تھا۔ بھاگتے ہوئے کنویں کی طرف گئے تو انہوں نے دیکھا ان کا پیارا منات گندگی کے ڈھیر میں ڈھانپا ہوا ہے۔ اسے دیکھ کر انہیں قدرے دکھ بھی ہوا اور کراہت بھی محسوس ہوئی، مگر پھر بھی وہ ان کا معبود تھا۔ ان کے دل میں اس کا بڑا احترام اور محبت تھی۔ انہوں نے گندگی کے ڈھیر سے اسے نکالا، دھویا، خوشبو لگائی اور دوبارہ مقررہ مقام پر رکھ دیا۔ اب کے انہوں نے منات کے گلے میں تلوار لٹکائی اور کہا: منات صاحب! اگر اب تمہارے پاس کوئی آیا اور تمہارے ساتھ کسی نے برا سلوک کیا تو اس تلوار سے اپنی حفاظت کرنا۔

اگلے دن ان نوجوانوں نے نیا کام کیا۔ انہوں نے منات کو اٹھایا، ایک مرے ہوئے کتے کے ساتھ اس کو رسی سے باندھا، تلوار کو پرے رکھا اور پھر گندے کنویں میں پھینک دیا۔ اگلی صبح بوڑھے عمرو اٹھے، سیدھے منات کے کمرے میں گئے کمرہ حسب سابق خالی تھا۔ اب وہ کنویں کی طرف گئے ان کا منات کتے کے ساتھ بندھا ہوا تھا اور گندگی سے لت پت تھا۔ تلوار بھی اس کے ساتھ نہیں تھی۔ اب حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل ٹھکانے آچکی تھی۔ جب انہوں نے اپنے پیارے منات کو کتے کے ساتھ بندھا ہوا گندگی میں لت پت دیکھا تو پکار اٹھے:

خدا کی قسم تم عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خدا نہیں!

وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتَ اِلٰهًا لَمْ تَكُنْ اَنْتَ وَكَلْبٌ وَسْطَ بِئْرٍ فِي قَرَنٍ

اللہ کی قسم! اگر تم معبود ہوتے تو تم اور کتا اس گندے کنویں میں کبھی اکٹھے نہ ہوتے۔

اب حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ غفلت کی نیند سے بیدار ہوچکے تھے۔ ایمان کی دولت سے سینہ منور ہوچکا تھا۔ حقیقت سامنے آچکی تھی۔ انہوں نے اپنے بچوں کو ہمراہ لیا اور اپنے اسلام لانے کا اعلان کردیا۔ پھر منات کے پاس گئے، اس کو اپنے قدموں سے روندا، اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ میں کتنا گمراہ تھا کہ ایک لکڑی کی پوجا کرتا رہا۔ میری زندگی کتنے اندھیرے میں تھی۔ اب وہ صراطِ مستقیم کے راہی تھے، اسلام کے مددگار اور معاون۔ ان کے سامنے ماضی کی کوتاہیوں کو دور کرنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ اسلام پر ثابت قدمی سے چلیں۔

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانوں سے

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اولاد، اپنا مال اور اپنی جان اسلام کے لئے وقف کردی۔

(اسد الغابہ 195:4، سیر اعلام النبلاء 253:1)

احد کے میدان میں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاؤں سے لنگڑے تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے جو اکثر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے اور لڑائیوں میں بھی شرکت کرتے تھے۔ غزوۂ احد میں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شوق پیدا ہوا کہ میں بھی چلوں۔ لوگوں نے کہا کہ تم معذور ہو۔ لنگڑے پن کی وجہ سے چلنا بھی دشوار ہے۔ انہوں نے فرمایا: کیسی بری بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں رہ جاؤں۔ بیوی نے بھی ابھارنے کے لئے طعنہ کے طور پر کہا میں تجھ کو دیکھ رہی ہوں کہ تم لڑائی سے بھاگ کر آئے ہو۔

ہر حال میں رب پر فدا ہو گئے

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر ہتھیار لئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی:

اللّٰهُمَّ لَا تَرُدَّنِي إِلَى أَهْلِي

اے اللہ مجھے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹائیو۔

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خواہش اور لوگوں کے منع کرنے کا اظہار کیا اور کہا:

واللّٰه انی لارجوا ان البطاء بعرجتی هذه فی الجنة

اللہ کی قسم میں امید کرتا ہوں میں اسی لنگ کے ساتھ جنت کو روندوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم معذور ہو، تم پر جہاد فرض نہیں۔ بیٹوں سے فرمایا اگر تم اسے نہ روکو تو کیا حرج ہے، ہو سکتا ہے اسے شہادت نصیب ہو۔ (ابن ہشام ج 2)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم معذور ہو تو نہ جانے میں کیا حرج ہے؟ انہوں نے پھر خواہش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لڑائی میں دیکھا کہ اکڑتے ہوئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں جنت کا مشتاق ہوں۔ انکا ایک بیٹا بھی ان کے پیچھے دوڑا ہوا تھا۔ دونوں لڑتے رہے حتیٰ کہ دونوں شہید ہو گئے۔ ان کی بیوی اپنے خاوند اور اپنے بیٹے کی نعش کو اونٹ پر لاد کر دفن کیلئے مدینہ لانے لگیں تو وہ اونٹ بیٹھ گیا۔ بڑی دقت سے اس کو مار کر اٹھایا اور مدینہ لانے کی کوشش کی مگر وہ احد کی طرف ہی منہ کرتا تھا۔ ان کی بیوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ کو یہی حکم ہے۔ کیا حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے ہوئے کچھ کہہ کر گئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا کی تھی:

اللّٰهُمَّ لَا تَرُدَّنِي إِلَى أَهْلِي

اے اللہ مجھے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹائیو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی وجہ سے اونٹ اس طرف نہیں جاتا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد رایته بطاء بعرجة فی الجنة

میں نے اسے اسی لنگ کے ساتھ جنت میں چلتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوہ احد کے میدان میں ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ (زرقانی 2:50 مدارج النبوۃ 2:215)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک قبر میں دفن کیا جائے۔ کیونکہ یہ دنیا میں ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے، لہٰذا ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ انہیں اسی حالت میں زخموں سے خون بہہ رہا تھا، دفن کر دیا گیا۔

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا شهيدٌ عَلى هولآءِ اِنَّهُ من جَرِيحٍ يُجرَحُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اِلَّا وَيَبعَثه اللّٰه يوم القيامة يُدْمِي جرحُه اللونُ لَون دمٍ والرِيحُ رِيحُ مِسْكٍ (البدایہ والنہایہ 3:542)

میں ان لوگوں کا گواہ ہوں کہ اللہ کی راہ میں کوئی زخم بھی لگے تو قیامت کے دن اس کو اس حالت میں اٹھائے گا کہ زخم سے خون بہتا ہوگا جس رنگ کا خون ہوگا اور اس سے خوشبو کستوری کی آتی ہوگی۔

احد کا میدان: جہاں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

سیر اعلان النبلاء میں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت کا ذکر کیا گیا ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ساتھ ایک قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ چھیالیس سال بعد وہاں سیلاب آیا جس سے ان کی قبر بہہ گئی، دونوں لاشیں ظاہر ہوگئیں۔ انہیں دفن کرنے کے لئے دوسری جگہ قبر بنائی گئی۔ دیکھنے والے یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ

فَوُجِدَا لَمْ یَتَغَیَّرَا کَاَنَّمَا مَاتَا بِالْاَمْسِ

دونوں لاشیں اس طرح تروتازہ معلوم ہورہی تھیں، جیسے آج ہی دفن کی گئی ہوں۔ زخموں سے خون بھی تازہ معلوم ہورہا تھا۔ ایک لاش نے اپنے زخم پر ہاتھ رکھا ہوا تھا، ہاتھ کو ہٹایا گیا لیکن وہ ہاتھ پھر اسی جگہ پلٹ آیا جس جگہ زخم پر وہ پہلے تھے۔ حالانکہ انکی شہادت اور سیلاب کے درمیان 46 سال کا طویل وقفہ تھا

شہداء کی لاشوں کا منجانب اللہ اعزاز

شہداء کی لاشوں کو جب بھی کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ بدلنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس غرض سے قبر کھودی گئی تو اس سے کستوری کی خوشبو آنے لگی۔ یہ شہداء کا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اعزاز واکرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان احد میں شہداء کی قبروں پر جاتے اور دعا کرتے تھے۔ یہ زندگی بھر ان کا معمول رہا۔ بلاشبہ شہداء نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت اور رضا حاصل کی۔ (حوالہ حیاۃ الصحابہ)

حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس موقع پر حاضر تھے، فرماتے ہیں کہ ہم نے انہیں نکالا تو وہ اسی طرح تروتازہ تھے کہ گویا کل ہی دفن کئے گئے۔

شہداء کا دوسرا اعزاز اللہ کی طرف سے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ان شہداء کے اعزاز واکرام کی ایک بات یہ بھی ہے کہ صرف یہی نہیں کہ زمین میں ان کے اجسام محفوظ رہے، بلکہ انہیں منتقل کرنے کے لئے جونہی ان کی قبروں کو کھودنا شروع کیا تو تھوڑا سا کھودتے ہی مشک کی خوشبو مہکنے لگی۔ جی ہاں! شہداء منتخب لوگ ہیں۔ اللہ اپنی مخلوق میں سے انہیں چنتے ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ اللہ کے ہاں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ یہ وہی شہداء ہیں جن کے متعلق آپ ﷺ نے احد سے لوٹتے ہوئے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا تھا: ''لوگو! ان کی زیارت کیا کرو، ان کے پاس آؤ اور انہیں سلام کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، قیامت تک جو مسلمان بھی انہیں سلام کرے گا یہ اسے جواب دیں گے۔'' (حوالہ جنت کی بشارت پانے والے صحابہ)

46 سال بعد بھی لاش تازہ تھی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے کچھ انصاریوں نے بتایا کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شہداء کی قبروں کے پاس سے چشمہ جاری کیا تو ہم نے ان کی قبروں کی طرف توجہ دی، غور کرنے سے پتا چلا کہ ان دونوں صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر میں چشمے کا پانی پہنچ چکا ہے۔ ہم نے ان دونوں کو وہاں سے نکالا۔ دونوں پر ایک ہی چادر تھی جس کے ساتھ ان کے چہروں کو ڈھانپا گیا تھا اور پاؤں کو جڑی بوٹیوں کے ساتھ چھپایا گیا تھا۔ جب انہیں نکالا گیا تو ان کے جسم اسی طرح نرم ونازک ہونے کی وجہ سے مڑ رہے تھے جیسا کہ انہیں کل ہی تازہ دفن کیا گیا ہو۔ (حوالہ دلائل النبوۃ/بیہقی 291:3)

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرقد مبارک۔ اونٹنی کے مدینہ منورہ کی طرف واپس نہ جانے کے سبب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو احد سے کچھ دور دفن کیا گیا۔
آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معذوری کی حالت میں مردانہ وار معرکۂ کارزار میں شریک ہوکر دادِ شجاعت دی اور مسلمانوں کیلئے شہادت کے شوق اور پروردگار سے ملاقات کے اشتیاق کی قابلِ تقلید مثال قائم کی۔

تذکرہ حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خانہ کعبہ کی چابی

یہ اس زمانے کی بات ہے جب رحمت دو عالم ﷺ مکہ میں رہا کرتے تھے اور ابھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف نہیں لے گئے تھے۔ ان دنوں ہفتے میں دو روز یعنی جمعہ اور پیر کو کعبہ کا دروازہ عام لوگوں کے لئے کھول دیا جاتا تھا تاکہ جس کا جی چاہے کعبہ کے اندر جا کر عبادت کر سکے۔ دروازہ کھولنا اور بند کرنا حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ تھا۔ کیوں کہ وہی کعبہ کے کلید بردار تھے۔ ایک دن اپنے معمول کے مطابق حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ کھولے، ہاتھ میں چابی پکڑے، بابِ کعبہ کے پاس کھڑے تھے۔ لوگ کعبہ میں آ، جا رہے تھے کہ اچانک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر آپ ﷺ پر پڑی۔ جو کعبہ میں داخل ہونے کے لئے آ رہے تھے۔ ان دنوں اعلان توحید و رسالت کی وجہ سے سارا مکہ آپ ﷺ کا دشمن ہو رہا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ ﷺ کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئے اور آپ ﷺ کو مخاطب کر کے جو کچھ منہ میں آیا کہتے چلے گئے۔ حضور ﷺ نے ان کے سبّ و شتم کا تو کوئی جواب نہ دیا، البتہ نہایت یقین و اعتماد سے فرمایا:

عثمان تو عنقریب اپنی آنکھوں سے دیکھے گا

عثمان! عنقریب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ کعبہ کی یہ چابی جو آج تیرے ہاتھ میں ہے، ایک دن میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا دے دوں گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے: اگر ایسا ہوا تو یہ قریش کی ہلاکت اور ذلت کا دن ہوگا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ قریش کی سربلندی اور عزت کا دن ہوگا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ یہ بات حضرت محمد ﷺ نے اتنے وثوق سے کہی تھی کہ میرے دل میں جم گئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ ایک دن ایسا ہو کر رہے گا۔ اور آج ایسا ہو چکا تھا۔ مکہ پر رحمت دو عالم ﷺ کا مکمل قبضہ تھا اور طواف وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور چابی طلب کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا چابی میری ماں کے پاس ہے، میں ابھی لے کر آتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ خانہ نشین عورت تھی، ان کو باہر کی صورت حال کا صحیح علم نہیں تھا۔ چنانچہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے چابی مانگی تو انہوں نے کہا: لات و عزّیٰ کی قسم! میں ہرگز یہ چابی کسی کو نہ دوں گی۔

آج نہ تو کوئی لات رہا نہ عزّیٰ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اب نہ کوئی لات ہے نہ عزیٰ، کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں مار ڈالا جاؤں اور تلوار کی نوک میرے سینے سے آر پار ہو جائے۔ یہ سن کر اور بیٹے کی خوفزدہ شکل دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں کو حالات کی سنگینی کا احساس ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے چابی نکال کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ چابیاں لا کر حضور ﷺ کے ہاتھ میں دے دی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں چابی آپ ﷺ کے حوالے کر کے مڑنے لگا تو آپ ﷺ نے مجھے پکارا اور کہا: عثمان! میری وہ بات پوری ہو گئی کہ نہیں؟

اس وقت میری نگاہوں میں وہ سارا منظر گھوم گیا۔ جب میں نے کعبہ کے دروازے پر آپ ﷺ کو برا بھلا کہا تھا اور آپ ﷺ نے کہا تھا کہ ایک دن یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی، میں جس کو چاہوں گا دے دوں گا۔ چنانچہ میں نے عرض کی: بلاشبہ آپ ﷺ کی بات حرف بحرف پوری ہو گئی ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

اب یہ ہمیشہ تیرے گھرانے میں رہے گی

آپ ﷺ نے فرمایا: ادھر آ! میں قریب گیا تو آپ ﷺ نے وہی چابی میرے ہاتھ پر رکھ دی اور فرمایا: لے سنبھال اسے! اب یہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تیرے گھرانے میں رہے گی اور کوئی ظالم ہی اس کو تمہارے خاندان سے چھیننے کی کوشش کرے گا۔
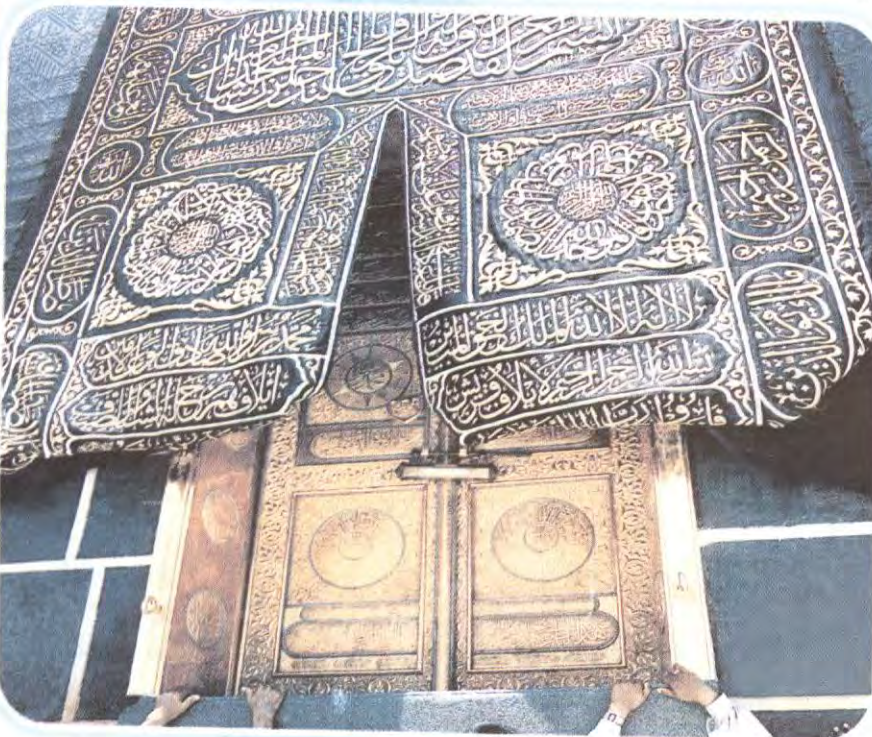
زیر نظر تصویر خانہ کعبہ کے دروازے کی ہے۔ یہ وہ دروازہ ہے جس کی چابی نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی اور فرمایا کہ یہ چابی تمہاری اولاد کے پاس قیامت تک رہے گی۔
آج بھی خانہ کعبہ کی چابی حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے کسی کے پاس ہے۔

خانہ کعبہ کا دروازہ جس کی چابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمائی

اے عثمان! اب ہمارے لئے کعبہ کھول دو

چابی واپس کرنے کے بعد حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اب ہمارے لئے کعبہ کا دروازہ کھول دو۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازہ کھولا تو رحمت عالم ﷺ نے دیکھا کہ ظالموں نے کعبہ کو اندر سے بھی نگار خانہ بنا رکھا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام اور نہ جانے کس کس کی خیالی تصاویر جا بجا آویزاں تھیں۔ کچھ تصویریں دیواروں پر پینٹ کی ہوئی تھیں۔ ''آرٹ اور ثقافت کے یہ نادر نمونے'' دیکھ کر حضور ﷺ کو از حد دکھ ہوا اور فرمایا کہ جب تک شرک کی ان یادگاروں کو نیست و نابود نہیں کر دیا جاتا میں کعبہ میں نہیں داخل ہوں گا۔

ہاں! اب آ گئے بت شکن

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کو ہر قسم کی تصویروں سے مکمل طور پر پاک کر دیا جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لٹکی ہوئی تصاویر نکال کر باہر پھینک دیں اور پینٹ کی ہوئی تصویروں کو اچھی طرح رگڑ رگڑ کر دھو ڈالا۔ باقی تو صاف ہو گئیں مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر اتنے پکے رنگوں سے بنائی گئی تھی کہ پوری طرح نہ مٹ سکی۔ مجبوراً اس کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا۔

یہ کاروائی مکمل ہو گئی تو رحمت دو عالم ﷺ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے، اس وقت آپ ﷺ کی نظر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر پر پڑی جو پوری طرح صاف نہیں ہوئی تھی۔ اس تصویر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک ضعیف العمر بوڑھے کی شکل میں تیروں کے ذریعے فال نکالتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کا بیڑا غرق کرے، انہیں اچھی طرح پتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی تیروں سے فال نہیں نکالی اس کے باوجود ظالموں نے ان کو یہ روپ دے دیا ہے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ ہر قسم کی تصویر کو یکسر مٹا دو۔ لاؤ پانی میں خود دھوتا ہوں۔

پانی لایا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر کو بلکہ بعض دیگر تصاویر کو بھی جن کے ہلکے ہلکے نشانات باقی تھے، دھو دھو کر پوری طرح صاف کر دیا، اور ان کا نام و نشان تک نہ چھوڑا۔ پھر کعبہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور دعا وغیرہ سے فارغ ہو کر کعبہ کے دروازے میں آ کھڑے ہوئے۔ باب کعبہ خاصی بلندی پر ہے۔ آپ ﷺ کو وہاں جلوہ آراء دیکھ کر لوگ ہر طرف سے سمٹ آئے کہ شاید آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑا مجمع اکھٹا ہو گیا۔ دس بارہ ہزار تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی تھے۔ علاوہ ازیں ہزاروں کی تعداد میں اہل مکہ بھی دھڑکتے دلوں کے ساتھ اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے منتظر تھے۔ جب اجتماع پر سکون ہو گیا تو آپ ﷺ نے خطاب شروع کیا۔ آپ ﷺ کے بے شمار معجزات میں سے ایک معروف معجزہ یہ بھی ہے کہ سامعین کی تعداد خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، ان میں سے دور ترین آدمی کو بھی بغیر کسی ذریعے اور واسطے کے آپ ﷺ کی آواز اسی طرح واضح اور صاف سنائی دیتی تھی جیسے قریب ترین شخص کو۔

ساری انسانیت کے لئے ایک مثالی دستور عمل

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام جتھوں کو تنہا بھگا دیا۔ سن لو! کہ جن چیزوں پر تم فخر کیا کرتے تھے اور نسل در نسل انتقام اور خون بہا کا سلسلہ جاری رکھا کرتے تھے، وہ سب کچھ میں نے اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ البتہ کعبہ کی دیکھ بھال اور حاجیوں کو پانی پلانے کا اعزاز آئندہ بھی برقرار رہے گا۔''

آپ ﷺ نے بیت اللہ کا دروازہ کھولا تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر داخل ہوئے۔ بعد میں دروازہ بند کر دیا گیا۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی وجہ سے دیر ہو گئی۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑا کر دیا تا کہ لوگوں کو اندر آنے سے روکا جائے۔ جب آپ ﷺ کے داخل ہوتے ہی لوگوں کا ہجوم ہو گیا تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور لوگوں کی گردنوں پر سوار ہو گئے تا کہ اندر جا کر ہادی دو جہاں ﷺ کی اقتداء کی جائے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ دیر تک اندر ٹھہرے۔ پھر جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو دروازے کے پیچھے کھڑے تھے سوال کیا: آپ ﷺ نے کعبہ میں داخل ہو کر کیا کیا؟

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: کعبہ میں چھ ستون دو قطاروں میں ہیں۔ قطار اول کے دوستوں کے درمیان آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی اور کعبہ کا دروازہ آپ ﷺ کے پیچھے تھا۔ جب آپ ﷺ اندر گئے تو دیوار آپ ﷺ نے نماز پڑھی، وہاں سرخ سنگ مرمر لگا ہوا تھا۔

جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو دروازہ بند کر دیا گیا اور خانہ کعبہ کی چابیاں آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھیں جو آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کیں۔ (صحیح بخاری کتاب الصلاۃ)

حضور ﷺ کا بے مثال جذبہ ایثار

اور فرمایا: عثمان! یہ چابی اب قیامت تک تمہارے ہی خاندان میں رہے گی اور سوائے ظالم کے کوئی شخص اسے تم سے نہیں چھین سکے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ذرہ نوازی پر مسرور ہو کر بے اختیار پکار اٹھے، بے شک آپ خداوند کریم کے سچے رسول ہیں۔

اس بات کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

آج نیکی اور وفا کا دن ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کے بعد مسلمان ہو گئے۔

مختلف ادوار میں خانہ کعبہ کی مختلف چابیاں

بیت اللہ کے دروازے کا ایک قفل جو اعلیٰ فنکاری کا نادر نمونہ ہے۔ یہ توپ قاپے (استنبول) میوزیم کی زینت ہے۔ آج اس عظیم ترین ہستی کی ولادت ہوئی جس نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مرکز وحدانیت کو فتح مکہ کے دن قریش کے کلید برداروں کو ایسے ہی قفل کو کھولنے کا حکم دیا تاکہ بیت اللہ کو بتوں کی نجاست اور شرک کی خباثت سے پاک کیا جائے۔

کعبہ کے دروازے کا تالا

اس تالے کی تیاری 1399 ہجری میں انجام پائی۔ اس کی بناوٹ اس پرانے تالے کے مطابق ہے جو سلطان عبد الحمید عثمانی کے زمانے سے استعمال میں تھا۔ البتہ اس میں کچھ تبدیلی کی گئی ہے۔ اس کا طول 34 سینٹی میٹر اور عرض 6 سینٹی میٹر ہے۔ اس پر یہ عبارت کندہ ہے:

صنع في عهد خالد بن عبد العزيز

آل سعود 1399 ہجری میں خالد بن عبد العزیز آل سعود کے دور 1399 ہجری میں تیار کیا گیا۔

تذکرہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دراصل یمن کے رہنے والے تھے۔ ایک دفعہ اپنے بھائی کے ساتھ مکہ آئے تو یہیں کے ہو رہے۔ ابوحذیفہ مخزومی نے اپنی کنیز حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پردیسی تھے اور حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کنیز اس لئے بے سہارا تھے۔ جب حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تینوں ہی ایمان لے آئے تو مشرکین کی آتش انتقام بھڑک اٹھی اور انہوں نے ان تینوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچانا شروع کر دیں۔ حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشدد کی تاب نہ لا سکے اور واصل بحق ہو گئے۔ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اندام نہانی میں ابوجہل نے اس زور سے برچھی ماری کہ وہ تڑپ تڑپ کر شہید ہو گئیں۔ یہ اسلام کی پہلی شہیدہ خاتون تھیں۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ البتہ زندہ رہے اور مدتوں سختیاں جھیلتے رہے۔ کبھی ان کو لوہے کی زرہ پہنا کر سخت گرم دھوپ میں بٹھایا جاتا اور کبھی ان کے بدن کو آگ سے جلایا جاتا۔ جب ایذا رسانی کا مرحلہ گزر جاتا تو رحمت دو عالم ﷺ تشریف لاتے اور ان کے جلے ہوئے بدن پر اپنا دستِ شفقت پھیرتے ہوئے اس طرح دم کرتے:

يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلَى عَمَّارٍ كَمَا كُنْتِ عَلَى اِبْرَاهِيمَ

اے آگ تو عمار کے لئے اسی طرح ٹھنڈی اور سلامتی بن جا جس طرح ابراہیم کے لئے بنی تھی۔ (سیرت حلبیہ 327:1)

کون جانے کہ اس پیار بھرے انداز میں دم کرنے اور اس نورانی ہاتھ کے لمس سے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن میں کیف و سرور اور برودت و سکون کی کیسی لہریں دوڑ جاتی ہوں گی۔ اور کبھی یہ خوشخبری سناتے:

اِصْبِرُوْا يَا اٰلَ يَاسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةَ

اے آل یاسر! صبر کرو، تمہارا ٹھکانا جنت ہے۔ (طبقات ابن سعد 178:3)

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاریخ اسلام میں غیر معمولی شہرت حاصل ہے۔ رحمت دو عالم ﷺ کے ساتھ تمام مشہور غزوات میں شریک رہے اور آقا ﷺ کی خصوصی نگاہِ التفات سے سرفراز ہوئے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر کچھ لوگوں کی سرکوبی کیلئے بھیجا۔ لشکر میں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ دوران جنگ ایک مسئلے میں دونوں کا اختلاف ہو گیا جو بڑھتے بڑھتے تلخ کلامی تک جا پہنچا۔ واپسی پر دونوں نے رحمت عالم ﷺ کے روبرو ایک دوسرے کی شکایت کی۔ حضور ﷺ خاموشی سے سنتے رہے اور کسی کو کوئی جواب نہ دیا۔ جب حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا رسول اللہ ﷺ میرے حق میں فیصلہ نہیں فرما رہے تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اٹھ کر چل دیئے۔ حضور ﷺ سے اس انسان کا رونا برداشت نہ ہو سکا۔ جس نے اسلام کے لئے اذیت ناک مراحل طے کئے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

مَنْ يَّسُبُّ عَمَّارًا يَسُبُّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يُّبْغِضْ عَمَّارًا يُبْغِضُهُ اللّٰهُ وَمَنْ يُّحَقِّرُ عَمَّارًا يُحَقِّرُهُ اللّٰهُ

جو عمار کو برا کہے گا، خدا اس کو برا سمجھے گا، جو عمار سے بغض رکھے گا، خدا اس کو ناپسند کرے گا اور جو عمار کو حقیر جانے گا خدا اس کو حقیر جانے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سن کر باہر نکلے، حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کیا ان سے معافی مانگی اور اس وقت تک معافی طلب کرتے رہے جب تک حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں معاف نہیں کر دیا۔ (مستدرک 389:3)

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والہانہ محبت آل رسول ﷺ سے

حضور ﷺ کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو محبت تھی وہ تو تھی ہی، اہل بیت نبی ﷺ سے بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قدر والہانہ عقیدت تھی کہ ان کی شان میں ذرا سی گستاخی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے ناقابل برداشت ہو جاتی۔ ایک شخص نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمات کہہ دیئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تڑپ کر بولے:

اُسْكُتْ مَقْبُوْحًا مَنْبُوْحًا

اَتُؤْذِيْ حَبِيْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

چپ رہ بے ہودہ بھونکنے والے...... کیا تو محبوبہ رسول ﷺ کو ایذا پہنچانا چاہتا ہے۔ (تلخیص المستدرک 3939:3)

گلشن اسلام کی آبیاری میں آل یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار

مسجد نبوی کی تعمیر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک ایک پتھر اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو دو پتھر۔ حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غبار آلود سر کو دیکھا تو اپنے دستِ مبارک سے ان کے سر سے مٹی جھاڑی اور فرمایا:

وَيْحَكَ ابْنَ سُمَيَّةَ! تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ

تجھ پر افسوس ہے، سمیہ کے بیٹے، تجھ کو ایک باغی جماعت مار ڈالے گی۔ (طبقات ابن سعد 180:3)

حضور نبی کریم ﷺ کی یہ پیشگوئی کئی سال بعد پوری ہوئی جب معرکہ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔

شہادت کے دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزے سے تھے۔ شام کے وقت پانی ملے ہوئے دودھ کے ساتھ روزہ افطار کیا پھر فرمایا کہ ''مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتا دیا تھا کہ میری زندگی کی آخری غذا پانی والا دودھ ہوگا۔ اسی رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ (مستدرک حاکم 385:3)

شہادت کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر 94 سال تھی۔ سبحان اللہ! اس عمر میں بھی جس چیز کو حق سمجھا اس کے لئے جان لڑا دی۔

زیر نظر تصویر مسجد نبوی ﷺ کی ہے جس کی قدیم تعمیر میں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پھر حضور ﷺ کی زبان مبارک سے شہادت کی خوشخبری سے سرفراز ہوئے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک (شام)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 90 سال کی عمر میں جنگ صفین میں وفات پائی

مزار مبارک حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کا بیرونی منظر

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی تصویر جو ایک سڑک کی جانب سے لی گئی ہے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف کا مرکزی دروازہ

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی مختلف زاویوں سے لی گئی تصاویر

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے متصل مسجد میں لوگ عبادت میں مصروف ہیں
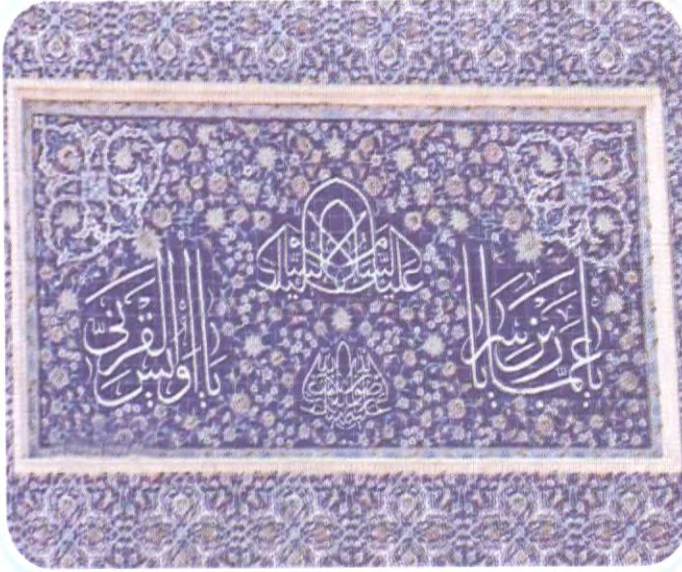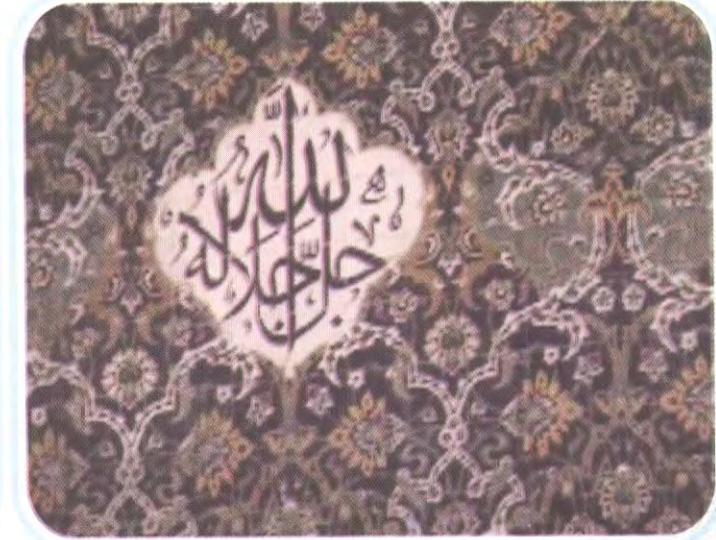
حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کے گرد بنا خوبصورت جالی دار قبہ

انتہائی قریب سے لی گئیں یہ تصویریں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی ہیں

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی تصاویر

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار

تذکرہ حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انصار میں قبیلہ خزرج سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ یہ دربارِ نبوت ﷺ میں وحی کے کاتب تھے اور یہ ان چھ صحابیوں میں سے ہیں جو عہد نبوی میں پورے حافظ قرآن ہو چکے تھے اور حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں فتوے بھی دینے لگے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو سید القراء (سب قاریوں کا سردار) کہتے تھے۔ حضور انور ﷺ نے ان کی کنیت ابولمنذر رکھی تھی اور ان کو سید الانصار (انصار کا سردار) خطاب ملا تھا اور حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو سید المسلمین کا لقب عطا فرمایا تھا۔ ان کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو

رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: ''قرآن مجید کو چار آدمیوں سے سیکھو! حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوحذیفہ کے غلام حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' (صحیح بخاری 3808)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ سید المسلمین مسلمانوں کے سردار تھے۔ (صفۃ الصفوۃ 474:1)

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَیْکَ (لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْ) (البینۃ:1) قال: وَسَمَّانِی؟ قَالَ: نَعَمْ فَبَکٰی اُبَیٌّ

اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے سورہ (لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْ) پڑھ کر سناؤں۔ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! پس سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فرط مسرت سے) رو پڑے۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم: 3809 وصحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین باب استحباب قراءۃ القرآن علی اھل الفضل، رقم: 1865)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آواز سننا

ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آواز سنی۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں ضرور مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھوں گا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کروں گا کہ کسی نے بھی ایسی نہیں کی ہوگی۔ چنانچہ وہ نماز کے بعد جب خدا کی حمد وثنا کیلئے بیٹھے تو انہوں نے ایک بلند آواز اپنے پیچھے سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کُلُّہٗ وَلَکَ الْمُلْکُ کُلُّہٗ وَبِیَدِکَ الْخَیْرُ لِلّٰہٖ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ عَلَانِیَّتُہٗ وَسِرُّہٗ لَکَ الْحَمْدُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اغْفِرْلِیْ مَامَضٰی مِنْ ذُنُوْبِیْ وَاَعْصِمْنِیْ فِیْمَا بَقِیَ مِنْ عُمْرِیْ وَارْزُقْنِیْ اَعْمَالاً زَاکِیَۃً تَرْضٰی بِہٖ عَنِّیْ وَتُبْ عَلَیَّ

اے اللہ تیرے ہی لئے تعریف ہے کل کی کل اور تیرے ہی لئے بادشاہی ہے تمام کی تمام اور تیرے ہی لئے بھلائی ہے سب کی سب اور تیرے ہی طرف تمام معاملات لوٹتے ہیں۔ ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ تیرے ہی لئے تعریف ہے یقیناً تو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ میرے ان گناہوں کو بخش دے جو ہو چکے اور میری عمر کے باقی حصے میں تو مجھے اچھے اعمال کی توفیق دے اور تو ان اعمال کے ذریعے مجھ سے راضی ہو جا اور میری توبہ قبول فرما لے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد سے نکل کر رحمت دو عالم ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے اور ماجرا سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پیچھے بلند آواز سے دعا پڑھنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا نے بدلی کا رخ پھیر دیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قافلے کے ساتھ مکہ مکرمہ جارہے تھے۔ میں اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں اس قافلے کے پیچھے چل رہے تھے۔ ناگہاں ایک بدلی اٹھی تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یا اللہ! ہم کو اس بدلی کی اذیت سے بچا لے اور اس بدلی کا رخ پھیر دے۔ چنانچہ بادل کا رخ پھر گیا اور ہم دونوں پر بارش کی ایک بوند بھی نہ گری لیکن جب ہم دونوں قافلے میں پہنچے تو ہم نے یہ دیکھا کہ لوگوں کی سواریاں اور سب سامان بھیگے ہوئے ہیں۔ ہم کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا یہ بارش جو ہم پر ہوئی ہے، تم لوگوں پر نہیں ہوئی؟ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدلی دیکھ کر خدا سے دعا مانگی کہ ہم اس بارش کی ایذا رسانی سے بچ جائیں، اس لئے ہم پر بارش بالکل نہیں ہوئی اور بدلی کا رخ پھر گیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم دونوں نے ہمارے لئے کیوں نہیں دعا مانگی۔ کاش تم ہمارے لئے بھی دعا مانگتے تا کہ ہم لوگ بھی اس بارش کی تکلیف سے محفوظ رہتے۔ (کنز العمال 232:15)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بتکلف عمر بھر بخار میں رہنا

ایک دن حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بخار کے مریض کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! میں تجھ سے ایسے بخار کی دعا مانگتا ہوں جو مجھے جہاد اور بیت اللہ شریف کے سفر اور مسجد کی حاضری سے نہ روکے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا مقبول ہوئی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے کا بیان ہے کہ میرے والد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر وقت بخار رہتا تھا اور بدن جلتا رہتا تھا مگر اس حالت میں بھی وہ حج و جہاد کے لئے سفر کرتے اور مسجدوں میں بھی حاضری دیتے تھے اور اس قدر جوش وخروش کے ساتھ ان کاموں کو کرتے تھے کہ کوئی محسوس بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ بخار کے مریض ہیں۔ (کنز العمال 234:15 مطبوعہ حیدر آباد)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

مسجد حضرت ابی بن کعب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ملک شام کے شہر دمشق کے سعید بازار مدحت پاشا بازار میں اگر سیدھے چلتے جائیں تو بازار کے اختتام پر باب شرقی آجاتا ہے۔ اس سے باہر نکل کر سڑک کے دائیں جانب تھوڑا سا چلنے کے بعد سڑک کے پار دو گنبد اور مینار نظر آتے ہیں اور اس کو مسجد ابی بن کعب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی مسجد کے ایک گنبد میں عظیم المرتبہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حافظ قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب قاری و مفسر حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرما رہے ہیں۔ یہ مقام بھی نماز کے علاوہ بند رہتا ہے۔ مسجد کے باہر ایک پتھر پر یہ عبارت درج ہے:

جامع الصحابی الجلیل ابی بن کعب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ملک شام کی اہم زیارات

مزار حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام
مزار حضرت سیدنا شیث علیہ السلام
مزار حضرت ہابیل علیہ السلام
غار حضرت ابراہیم علیہ السلام
مینارۂ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
ربوہ اقامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام
مصلے حضرت خضر علیہ السلام
قبہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مزار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مزار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مزار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مزار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مزار حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مزار حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
روضہ اقدس حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مزار حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مزار حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مزار حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مزار حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مزار حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مزار حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مزار سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مزار حضرت اسامہ بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قبہ مبارک حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مزار حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مزار سیدنا خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مزار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ
مزار حضرت ایوب ابوطاہر کردی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مزار حضرت محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مزار حضرت ابواسحاق شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مزار حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مزار حضرت سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مزار حضرت علامہ امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مزار حضرت عبداللہ ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ تعالیٰ
صاحب تفسیر حسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مزار حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ
مینارہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ
قید خانہ اہل بیت
جبل اربعین
وادیٔ یرموک
میدان الشیخ
مقام ہابیل و قابیل

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار شریف

زیر نظر تصویر دمشق میں واقع جلیل القدر صحابی رسول سیدنا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو قرآن سنایا کروں۔ یہ بہت بڑی سعادت تھی جو آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی کہ اللہ رب العزت نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن سنایا کریں۔

تذکرہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت زید بن سہل بن اسود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تعلق رکھتے تھے، ابوطلحہ کی کنیت سے مشہور ہوئے۔ عرب کے چند مشہور جانبازوں اور تیر اندازوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ بیعت عقبہ کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے جن بارہ سرداروں سے جان نثاری کی بیعت لی تھی ان میں ایک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عہد و پیمان کو ایسا نبھایا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ غزوہ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہوکر دشمنوں پر تیر برساتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ذرا اچک کر دیکھنا چاہتے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تیر کہاں پر جاکر لگا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فوراً اچک کر اپنا سینہ اٹھادیتے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چشم زخم نہ پہنچنے پائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لشکر میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز ایک جماعت کی آواز سے بڑھ کر ہے۔ خیبر کے روز یہ شرف ملا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پیچھے اونٹنی پر بٹھایا۔ 34 ہجری میں ستر برس کی عمر پاکر مدینہ منورہ میں جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (وفاء الوفاء 727:2)

باب بیرحاء

مسجد نبوی کے شمال میں چند قدم کی دوری پر جہاں مسجد کا پختہ فرش ختم ہوتا تھا، حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور باغ بیرحاء واقع تھا۔ ابتداء میں یہ باغ اتنا لمبا چوڑا تھا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شمالی مکان کا شمالی نصف حصہ اسی باغ میں شامل تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دارالضیفان (مہمان خانہ) بھی اسی باغ کا حصہ تھا۔ ہجرت کے بعد ان حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باغ کے جنوبی حصے میں سے کچھ جگہ عطا فرمائی تھی۔ اس باغ میں ایک کنواں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پانی نوش فرمایا۔ ماضی قریب تک یہ کنواں موجود تھا۔ دوسری سعودی توسیع کے بعد وہ مسجد کے اندر آگیا۔ اب اس کی جگہ باب الملک فہد (دروازہ نمبر 21) کے اندر چند قدم کے فاصلے پر بائیں طرف ہے۔

اطاعت وسخاوت کا عجیب واقعہ

یہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مقدس جماعت بھی آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ تھی۔ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارے پر مرمٹنے والی اور اپنا سب کچھ قربان کردینے کو اپنی سعادت اور اپنی زندگی کا واحد مقصد سمجھنے والی کوئی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ کب کس نے دیکھی ہے؟ باری تعالیٰ کی طرف سے جب کوئی آیت نازل ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسے لپک کر لیتے، اس کے الفاظ یاد کرتے، اس کے معانی میں غور کرکے اس کے اوپر پورا پورا عمل کرتے، اور اسی میں دونوں جہاں کی سرخروئی کا عقیدہ رکھتے۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جاں نثار جماعت کے ایک مثالی فرد تھے۔ اسی باغ بیرحاء کا قصہ ہے کہ جب آیت:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باغ کو اللہ کی راہ میں صدقہ کردیا۔

بخاری شریف کی روایت ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ کھجور کے درخت حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تھے۔ بیرحاء نام کا ان کا ایک باغ تھا جو ان کو سب سے زیادہ محبوب تھا اور مسجد نبوی کے قریب، بالکل اس کے سامنے واقع تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس باغ میں تشریف لاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔ اس کا پانی بڑا شیریں اور خوشبودار تھا۔ جب مذکورہ آیت کریمہ (تم نیکی کے کامل درجہ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنے محبوب مالوں میں سے خرچ نہ کرو) نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنا بیرحاء باغ سب سے زیادہ محبوب ہے، میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ اس امید پر کہ اس کا اجر وثواب مجھے آخرت میں ملے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں مناسب سمجھیں خرچ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا:

بخ، ذلک مال رائح، ذلک مال رائح

شاباش بہت عمدہ مال ہے، بہت عمدہ مال ہے۔ اس کے بعد فرمایا: جو تم نے کہا میں نے سن لیا، میں مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ تم اس باغ کو اپنے ہی قرابت داروں میں تقسیم کردو۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اپنے عزیزوں چچازادوں میں تقسیم کردیا۔

(صحیح بخاری کتاب تفسیر القرآن 4554:65)

بیرحاء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست گاہ

یہ کنواں حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب باب المجیدی میں اصطفاء منزل کے پیچھے واقع ہے۔ مگر اب وہ ایک عمارت کے اندر آگیا ہے۔ اس وقت یہ کنواں باب عثمان کے سامنے ایک مکان میں ہے۔ جس کی وجہ سے عام لوگ اس کے مبارک وشیریں پانی سے محروم ہوگئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کنویں کے اردگرد بہت سے درخت تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات تشریف لاکر ان درختوں کے سایہ میں بیٹھتے اور اس کنویں کا پانی نوش فرماتے۔

کنویں کی موجودہ حالت

یہ کنواں اس وقت بھی موجود ہے۔ اس میں ایک پمپ لگا ہوا ہے لیکن وہ اب کارآمد نہیں ہے۔ اب یہاں اس باغ کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ جس کا ذکر المطری نے کیا ہے۔ اس کے بجائے یہاں وہ عمارات ہیں جو الکردی خاندان کی ملکیت ہیں۔ یہاں ایک چھوٹی سی غیر آباد مسجد ہے جو کنویں کے جنوب میں واقع ہے۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے مثال صبر

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر سفر میں تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیر حاضری میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب گھر واپس آئے تو پوچھا کہ لڑکا کیسا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا آرام میں ہے۔ یہ کہہ کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے کھانا رکھا۔ جب کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولی کہ ایک مسئلہ تو بتایئے میرے پاس اگر کسی نے کوئی امانت رکھی ہو اور کچھ دنوں کے بعد وہ شخص اپنی امانت واپس طلب کرے تو کیا مجھے واپس دے دینا چاہیے یا نہیں؟

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے فوراً واپس دے دینا چاہیے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اور واپس دے کر اس کا کوئی رنج وغم تو نہیں کرنا چاہیے۔ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے نہیں! وہ بولی تو پھر سنیئے ہمارا لڑکا جو خداوند کریم نے ہمیں امانت دی تھی وہ واپس لے لی ہے اور لڑکے کا انتقال ہوگیا ہے۔ اب صبر کیجئے گا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر صبر کیا اور رات گزارنے کے بعد صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا تعالیٰ آج رات تمہارے لئے بابرکت کرے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے آج کی رات بڑی بابرکت گزری

چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا نے ایک لڑکا عطا فرمایا۔ جب پیدا ہوا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ عبداللہ جب تک زندہ رہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پھیرنے کی جگہ یعنی پیشانی بہت نورانی اور روشن نظر آتی تھی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین 580)

ایک دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں نقاہت کا کچھ اثر محسوس کیا تو بے تاب ہوگئے۔ اسی وقت گھر گئے اور اپنی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا: آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کچھ دھیمی دھیمی سی ہے، اور میرا خیال ہے کہ یہ ضعف بھوک کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، کیا گھر میں کھانے کیلئے کچھ ہے؟

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چند روٹیاں نکالیں اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیں کہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے آؤ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ستر اسی آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے کچھ بتانے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اَرْسلکَ اَبُوْ طَلْحَة

تجھے ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں! یارسول اللہ!

فرمایا: بطعام .... کھانا دے کر؟

میں نے پھر اثبات میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کھانا لینے کے بجائے وہاں پر موجود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہا کہ اٹھو اور خود بھی اٹھ کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی طرف چل پڑے۔ میں دوڑ کر گیا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ وہ سخت پریشان ہوگئے اور اپنی بیوی سے کہنے لگے:

ام سلیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے آدمیوں کو ساتھ لے کر ہمارے گھر آرہے ہیں۔ اور ہمارے پاس انہیں کھلانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت حوصلہ مند اور کامل ایمان والی خاتون تھیں۔ وہ ذرا نہ گھبرائیں اور کہا

اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

اللہ اور اس کا رسول ہم سے بہتر جانتے ہیں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کا ظہور

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے باہر نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر گھر میں داخل ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لے آؤ ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہی چند روٹیاں پیش کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دو۔ ٹکڑے ہوگئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھی کا پیالہ لائیں اور اسے ٹکڑوں پر نچوڑ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پڑھ کر کھانے پر دم کیا اور فرمایا: اب دس دس آدمیوں کو بلاؤ اور کھلاؤ۔ دس دس آدمی آتے گئے اور کھاتے تھے، یہاں تک کہ ستر اسی افراد سیر ہوگئے اور کھانا اتنا ہی باقی تھا جتنا پہلے تھا۔

(دلائل النبوۃ بحوالہ جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ حکایات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں آتا ہے کہ اپنے گنجان آباد باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پرندہ اس باغ میں آگیا اور ان کا دھیان اس پرندے پر ہوگیا۔ جب نماز کا خیال آیا تو انتہائی قلق ہوا کہ اس باغ و پرندے کی وجہ سے میری نماز میں خرابی واقع ہوئی اور نماز کے بعد اس باغ کو فوراً صدقہ کر دیا۔

آج کل کے دور میں اگر چہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زہد وتقویٰ کی مثال ملنی مشکل ہے، لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی ایسی بات ایسا واقعہ سامنے آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ہماری ایک جاننے والی نے یہ قصہ بیان کیا کہ انہوں نے کچھ دن پہلے اپنے بہت سے ریشمی اور اچھے سوٹوں کو الگ کر کے رکھا کہ یہ سوٹ کام کرنے والی ماسی نذیراں کو دے دیئے جائیں کہ اس کے پاس کل کائنات صرف یہ 2 جوڑے تھے۔ انہوں نے اپنی ماسی نذیراں کو بلا کر وہ جوڑے اس کے حوالے کئے کہ یہ تمہارے ہیں، تم ان کو استعمال کرو۔

اگلی صبح نذیراں وہ جوڑے لے کر بیگم صاحبہ کی خدمت میں آئی کہ آپ براہِ مہربانی یہ کپڑے شبیر (ملازم) کی بیوی کو دے دیں۔ بیگم صاحبہ بہت حیران ہوئیں اور استفسار کیا۔ نذیراں نے جواب دیا کہ آپ نے یہ کپڑے مجھے کیا دیئے، میری تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ رات کام سے فارغ ہو کر بھی میں ایک ایک جوڑا پہن کر دیکھتی، کبھی دوسرا، حتیٰ کہ یہاں تک ہوا کہ میری تہجد کی نماز میں بھی مجھے انہی جوڑوں کا خیال آتا رہا۔ بھلا ایسے جوڑوں کا میں کیا کروں جو میری نماز خراب کر دیں۔

تذکرہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور جلیل القدر صحابی ہیں۔ یہ قبیلہ بنو عبس سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے وطن ہی میں اپنے والد ماجد کے ساتھ اسلام لے آئے تھے۔ جن کا اصل نام ''حسل'' تھا اور لقب یمان۔ اسلام لانے کے بعد یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ اتفاق سے یہ ٹھیک وہ وقت تھا جب آنحضرت ﷺ غزوہ بدر کی تیاری فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کے مقابلے کیلئے ابوجہل کا لشکر مکہ مکرمہ سے روانہ ہو چکا تھا۔

دونوں باپ بیٹا اسلام قبول کرنے مدینہ منورہ آرہے تھے، اتفاق سے اس وقت جنگ بدر کا موقع تھا اور قریش مکہ بدر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ راستے میں انہیں پکڑ لیا گیا اور کہا گیا کہ تم (حضرت) محمد (ﷺ) کے ہاں جا رہے ہو؟

انہوں نے کہا: ہمارا ارادہ فقط مدینہ منورہ جانے کا ہے۔ بالآخر کفار نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ تم ہمارے خلاف لڑائی میں حصہ نہیں لو گے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت مسلمانوں کی تعداد انتہائی قلیل تھی اور ایک ایک فرد کی بے حد ضرورت واہمیت تھی، مگر آپ ﷺ نے انہیں جنگ میں شریک ہونے سے روک دیا اور فرمایا:

اِنْصَرِفَا نَفِیْ لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَنَسْتَعِیْنُ اللّٰهَ عَلَیْهِمْ

تم (مدینہ منورہ) واپس چلے جاؤ، ہم کفار سے کئے گئے عہد کا پاس کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارا مدد گار ہے۔ اس بنا پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ امانت اور وفا کی ایسی تابناک مثالیں کسی اور قوم کی تاریخ میں کہاں مل سکتی ہیں؟

(صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب الوفاء بالعہد 1778 مسند احمد 395:5 مستدرک حاکم 379:3)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا ایک المناک واقعہ

غزوہ احد میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک ہوئے لیکن ایک افسوسناک واقعہ رونما ہوا اور غلط فہمی کی بنا پر ان کے والد ماجد حضرت یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ چونکہ یہ حادثہ غلط فہمی میں پیش آیا تھا، اس لئے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائیوں کو خون بہا بھی معاف فرما دیا۔ (صحیح بخاری وغیرہم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگ خندق میں بہادری کا واقعہ

جنگ خندق کے موقع پر تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، جس سے سخت سردی ہو گئی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلَا رَجُلٌ یَأْتِیْنِیْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللّٰهُ مَعِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

کوئی آدمی ہے جو دشمن قوم کی خبر لائے، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرا ساتھی بنائے گا۔

شدت سردی کے سبب کوئی کھڑا نہ ہوا۔ دوسری مرتبہ پھر آپ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا۔ آخر کوئی نہ کھڑا ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو جاؤ اور کفار کی خبر لاؤ۔ شدت سردی کے سبب دل تو نہ چاہتا تھا لیکن حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چلے آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرنا جس سے لڑائی کی آگ بھڑکے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اب میں چلا تو مجھے سردی وغیرہ بالکل محسوس نہ ہوئی، آخر میں کفار تک پہنچ گیا۔ دیکھا کہ ابوسفیان کمر کو آگ سے سینک رہا ہے۔ میں نے کمان میں تیر چڑھایا اور ابوسفیان کو مارنا چاہا تو

فَذَكَرْتُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آگیا کہ لڑائی کو بڑھانے کی کوئی حرکت نہ کرنا تو میں نے فوراً فرمان مصطفیٰ ﷺ پر عمل کیا اور تیر مارنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

(مسلم، کتاب الجہاد باب غزوہ احزاب 1788)

زیر نظر تصویر غزوہ خندق کی ہے۔ حضور ﷺ کے حکم پر اس جگہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی معیت میں شریک ہوئے تھے اور کفار کے لشکر کی خبر لے کر آئے۔
تصویر میں موجود ترتیب وار نمبر ان مقامات کے ہیں جو کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منسوب ہیں اب ان مقامات پر مساجد بنا دی گئی ہیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

یہ کون شخص ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیتے ہوئے یہ فرمایا:

اِنْ شِئْتَ كُنْتَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاِنْ شِئْتَ كُنْتَ مِنَ الْاَنْصَارِ

اگر تم چاہو تو مہاجرین میں سے ہو جاؤ اور اگر چاہو تو انصار میں سے ہو جاؤ۔

یہ کون شخص ہے، جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جامع دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ فَوْقِهِ وَمِنْ تَحْتِهِ

الٰہی اس کی آگے پیچھے، دائیں بائیں، اور اوپر نیچے سے حفاظت فرما۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نمایاں حیثیت کے مالک تھے

یہ کون ہے جس نے کامل فضیلت کا اعزاز حاصل کیا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دان اور بہترین شہسوار اور بہت بڑا عالم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ یہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ پھر یہ کون ہے، جس سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا عبقری سربراہ گورنروں کا انتخاب کرتے وقت اور بہت سے دینی مسائل حل کرنے کے لئے اس کے مشورے سے مستفیض ہوا کرتے تھے۔ یہ کون ہے جو قرآن کریم کے جمع کرنے اور مسلمانوں کے ایک مصحف پر جمع ہونے کا سبب بنا۔ جب کہ وہ اللہ کی کتاب کے بارے میں مختلف ٹولیوں میں بٹ چکے تھے۔ حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ خاندانی، راز دان، انصار کے حلیف اور سرکردہ مہاجر جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وسعت علمی

حضرت ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتنوں اور مصائب کی پہچان رکھنے والے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:
دل چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ دل جس پر پردے پڑے ہوئے ہوں، یہ کافر کا دل ہوتا ہے۔ ایک دل وہ جس میں ایمان و نفاق کی آمیزش ہو، یہ منافق کا دل ہے۔ ایک وہ دل جو روشن چراغ میں بے جھاگ دودھ کی مانند صاف شفاف دکھائی دیتا ہو۔ وہ مومن کا دل ہوتا ہے۔ ایک وہ دل جس میں نفاق بھی ہوتا ہے اور ایمان بھی، ایمان کی مثال اس پودے کی سی ہے، جسے عمدہ پانی سیراب کرتا ہے اور اسے پروان چڑھاتا ہے۔ اور نفاق کی مثال اس زخم کی سی ہے جس میں پیپ اور خون پروان چڑھتے ہوں، جو کیفیت بھی اس پر غالب آجائے گی تو وہ مغلوب ہو جائیگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ يَّخْشَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَبِحَسْبِهِ مِنَ الْكِتَابِ اَنْ يَّقُوْلَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ثُمَّ يَعُوْدُ

انسان کے عالم فاضل ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اللہ سے ڈرنے لگ جائے اور اس کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ "استغفر اللہ" کہے، پھر اسی گناہ کا مرتکب ہو۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جو چلتا پھرتا زندہ لاشہ ہو۔ اس سوال کے جواب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ لَا يُنْكِرُ الْمُنْكَرَ بِيَدِهٖ وَلَا بِلِسَانِهٖ وَلَا بِقَلْبِهٖ

وہ شخص زندہ لاشہ ہے، جو برائی کو اپنے ہاتھ، زبان اور دل سے نہ روکے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی نکات

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہایت ہی عمدہ اور دلنشین ایسے کلمات، جو جوزا ستارے کے کانوں میں بھی رس گھولتے دکھائی دیتے ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ خِيَارُكُمْ مَنْ تَرَكَ الدُّنْيَا لِلْاٰخِرَةِ وَلَا خِيَارُكُمْ مَنْ تَرَكَ الْاٰخِرَةَ لِلدُّنْيَا وَلٰكِنَّ خِيَارَكُمْ مَنْ اَخَذَ مِنْ كُلٍّ

تم میں سے وہ بہتر نہیں جو دنیا کو آخرت کے لئے چھوڑ دے اور نہ ہی وہ بہتر ہے جو آخرت کو دنیا کے لئے چھوڑ دے۔ البتہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو ہر ایک سے اپنا حصہ وصول کرلے۔

مردم شماری

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردم شماری کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈیوٹی لگائی۔ اس وقت مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی تعداد سات سو اور اطراف واکناف عالم کے مسلمانوں کو شامل کر کے مجموعی تعداد پندرہ سو تھی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منافقین کی خصوصی پہچان رکھتے تھے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی اسرار کی تعلیم دے رکھی تھی۔ نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تا قیامت مستقبل کے واقعات پر اطلاع حاصل تھی۔
آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ حَدَّثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ

منافقین کے بارے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاص پہچان تھی۔

جب کوئی جنازہ آتا تو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ معلوم کرواتے، اگر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازے میں شامل ہوتے تو نماز جنازہ پڑھا دیتے ورنہ شریک نہ ہوتے۔
(کنز العمال 344:13)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عمال کے بارے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرماتے کہ ان میں کوئی منافق تو نہیں ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل مصروفِ جہاد رہے۔ دینور کا علاقہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے مبارک ہاتھوں فتح ہوا۔ عراق اور ایران کی فتوحات میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ کسریٰ کے دربار میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے وہ ولولہ انگیز تقریر فرمائی جس نے کسریٰ کے ایوان میں زلزلہ برپا کر دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سادگی

ایران کی فتح کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدائن کا عامل (گورنر) مقرر فرمادیا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسریٰ کے دارالحکومت کے گورنر بن کر پہنچے تو اس شان سے کہ ایک دراز گوش پر سوار تھے۔ جس کے پالان کے ساتھ تھوڑا سا زادِ راہ رکھا ہوا تھا۔ اہل مدائن نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استقبال کیا اور پیشکش کی کہ ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہر خواہش پوری کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: طعاما آکلہ، وعلف حماری ھذا من تبن بس میرے لئے یہ کافی ہے کہ مجھے اپنے کھانے کے لئے کھانا مل جائے۔ اور میرے اس دراز گوش کا چارہ۔

عرصہ دراز تک حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سادگی کے ساتھ مدائن کے گورنر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

مدائن کا گورنر

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مدائن کا گورنر مقرر فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کتنا اعتماد تھا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی شخص کو جب بھی کوئی عہدہ تفویض فرماتے تو اس کے بارے میں مکمل ہدایات وہاں کے لوگوں کے نام تحریر فرماتے مگر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''لوگو! ان کی اطاعت کرنا اور جو کچھ یہ طلب کریں، انہیں دیا جائے۔''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن میں اس سادگی سے داخل ہوئے کہ گدھے پر سوار تھے اور بڑی بے نیازی سے دونوں ٹانگیں ایک جانب لٹکائے چلے جارہے تھے۔ عمائدین شہر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استقبال کیلئے منتظر تھے۔ وہ ہرگز اندازہ نہ کرپائے کہ یہی ہمارے گورنر ہیں۔ کافی دیر انتظار کے بعد انہیں شہر کے لوگوں نے بتایا کہ گورنر محترم تو شہر میں پہنچ بھی چکے ہیں۔ لوگ دوڑ کر ان سے جاملے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضروریات کے بارے میں دریافت کیا۔

سلنا ماشئت

حکم فرمائیں کیا چاہیے؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اپنے لئے کھانا اور گدھے کے لئے چارہ۔ اس کے علاوہ جب تک یہاں ہوں اور کچھ نہیں چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خصوصی اکرام فرماتے تھے

کچھ عرصے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ بلوا بھیجا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود رستے میں کسی مقام پر چھپ کر بیٹھ گئے تاکہ معلوم کرسکیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھ مدائن سے کیا کچھ کما کے لا رہے ہیں۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ یہ تو جس حال میں گئے تھے، اسی طرح خالی ہاتھ واپس لوٹ رہے ہیں تو بڑھ کر انہیں گلے لگالیا اور فرمایا:

اَنْتَ اَخِیْ وَاَنَا اَخُوْکَ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے بھائی ہیں اور میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی ہوں۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی 2:366 بحوالہ جہاں دیدہ)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر میں مدائن ہی میں مقیم رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدائن ہی میں وفات پائی۔

زیر نظر تصویر شہر مدائن کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی سال تک گورنر رہے اور اسی شہر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عاشقانہ وفات

جب موت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر منڈلانے لگی تو فرمایا: "موت کو خوش آمدید و مرحبا! فاقے کے دور میں میرا دوست آیا۔ جو پشیمان ہوا وہ کبھی کامیاب نہ ہوا۔ الٰہی! میں نے دنیا سے پیار کنویں کھودنے اور درخت لگانے کے لئے نہیں کیا۔ میں نے تو اس دنیا سے پیار عبادت کے لئے رات کو جاگنے، دن کو روزے کی صورت پیاسا رہنے، کثرت سے رکوع وسجود اور ذکر الٰہی کرنے، اللہ کی راہ میں خود اور علماء کو جہاد پر لگانے کے لئے کیا۔" (مختصر تاریخ دمشق 262:6)

حضرت صالح بن حسان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جب موت کا وقت آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا:

هٰذِہ آخر ساعةٍ من الدنیا اللّٰهُمَّ إِنَّکَ تَعْلَمُ أَنِّی أُحِبُّکَ فَبَارِکْ لِی فِی لِقَائِکَ ثُمَّ مَاتَ

یہ دنیا میں میری آخری گھڑی ہے۔ الٰہی تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے پیار کرتا ہوں۔ اپنی ملاقات میرے لئے بابرکت بنا دے۔ یہ کہا اور فوت ہو گئے۔

میں جنت کا خواہشمند ہوں

اب ہم چھتیس ہجری کا استقبال کرتے ہیں جس میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر آخرت پر روانہ ہوتے ہیں وہ اس وقت مدائن میں مقیم تھے۔ انہیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر ملی تو بڑے غمزدہ ہوئے، جس سے دار النعیم فردوس بریں کی طرف ان کے سفر کا آغاز ہو گیا۔

شدید بیمار ہو گئے۔ بیماری کی اس شدت میں بھی ان کی زبان سے حکمت کے پھول جھڑتے رہے۔ اپنی شیریں کلامی کی سخاوت سے لمحہ بھر کے لئے بھی دست کش نہ ہوئے۔ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلی خواہش کیا ہے؟

فرمایا: میں جنت کا خواہشمند ہوں۔

مجھے نیا کفن نہ دینا

حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفن لانے کیلئے کہا۔ تو نیا کفن لایا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ کر فرمایا: ایسا کیوں کرتے ہو؟ اگر تمہارا یہ ساتھی صالح ہوا تو اللہ اس سے بہتر لباس عطا فرمائے گا اور اس کے علاوہ صورت ہوئی تو یہ روزِ قیامت اس کے منہ پر مار دیا جائے گا۔ (المستدرک 428:3)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال کے وقت تاثر

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 35 ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال سے چالیس راتوں کے بعد وصال فرمایا۔ وصال کے وقت روتے روتے ہچکیاں لے رہے تھے۔ لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا: مجھے دنیا سے جانے کا کوئی افسوس نہیں۔ میں موت کو بے حد پسند کرتا ہوں، روتا اس لئے ہوں کہ مجھے پتا نہیں کہ اللہ مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟

خندق کے مقام پر تعمیر کردہ مسجد کا اندرونی منظر

غزوہ خندق کے موقع پر مجاہدین دن بھر محاذ پر ڈٹے رہتے اور رات بھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں مانگتے۔ دعاؤں کے سننے والے رب نے ایک رات سخت سردی کی لہر میں طوفان بادوباراں کو بھیج دیا۔ جھکڑ چلے، خیمے اکھڑ گئے، اونٹ اور گھوڑے رسیاں تڑا کر بھاگ گئے۔ رسد کا سامان بھیگ کر تباہ ہو گیا۔ میدان حشر کا نقشہ کھنچ گیا۔ طوفان تھما تو ایسے میں مجاہد اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دشمن کے کیمپ کی خبر لانے بھیجا۔ وہ پہنچے تو دیکھا کہ سپہ سالار ابوسفیان سخت پریشانی کے عالم میں اعلان کر رہا تھا کہ اب پڑاؤ اٹھاؤ اور کوچ کرو۔ یہ سن کر قاصدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سربسجود مصروف دعا تھے۔ سر اٹھایا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماجرا سنایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اب قریش تم پر کبھی حملہ نہ کر سکیں گے بلکہ تم ان پر چڑھائی کرو گے۔

کپکپاتے اور نیند کے مارے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صاحب قاب قوسین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کملی اوڑھا دی۔ اللہ رے قسمت جب ہی تو وہ آگے چل کر محرم راز کے لقب سے سرفراز ہوئے۔

وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے۔ "کارسازِ مابفکرِ کارِما" کفر کے سارے احزاب (گروہ) مل کر اسلام کی خندق عبور نہ کر سکے۔ ایک ماہ کے محاصرے میں کل 6 مسلمان شہید ہوئے۔ کفار کے 8 آدمی قتل ہوئے جن میں ان کے نامی گرامی پہلوان بھی شامل تھے۔ یوں غزوۂ خندق اسلام کی مکمل بالادستی کا اولین نشان بنا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا 1300 سال کے بعد بھی جسم سالم رہا

ذیل میں ہم محمودہ عثمان حیدر کے سفرنامہ اور مشاہدات بلاواسطہ کے صفحہ 54 سے 64 تک کا اقتباس پیش کرتے ہیں، تاکہ قارئین ان حیرت انگیز واقعات کو پڑھ کر اپنے اندر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی چاشنی محسوس کریں۔

یہ واقعہ آج دنیا میں صداقت اسلام کی زندہ مثال ہے جس کی تصدیق کے لئے نہ صرف ہم لاکھوں آدمی جو اس وقت حاضر تھے موجود ہیں۔

واقعہ یوں ہے کہ 1932ء میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں ملک فیصل شاہ عراق سے خواہش ظاہر کی کہ ہم دونوں (خود حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اصل مقام سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے ذرا فاصلے پر دفن کر دیا جائے۔ کیونکہ میرے مزار میں پانی اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار میں نمی آنی شروع ہوگئی ہے۔ لیکن سلطنت میں انہماک کے باعث ملک فیصل دن کے وقت یہ خواب قطعی بھول گئے۔

دوسری شب انہیں پھر یہ ارشاد ہوا اور اگلی صبح پھر بھول گئے۔ تیسری شب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق کے مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کو خواب میں اسی غرض سے ہدایت کی نیز فرمایا کہ ہم دو راتوں سے بادشاہ سے برابر کہہ رہے ہیں لیکن وہ مصروفیت کی بنا پر بھول جاتا ہے، اب یہ تمہارا فرض ہے کہ اسے اس طرف متوجہ کراؤ اور اس سے کہہ کر ہمیں موجودہ قبروں سے منتقل کرانے کا بندوبست فوری کراؤ۔ چنانچہ مفتی اعظم نے اگلے روز صبح ہی صبح نوری السعید پاشا کو جو اس زمانے میں وزیر اعظم تھے فون کیا کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔

غرض یہ کہ نوری السعید سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے تمام ماجرا نوری السعید کو سنایا۔ نوری السعید نے بادشاہ سے ان کی ملاقات کا فوری بندوبست کیا، خود بھی ہمراہ گئے۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنا خواب بیان کیا تو بادشاہ نے کہا کہ بے شک میں نے دو راتوں کو متواتر انہیں خواب میں دیکھا ہے اور ہر بار انہوں نے مجھے بھی حکم دیا ہے اور تو اور میں نے انہیں گزشتہ شب بھی خواب میں دیکھا ہے۔ میں حیران تھا کہ یہ کس قسم کا خواب ہے؟ مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ صاف الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ ہم دونوں کو وہاں سے نکال کر دریا سے ذرا فاصلے پر کہیں دفن کر دو۔ اب اس سے زیادہ واضح بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ شاہ فیصل نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ بطور احتیاط پہلے اس کی تصدیق کرالی جائے کہ آیا دریا کا پانی اس طرف آ بھی رہا ہے یا نہیں؟ مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ اس پر رضامند ہوگئے۔

چنانچہ عراق کے محکمہ تعمیرات عامہ کے چیف انجینئر کو شاہی فرمان جاری ہوا کہ مزارات سے دریا کے رخ پر 20 فٹ کے فاصلے پر بورنگ کرا کے معلوم کیا جائے کہ آیا دریا کا پانی اس طرف رس رہا ہے یا نہیں اور شام تک رپورٹ پیش کر دی جائے۔ چنانچہ تمام دن جگہ جگہ کھدائی کی گئی لیکن پانی تو درکنار کافی نیچے سے جو مٹی نکلی اس میں بھی نمی تک موجود نہ تھی۔ مفتی اعظم تمام دن وہیں موجود رہے اور تمام کاروائی بذات خود دیکھتے رہے۔ غرض یہ کہ انہیں بڑی مایوسی ہوئی، شام کو بادشاہ کو اطلاع دے دی گئی۔

اس رات حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر خواب میں بادشاہ کو تاکید کی کہ ہمیں ہٹاؤ، جلدی کرو۔ دریا کا پانی ہمارے مزارات میں جمع ہونا شروع ہوگیا ہے۔ بادشاہ کو چونکہ رپورٹ مل چکی تھی، اس نے کہا کہ یہ محض خواب ہے، اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ چنانچہ اس نے اس بار پھر اس خواب کو نظر انداز کر دیا۔

اگلے روز حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفتی اعظم کے خواب میں تشریف لائے اور ان سے بھی وہی کہا اور سختی سے کہا کہ ہم کہہ رہے ہیں کہ ہمیں یہاں سے منتقل کرو۔ پانی ہے کہ ہمارے مزارات میں گھستا ہی چلا آ رہا ہے۔ مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ صبح ہی صبح ہراساں پریشان قصر شاہی میں پہنچے اور بادشاہ کو پھر اپنے خواب سے مطلع کیا۔

بادشاہ جھلا اٹھا اس نے کہا کہ مولانا آپ خود ہی سوچئے کہ میں کیا کر سکتا ہوں؟ آپ خود ہی وہاں تمام دن رہے اور کاروائی بھی ساری آپ کے ہی سامنے ہوتی رہی۔ ماہرین ارضیات کی رپورٹ بھی آ چکی ہے کہ پانی تو درکنار وہاں نمی بھی نہیں ہے۔ چنانچہ اب مجھے پریشان کرنے سے اور خود پریشان ہونے سے کیا فائدہ؟ جایئے آرام کیجئے۔

مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بے شک ساری کاروائی میرے سامنے ہوئی اور جو رپورٹ آئی وہ بھی میرے علم میں ہے لیکن آپ کو اور مجھے متواتر حکم ہو رہا ہے، اب خواہ کچھ بھی کیوں نہ آپ مزارات کھلوا دیں۔ شاہ عراق نے کہا بہت اچھا آپ فتویٰ دے دیں۔ مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات کھولنے اور انہیں وہاں سے منتقل کرنے کا وہیں بیٹھے بیٹھے فتویٰ دے دیا۔ چنانچہ یہ فتویٰ اور شاہ عراق کا فرمان اخبارات میں شائع کر دیا گیا کہ بروز عید قربان بعد نماز ظہر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات کھولے جائیں گے۔

اخبارات میں فتویٰ اور فرمان کا چھپنا تھا کہ تمام دنیائے اسلام میں جوش و خروش پھیل گیا۔ رائٹر اور دیگر خبر رساں ایجنسیوں نے اس خبر کی تمام دنیا میں تشہیر کر دی۔ حج کے موقع پر تمام دنیا کے مسلمان جو مکہ معظمہ آئے ہوئے تھے، انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ مزارات عید قربان سے کچھ روز بعد کھولے جائیں تاکہ ہم بھی شرکت کر سکیں۔

ایک طرف تمام دنیائے اسلام کا پیہم اصرار اور دوسری طرف خوابوں میں عجلت کی تاکید، سوال پیدا ہوا کہ اگر پانی مزارات میں واقعی رس رہا ہے تو اس رسم کو ملتوی کرنے سے مزارات کو نقصان نہ پہنچ جائے، چنانچہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مشورے سے دریا کے رخ پر 10 فٹ کے فاصلے پر احتیاطاً یک طویل اور گہری خندق کھدوا کر سیمنٹ اور بجری بھروادی گئی۔ ساتھ ہی دوسرا فرمان جاری ہوا جس میں کہا گیا کہ مسلمانان عالم کی خواہش پر یہ رسم عید قربان کے دس دن بعد ادا ہوگی۔ مدائن جیسا چھوٹا سا کم آباد قصبہ ان دنوں دس روز کے اندر اندر ہی آباد اور رونق کے لحاظ سے دوسرا بغداد بن گیا۔ بستی کے تمام مہمان نواز گھر مہمانوں سے اور مسلمانوں سے کھچا کھچ بھر گئے۔ گلی کوچوں اور بازاروں میں ہجوم کی یہ کثرت تھی کہ کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ میدان دور دور تک ڈیروں اور خیموں سے پٹ گئے، جگہ جگہ سفری قہوہ خانے ہوٹل سرائے وغیرہ قائم ہوگئے۔ شاہی لنگر خانہ ان پر مستزاد تھا۔

حکومت عراق کی جانب سے قبر کشائی کے انتظامات

اس موقع پر حکومت عراق نے خاص طور پر کسٹم اور روپیہ پیسے کی تمام پابندیاں ختم کر دیں۔ حتیٰ کہ پاسپورٹ کی قید بھی باقی نہ رکھی۔ شاہی فرمان کے ذریعے یہ اعلان عام کر دیا گیا تھا کہ باہر سے آنے والے اپنے متعلقہ ممالک کا محض اجازت نامہ لے کر آئیں۔ ان کے علاوہ ترکی اور مصر سے اس موقع پر خاص سرکاری وفود آئے۔ نیز حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سلامی دینے کی غرض سے ان کے ساتھ اپنے اپنے ملکوں کا سرکاری بینڈ آیا۔ مصطفیٰ کمال اور جمہوریہ ترکی کی نمائندگی ایک وزیر مختار نے کی، مصری وفد میں علماء اور وزراء کے علاوہ سابق شاہ فاروق والی مصر نے (جو اس وقت ولی عہد تھے) بطور رئیس وفد شرکت کی۔

دونوں مزارات کے گرد کافی گہری اور دور دور تک پہلے ہی کھدائی کرائی گئی اور ایک طرف سے مزارات کی طرف ڈھلانے رکھ دی گئی تھی تا کہ کرین کا پھل (جو پھاوڑے کے پھل سے مشابہ تھا) ڈھلان کی طرف آ کر مزار کے فرش کو کاٹتا ہوا نعش ہائے مبارک کو زمین پر سے اٹھالے۔ کرین کے پھل پر اسٹریچر پہلے ہی کس دیا گیا تھا تا کہ نعش ہائے مبارک کو تابوت میں رکھنے میں سہولت ہو۔

غرضیکہ ان دس دنوں میں جن جن خوش نصیب لوگوں کی قسمت میں ان بزرگوں کی زیارت لکھی تھی، وہ سلمان پارک پہنچ چکے تھے۔ بغداد ایک بار پھر اجڑ گیا، مدائن ایک بار پھر آباد ہو گیا۔ اس موقع پر ایک اندازہ کے مطابق پانچ لاکھ اشخاص نے شرکت کی، جن میں ہر ملک و مذہب، ہر فرقہ اور ہر عقیدہ کے لوگ شامل تھے۔

آخر کار وہ دن بھی آ گیا جس کی آرزو میں لوگ جوق در جوق سلمان پارک میں جمع ہو گئے تھے۔ دوشنبہ کے دن 12 بجے لاکھوں نفوس کی موجودگی میں مزارات کھولے گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ الیمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار میں کچھ پانی آ چکا تھا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار میں نمی پیدا ہو چکی تھی۔ حالانکہ دریائے دجلہ وہاں سے کم از کم دو فرلانگ دور تھا۔

تمام ممالک کے سفیروں عراق کی پارلیمنٹ کے ممبران اور اعلیٰ حضرت شاہ فیصل کی موجودگی میں پہلے حضرت حذیفہ الیمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک کو کرین کے ذریعے زمین سے اس طرح اوپر اٹھایا گیا کہ ان کی نعش کرین میں نصب کئے ہوئے اسٹریچر پر خود بخود آ گئی۔ اب کرین سے اسٹریچر کو علیحدہ کر کے شاہ فیصل، مفتی اعظم عراق، وزیر مختار جمہوریہ ترکی اور پرنس فاروق ولی عہد مصر نے کندھا دیا اور بڑے احترام سے ایک شیشے کے تابوت میں رکھ دیا۔ پھر اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک کو قبر سے نکالا گیا۔

نعش ہائے مبارک کا کفن حتیٰ کہ ریش مبارک کے بال تک بالکل صحیح حالت میں تھے۔ لاشوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہرگز نہ ہوتا تھا کہ یہ 1300 سال قبل کی نعشیں ہیں، بلکہ یہ گمان ہوتا تھا کہ شاید انہیں رحلت فرمائے دو تین گھنٹے سے زائد وقت نہیں گزرا۔ بلکہ سب سے عجیب بات تو یہ تھی کہ ان دونوں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی پراسرار چمک تھی کہ بہتوں نے چاہا کہ ان آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں لیکن ان کی نظریں اس چمک کے سامنے ٹھہرتی ہی نہ تھیں۔ ٹھہر بھی کیسے سکتی تھیں؟؟؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی نعش دیکھ کر جرمن ماہر چشم کا قبول اسلام

بڑے بڑے ڈاکٹر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ایک جرمن ماہر چشم جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا اس تمام کاروائی میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا۔ اس نے جو دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ پس اس منظر سے کچھ اتنا بے اختیار ہوا کہ ابھی نعش ہائے مبارک تابوتوں میں ہی رکھی گئی تھیں کہ آگے بڑھ کر مفتی اعظم کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا آپ کے مذہب اسلام کی حقانیت اور ان حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ لائیے مفتی اعظم ہاتھ بڑھایئے میں مسلمان ہوتا ہوں۔ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ غرض یہ کہ لاشوں کو نکال کر شیشے کے تابوت میں رکھا گیا، رونمائی کی غرض سے چہروں پر سے کفن ہٹا دیا گیا۔

عراقی فوج نے باقاعدہ سلامی دی، توپیں سر ہوئیں، اس کے بعد مجمع نے نماز جنازہ پڑھی۔ بادشاہوں اور علماء کے کندھوں پر تابوت اٹھے۔ چند قدم کے بعد اکثر سفیروں نے کندھا دیا۔ پھر اعلیٰ حکام کو یہ شرف عطا ہوا۔ اس کے بعد ہر شخص جو وہاں موجود تھا، اس سعادت سے مشرف ہوا۔ اس موقع پر ایک جرمن فلم کمپنی نے کمال کیا بلکہ دور دراز سے آئے ہوئے مشتاقان دیدار پر احسان کیا کہ اس نے شاہ عراق کی منظوری سے اپنے خرچ پر عین مزارات کے اوپر دو سوفٹ بلند فولادی کھمبوں پر کوئی تیس فٹ لمبا اور بیس فٹ چوڑا ٹیلیویژن کا اسکرین لگا دیا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ ہر کوئی اپنی جگہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر مزارات کے کھلنے کے وقت سے آخر وقت تک تمام کاروائی دیکھتا رہا۔ زیارت کے جوش میں کوئی ریل پیل نہیں اور اس طرح ہزاروں لوگ اس ہڑبونگ میں پس کر مرنے سے بچ گئے۔ مردوں، عورتوں، بچوں نے نہایت اطمینان سے پوری کاروائی دیکھی۔

جس وقت یہ مقدس جنازے پورے احترام کے ساتھ لے جائے جا رہے تھے، ہوائی جہازوں نے غوطے لگا لگا کر سلامی اتاری اور ان پر پھول برسائے۔ چار گھنٹوں میں یہ تابوت سلمان پارک پہنچے۔ اعلیٰ ہستیوں نے ان مقدس لاشوں کو پورے احترام کے ساتھ نئے مزارات میں رکھا۔ توپوں کی گرج اور اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کے درمیان یہ دونوں زندہ شہید سپرد خاک کر دیئے گئے۔ یہ 1932ء یا 1933ء کا واقعہ ہے۔

غزوہ خندق کے مقام پر بنی ہوئی مسجد سے اطراف کے علاقے کی لی گئی تصویر

خندق جہاں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہادری سے دشمن کی جاسوسی کی۔ اس مقام پر تعمیر کردہ مسجد کا اندرونی منظر

حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر لگا کتبہ جس میں عربی زبان میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مختصر تعارف درج ہے۔

حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفاتحة
هذا مرقد الصحابي الجليل
حذيفة اليماني
طاب الله ثراه وجعل
الجنة مقره ومثواه

جنازہ حضرت حذیفہ الیمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ سعادت جو ملک فیصل شاہِ عراق کی قسمت میں لکھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما یعنی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاکم مدائن اور سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں آکر یہ خواہش ظاہر کی کہ ہمیں اصل مقام سے منتقل کر کے دریا سے فاصلے پر دفن کر دیا جائے کیونکہ دریا کا پانی ہمارے مزارات کے قریب آجاتا ہے چنانچہ عید قربان 1351ھ کے دس روز بعد مرحوم شاہ عراق شاہی تکریم و احتشام کے ساتھ یہ رسم ادا کی اور ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت کا شرف لاکھوں مسلمانوں نے حاصل کیا۔ یہ دونوں جسد اطہر بالکل محفوظ تھے یہاں تک کہ کفن اور ریش مبارک کا بال بال محفوظ تھا اور آنکھوں کی چمک برقرار تھی۔

یہ اسلام کی صداقت کا غیبی ثبوت ہے

حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی قبر مبارک

حضرت عبداللہ بن ابی جمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی قبر مبارک

اردن میں موجود وہ درخت جس کے نیچے
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا تھا

تذکرہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز کا یہ عالم تھا کہ اکثر قیام کی حالت میں بے جان ستون کا گمان ہوتا تھا۔ سجدہ کرتے تو ایسا لگتا تھا کہ کوئی کھڑی پڑی ہے۔ بعض مرتبہ ساری رات رکوع وسجدہ میں گزر جاتی تھی۔ حج سے یہ محبت تھی کہ جب سے ہوش سنبھالا تھا اس کے بعد شاید ہی کوئی حج رہ گیا ہو۔ ایک مرتبہ خانہ کعبہ میں سیلاب کا پانی جمع ہوگیا تو اس وقت بھی کئی فٹ گہرے پانی میں تیر کر طواف کیا تھا۔

حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تین باتوں میں کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ شجاعت، عبادت اور فصاحت وبلاغت میں۔ ان کی بہادری کا اس سے اندازہ ہوگا کہ جب مصر کے حاکم حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس ہزار مجاہدین کو لے کر رومیوں کے دولاکھ کے لشکر سے لڑنے لگے تو دونوں فوجوں کے درمیان ایسا سخت مقابلہ ہوا کہ ایک موقع پر رومی سپہ سالار نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کردے گا اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کردوں گا اور ایک لاکھ دینار بھی دوں گا۔ اس سے بعض مجاہدین سوچ میں پڑ گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا یہ کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ ہماری طرف سے بھی یہ اعلان کردیا جائے کہ جو کوئی جرجیر کو قتل کرے گا اس کا اس کی بیٹی سے نکاح کیا جائے گا اور ایک لاکھ دینار دیا جائے گا اور اس کو ان شہروں کا امیر بھی بنادیا جائے گا۔

پھر دیر تک مقابلہ ہوتا رہا، اس دوران حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ دشمن کا امیر جرجیر لشکر کے پیچھے آرہا ہے اور لشکر اس سے آگے نکل گیا ہے۔ چنانچہ وہ کسی طرح لشکر سے ذرا ہٹ گئے اور تنہا اس کی طرف چلے۔ اس نے یہ دیکھا تو سمجھا کہ شاید صلح کا پیغام لے کر آرہے ہیں اس لئے ان کی طرف توجہ نہ کی۔ لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو سیدھے اس کے پاس گئے اور اس پر ٹوٹ پڑے، یہاں تک کہ اس کا سر کاٹ کر برچھے پر اٹھا کر مجاہدین کی صفوں میں پہنچے۔ یہ دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔ اس لڑائی کے وقت ان کی عمر چوبیس سال تھی۔ اس عمر میں دولاکھ کے لشکر سے ٹکرانا اور دشمن کے امیر کا سر کاٹ کر لانا بہادری کی نہایت عمدہ مثال ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تعریفی کلمات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب سولی پر لٹکے ہوئے دیکھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھڑے ہوکر یہ کلمات ارشاد فرمائے: قسم بخدا! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا روزہ دار اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا عبادت گزار اور صلہ رحمی کرنے والا میں اور کسی کوئی نہیں جانتا۔ اللہ کی قسم وہ امت کامیاب ہوگئی جس کا شریر تو ہو۔

عبدالملک بن مروان نے اپنے زمانہ خلافت میں حجاج بن یوسف جیسے سفاک ظالم کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کرنے کے لئے لاؤلشکر دے کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ حجاج بن یوسف نے بیت اللہ کے قریب جبل ابوقبیس جیسے مقدس پہاڑ پر پتھر برسانے کے لئے منجنیق نصب کی۔ اپنی فوج کو حرم محترم میں داخل کیا اور حرم کا تقدس پامال کرتے ہوئے حرم میں خونریزی کی بالآخر حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے، حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے کو شہید کردیا گیا۔ (الزھد والرقائق امام ابن مبارک 305)

جنت المعلیٰ جہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

مکہ مکرمہ کا مشہور اور تاریخی قبرستان ''جنت المعلیٰ'' کہلاتا ہے۔ یہ اب مکہ کی آبادی میں گھرا ہوا ہے۔ یہاں نبی کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندانی اجداد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صاحبزادہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری آرام گاہیں ہیں۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہیں آسودہ خواب ہیں۔ جن میں سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مدفون ہیں۔ قبرستان کو دو حصوں میں تقسیم کرکے درمیان میں سے سڑک نکالی گئی ہے۔ یہی سڑک آگے کی طرف منیٰ کو چلی جاتی ہے۔

زیرِ نظر تصویر جنت المعلیٰ کی ہے۔ جہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

قبرستان جنت المعلیٰ کی تصویر جو اپنے اندر بہت سی مبارک ہستیاں لئے ہوئے ہے

جنت المعلیٰ کے خوبصورت مناظر

تذکرہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسجد نبوی میں سب سے پہلے روشنی کا انتظام کرنے والی شخصیت

یہ تمیم بن اوس بن خارجہ ہیں۔ قبیلہ ''بنودار'' سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے داری کہلاتے تھے۔ اکلوتی بیٹی ''رقیہ'' کے نام پر ابورقیہ کنیت سے جانے جاتے تھے۔ 9 ہجری میں عیسائیت سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔ مسجد نبوی میں پہلے روشنی کا انتظام نہیں تھا۔ انہی نے سب سے پہلے مسجد نبوی میں چراغ روشن کیا، سکونت مدینہ میں اختیار کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے۔ بڑے تہجد گزار تھے، ایک دفعہ تہجد کی نماز میں آیت

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ

پڑھی اور اسی ایک آیت میں روتے روتے صبح کر دی۔

ایک سال تک نہ سوئے

حضرت تمیم بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے نصرانی تھے۔ پھر 9 ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بہت ہی عبادت گزار تھے۔ ایک رات میں پورا قرآن مجید پڑھ لیا کرتے تھے اور کبھی کبھی ایک ہی آیت کو رات بھر صبح تک نماز میں بار بار پڑھتے رہتے۔

حضرت محمد بن المنکدر کا بیان ہے کہ ایک رات سوتے رہ گئے اور نمازِ تہجد کے لئے نہیں اٹھ سکے، تو انہوں نے اپنی اس کوتاہی کا کفارہ اس طرح ادا کیا کہ مکمل ایک سال تک رات بھر نہیں سوئے۔ پہلے مدینہ منورہ میں رہتے تھے، پھر امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ملک شام میں چلے گئے اور اخیر عمر تک شام ہی میں رہے۔ (حوالہ اسد الغابہ)

مسجد نبوی جہاں سب سے پہلے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چراغ روشن کیا

وہ جنہیں آگ جلا نہ سکی

نبوت کے جھوٹے دعوے دار مسیلمہ کذاب کا داماد مدینہ منورہ پہنچا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر توبہ کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ٹھہرادیا۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے خوب کھلایا پلایا اور اعزاز واکرام کے ساتھ اپنے گھر میں رکھا۔ ایک دن مدینہ منورہ میں شور مچا کہ آگ لگ گئی، آگ لگ گئی۔ معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کے باہر پتھریلی سرزمین حرہ کی گھاٹیوں سے ایک خوفناک آگ بھڑکتی ہوئی شہر کی جانب بڑھ رہی ہے۔ لوگوں کا گھبراہٹ سے برا حال تھا۔ ظاہری طور پر اس آگ پر قابو پانے کیلئے کوئی ذریعہ موجود نہیں تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر سنی تو لپکتے ہوئے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور بولے:

چلو تمیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آگ بجھاؤ!

حضرت! میں ہرگز اس کے قابل نہیں، بھلا میں کیا چیز ہوں؟ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عاجزی سے کہا۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں سختی سے تاکید کی کہ یہ خوفناک آگ بجھانا ان ہی کے ذمے ہے۔

امیر کے حکم کو بہرصورت بجالانا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خاص صفت تھی۔ چاہے وہ کام ناممکن ہی کیوں نہ ہو اور اس میں جان چلی جانے کا یقین بھی ہوتا تب بھی یہ امیر کا حکم رد نہیں کرتے تھے اور یہی ان کی کامیابی کا راز تھا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اطاعت امیر میں جلدی کرنا

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم کو ٹال نہ پاکر آگ کی طرف دوڑنے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پیچھے پیچھے تھے اور مسیلمہ کذاب کا نومسلم داماد بھی یہ عجیب کارنامہ دیکھنے کے لئے ان کے ساتھ ساتھ جارہا تھا۔

حرہ پہنچے تو دیکھا کہ آگ ایک سیلاب کی طرح آگے بڑھی چلی آرہی ہے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ آگ ان تک پہنچی تو دونوں ہاتھوں سے اسے روکنے کی کوشش کی، آگ رک گئی۔ پھر یہ آگ کو دونوں ہاتھوں سے دھکا دینے لگے۔ آگ پیچھے ہٹنے لگی۔ یہ اسے دھکیلتے ہوئے حرہ کی اسی گھاٹی میں لے گئے جہاں سے وہ نکلی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ گھاٹی سے اس طرح صحیح سلامت نکلے کہ ان کا بال تک نہ جلا تھا۔ مسیلمہ کذاب کا داماد حیرت زدہ نگاہوں سے یہ ناقابل یقین منظر دیکھ رہا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمارہے تھے:

جس نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے، وہ آنکھوں سے نہ دیکھنے والے کی مانند نہیں ہوسکتا۔ (الاصابہ 497:3)

حضرت روح بن زنباع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کیلئے گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے کیلئے جو صاف فرمارہے ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اردگرد آپ کے اہل خانہ ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا ان گھر والوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اس کام کو سرانجام دے سکے؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں! لیکن میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھوڑے کیلئے جو صاف کر کے اس کے لئے (کھانے والی تھیلی میں) لٹکا دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر دانے کے بدلے نیکی عطاء فرمائیں گے۔ (شعب الایمان، بیہقی)

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس کے گورنر تھے۔ (طبرانی)

زیرِ نظر نقشہ بیت المقدس کا ہے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ گورنر رہے

تذکرہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے اسلام لائے تھے۔ تبوک کے علاوہ جملہ غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل رہے۔ اور مشکل گھڑیوں میں ثابت قدم رہے۔ تبوک میں اس لئے شریک نہ ہوسکے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک روانہ ہوتے وقت ان کو مدینہ کا امیر مقرر فرما گئے تھے۔ غزوات کے علاوہ متعدد حربی مہمات کی قیادت کی اور ہمیشہ کامران لوٹے۔ غزوات وسرایا کے بارے میں ان کا علم بہت وسیع تھا۔

ایک دفعہ اپنے بیٹوں سے کہا:

اے میرے بیٹو! مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات وسرایا کے بارے میں پوچھا کرو۔ کیونکہ تبوک کے علاوہ کوئی ایسا غزوہ نہیں ہے جس میں، میں نے شرکت نہ کی ہو، اور کوئی ایسا سریہ نہیں ہے جس کی تفصیلات مجھے معلوم نہ ہوں، کیوں کہ ان سرایا میں یا تو میں خود شامل ہوتا تھا یا ان کے بارے میں مجھے مکمل علم ہوتا تھا۔

ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار عنایت کی تھی اور فرمایا تھا:

ابن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ساتھ خوب جہاد کرنا، مگر جب تو دیکھے کہ مسلمان آپس میں لڑ پڑے ہیں تو اس شمشیر کو توڑ دینا اور گوشہ نشین ہو جانا یہاں تک کہ تیری اجل آجائے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گوشہ نشینی

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں کی باہم لڑائیاں شروع ہوئیں تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب ارشاد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اس تلوار کو ایک چٹان پر مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ایک ویرانے میں خیمہ لگا کر مصروف عبادت ہو گئے۔ یہاں تک کہ 54 ہجری میں اپنے رب سے جا ملے۔ (یہ واقعات مستدرک اور طبقات ابن سعد ذکر محمد بن مسلمہ سے ماخوذ ہیں)

فتح مکہ کے موقع پر

مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک مناسب مقام پر خیمہ نصب کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہونے کے بعد اس میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر آرام فرمایا، پھر غسل کیا، اور تیار ہو کر باہر نکل آئے۔ دروازے کے سامنے ہزاروں جانثار باادب اور خاموش کھڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیمے کے بالکل قریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص اونٹنی بٹھا رکھی تھی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو گئے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہار تھام لی اور سوئے کعبہ چل پڑے۔ پیچھے پیچھے ہزاروں افراد کا لہریں مارتا ہوا سیلاب بھی رواں ہو گیا۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی معیت میں طواف کیا تو سب خوشی سے از خود رفتہ ہو گئے۔ اور کیوں نہ ہوتے، کہ یہ دن تھا ہی بے پایاں مسرت کا۔ پورے عرب کا مرکزی مقام مکہ مکرمہ آج اہل اسلام کے تصرف میں آچکا تھا۔ اور اللہ کے جس گھر کے گرد طواف کرنے کیلئے انہیں مشرکین مکہ سے اجازت لینی پڑتی تھی، آج اس کا طواف کرنے میں رکاوٹ ڈالنا تو درکنار، کسی کو ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ تھی۔ لیکن اس منزل تک پہنچنے کیلئے انہیں کئی سال تک شبانہ روز جدوجہد کرنا پڑی تھی۔ تب کہیں برتر وبالا خداوند نے ان پر اتنا بڑا کرم کیا تھا۔ ان کے دل جذبات تشکر سے معمور تھے۔ اور زبانیں اللہ کی عظمت وکبرائی کا اعلان کر رہی تھیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

نعرہائے تکبیر سے مکہ کے پہاڑ گونج رہے تھے اور کفار ومشرکین کے دل دہل رہے تھے۔

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

زیر نظر تصویر خیبر کے مشہور قلعہ کعب بن اشرف کی ہے۔ یہاں 1400 سال قبل حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب بن اشرف کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے پر قتل کیا تھا۔

دشمن رسول اللہ ﷺ کعب بن اشرف یہودی

کعب بن اشرف یہودی مدینہ منورہ میں بسنے والے یہود کا سرکردہ تھا۔ میدان بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہونے پر اسے سخت صدمہ پہنچا۔ شاعر تھا، حضور ﷺ کی ہجو میں بہت اشعار لکھتا تھا۔ جگہ جگہ محفلیں جما کر یہ اشعار سناتا۔ بدر میں قتل ہونے والوں کی یاد میں خود بھی روتا لوگوں کو بھی رلاتا تھا اور حضور ﷺ کے خلاف لوگوں کو اکساتا تھا۔ ایک مرتبہ قریش کو حرم کعبہ میں لایا، غلاف کعبہ تھام کر حلف لیا کہ وہ مسلمانوں سے لڑیں گے۔
(زرقانی 91:2)

کعب بن اشرف کی خباثتوں پر کافی دیر تک صبر وتحمل سے کام لیا جاتا رہا، جب وہ کسی طرح باز نہ آیا تو حضور ﷺ نے اس کے قتل کا حکم جاری فرمایا۔ (فتح الباری 259:2)

کعب بن اشرف کے جرائم

کعب بن اشرف کے وہ جرائم جن کی بنا پر اسے قتل کیا گیا وہ یہ ہیں:

1. دین اسلام پر طعن وتشنیع کرنا۔
2. دعوت کے بہانے سے حضور ﷺ کے قتل کی سازش کرنا۔
3. عوام الناس کو اسلام اور حضور ﷺ کے خلاف اکسانا۔
4. ملت اسلامیہ سے فریب اور خلاف عہد کرنا۔
5. حضور ﷺ کی شان میں توہین بھرے اشعار کہنا۔
6. حضور سید عالم ﷺ کو گالیاں دینا۔ (نعوذ باللہ)
7. لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرنا۔

قتل کعب بن اشرف

ایک دفعہ کعب کے باپ سے ایک قتل ہو گیا تو بھاگ کر مدینہ چلا آیا۔ یہاں ایک یہودی نے اپنی بیٹی اس کو بیاہ دی اور وہ یہیں کا ہو کر رہ گیا۔ شرک و یہودیت کے اجتماع سے کعب پیدا ہوا۔ باپ کی طرف سے فصاحت و بلاغت اور ماں کی طرف سے ذہانت وذکاوت ورثے میں ملی تھی۔ پھر قد کاٹھ بھی خوب نکالا تھا۔ اور شکل وصورت بھی مثالی پائی تھی۔ ان سب عوامل نے مل کر اس کے لئے ترقی کی راہیں کھول دیں۔ اور بہت مختصر عرصے میں اس کا شمار مدینے کے بااثر رؤساء میں ہونے لگا۔ پدری نسبت کی وجہ سے اس کی ہمدردیاں مشرکین کے ساتھ تھیں اور مادری تعلق کی بنا پر اس کو یہودیوں سے پیار تھا۔ اس لئے دونوں فریقوں کے مذہبی پیشواؤں کو خوب نوازتا تھا۔ اور دل کھول کر خرچ کرتا تھا۔ اکثر مذہبی رہنما اس کے وظیفہ خوار تھے اور باقاعدہ تنخواہ لیتے تھے۔ حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ میں آمد کے بعد ایک دن یہودی علماء حسب معمول اپنے وظائف وصول کرنے کعب کے پاس گئے تو اس نے پوچھا: تمہاری اس شخص (یعنی حضور ﷺ) کے بارے میں کیا رائے ہے۔

دنیا کے حریص یہودی علماء

سب نے یک زبان ہو کر کہا:

هُوَ الَّذِي كُنَّا مُنْتَظِرُ

یہی تو ہیں جن کے ہم منتظر تھے۔ ہماری کتابوں میں نبی منتظر کی جو علامات مذکور ہیں وہ سب ان میں موجود ہیں۔

کعب سرد لہجے میں گویا ہوا: اگر تمہاری رائے یہی ہے، تو میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے، تم جا سکتے ہو۔

افسوس کہ پیشوایان یہودیت نے چند ٹکوں کی خاطر اپنا دین بیچ ڈالا اور صداقت کا گلا گھونٹ دیا۔ چنانچہ اس وقت تو سب اٹھ کر چلے آئے، مگر تھوڑی ہی دیر بعد پھر حاضر ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ ہم نے پہلے جو رائے دی تھی، اس میں غیر ضروری عجلت سے کام لیا تھا، بعد میں ہم نے تحقیق کی اور کتاب مقدس کا بغور مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ یہ شخص نبی منتظر ہو ہی نہیں سکتا۔

کعب خوش ہو گیا اور ان کے وظائف میں مزید اضافہ کر دیا۔ اس واقعہ سے یہودیوں کے خودساختہ مذہب کے ساتھ کعب کی لگن کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے۔ رہے مشرکین تو ان سے کعب کی ہمدردی کا یہ عالم تھا کہ جب انہیں بدر میں ذلت آمیز شکست ہوئی تو کعب کو بے حد افسوس ہوا اور تعزیت کیلئے طویل سفر کر کے مکے گیا۔ وہاں جا کر دل سوز مرثیے کہے اور خود بھی رویا ان کو بھی رلایا۔ ساتھ ہی انتقام کی ترغیب بھی دیتا رہا۔ اس کے دردناک اشعار نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور مشرکین کے سینوں میں انتقام کے الاؤ بھڑک اٹھے۔ یہ تمام حرکتیں اس معاہدہ امن کی کھلی خلاف ورزیاں تھیں، جو حضور ﷺ اور یہودیوں کے درمیان طے ہوا تھا۔ کیوں کہ اس کی ایک شق یہ بھی تھی کہ کوئی فریق دوسرے فریق کے دشمن کے ساتھ ساز باز نہیں کرے گا، مگر یہودی عہد کی پاسداری کیا جانیں؟

دولت کے نشے میں کعب بن اشرف کی سرکشی

دولت کی فراوانی نے کعب کو اس قدر مغرور کر رکھا تھا کہ وہ اپنے اشعار میں مکہ اور مدینہ کی خوبصورت عورتوں کا نام لے لے کر ذکر کرتا تھا۔ اور ان پر عشقیہ غزلیں کہتا تھا، مگر اس کے اثر ورسوخ کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ حد یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جیسے معزز شخص کی اہلیہ ام فضل کو بھی اس نے نہیں بخشا اور مکہ سے واپسی کے وقت اپنے آپ سے مخاطب ہو کر گویا ہوا:

أَرَاحِلٌ أَنْتَ؟ لَمْ تَرْحَلْ بِمَنْقَبَةٍ
وَتَارِكٌ أُمَّ الْفَضْلِ بِالْحَرَمِ

کیا تم جا رہے ہو؟ حالانکہ تمہارا جانا بے فائدہ ہے،
کیونکہ ام فضل تو حرم میں رہ جائے گی۔

اسی طرح حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی خرافات بکتا رہتا تھا۔ غرضیکہ یہ آفت کا پرکالہ جس کو قتل کرنے کا بیڑا حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اٹھایا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ

حضور ﷺ پہلے تو اس کی زبان درازیوں سے درگزر کرتے رہے، مگر جب اس نے مشرکین مکہ کو انتقام کی ترغیب دی اور انہیں جنگ پر ابھارا تو آپ ﷺ نے اس مفسدہ پرداز شخص کو جہنم رسید کرنا ضروری سمجھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا:

ہے کوئی شخص جو کعب کو ختم کرنے کی ذمہ داری اٹھا سکے؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت دکھ دیئے ہیں اور کھلی عداوت پر اتر آیا ہے۔ مکہ میں جا کر یہ جو کچھ کرتا رہا ہے اس کی تفصیلات سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آگاہ کر دیا ہے۔ یہ مشرکین کو ہمارے خلاف بھڑکا کر آیا ہے۔ اور اب اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ کب مشرکین ہم پر حملہ کریں اور یہ ان کا ساتھ دے۔

یہ بہت سنگین صورت حال تھی، کیونکہ کعب گھر کا بھیدی تھا، اور اس سے مدینہ کی کوئی بات پوشیدہ نہ تھی۔ اگر ایسا شخص دشمن سے مل جاتا اور اس کو اندرونی حالات سے آگاہ کر دیتا تو مسلمانوں کے لئے خاصی مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فی الفور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں ذمہ لیتا ہوں اس کام کا، میں کعب کا خاتمہ کر دوں گا۔

اگر ایسا کر سکتے ہو تو ضرور کرو۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ اس سلسلے میں گفتگو کی تو انہوں نے کہا ہم بھی تمہارا ساتھ دیں گے اور سب مل کر اس کو قتل کریں گے۔

کعب بن اشرف کے محل کے کھنڈرات

کعب بن اشرف کا تعلق بنی نضیر سے تھا۔ مالدار ہونے کے علاوہ اچھا شاعر بھی تھا۔ عیاری اور مکاری میں اپنی مثال آپ تھا۔ ہجوگوئی کا رخ رسول اللہ ﷺ کی طرف موڑ دیا تھا۔ قبیلہ اوس کے جانباز صحابی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بنی عبدالاشہل نے ربیع الاول 3 ہجری میں اسے جہنم رسید کیا۔ جبل سلع سے کچھ فاصلے پر اس کے قلعے کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ دیواروں کا طول اور ارض 42 گز ہے۔ دیواروں کی موٹائی 2 فٹ سے زیادہ ہے۔ لیکن کعب کو قتل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا، کیوں کہ وہ دن بھر تو اپنے حامیوں اور دوستوں کے جھرمٹ میں گھرا رہتا تھا اور رات کو اپنے ذاتی قلعے میں محصور ہو جاتا تھا۔ اور صرف اس صورت میں برآمد ہوتا تھا جو کوئی انتہائی قابل اعتبار شخص اس سے ملنے کے لئے جاتا تھا۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ پہلے اس کا اعتماد حاصل کیا جائے اور اس کے لئے اس کی من پسند باتیں کرنا لازمی تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی باتیں خلاف واقعہ ہوتیں۔

اس لئے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ اس کو اعتماد میں لینے کے لئے اگر ہمیں کچھ غلط بیانی کرنی پڑ جائے تو......؟

تو کر لینا، تمہیں اس کی اجازت ہے۔ حضور ﷺ نے جواب دیا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گستاخِ رسول ﷺ سے مکالمہ

چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعب کے گھر گئے اور کہا: کعب! میں تمہارے پاس اسلئے آیا ہوں کہ میں اور میرے چند ساتھی اس شخص (یعنی حضور ﷺ) کی وجہ سے مشکل میں پڑ گئے ہیں۔ ہم سے صدقات کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔ حالانکہ ہمارے پاس مال ہی نہیں ہے۔ سخت پریشانی کے عالم میں تمہارے پاس کچھ قرض لینے آیا ہوں۔

کعب خوش ہوکر بولا: ابھی کیا ہے؟ عنقریب تم اس سے مکمل طور پر بیزار ہوجاؤ گے۔ بہرحال اب تو ہم اس کی پیروی کرہی چکے ہیں۔ حضرت ابن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اس لئے فوری طور پر دستکش نہیں ہوسکتے، تم اس طرح کرو کہ ہمیں کچھ غلہ بطور قرض دے دو۔

کعب بولا: تمارے پاس تو غلے کی فراوانی ہوا کرتی تھی، وہ سب کیا ہوا؟

وہ سب ہم اس شخص پر اور اس کے ساتھیوں پر خرچ کر چکے ہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

کعب بولا: کیا اب بھی تم لوگوں پر حق واضح نہیں ہوا۔ بہرحال میں تمہیں قرض دینے کے لئے تیار ہوں، مگر تمہیں اپنی کوئی چیز ضمانت کے طور پر میرے پاس رہن رکھنا ہوگا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ٹھیک ہے ہم رہن رکھ دیں گے تم کیا چیز رکھنا چاہتے ہو؟

کعب بن اشرف نے نہایت بے باکی سے کہا: تمہاری عورتیں!!

اس بیہودہ اور شرمناک مطالبے پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ تو بہت آیا مگر ضبط کر گئے اور کہا: یہ تو مشکل ہے، کیونکہ تم سارے عرب میں خوبصورت انسان ہو، اگر ہم نے عورتیں تمہارے پاس رہن رکھ دیں تو پھر وہ تمہیں چھوڑ کر ہمارے پاس واپس جانے کے لئے کب تیار ہوں گی؟ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید مکھن لگایا۔

اگر یہ نہیں کرسکتے ہو تو پھر اپنے بچوں کو رہن رکھو۔ کعب نے دوسری صورت بتائی۔

یہ بھی مشکل ہے، اس طرح ہماری اولاد کا مستقبل برباد ہوجائے گا۔ اور عمر بھر ان کو طعنے ملتے رہیں گے کہ یہ تھوڑے سے غلے کے عوض رہن رکھ دیئے گئے تھے۔ ہاں البتہ ہم تمہارے پاس اپنا اسلحہ رہن رکھیں گے، حالانکہ تم جانتے ہی ہو کہ ہمیں آج کل اس کی کس قدر شدید ضرورت ہے۔ چلو ٹھیک ہے، اسلحہ ہی لاکر رہن رکھ دو۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ وہ چاہتے ہی یہی تھے کہ کوئی ایسے صورت بن جائے کہ ہمارا اسلحے کے ساتھ کعب کے پاس جانا اس کو چونکا نہ دے۔ کعب نے اجازت دے کر گویا خود ہی اپنی موت پر دستخط کردیئے۔

شاتم رسول ﷺ کو قتل کرنے کے لئے حضرت ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی روانگی

رات خاصی بیت چکی تھی کہ غدار کعب کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے تین افراد کا قافلہ روانہ ہوا جس کے امیر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میدان بقیع تک خود حضور ﷺ انہیں رخصت کرنے آئے اور فرمایا: اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو، اے اللہ ان کی مدد فرمانا۔

کعب کا قلعہ قریب آیا تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساتھیوں کو بتایا کہ جب وہ باہر آئے گا تو میں اس کو بالوں سے پکڑ لوں گا اور تم لوگ اس کا کام تمام کردینا۔ دروازے پر پہنچ کر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب کو آواز دی، کعب اٹھنے لگا تو بیوی نے کہا: کہاں چلے ہو؟ میرے دوست نیچے بلا رہے ہیں، ان سے ملنے جارہا ہوں۔

اس وقت نہ جاؤ، مجھے اس آواز سے خطرے کی بو آرہی ہے۔

نہیں! ایسی کوئی بات نہیں۔ کعب نے بیوی کو اطمینان دلایا، یہ تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور میرا بھائی ابونائلہ ہیں۔ (ابونائلہ کعب کے رضاعی بھائی تھے)

دراصل کعب کی آنکھوں میں وہ اسلحہ گھوم رہا تھا جسے رہن رکھنے کا وعدہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا۔ چنانچہ بیوی کے منع کرنے کے باوجود اس نے دروازہ کھول دیا۔ کعب عطریات بہت استعمال کرتا تھا، اس لئے جونہی اس نے دروازہ کھولا، خوشبو سے فضا مہک اٹھی۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا واہ کیا عمدہ خوشبو ہے؟ میں نے زندگی بھر ایسی خوشبو نہیں سونگھی۔

کعب عیاش آدمی تھا، اوباشوں والے لہجے میں گویا ہوا: ہاں! ہاں! کیوں نہیں۔ میرے پاس عرب کی سب سے حسین اور مہکتی ہوئی عورت ہے، اسی کے پاس سے اٹھ کر آرہا ہوں۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اگر اجازت ہو تو میں تمہارے بال سونگھ لوں۔ کعب کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ وہ تو خوش ہورہا تھا کہ میرے معطر بالوں سے یہ لوگ اس قدر متاثر ہورہے ہیں۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بال سونگھے اور تعریف کی۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: لو تم لوگ بھی سونگھ لو۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے شاتم رسول ﷺ کو انجام تک پہنچادیا

ساتھیوں نے بھی سونگھنا شروع کردیا۔ اسی دوران حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اسی لمحے کئی تلواریں کعب کے جسم سے آرپار ہوگئیں۔ اس طرح اس دشمن رسول کا خاتمہ ہوگیا، جس کی زبان درازیوں سے ہر شریف انسان پریشان رہتا تھا۔

کعب کو واصل جہنم کرنے کے بعد جب مجاہدین تکبریں کہتے ہوئے واپس آئے تو حضور ﷺ کو خوشخبری سنائی تو آپ ﷺ بہت مسرور ہوئے اور انہیں داد دیتے ہوئے فرمایا:

اَفْلَحَتِ الْوُجُوْهُ — یہ چہرے ہمیشہ کامیاب رہیں۔

مجاہدین نے عرض کیا: وَوَجْهُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

اور آپ کا روئے انور بھی، یارسول اللہ ﷺ (حوالہ جان دو عالم ﷺ)

کعب بن اشرف کے محل کے کھنڈرات۔ اس کا تعلق بنی نضیر سے تھا۔ جبل سلع سے کچھ فاصلے پر اس کے قلعے آثار اب بھی موجود ہیں۔

کعب بن اشرف حضور ﷺ کی گستاخی میں اشعار کہتا تھا۔ حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو اعلان فرمایا کہ کون ہے جو میرے دشمن سے بدلہ لے۔ تو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیار ہوئے اور انہوں نے کعب کے قلعہ میں گھس کر کعب کو عبرتناک موت کا نشان بنادیا۔

کعب بن اشرف کا قلعہ

یہودی سردار کعب بن اشرف کے قلعے کا بیرونی منظر

یہ قلعہ حرہ شرقیہ میں واقع تھا۔ اس کی لمبائی چوڑائی 23,33 میٹر تھی۔ اس کا مرکزی دروازہ غربی جانب واقع تھا۔ یہ قلعہ 8 عظیم برجوں پر مشتمل تھا اور بڑے بڑے سیاہ پتھروں سے تعمیر تھا۔ بنو نضیر کی آبادی میں یہ قلعہ تھا۔

حضرت شیخ سمہودی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس قلعے کے آثار اور وادی مذنیب میں بستیوں کے نشانات دیکھے ہیں۔ صاحب آثار المدینہ نے اس قلعہ کی تحقیقات کیلئے خاصی دلچسپی سے کام لیا ہے۔ یہاں پہنچ کر جائزہ لیا۔ کچھ لوگوں نے بتایا کہ یہ قلعہ نصاریٰ کا ہے۔ انہوں نے خود محسوس کرلیا کہ بدوی لوگ یہود و نصاریٰ کے درمیان کوئی امتیاز نہ رکھتے تھے۔ اس بنا پر یہ جواب دیا ہے۔ تاہم ان بدوی لوگوں نے بتایا کہ یہ قلعہ غیر مسلموں کا تھا اور اس جگہ پر غیر مسلم یہود آباد تھے۔ 1348 ہجری میں صاحب آثار المدینہ اس قلعہ پر گئے۔ وہاں علی نامی زمیندار سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بتایا یہ قلعہ ہماری ملکیت ہے۔ اس نے اس قلعے میں تمام اہم مقامات سے آگاہ کیا اور ایک کنواں دکھایا جس سے قلعے کے اندر رہنے والوں کے لیے آب رسانی کا نظام چلتا تھا۔ یہ قلعہ مدینہ منورہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ مدینہ منورہ سے قریباً اڑھائی گھنٹہ پیدل کی مسافت پر واقع ہے۔ راستہ یہ ہے، باب العوالی طریق قربان ام عشرہ حرہ۔

کعب بن اشرف کے باغات اور قلعے کے کھنڈرات جو گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عبرتناک انجام کی یاد دلاتے ہیں

تذکرہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے باشندے ہیں اور انصار کے قبیلہ اوس سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ ان کے والد ابو عامر اپنے قبیلے کے سردار تھے اور زمانہ جاہلیت میں ان کی عبادت کی کثرت کو دیکھ کر عام طور پر لوگ اس کو ابو عامر راہب کہا کرتے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور پورا مدینہ اور اطراف حضور ﷺ کے قدموں پر قربان ہونے لگا تو مدینہ کے دو شخصوں پر حسد کا بھوت سوار ہوگیا۔ ایک عبداللہ بن ابی سلول، دوسرے ابو عامر راہب۔ لیکن عبداللہ بن ابی سلول نے تو اپنی دشمنی کو چھپائے رکھا اور منافق بن کر مدینہ ہی میں رہا۔ لیکن ابو عامر راہب حسد کی آگ میں جل بھن کر مدینہ سے مکہ چلا گیا اور کفار مکہ کو بھڑکا کر مدینہ منورہ پر حملہ کے لئے تیار کیا۔ چنانچہ 3 ہجری میں جب جنگ احد ہوئی تو ابو عامر کفار کے لشکر میں شامل تھا اور کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ مگر اس کے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرچم اسلام کے نیچے نہایت ہی جوانمردی اور جوش و خروش کے ساتھ کفار سے لڑ رہے تھے۔ ابو عامر راہب جب تلوار گھماتا ہوا میدان میں نکلا تو حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنی تلوار سے اپنے باپ ابو عامر کا سر کاٹ کر لاؤں۔ مگر حضور ﷺ کی رحمت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ بیٹے کی تلوار باپ کا سر کاٹے۔ اس لئے آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی۔ مگر حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوش جہاد میں اس قدر آپے سے باہر ہوگئے تھے کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر انتہائی جانبازی کے ساتھ لڑتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گئے اور کفار کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ابوسفیان کا فیصلے کر دے مگر اچانک پیچھے سے شداد بن الاسود نے جھپٹ کر وار کو روکا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ (اسد الغابہ 2:67 و مدارج النبوۃ 123)

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاریخ اسلام میں **غَسِیْلُ الْمَلَآئِکَۃِ** سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ مؤرخین نے یہ بیان کی ہے کہ جنگ کے خاتمے کے بعد جب شہداء کی لاشیں تدفین کے لئے اکٹھی کی جارہی تھیں تو ان میں حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش موجود نہ تھی۔ سب حیران تھے کہ آخر حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کہاں غائب ہوگئی ہے۔ اسی دوران حضور ﷺ نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ آسمان و زمین کے درمیان ملائکہ چاندی کے برتن لئے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دے رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بتائی تو سب کو تعجب ہوا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا بڑا مرتبہ کس عمل کے صلے میں ملا ہے؟

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فرشتوں نے انہیں غسل دیا ہے، جب ان کی بیوی حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عبداللہ بن ابی سلول سے ان کا حال دریافت کیا گیا، تو انہوں نے یہ بتایا کہ وہ جنگ احد کی رات اپنی بیوی کے ساتھ سوئے تھے اور غسل کی حاجت ہوگئی تھی۔ مگر وہ رات کے آخری حصہ میں دعوت جنگ کی پکار سن کر اس خیال سے بلا غسل میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑے کہ شاید غسل کرنے میں اللہ کے رسول ﷺ کی پکار پر دوڑنے میں دیر لگ جائے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے شہادت کے بعد ان کو غسل دیا، ورنہ شہید کو غسل دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اسی واقعہ کی بناء پر حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسیل الملائکہ (فرشتوں کے نہلائے ہوئے) کہا جاتا ہے۔
(مدارج النبوۃ ج 2 مشکوۃ شریف وغیرہ)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس طرح ہوئی کہ جب احد کے میدان میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ صفیں سیدھی کرا رہے تھے۔ یہ بھی شریک ہوئے اور بڑی شجاعت سے لڑے۔ ایک مڈبھیڑ میں ابوسفیان کو گھوڑے سے گرا کر اس کی چھاتی پر بیٹھ گئے اور قتل کرنے لگے تھے کہ ابوسفیان چلایا، اے قریش کے نوجوانوں مجھے بچاؤ، میں ابوسفیان ہوں۔ انہوں نے اسے نجات دلائی۔ بعد ازیں حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سے مشرکین کو عدم آباد پہنچاتے رہے حتیٰ کہ خود جام شہادت نوش کیا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید دولہا کا اعزاز و اکرام

حضور ﷺ جب جنگ سے فارغ ہوئے تو پہاڑ کے دامن کی طرف دیکھا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: دیکھو وہاں کون ہے؟ ملائکہ آسمان سے چاندی کے کوزے بھر بھر کر لا رہے ہیں اور کسی کو نہلا رہے ہیں۔ حضرت ابو اسید عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے ہم نے وہاں جا کر دیکھا تو حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑے ہیں اور ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ میں نے حضور ﷺ کو اطلاع دی۔ انہوں نے کسی کو حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا۔
انہوں نے کہا: جاتے وقت حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل کی حاجت تھی۔ اس کے بعد حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عزیزوں نے پوچھا تم نے خلوت پر ہمیں کیوں گواہ بنایا تھا؟ اس نے بتایا کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے نکلے ہیں، پھر واپس چلے گئے ہیں۔ مجھے یقین ہوگیا کہ ان کی شہادت قریب ہے۔ میں چاہتی تھی کہ اس کی یہاں آمد پر لوگوں کو گواہ بنا لوں۔

زیر نظر تصویر غزوہ احد کی ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافروں نے شہید کیا تھا۔ پھر حضور ﷺ نے اسی جگہ فرشتوں کو حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دیتے دیکھا۔

ذرا ہمارے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دیکھ لو

قبیلہ اوس کے لوگوں کو اپنے قبیلے کے چار لوگوں پر فخر تھا۔ چنانچہ قبیلے کے لوگ فخریہ طور پر یہ کہتے تھے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے قبیلہ کے ایک عدیم المثال فرد ہیں کہ جن کو فرشتوں نے نہلایا۔

اس تفاخر کے سلسلے میں منقول ہے کہ قبیلہ اوس کے لوگوں نے قبیلہ خزرج والوں سے کہا کہ دیکھ لو حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غسیل الملائکہ ہمارے قبیلہ اوس کے ہیں۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہد کی مکھیوں نے جن کی لاش پر پہرہ دیا تھا، وہ بھی ہمارے قبیلہ اوس کے ہیں اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی وفات پر عرش الٰہی بھی ہل گیا وہ بھی ہمارے قبیلہ اوس کے ہیں اور حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی اکیلے کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے وہ بھی ہمارے قبیلہ اوس ہی کے ہیں۔

یہ سن کر قبیلہ خزرج کے لوگوں نے کہا کہ ہمارے قبیلہ خزرج والوں کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہمارے قبیلے کے چار آدمی حافظ قرآن وقاری ہوئے اور تمہارے قبیلے میں اس وقت تک کوئی پورا حافظ قرآن نہیں ہوا۔ دیکھ لو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ چاروں حفاظ ہمارے قبیلہ خزرج کے سپوت ہیں۔ (اسد الغابہ 68:2)

عرش الٰہی بھی جھوم گیا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر عرش الٰہی جھوم اٹھا۔

(بخاری کتاب المناقب باب مناقب سعد بن معاذ 3803)

مسند احمد میں تفصیل سے ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے چلانے لگیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلا یَرْقَأُ دَمْعُکِ وَیَذْھَبُ حُزْنُکِ فَاِنَّ ابْنَکِ اَوَّلُ مَنْ ضَحِکَ اللّٰہُ لَہٗ وَاھْتَزَّ لَہُ الْعَرْشُ

کیا تیرے آنسو تھمے نہیں اور تیرا غم دور نہیں ہوا کہ تیرا بیٹا پہلا شخص ہے کہ جس پر اللہ خوشی سے ہنسا ہے اور خوشی سے اللہ کا عرش جھوم اٹھا۔ (مسند احمد 456:5 طبرانی کبیر 12:6 سندہ صحیح)

زیر نظر تصویر خندق کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا

تذکرہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کے قبیلے اوس کی شاخ بنی عبدالاشہل سے خاندانی تعلق رکھتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے متاثر ہوکر اسلام میں داخل ہوئے۔ اپنے قبیلے بنی عبدالاشہل کے سردار اور مدینہ منورہ میں اپنی خوبیوں کی وجہ سے بہت ہی باوقار تھے۔ یہ قرآن مجید بڑی ہی خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کا بہت زیادہ اعزاز واکرام کرتے تھے اور بارگاہِ نبوت میں بھی مقرب اور حاضر باش تھے۔ جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق وغیرہ تمام غزوات میں سربکف اور کفن بردوش کفار سے جنگ کرتے رہے۔ زمانہ خلافت کے جہادوں میں بھی شرکت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ فتح بیت المقدس میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے۔

زیرنظر تصویر بیت المقدس کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد اور فتح بیت المقدس کے موقع پر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم مبارک چومنے کی سعادت حاصل ہے

فرشتوں کا قرآن کریم سننا

روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ تہجد میں سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کی۔ اسی گھر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا بھی بندھا ہوا تھا اور گھوڑے کے قریب ہی ان کا بچہ یحییٰ سو رہا تھا۔ یہ انتہائی خوش الحانی کے ساتھ قرأت کر رہے تھے۔ اچانک ان کا گھوڑا بدکنے لگا۔ یہاں تک کہ ان کو خطرہ محسوس ہونے لگا کہ گھوڑا ان کے بچے کو کچل دے گا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت پر فرشتے بھی فریفتہ ہوگئے

چنانچہ نماز ختم کر کے جب انہوں نے صحن میں آکر اوپر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ بادل کے ٹکڑے کے مانند جس میں بہت سے چراغ روشن ہیں اور کوئی چیز ان کے مکان کے اوپر اتر رہی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس منظر سے گھبرا کر قرأت موقوف کردی اور صبح کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر یہ واقعہ بیان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ فرشتوں کی مقدس جماعت تھی، جو آپ کی قرأت کی وجہ سے آسمان سے تیرے مکان کی طرف اتر پڑی تھی۔ اگر آپ صبح تک تلاوت کرتے رہتے تو یہ فرشتے زمین سے اس قدر قریب ہوجاتے کہ تمام انسانوں کو ان کا دیدار ہوجاتا۔ (دلائل النبوۃ 205:3، مشکوۃ شریف 184، فضائل قرآن)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 20 ہجری میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (اکمال 585، اسد الغابہ 92:1)

مسجد اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آثار۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیام فرمایا تھا

جنت البقیع: جہاں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

تذکرہ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے باشندے اور انصاری ہیں اور خاندانِ بنی عبدالاشہل کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں۔ حضور ﷺ کی ہجرت سے قبل ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔ بہت ہی دلیر اور جانباز صحابی ہیں۔ جنگ بدر اور جنگ احد وغیرہ کے تمام معرکوں میں بڑی جرأت وشجاعت کے ساتھ کفار سے جنگ میں نبرد آزما ہوئے۔

حضور ﷺ کے بدترین دشمن کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرنے کیلئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت ابوعبس بن جبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابونائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ چند انصاریوں کو اپنے ساتھ لے کر اس کے مکان پر گئے اور اس کو قتل کر ڈالا۔ افاضل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ہے۔

حضور ﷺ کا عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر دعا فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ 12 ہجری کی جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے۔ جب کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف صرف پینتالیس سال کی تھی۔ (اکمال 605، واسد الغابہ 3:100)

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات

ایک مرتبہ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں دربار رسالت ﷺ سے کافی رات گزرنے کے بعد اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اندھیری رات میں جب راستہ نظر نہیں آیا تو اچانک ان کی لاٹھی ٹارچ کی طرح روشن ہوگئی اور یہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے۔ جب دونوں کا راستہ الگ الگ ہوگیا تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی اور دونوں روشنی میں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ (اسد الغابہ 3:101)

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں شہادت کی خوشخبری ملنا

جنگ یمامہ میں جب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر مسیلمہ کذاب کی فوجوں کے ساتھ مصروف جنگ تھا اور مرتدین بہت ہی کثیر تعداد میں جمع ہو کر بہت سخت جنگ کر رہے تھے۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رات میں ایک خواب دیکھا ہے کہ میرے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور جب میں آسمان میں داخل ہوگیا تو دروازے بند کر دیئے گئے۔ میرے اس خواب کی تعبیر یہی ہے کہ ان شاء اللہ مجھے شہادت نصیب ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ یمامہ کے دن حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز سے یہ اعلان کر رہے تھے کہ مخلص مومنین میرے پاس آجائیں۔ اس آواز پر چار سو انصاری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے پاس جمع ہوگئے۔

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گستاخ رسول ﷺ کے خلاف اقدام جہاد

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر اس باغ کے دروازے پر حملہ آور ہوئے جہاں سے مسیلمہ کذاب اپنی فوجوں کی کمانڈ کر رہا تھا۔ اس حملہ میں انتہائی سخت لڑائی ہوئی، یہاں تک کہ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے۔ ان کے چہرے پر تلواروں کے زخم اس قدر زیادہ لگے تھے کہ کوئی ان کو پہچان نہ سکا۔ ان کے بدن مبارک پر ایک خاص نشان تھا، جس کو دیکھ کر لوگوں نے پہچانا کہ یہ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش ہے۔ (ابن سعد 3:241)

زیر نظر تصویر مقام بدر کی ہے جہاں پر حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے مثال بہادری دکھا کر دشمنوں کو شکست دی

تذکرہ حضرت عروۃ بن ابی الجعد بارقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے مورث اعلیٰ کا نام بارق تھا۔ اس نسبت سے ان کو بارقی کہتے ہیں۔ ان کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کوفہ کا قاضی مقرر فرما دیا تھا۔ یہ برسوں کوفہ ہی میں رہے۔ اس لئے کوفہ کے محدثین میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے شاگردوں میں زیادہ تر کوفہ ہی کے لوگ ہیں۔ حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے شاگردوں میں بہت ہی مشہور و ممتاز اور نہایت بلند پایہ اور نامور محدث ہیں۔ (اکمال 606)

حضرت عروۃ بن ابی الجعد بارقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت

ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دینار دے کر حکم فرمایا کہ وہ ایک بکری خرید لائیں۔ انہوں نے مدینہ کے بازار جا کر ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں۔ پھر راستے میں کسی آدمی کے ہاتھ ایک بکری ایک دینار میں فروخت کر کے دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور ایک بکری اور ایک دینار خدمت اقدس میں پیش کر دی اور بکری کی خریداری کا پورا واقعہ بھی سنا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان کی خرید و فروخت میں برکت کی دعا فرما دی اور اس دعا نبوی کی برکت کا یہ اثر ہوا

فَكَانَ لَوِ اشْتَرَى تُرَابًا لَرَبِحَ فِيْهِ

یعنی وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی ان کو نفع ہی نفع ہوتا۔

یہ ان کی کرامت تھی۔ (مشکوٰۃ 1: 254 باب الشرکۃ والوکالت بحوالہ بخاری)

کوفہ

زیر نظر تصویر کوفہ کی ہے جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کا اکثر وقت گزارا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا

تذکرہ حضرت سائب بن اقرع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
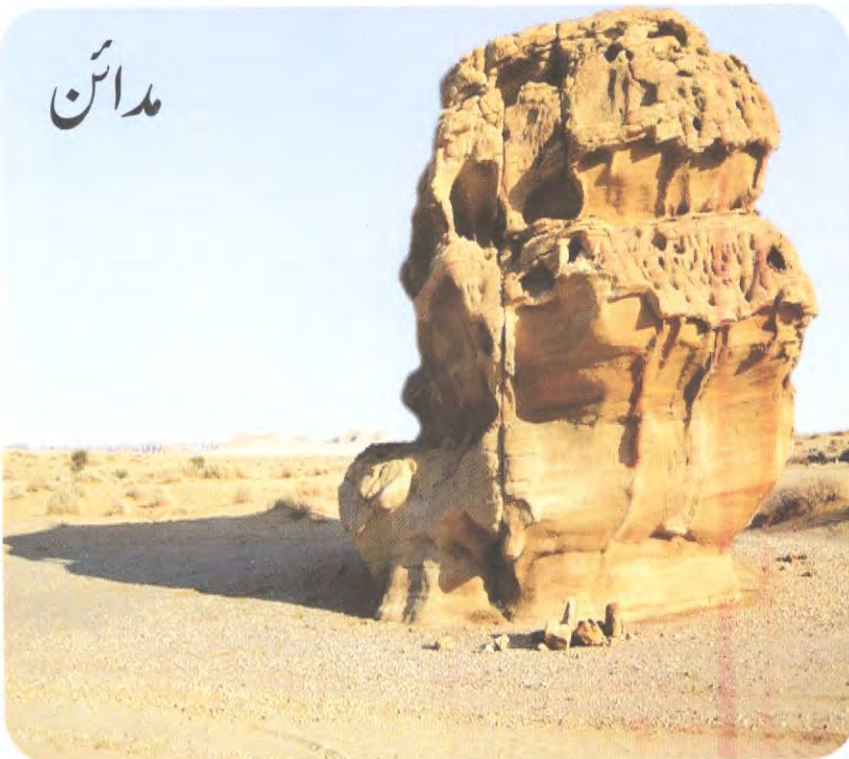
یہ قبیلہ بنو ثقیف کی ہونہار اور نامور شخصیت ہیں۔ اس لئے ثقفی کہلاتے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ ان کی والدہ ان کو بچپن ہی میں اپنے ساتھ لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

یہ بڑے مجاہد تھے۔ نہاوند کی فتح میں یہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جھنڈے کے نیچے خوب جم کر کفار سے لڑے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مدائن کا گورنر مقرر فرما دیا تھا۔ ان کا انتقال اصفہان میں ہوا۔ (اسد الغابہ 2: 249)

حضرت سائب بن اقرع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت تصویر کی زبانی

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا۔ یہ ایک دن کسریٰ کے محل میں بیٹھے ہوئے تھے تو دیکھا کہ محل میں ایک ایسی تصویر ہے جو انگلی سے ایک مقام کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقام کو کھودنے کا حکم دیا تو وہاں سے ایک بہت بڑا خزانہ نکلا جو وہاں مدفون تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ بارگاہِ خلافت میں اس کی اطلاع دے کر یہ دریافت کیا کہ اس خزانے کو مسلمانوں نے جنگ کر کے حاصل نہیں کیا ہے بلکہ میں نے اس کو تنہا برآمد کیا ہے تو میں اس رقم کو کیا کروں؟ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم صادر فرمایا کہ چونکہ تم مسلمانوں کے امیر ہو، اس لئے اس رقم کو مسلمانوں پر تقسیم کر دو۔

(رواہ الخطیب کذا فی الکنز 3: 305)

مدائن

تذکرہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے اور بعض کے نزدیک ابوحماد اور کچھ لوگوں نے کہا کہ ابوعمرو ہے۔

اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس جہاد میں شرکت کی وہ جنگ خیبر ہے۔ یہ بہت ہی جانباز اور مجاہد صحابی تھے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ ملک شام میں سکونت اختیار کر لی تھی اور حدیث میں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ ان کے شاگرد ہیں۔ شہر دمشق میں 73 ہجری کے سال میں ان کا انتقال ہوا۔ (اسد الغابہ 156:4)

زیر نظر تصویر شہر دمشق کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پکار پر مویشی دوڑ پڑے

حضرت محمد بن اسحٰق کا بیان ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار نے گرفتار کر کے انہیں رسیوں سے باندھ رکھا تھا۔ ان کے والد حضرت مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے بیٹے عوف کے پاس کسی قاصد کے ذریعے یہ کہلا دو کہ وہ بکثرت یہ پڑھتے رہیں:

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ وظیفہ پڑھنے لگے۔ ایک دن ناگہاں ان کی تمام رسیاں ٹوٹ گئیں اور وہ رہا ہو کر کفار کی قید سے نکل پڑے اور ایک اونٹنی پر سوار ہو کر چل پڑے۔ راستے میں ایک چراگاہ کے اندر کفار کے سینکڑوں اونٹ چر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان اونٹوں کو پکارا تو وہ سب کے سب دوڑتے بھاگتے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اونٹنی کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ انہوں نے مکان پر پہنچ کر اپنے والدین کو پکارا تو وہ سب ان کی آواز سن کر دوڑ پڑے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹوں کے زبردست ریوڑ کے ساتھ موجود ہیں۔ سب خوش ہو گئے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اونٹوں کا مالک ہو چکا ہے

ان کے والد حضرت مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ کر سارا قصہ سنایا اور اونٹوں کے بارے میں بھی عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان اونٹوں کو تم جو چاہو کرو تمہارا بیٹا ان اونٹوں کا مالک ہو چکا ہے۔ میں ان اونٹوں میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رزق ہے جو تمہیں عطا کیا گیا۔ روایت ہے کہ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (سورۃ طلاق)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مضرتوں سے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔

(الترغیب والترہیب 105:3 وتفسیر ابن کثیر 380:4)

تذکرہ حضرت عمرو بن طفیل دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اپنے باپ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں آ کر اسلام سے مشرف ہوئے اور تمام عمر مدینہ منورہ میں ہی رہے۔ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں جب کہ مرتدین سے جہاد کے لئے مسلمانوں کا لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تو یہ دونوں باپ بیٹے بھی اس لشکر میں شامل ہو کر جہاد کے لئے چل پڑے۔ چنانچہ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ہاتھ کٹ گیا اور شدید طور پر زخمی ہو گئے لیکن بعد میں صحت یاب ہو گئے۔

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جنگ یرموک کا معرکہ درپیش ہوا تو حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جہاد میں مجاہدانہ شان کے ساتھ گئے اور کفار سے لڑتے ہوئے جام شہادت سے سیراب ہوئے۔ (اسد الغابہ 115:4)

نورانی کوڑا

ایک دفعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھوڑا ہانکنے کے کوڑے کے بارے میں دعا فرما دی تو ان کا کوڑا رات کی تاریکی میں اس طرح روشن ہو جایا کرتا تھا کہ یہ اسی کی روشنی میں راتوں کو چلتے پھرتے تھے۔ (کنز العمال 160:16)

زیر نظر تصویر میدان یرموک کی ہے جہاں حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت پائی

تذکرہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام صدی بن عجلان ہے۔ مگر یہ اپنی کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہیں۔ بنو باہلہ کے خاندان سے ہیں، اس لئے باہلی کہلاتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں شریک ہوکر بیعت رضوان کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ 250 حدیثیں ان سے مروی ہیں اور حدیثوں کے درس واشاعت میں ان کو بیحد شغف تھا۔ پہلے مصر میں رہتے تھے، پھر حمص چلے گئے اور وہیں 86 ہجری میں 91 برس کی عمر میں وفات پائی۔ بعض مورخین نے ان کا سال وفات 81 ہجری تحریر کیا ہے۔ یہ اپنی داڑھی میں زرد رنگ کا خضاب کیا کرتے تھے۔ (اکمال 586، واسد الغابہ 16:3)

مقام بیعت رضوان

رسول اللہ ﷺ 1400 صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے 70 اونٹ تھے۔ سب نے عمرے کا احرام باندھ رکھا تھا تاکہ کسی کو جنگ کا خدشہ نہ رہے اور قریش کو معلوم ہوجائے کہ یہ لوگ صرف بیت اللہ کی زیارت اور تعظیم کے لئے آئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حدیبیہ پہنچ گئے۔

ادھر قریش نے قسمیں اٹھالیں کہ ''ہمارے جیتے جی محمد (ﷺ) مکہ میں داخل نہ ہوسکے گا۔'' لیکن پھر قریش نے مختلف لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں بطور وفد بھیجے۔ مثلاً بدیل بن ورقاء خزاعی، مکرز بن حفص، حلیس بن علقمہ اور عروہ بن مسعود ثقفی، مگر بات نہ بن سکی۔ حتیٰ کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی کہ ''اگر لڑائی ہوئی تو مرجائیں گے بھاگیں گے نہیں''۔ پھر قریش نے سہیل بن عمرو کو صلح کی کاروائی کیلئے بھیجا جس کے نتیجے میں صلح حدیبیہ طے پائی کہ دس سال تک کوئی لڑائی نہیں ہوگی۔ گویا قریش نے اسلامی حکومت کو قانونی طور پر تسلیم کرلیا، یہ بھی طے پایا کہ عمرہ آئندہ سال ہوگا۔

6 ہجری میں مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کو خواب دکھلایا گیا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم امن کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور سروں کو منڈوایا اور قصر کرایا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر یکم ذی قعدہ 6 ہجری کو چودہ سو مہاجرین وانصار کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی لے لئے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ آپ ﷺ جنگ کے لئے نہیں بلکہ عمرہ کے لئے جارہے ہیں۔ اسلامی لشکر مکہ کے پاس حدیبیہ میں آکر مقیم ہوا۔

صلح حدیبیہ اوران کی شرائط کا مختصر احوال

مشرکین مکہ کو جب اطلاع پہنچی تو وہ مزاحم ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے اس مسئلے کا پرامن حل نکالنے کے لئے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ مکہ والوں نے ان کو روک لیا۔ اس پر افواہ پھیل گئی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کردیے گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص لینے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت لی جسے بیعت رضوان کہتے ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ دنوں بعد واپس آگئے۔ اہل مکہ کی جانب سے مختلف سفیر آتے رہے۔ آخر نبی ﷺ اور اہل مکہ کے درمیان ایک معاہدہ طے پا گیا جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں اور اس میں درج ذیل شرطیں طے ہوئیں:

1. رسول اللہ ﷺ اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر مسلمانوں کے ساتھ واپس چلے جائیں گے۔ اگلے سال مکہ آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے۔ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہوگا، صرف میان کے اندر تلواریں ہوں گی۔
2. فریقین میں دس سال کے لئے جنگ بند رہے گی۔
3. جو محمد (ﷺ) کے عہد میں داخل ہونا چاہے، داخل ہوسکتا ہے اور جو قریش کے عہد میں داخل ہونا چاہے، داخل ہوسکتا ہے۔
4. قریش کا جو آدمی مسلمانوں کی پناہ میں جائے گا، مسلمان اسے قریش کے حوالے کردیں گے۔ لیکن مسلمانوں کا جو آدمی قریش کی پناہ میں آئے گا قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔ (تلخیص حدیث بخاری 2732)

اس صلح کو قرآن مجید کی سورۃ فتح میں ''فتح مبین'' قرار دیا گیا، کیونکہ اس کی بعض شرائط جو بظاہر مسلمانوں کے لئے ناپسندیدہ تھیں، ان میں خیر کے پہلو تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد قریش کی جارحیت کا مستقل خاتمہ ہوگیا اور 8 ہجری میں فتح مکہ کے ساتھ ہی پورے عرب میں فروغ اسلام کی راہ ہموار ہوگئی۔

حدیبیہ

یہ حرم مکہ کی مغربی حد ہے۔ جب وادی بکہ میں بیت اللہ (کعبہ) کی تعمیر ہوئی اور مکے کی آبادی حضری زندگی کی ایک مستقل بستی بنی تو اس تعمیر کے بانی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بستی کو ایک حرم (یا سیاسی اصطلاح میں ایک شہری مملکت) قرار دیتے ہوئے اس کی حدود مقرر کیں اور مختلف سمتوں میں حدود حرم پر منارے تعمیر کئے گئے۔ عہد نبوی ﷺ میں یہ نہ صرف ایک قدیم چیز تھی بلکہ آپ ﷺ نے ان کی مرمت بھی کرائی تھی۔ یہ اب تک چلے آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک حدیبیہ بھی ہے۔

مقام حدیبیہ کا تاریخی پس منظر

حدیبیہ مکہ سے کوئی دس میل اور جدہ سے کوئی تیس میل پر واقع ہے۔ یہاں وہ پہاڑ جو مکہ کو گھیرے ہوئے ہیں ختم ہوجاتے ہیں اور ساحلی میدان شروع ہوتا ہے۔ آغاز اسلام کے وقت یہاں ایک کنواں تھا جو مسافروں اور حاجیوں کے کام آتا تھا لیکن کسی آبادی کا ثبوت نہیں ملتا۔ غالباً زیر زمین پانی میٹھا اور کافی ہے۔ اسی لئے ببول وغیرہ کے جنگلی درخت یہاں غیر معمولی طور پر بلند نظر آتے ہیں۔ یہیں ایک درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جان نثاری کا عہد لیا تھا۔ اس کے سائے میں مریضوں کی صحت وغیرہ کے غیر اسلامی معتقدات توہم کی شکل اختیار کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اکھڑوادیا۔ بعد میں اس کی جگہ ایک مسجد کی تعمیر عمل میں آئی۔ ترکی دور میں اس پر کوئی کتبہ نہ تھا۔ اب ترمیم وتزئین کے بعد اس پر سلطان عبدالعزیز بن سعود کے نام کا کتبہ پایا جاتا ہے۔ یہ مسجد نئی سڑک کے کنارے واقع ہے۔ خلافت راشدہ کے ایک مدت بعد یہ مقام حجاج کی ضرورتوں کے تحت آباد ہونے لگا اور یہ گاؤں کم از کم آٹھویں صدی ہجری سے شمیسیہ کہلاتا ہے اور اب یہ پولیس کی اہم چوکی ہے۔ (ان دنوں حدیبیہ شمیسی کہلاتا ہے) (اردو دائرہ معارف اسلامیہ 958:7)

زیر نظر تصویر مقام بیعت رضوان کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک پر حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موت پر بیعت کی تھی

تذکرہ حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک پر اسلام قبول کرنے والے خوش نصیبوں میں حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نمبر ساتواں ہے۔ ان کے اس مکان میں کیا خصوصیت تھی کہ اسے دعوت ایمانی کے خفیہ مرکز کے طور پر منتخب کیا گیا؟ اس سلسلے میں اگرچہ تاریخ خاموش ہے تاہم غور کرنے سے چند وجوہات سمجھ میں آتی ہیں۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ یہ مکان کوہ صفا پر واقع تھا۔ اور صفا ایک مقدس اور معظم پہاڑی ہے۔ کیوں کہ وہ شعائر اللہ میں سے ہے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ

اس بنا پر اشاعت اسلام کے پاکیزہ اور عظیم کام کیلئے مقدس اور باعظمت مقام کا انتخاب ہر لحاظ سے موزوں تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ صفا مروہ میں جو سعی کی جاتی ہے اس کی ابتدا صفا سے ہی ہوتی ہے۔ اس مناسبت سے تبلیغ دین کی جو سعی ہو رہی تھی اس کا آغاز بھی صفا سے کرنا نہایت ہی مناسب تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ پہاڑی پر ہونے کی وجہ سے یہ مکان خفیہ تحریک کے لئے بہترین مقام تھا۔ کیونکہ بلندی سے دشمنوں پر نظر رکھی جا سکتی تھی جب کہ مخالفین نشیب میں ہونے کی وجہ سے اندرونی سرگرمیوں سے آگاہ نہیں ہو سکتے تھے۔

حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک گھر

وجہ کچھ بھی ہو، بہر حال یہ مکان اس سعادت سے بہرہ مند ہوا کہ اللہ کے حبیب ﷺ تین سال تک اس میں ارشاد وہدایت کی محفل سجاتے رہے اور اپنے اصحاب کے دلوں کو فرامین الٰہیہ سے گرماتے رہے۔ ان تین برسوں میں ایمان والوں کی تعداد 39 ہوگئی۔ پھر ایک اور بلند اقبال شخص اس جماعت میں شامل ہوا تو تعداد 40 ہوگئی۔ اور یہ چالیسواں ایسا جیالا نکلا کہ اس نے حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہی اعلان کر دیا:

آج سے خفیہ عبادت کا سلسلہ ختم۔ اب صحن حرم میں سرِ عام عبادت ہوا کرے گی۔

یہ تاریخ ساز اعلان کرنے والے عظیم انسان حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جنہیں دربارِ رسالت ﷺ سے فاروق کا خطاب عنایت ہوا۔ اس کے بعد اعلانیہ عبادت شروع ہوگئی اور کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوئی۔ اب چونکہ دار ارقم کی کوئی خاص ضرورت نہ رہی تھی اس لئے حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فراغت کے ان لمحات کو غنیمت جانا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں بیت المقدس جانا چاہتا ہوں۔

بیت المقدس! وہاں کیا کام ہے؟ کیا تجارت کرنے کا ارادہ ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے حیرت سے پوچھا۔ نہیں یارسول اللہ ﷺ تجارت کے لئے نہیں بلکہ اس مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال ہوگا کہ وہاں نماز پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے، اس لئے یہ نعمت حاصل کر لینی چاہیے۔ مگر حضور ﷺ نے فرمایا:

صَلَاةٌ هٰهُنَا خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ صَلَاةٍ ثَمَّ

یہاں ایک نماز پڑھنا وہاں ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔ (متدرک حاکم 504:3)

چنانچہ انہوں نے بیت المقدس جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور ہمہ وقت اس ہستی کے ساتھ رہنے لگے جس کی معیت میں ادا کی گئی ایک نماز بیت المقدس کی ہزاروں نمازوں سے بہتر تھی۔

دار ارقم آج سے وقف ہے

چونکہ اشاعت اسلام کا ابتدائی کام دار ارقم میں ہوا تھا، اس وجہ سے اس مکان کا لقب دار الاسلام ہوگیا۔ یہ لقب بہت بڑا اعزاز تھا۔ اور حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اعزاز کو تاابد برقرار رکھنے کے لئے یہ انتظام کیا کہ مرتے دم وصیت فرما گئے:

اِنَّهَا صَدَقَةٌ بِمَكَانِهَا، لَاتُبَاعُ وَلَا تُوْرَثُ

یہ مکان صدقہ ہے (یعنی وقف ہے) نہ اسے بیچا جا سکے گا، نہ اس میں وراثت جاری ہو سکے گی۔

چنانچہ حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد اس وصیت پر عمل پیرا رہی۔ تاآنکہ عباسی حکمران منصور کے زمانے میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے محمد نے منصور کے خلاف تحریک شروع کی تو حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے عبداللہ نے اس تحریک کا ساتھ دیا۔ تحریک ناکام ہوگئی اور عبداللہ پابہ زنجیر کر دیئے گئے۔ کچھ عرصے بعد منصور کے ایک نمائندے شہاب نے جیل میں ان سے ملاقات کی، اس وقت عبداللہ کی عمر اسی سال سے اوپر تھی اور جیل کی سختیاں جھیل جھیل کر تنگ آ چکے تھے۔ شہاب نے پوچھا: کیا تم رہا ہونا چاہتے ہو؟ ہاں! عبداللہ نے جواب دیا۔ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ دارِ ارقم میں تمہارا جو حصہ ہے وہ مجھ پر فروخت کر دو، کیونکہ امیر المؤمنین (منصور) اس کو خریدنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ تو وقف ہے، عبداللہ نے کہا۔ علاوہ ازیں اس میں میرے علاوہ اور بھی ورثاء شریک ہیں۔ تم صرف اپنے حصے کے ذمہ دار ہو۔ شہاب نے کہا۔ دوسروں کا انتظام میں کر لوں گا۔

چنانچہ مجبوراً عبداللہ نے اپنا حصہ سترہ ہزار روپیہ اور رہائی کے عوض فروخت کر دیا۔ اسی طرح دیگر ورثاء کے حصے بھی خرید لئے گئے اور یوں ملوکیت کے پنجۂ استبداد نے اس مقدس مکان کو اپنی گرفت میں لے کر ذاتی جاگیر بنالیا۔ (تلخیص المستدرک 504:2)

حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بہادر مجاہد بھی تھے

حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شامل رہ کر دادِ شجاعت حاصل کرتے رہے۔ 53 ہجری میں انتقال فرمایا۔ ان کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ (الاصابہ 28:1)

دارارقم: وہ تاریخی گھر جہاں اکثر بڑے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسلام قبول کیا

دارارقم یعنی حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک گھر جہاں اسلام کے شروع دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں وعظ فرماتے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے بعد اس مکان کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں زیادہ وقت گزارا۔ اس مقام کو تاریخی اعتبار سے جو اہمیت اور اولیت حاصل ہے اس کے لئے دعوت اسلامی کی پوری تاریخ شاہد ہے اور کسی دوسری جگہ یا مقام کو یہ فوقیت واوّلیت حاصل نہیں ہے۔ یہ صفا کی پہاڑی کے قریب واقع تھا۔ اور اس مقام پر ہجرت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کے شر سے بچنے کے لئے چھپ کر جمع ہوتے تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔

دارارقم ایک تاریخی پس منظر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صبر کی تلقین فرماتے تھے اور جب قرآن کریم کی کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو اسے پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام کی یہ سب سے پہلی دینی درسگاہ تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی اسی جگہ پیش آیا تھا اور یہیں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کر کے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے کے بعد کفار قریش میں تہلکہ مچ گیا تھا۔ اب اس مقام پر بھی سڑکیں اور دکانیں تعمیر ہو چکی ہیں اور اس کے کوئی آثار باقی نہیں ہیں۔

یہ گھر جس کا تاریخی پس منظر اتنا بلند اور باعظمت ہے کہ اسے ہر حال میں آثار قدیمہ کے طور پر محفوظ رکھنا حکومت وقت کے فرائض میں سے تھا مگر افسوس ایسا نہ ہوسکا۔ یہ امر اہل اسلام کیلئے انتہائی روحانی اذیت وتکلیف کا باعث ہے۔ یوں بھی یہ مقام اسلام کی سب سے پہلی دینی درسگاہ اور تبادلۂ خیالات کا سب سے پہلا اسلامی مرکز تھا۔ جسے آثار قدیمہ کے طور پر زندہ جاوید رہنے کا حق حاصل تھا۔ مکہ مکرمہ میں جتنے دوسرے آثار، گھر مساجد اور جبل وغیرہ ہیں ان کی نسبت تاریخی اعتبار سے بہر حال اپنی جگہ مسلم ہے لیکن دارارقم کی نسبت تاریخی اعتبار سے یقینی اور قطعی تھی اس کی آخری عمارت 1949ء تک قائم تھی۔

افسوس اب دارارقم کا نام ونشان تک نہ رہا

وہ غالباً نویں صدی ہجری کی بنی ہوئی تھی۔ اور اس کے دروازے پر دارارقم کندہ تھا۔ اب اس عمارت کی علامات بھی مفقود ہیں۔

مزدور صفاء ومروہ کے سامنے بازار کی طرف بجلی کے آلات سے مکانوں کی چھتیں گرارہے ہیں۔ یہ حرم پاک کی توسیع کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔ مکان کے نشانات ہر پتھر گرنے سے داستان ماضی ترتیب دے رہے ہیں۔ جب یہ مکان زمین بوس ہو جائے گا اس مکان کا دھندلا سا خاکہ بھی ذہن کے کسی گوشے میں محفوظ نہیں رہے گا اس سے پہلے دارارقم پر شکست وریخت کے کتنے ادوار گزرے۔ اس کی صورت نے کتنی تبدیلیاں دیکھیں؟ زمانہ نئے نقوش پیدا کرتا جاتا ہے اور پرانے نقوش پیوند زمین ہوتے جاتے ہیں مگر اس قطعۂ زمین کی تقدیس اہل ایمان کے قلوب میں محفوظ ہے۔ یہاں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مختصر سی جماعت کے ساتھ جلوہ فرما ہوئے تھے۔ تاریخ اس کی عظمت کو مٹا نہیں سکتی۔ اس زمین پر دین کا پہلا مدرسہ قائم ہوا۔ اسی زمین پر خدائے واحد کا نام بلند ہوا۔ اب بھی یہ جگہ دارارقم ہی سے موسوم ہے۔

171 ہجری میں عباسی خلیفہ ہارون رشید کی والدہ خیزران نے دارارقم کی جگہ پر ایک مسجد تعمیر کرادی۔ صفا کی مشرقی جانب 36 میٹر کے فاصلے پر مسعیٰ سے باہر اس کی جگہ تھی۔ اسلامی تاریخ میں مسلمان خلفاء نے اپنے اپنے دور میں اس مسجد کی تجدید وترمیم کی۔ 1375 ہجری میں اس سمت توسیعی منصوبہ عمل میں آیا تو اس مسجد کو اس میں شامل کر دیا گیا اور یادگار کے طور پر مسعیٰ میں صفا کے قریبی دروازے کا نام "باب دارالارقم" رکھ دیا گیا اور دارارقم بھی اس کے قریب ہی تھا۔

زیر نظر تصویر صفا پہاڑی پر بنی سعی کی جگہ کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں 1949ء تک دارارقم کا تاریخی گھر موجود تھا، مگر اب یہ گھر صفا ومروہ کی توسیع میں شامل ہو چکا ہے

حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر مبارک کی تعمیر

جناب عاصم صاحب دارارقم کے آثار کی زیارت کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ گھر جس کی تاریخ اسلام میں یہ حیثیت اور اہمیت ہو، اس کا سرے سے نام ونشان مٹ جانا، ہمارے لئے انتہائی روحانی اذیت کا باعث ہوا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

کیا کوئی بھی ایسی اسکیم نہیں بن سکتی تھی کہ یہ گھر اپنی جگہ قائم رہتا اور سڑکوں اور دکانوں کو کسی اور طرح سے تعمیر کرلیا جاتا۔ یہ جس جگہ پر آج سے چند سال پہلے تک قائم تھا، تمام مسلمان بادشاہوں اور امراء نے اس کی اس لحاظ سے ہمیشہ حفاظت کی کہ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کا آغاز کیا تھا۔ ہر دور میں اس جگہ قرآن وحدیث کی تعلیم کا کوئی نہ کوئی سلسلہ جاری رہا۔ عمارتیں اگرچہ گرتی اور پھر سے بنتی رہی ہوں گی، لیکن بہر حال جگہ وہی رہی۔ آخری عمارت جسے 1949ء میں ہم نے خود دیکھا ہے، غالباً نویں صدی ہجری کی بنی ہوئی تھی۔ اس کے دروازے پر بھی دارارقم لکھا ہوا تھا اور اس کے اندر بھی بڑے بڑے پتھر بنے ہوئے تھے، جن میں سے ایک پر یہ عبارت کندہ تھی:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدوو الاصال ... ھذا مختباء رسول اللّٰہ ودار الخیزران وفیھا مبداء الاسلام

دوسرے پتھر پر عمارت کے بانی کی حیثیت سے ابوجعفر محمد بن علی بن ابی منصور الاصفہانی وزیر الشام والموصل کا نام کندہ تھا۔ ہمارے پہلے سفر کے زمانے میں شیخ ابوالسمح عبدالظاہر مرحوم (موجودہ خطیب حرم کے بڑے بھائی) کا درس قرآن وحدیث اس میں ہوا کرتا تھا۔ مگر اب ہم وہاں کیا دیکھتے؟ افسوس کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ تاریخی آثار سے سعودی حکومت کا تغافل ایک ایسی چیز ہے جو عرب کی سیاحت کرنے والے ہر شخص کو بری طرح کھٹکتی ہے۔ مشرکانہ افعال کو روکنا بالکل برحق مگر اسلام کے نہایت قیمتی آثار تاریخ کو ضائع کرنا کسی طرح درست نہیں۔
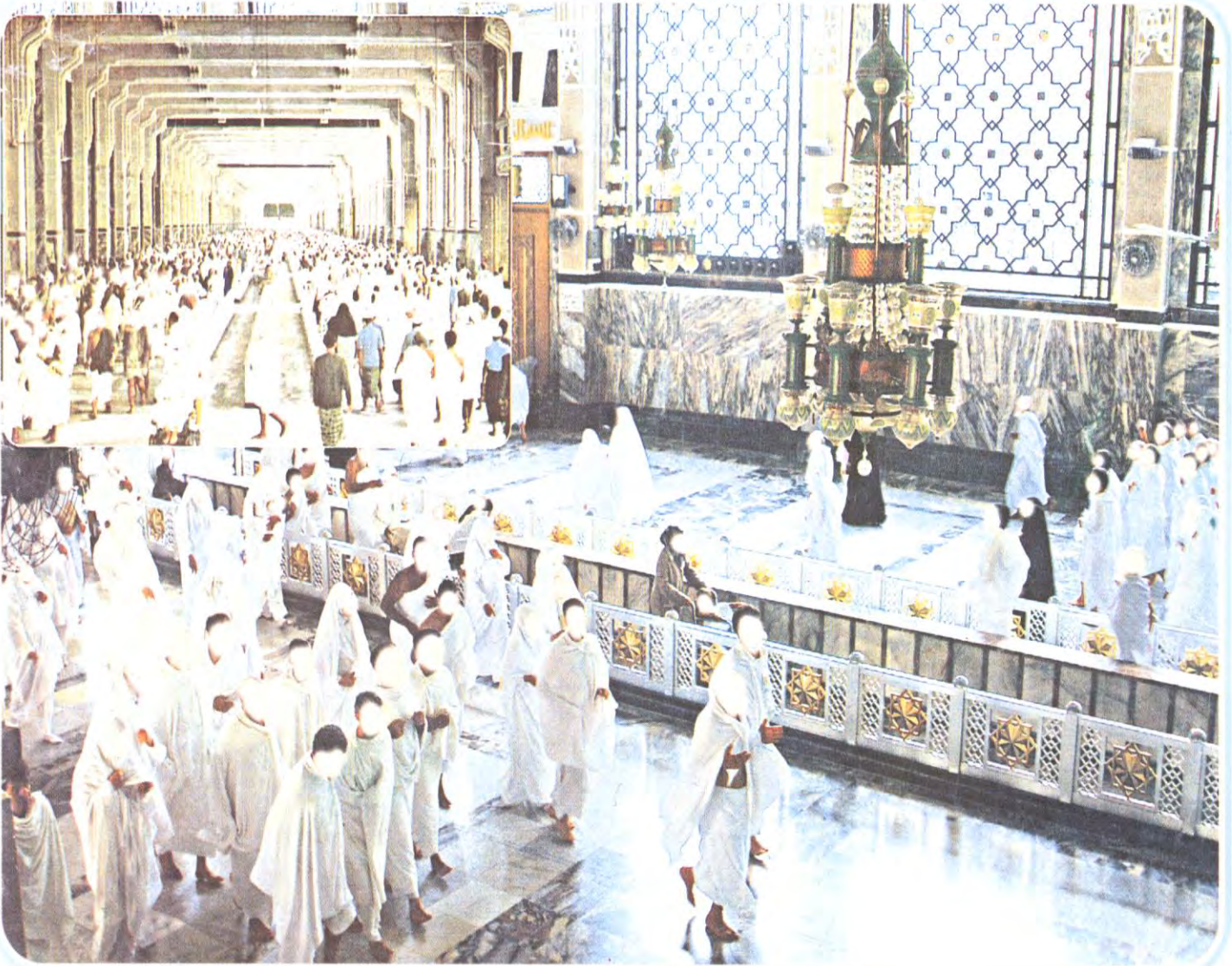
صفا پہاڑی پر بنی عمارت کبھی اس جگہ کے قریب ہی حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تاریخی گھر تھا

صفا کی پہاڑی: جہاں کبھی حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر مبارک تھا

کوہ صفا ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ جس سے حج وعمرہ کے اہم رکن سعی کا آغاز کیا جاتا ہے۔ یہ جنوب مشرقی سمت میں واقع ہے اور کعبۃ اللہ سے اس کا فاصلہ 130 میٹر ہے۔ اس پہاڑی پر ایک گنبد نما چھت بنائی گئی ہے۔ قرآن پاک میں اس کا ذکر موجود ہے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (سورۃ البقرہ: 158)

بے شک صفا اور مروہ پہاڑ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

ہے وہی منظر جمیل میری نگاہِ شوق میں
جیسے کھڑا ہوا ہوں میں کوہِ صفا کے سامنے

(تفصیل کیلئے دیکھئے کتاب فضل ماء زمزم 179 / شفاء الغرام 1: 258 / الجامع اللطیف 170 / قصۃ التوسعۃ الکبری 141 / درر الجامع الثمین 77)

کوہ صفا سے ہماری اسلامی تاریخ کے بعض اہم واقعات وابستہ ہیں جن کو مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا واقعہ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیت

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (شعراء: 214)

نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھے اور آواز لگائی: اے قبیلہ فہر کے لوگو! اے قبیلہ عدی کے لوگو! (دونوں قریش کی شاخیں ہیں) اس آواز کا سننا تھا کہ سب لوگ جمع ہو گئے جو کسی وجہ سے خود نہ آ سکا اس نے اپنے نمائندے کو بھیج دیا تا کہ وہ جا کر دیکھے کیا بات ہے؟ ابولہب بھی آ پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اگر میں کہوں کہ اس وادی میں (پہاڑ کے پیچھے) ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟ سب نے بیک زبان کہا: ہاں! ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم کو ایک شدید عذاب سے ڈراتا ہوں جو بہت قریب ہے۔

ابولہب نے کہا: تیرا برا ہو (معاذ اللہ) کیا تو نے اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس واقعہ کے پس منظر میں سورۂ لہب نازل ہوئی۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔ نہ اس کا مال اس کے کام آیا، اور نہ اس کی کمائی۔ وہ عنقریب ایک شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا، وہ بھی اور اس کی بیوی بھی جو سر پر ایندھن اٹھا کر لاتی ہے، اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر 4770,4771)

تذکرہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے:
انس بن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید بن حرام انصاری۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ انصار میں خزرج کی ایک شاخ بنی نجار میں سے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ملحان ہے۔ ان کی کنیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوحمزہ رکھی اور ان کا مشہور لقب "خادم النبی" ہے۔ اور اس لقب پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے حد فخر تھا۔ دس برس کی عمر میں یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دس برس کی عمر سے ہی سفر و وطن، جنگ و صلح ہر جگہ ہر حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہے اور ہر دم خدمت اقدس میں حاضر باش رہتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات میں سے ان کے پاس چھوٹی سی لاٹھی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ اس کو بوقت دفن میرے کفن میں رکھ دیں۔ چنانچہ یہ لاٹھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفن میں رکھ دی گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مال اور اولاد میں ترقی اور برکت کی دعائیں فرمائی تھیں۔ چنانچہ ان کے مال اور اولاد میں بے حد برکت و ترقی ہوئی۔ مختلف بیویوں اور باندیوں سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے 80 لڑکے اور 2 لڑکیاں پیدا ہوئیں اور جس دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا اس دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں وغیرہ کی تعداد 120 تھی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ حنا کا خضاب سر اور داڑھی میں لگاتے تھے اور خوشبو بھی بکثرت استعمال کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرے کفن میں وہی خوشبو لگائی جائے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ملا ہوا ہے۔ ان کی والدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو جمع کر کے خوشبو میں ملایا کرتی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا 10 سال دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا شرف

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عرصہ دس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل رہا۔ ان کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں پیش کرتے ہوئے عرض کیا تھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چاہتی ہوں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرے۔ اس کیلئے دعا فرمائیے۔ ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چار دعائیں فرمائیں:

اللّٰھُمَّ اکثر مالہ وولدہ واطل عمرہ واغفر ذنبہ

اے اللہ! ان کے مال اور اولاد میں کثرت عطا فرما ان کی عمر لمبی فرما اور ان کے گناہ معاف فرما دے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میری اولاد میں اتنی برکت ہوئی کہ 100 سے زائد پوتے پوتیوں کو دفن کر چکا ہوں۔ میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا ہے۔ تین دعاؤں کا صلہ میں عملاً دیکھ چکا ہوں اور چوتھی کا بھی امیدوار ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کی کیفیت یہ تھی کہ حضرت مثنیٰ بن سید الذارع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

مامن لیلۃ الا وانا اریٰ فیھا حبیبی ثم یبکی

کوئی ایسی رات نہیں جس میں میں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہیں کرتا پھر زار و قطار رو پڑے۔ (ابن سعد 20:7)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خادم بنالیں۔ اس طرح بچپن سے آخری ایام تک خدمت کا حق ادا کر دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار بھی تھے

ایک دن دیر میں گھر گئے تو والدہ نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کام سے گیا تھا۔ انہوں نے پوچھا کیا کام تھا؟ فرمایا کہ ایک راز کی بات تھی۔ والدہ نے فرمایا اچھا اس کو کسی سے نہ کہنا۔ چنانچہ کسی پر وہ ظاہر نہیں کیا۔ ایک مرتبہ ان کے ایک شاگرد خاص حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اگر میں کسی کو وہ راز بتاتا تو تم کو بتا دیتا لیکن میں بیان نہ کروں گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیراندازی

ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت تھی کہ میدان جنگ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر میں موجود تھے؟ فرمایا: میں بدر میں کہاں غائب ہوسکتا تھا؟ غزوۂ خیبر میں وہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنے قریب تھے کہ ان کا قدم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم کو چھو رہا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر، احد، خندق، قریظہ، مصطلق، خیبر، مکہ، حنین، طائف سب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے تیرانداز تھے اور اپنے بیٹوں کو تیراندازی کی مشق بھی کراتے تھے۔ پہلے لڑکے نشانہ لگاتے جس میں کبھی غلطی ہو جاتی تو خود ایسا تیر جوڑ کر مارتے کہ نشانہ خالی نہ جاتا تھا۔

یہ سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے۔ وہاں نماز ادا فرمائی اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا فرمائی۔ اس وقت ان کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اپنے خادم کے لئے بھی دعا فرمائیں۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو مال و اولاد سے سرفراز فرما، اس کی عمر میں برکت عطا فرما اور جنت میں داخلہ نصیب فرما۔ یہ سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طویل عمر پائی اور وہ انصار میں سب سے زیادہ مالدار اور کثیر الاولاد بھی ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین پیشگوئیاں تو پوری ہوگئی ہیں اب چوتھی کا انتظار ہے۔ جنت میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کیا جاؤں گا تو عرض کروں گا اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خدمت کیلئے یہاں بھی حاضر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امتیازی اعزاز

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلسل دس سال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل رہا، ان کی والدہ کی درخواست پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ دعا دی تھی:

اللّٰھُمَّ اکثر مالہ وولدہ وبارک لہ فیما اعطیہ

اے اللہ! اس کو خوب مال اور اولاد دیجئے اور اس کے رزق میں برکت عطا فرمایئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(بخاری، مسلم، ترمذی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

دعاء پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میری والدہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا سا خادم ہے۔ اس کیلئے دعا فرما دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ فرما اور اس کی عمر لمبی فرما اور اس کے تمام گناہ معاف فرما۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے دو کم سو یعنی 98 بچے دفن کر چکا ہوں یا فرمایا: دو اور سو یعنی 102 بچے دفن کر چکا ہوں اور میرے باغ کا پھل سال میں دو مرتبہ آتا ہے اور میری زندگی اتنی لمبی ہو چکی ہے کہ اب زندگی سے دل بھر چکا ہے۔ (93 ہجری میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بصرہ میں 103 سال کی عمر میں انتقال ہوا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی دعا کے پورا ہونے کا مجھے یقین ہے یعنی گناہوں کی مغفرت کی دعا۔

کھجوروں میں مشک کی خوشبو

اسی طرح یہ بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت ہی بے مثال کرامت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ کی کھجوروں میں مشک کی خوشبو آتی تھی۔ جس کی مثال کہیں دنیا بھر میں نہیں مل سکتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف 545:2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا سے بارش

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باغبان آیا اور شدید قحط اور خشک سالی کی شکایت کرنے لگا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو فرمایا اور نماز پڑھی پھر فرمایا کہ اے باغبان! آسمان کی طرف دیکھ! کیا تجھے کچھ نظر آ رہا ہے؟ باغبان نے عرض کیا: حضور میں تو آسمان میں کچھ بھی نہیں دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھ کر یہی سوال فرمایا اور باغبان نے بھی وہی جواب دیا۔ پھر تیسری بار یا چوتھی بار نماز پڑھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باغبان سے پوچھا کہ کیا آسمان پر کچھ نظر آ رہا ہے؟ اب کی مرتبہ باغبان نے جواب دیا کہ جی ہاں! ایک پرندے کے پر کے برابر بدلی کا ٹکڑا نظر آ رہا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ برابر نماز اور دعا میں مشغول رہے، یہاں تک کہ آسمان میں ہر طرف ابر چھا گیا اور نہایت ہی زوردار بارش ہوئی۔ پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باغبان کو حکم دیا کہ تم گھوڑے پر سوار ہو کر دیکھو کہ یہ بارش کہاں تک پہنچی ہے؟ اس نے چاروں طرف گھوڑا دوڑا کر دیکھا اور آ کر کہا کہ یہ بارش مسیرین اور قضبان کے محلوں سے آگے نہیں بڑھی۔ (طبقات ابن سعد 21:7)

سال میں دو مرتبہ پھل دینے والا باغ

ان کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ دنیا بھر میں کھجوروں کا باغ سال میں ایک ہی مرتبہ پھل دیتا ہے، مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف 545:2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمانوں کے تعجب زدہ ہونے کا واقعہ

ایک بار حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں چند مہمان آئے۔ بعد ضیافت دسترخوان زرد فام ہو گیا۔ دسترخوان میں شوربا لگ جانے کے بعد اس کی صفائی کیلئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خادمہ کو حکم دیا کہ اس کو جلتے ہوئے تنور میں ڈال دو۔ خادمہ نے حسب حکم ایسا ہی کیا۔ جملہ مہمانوں کو حیرت ہوئی اور دسترخوان کے جلنے اور اس سے دھواں اٹھنے کا انتظار ہونے لگا۔ لیکن اس کو جب تنور سے نکالا گیا تو بالکل محفوظ تھا اور صاف ہو گیا تھا۔

قوم گفتند اے صحابی عزیز
چوں نسوزید و منقی گشت نیز

قوم نے کہا اے صحابی! یہ دسترخوان آگ میں کیوں نہ جلا اور بجائے جلنے کے اور صاف ستھرا ہو گیا۔

گفت زانکہ مصطفیٰ دست و دہاں
بس بمالید اندریں دستار خواں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دسترخوان سے بارہا اپنے دست مبارک اور لب مبارک کو صاف کیا تھا۔

اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں:

ای دل ترسندہ از نار و عذاب
باچناں دست و لبے کن اقتراب

اے وہ شخص جس کا دل جہنم کی آگ اور عذاب سے خوفزدہ ہو اس کو چاہیے کہ ایسے مبارک ہاتھوں اور لبوں سے قریب ہو جائے، جس کا طریقہ صرف اتباع سنت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالاً هِيَ اَدَقُّ فِي اَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ اِنْ كُنَّا لَنَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ

(صحیح بخاری کتاب الرقاق، باب ما یتقی من محقرات الذنوب: 6127/ مسند احمد 3:3 ح 11008)

تم لوگ کچھ کام ایسے بھی کر لیتے ہو جو تمہاری نگاہ میں بال برابر بھی نہیں ہیں، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم انہیں تباہ کن گناہوں (بڑے بڑے گناہوں) میں شمار کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں لوگوں کو تعلیم دینے کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے بصرہ چلے گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سال وصال اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف کے بارے میں اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ 91 ہجری میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔ بعضوں نے 92 ہجری بعض نے 93 ہجری بعض نے 90 ہجری میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصال کا سال تحریر کیا ہے۔ بوقت وصال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف ایک سو تین برس کی تھی۔ بعض نے ایک سو دس، بعض نے ایک سو سات اور بعض نے ننانوے برس لکھا ہے۔ بصرہ میں وفات پانے والے صحابیوں میں سے سب سے آخر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد شہر بصرہ میں کوئی صحابی باقی نہیں رہا۔ بصرہ سے دو کوس کے فاصلے پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف بنی جو زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی حق گو، حق پسند، عبادت گزار صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند کرامتیں بھی منقول ہیں۔ (اکمال 585 و اسد الغابہ 127:1)

موئے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میری زبان کے نیچے رکھ کر دفن کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے وصیت کی: اے ثابت یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس بال لے لو، جب میں فوت ہو جاؤں تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ کر مجھے دفن کرنا۔

هذه شعرة من شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم فضعها تحت لساني قال فوضعتها تحت لسانه فدفن وهي تحت لسانه (الاصابہ فی تمیز الصحابہ 71:17)

یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک ہے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کے مطابق وہ بال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور آپ کو اس حال میں دفن کیا گیا کہ بال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان کے نیچے تھا۔

پسینہ محبوب سے کفن کو معطر کرنا

حضرت امام محمد بن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے والدِ گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ میری والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا بچھاتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر قیلولہ فرماتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ اور بال مبارک ایک شیشی میں جمع کر لیتی تھیں۔ جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو

اوصىٰ ان يجعل فى حنوطه من ذالك المسک قال فجعل فى حنوطه (البخاری، کتاب الاستیذان)

وصیت کی کہ میرے کفن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ پسینہ سے خوشبو لگائی جائے۔ لہٰذا ان کی وصیت کے مطابق پسینہ مبارک کو ہی خوشبو کے طور پر کفن پر لگایا گیا۔

حضرت ایوب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا

فاستوهبت من محمد من ذالک المسک فوهبت لى منه فانه عندى الان

میں نے وہ پسینہ امام محمد بن سیرین سے طلب کیا تو انہوں نے مجھے حصہ عطا فرمایا جواب تک میرے پاس محفوظ ہے۔

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ کا کفن بھی اسی پسینہ سے معطر ہوا

ولما مات محمد حفط بذلک المسک

جب امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا تو ان کے کفن کو اسی پسینہ سے معطر کیا گیا۔ (سیر اعلام النبلاء 307:2)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھڑی مبارک میرے ساتھ دفن کرنا

سنن بیہقی اور ابن عساکر میں امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے:

فدفنت معه بين جنبه وبين قميصه (کنز العمال 289:13)

ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک چھڑی تھی جو ان کے ساتھ ان کے پہلو اور کفن کے درمیان دفن کی گئی۔

تدفن معه بين جنبه وقميصه (اسد الغابہ 152)

پہلو اور قمیص کے درمیان رکھ دینا۔

مجھے کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو میں وہاں موجود تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلمہ طیبہ مسلسل پڑھتے رہے یہاں تک کہ وصال ہو گیا۔ حضرت ابن عون رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ وصال سے پہلے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی:

اوصىٰ ان يغسله محمد بن سيرين ويصلى عليه

مجھے محمد بن سیرین غسل دیں اور جنازہ پڑھائیں۔

ان دنوں محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ محبوس تھے۔ لوگوں نے اس وقت کے امیر عمر بن یزید سے بات کی تو انہوں نے اجازت دے دی۔ امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آ کر غسل و کفن دیا، نماز جنازہ پڑھائی اور پھر قید خانہ کی طرف لوٹ گئے حتیٰ کہ اپنے گھر بھی نہ گئے اس معاملہ میں تعاون پر ہمیشہ عمر بن یزید کے شکر گزار رہے۔ (ابن سعد 25:7)

مدینہ منورہ میں جنات سے منسوب وادی

بصرہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغی خدمات

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم فقہ کے لئے ایک جماعت کے ساتھ بصرہ روانہ کیا۔ اس جماعت میں تقریباً دس اشخاص تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مستقل طور پر بصرہ میں سکونت اختیار کی اور زندگی کا بقیہ حصہ یہیں بسر کیا۔ (سیر الصحابہ 125:3)

حجاج بن یوسف کا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معافی مانگنا

عبدالملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں حجاج بن یوسف ثقفی جو سلطنت امویہ کے مشرقی ممالک کا گورنر تھا اور ظلم وجور میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ جب وہ بصرہ آیا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر نہایت سخت تنبیہ کی اور لوگوں میں ذلیل کرنے کی خاطر گردن میں مہر لگوادی۔ حجاج کا خیال تھا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوا کے رخ پر چلتے ہیں۔ چنانچہ ان کو دیکھ کر کہا: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ چال بازی کیسی؟ کبھی مختار کا ساتھ دیتے ہو اور کبھی ابن اشعث کا۔ میں نے تمہارے لئے بڑی سخت سزا تجویز کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت تحمل سے کام لے کر پوچھا: خدا امیر کو صلاحیت دے کس کے لئے سزا تجویز ہوئی ہے؟

حجاج نے کہا: تمہارے لئے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو کر اپنے مکان واپس تشریف لائے اور خلیفہ عبدالملک کے پاس ایک خط جس میں حجاج کی شکایت لکھی تھی روانہ کیا۔ عبدالملک نے خط پڑھا تو غصہ سے بے تاب ہو گیا اور حجاج کو ایک تہدید آمیز خط لکھا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فوراً ان کے مکان پر جا کر معافی مانگو ورنہ تمہارے ساتھ بہت سخت برتاؤ کیا جائے گا۔ حجاج مع درباریوں کے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور معافی مانگی اور درخواست کی کہ خوشنودی کا ایک خط خلیفہ کے پاس بھیج دیجئے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی درخواست منظور کی اور دمشق ایک خط روانہ کیا۔ (سیر الصحابہ 121:3)

بصرہ جہاں حجاج بن یوسف نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں مخلوق کا تعلق خالق سے جوڑنے کے لئے شب و روز محنت کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات بھی بصرہ میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار بھی بصرہ میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عاشقانہ موت ومزار مبارک

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف اس وقت سو سے متجاوز ہوچکی تھی۔ 93 ہجری میں پیمانہ عمر لبریز ہوگیا۔ چند مہینوں تک بیمار رہے، شاگردوں اور عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا تھا۔ اور دور دور سے لوگ عیادت کو آتے تھے۔ جب وفات کا وقت قریب ہوا تو حضرت ثابت بنانی سے جو کہ تلامذہ خاص میں سے تھے، فرمایا کہ میری زبان کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک رکھ دو۔ ثابت نے تعمیل حکم کی، اسی حالت میں روح مطہر نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

وفات کے وقت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر کے 103 مرحلے طے کر چکے تھے۔ بصرہ میں سوائے ان کے اور کوئی صحابی زندہ نہ تھا اور عموماً عالم اسلام (بجز ابوالطفیل) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وجود سے خالی ہو چکا تھا۔ نمازِ جنازہ میں اہل وعیال، تلامذہ اور احباب خاص کی معتد بہ تعداد موجود تھی۔ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے محل کے قریب موضع طف میں دفن کئے گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

زیر نظر تصویر
مسجد حرام میں موجود
مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
خول کی ہے جو مکہ کے
میوزیم میں محفوظ ہے
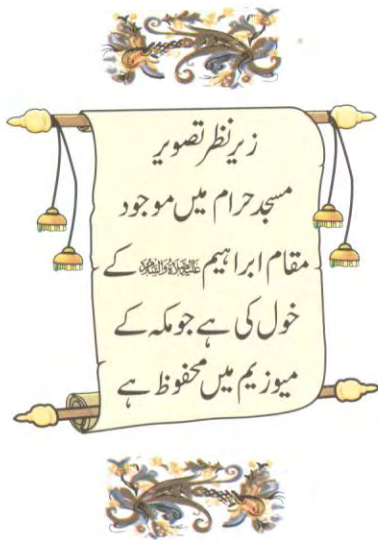
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب مزار کی دور اور قریب سے لی گئی دو تصاویر
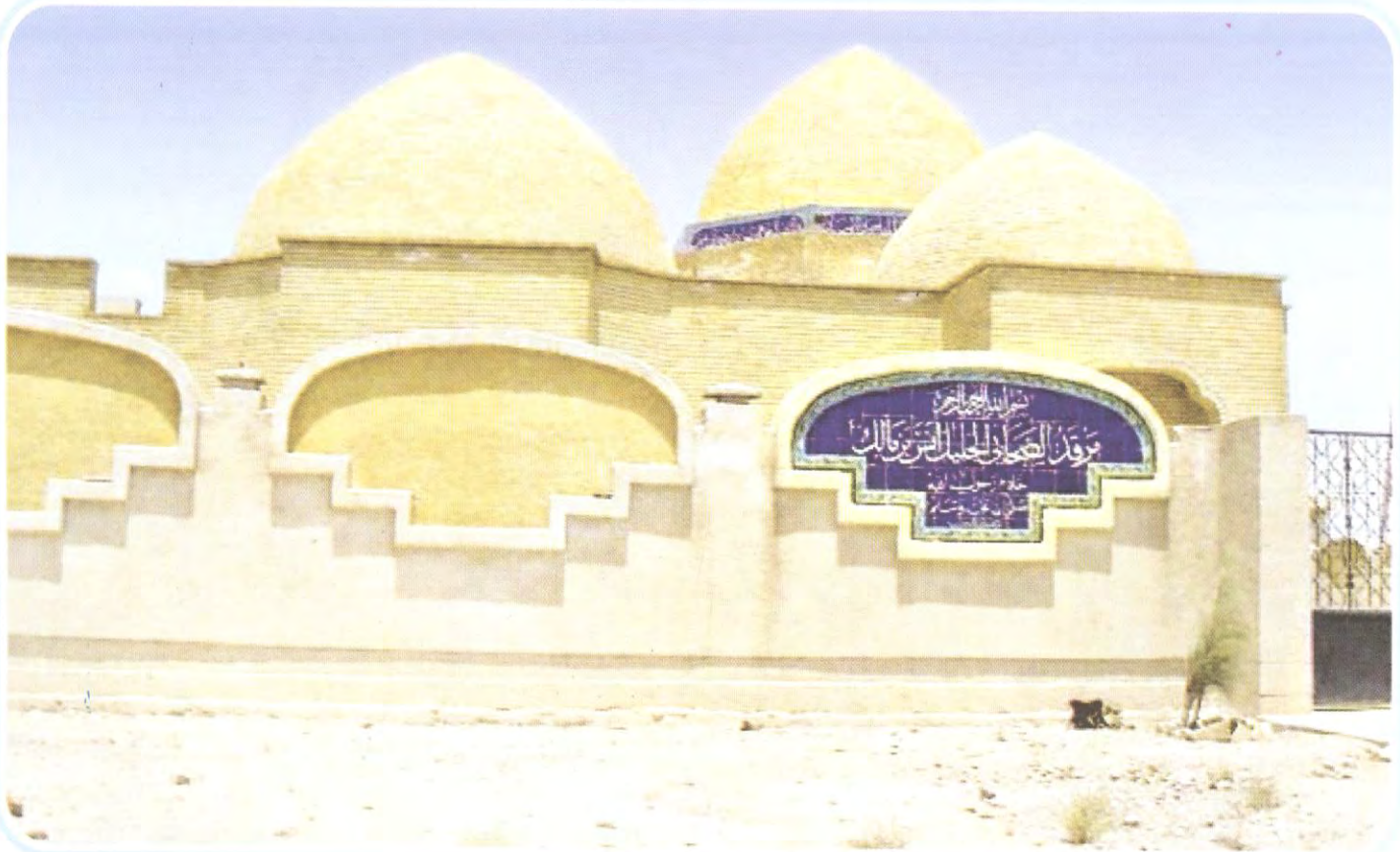
تذکرہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقبہ ثانیہ میں اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اسلام لائے تھے۔ بیعت کے وقت ان کی عمر 18 سال تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ کافروں نے ان کے جسم مبارک کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کو دیکھنا چاہتے تھے تو لوگوں نے منع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر کپڑا اٹھا دیا۔ بہن پاس کھڑی تھیں بھائی کی حالت دیکھ کر ایک چیخ ماری، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ان کی بہن۔ فرمایا تم روؤ یا نہ روؤ جب تک جنازہ رکھا رہا، فرشتے پروں سے سایہ کئے ہوئے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس خورد سال لڑکیاں چھوڑیں جو گھر میں بلک رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک اونٹ بھیجا کہ ابا جان کی لاش گھر لے آئیں اور مقبرہ بنی سلمہ میں دفن کر دیں۔ وہ تیار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ جہاں ان کے دوسرے بھائی (شہداء) دفن کئے جائیں گے وہیں وہ بھی دفن ہوں گے۔ چنانچہ احد کے گنج شہیداں میں دفن کئے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرضہ ادا ہو گیا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قرض بہت تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے ادا کرنے کی فکر ہوئی، لیکن ادا کہاں سے کرتے؟ کل دو باغ تھے جن کی پوری پیداوار قرض کو کافی نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھبرائے ہوئے آ گئے اور کہا یہودیوں کو بلا کر کچھ کم کرا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو طلب کر کے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدعا بیان کیا۔ انہوں نے چھوڑنے سے انکار کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا دو مرتبہ میں اپنا قرض وصول کر لو، نصف اس سال اور نصف دوسرے سال۔ وہ لوگ اس پر بھی رضامند نہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلی دی اور فرمایا کہ ہفتے کے دن تمہارے ہاں آؤں گا۔ چنانچہ ہفتے کو صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ پانی کے پاس بیٹھ کر وضو کیا، مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی، پھر خیمہ میں آ کر متمکن ہوئے، اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پہنچ گئے۔ تقسیم کا وقت آیا تو ارشاد ہوا کہ چھوہاروں کو قسم وار الگ کر کے خبر کرنا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بانٹنا شروع کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے رہے۔ خدا کی قدرت کہ قرض ادا ہونے کے بعد بھی کافی کچھ بچ گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشی خوشی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بیان کیا کہ قرض ادا ہو گیا اور اتنا فاضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بہت مسرت ہوئی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

مقام خندق: جہاں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خندق کی کھدائی میں حصہ لیا تھا

خندق کی ابتداء مسجد مستراح سے ہوئی تھی جو بنوحارثہ کا علاقہ تھا۔ یہ خندق ذباب پہاڑی کے پاس سے ہوتے ہوئے سلع پہاڑ تک چلی جاتی تھی، جہاں آج کل مسجد فتح واقع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ ذباب پہاڑی پر تھا، جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی کھدائی کی نگرانی فرماتے تھے۔ ذباب پہاڑی کے شمال میں ایک چٹان توڑنے کا معجزہ واقع ہوا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خندق کی کھدائی کے دوران اس چٹان کو توڑنے سے عاجز آ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ایسی ضرب لگائی کہ اس سے نکلنے والی روشنی سے مدینہ کے دونوں اطراف روشن ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدائن، کسریٰ، روم وصنعاء کے محلات دکھائی دیئے اور جبرائیل علیہ السلام نے آ کر بتلایا کہ ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت غالب آ جائے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان آ گئی تو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک چٹان نے کھدائی میں رکاوٹ ڈال دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آرہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے۔ ہم سب ان دنوں تین روز کے فاقے سے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گینتی اٹھائی اور چٹان پر ضرب لگائی جس سے وہ ریت کا ڈھیر بن گئی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضیافت میں برکت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پتھر توڑنے کے لئے خندق میں اترے تو بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے پیٹ کا پتھر کھول کر گھر آ گیا اور اپنی اہلیہ کو سارا قصہ سنایا۔ اس نے مجھے بتایا کہ گھر میں ایک صاع جو اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ میں نے جو کا آٹا گوندھا اور بکری کا بچہ ذبح کیا اور دیگ میں ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ میری اہلیہ نے مجھے کہا کہ تمام صورت حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دینا تا کہ بعد میں ندامت نہ ہو۔ میں نے آہستہ آہستہ تمام قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام خندق کھودنے والوں کو بلند آواز سے بلایا اور فرمایا: آج ہمارے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہاری ضیافت کی ہے، سب چلے آؤ کیونکہ کھانا کافی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ سے زیادہ دس بارہ آدمی ساتھ لے لیں گے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور با آواز بلند تمام اہلِ خندق کو دعوت عام دے دی۔

يَآاَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلَابِكُمْ

اے خندق والو! جابر نے کھانا تیار کیا ہے، جلدی سے چلے آؤ۔

بھوک تو سبھی کو لگی ہوئی تھی، یہ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو لئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پڑھ کر ہانڈی میں دم کیا اور پھر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ سے کہا: پکانے والی کو ساتھ بٹھا لو اور اس آٹے سے روٹیاں پکاتی جاؤ، ساتھ ساتھ ہانڈی سے سالن بھی نکال کر لوگوں کو دیتی جاؤ۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کھانا تقسیم کیا گیا اور جب سب لوگ سیر ہو کر اٹھ گئے تو ہانڈی اسی طرح ابل رہی تھی اور آٹا بھی اتنا ہی باقی تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کا ظہور

قارئین کرام! کیا آپ جانتے ہیں کہ اس دن کتنے آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا؟ متفق علیہ حدیث کے مطابق پورے ایک ہزار افراد سیر ہو کر اٹھے تھے۔

فَصَلَّى اللّٰهُ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ عَلٰى مَنْ فَوَّضَ اللّٰهُ اِلَيْهِ خَزَائِنَ مُلْكِهٖ

تھوڑے سے کھانے کا ستر اسی اور ایک ہزار افراد کے لئے کافی ہو جانا بلاشبہ انتہائی محیر العقول ہے۔ مگر ان دو واقعات میں یہ بات مشترک ہے کہ سب کے کھا لینے کے بعد کھانے میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے زندہ ہو گئے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی یہ عادت تھی کہ اگر کوئی دعوت دیتا تو آپ ﷺ رد نہ فرماتے۔ ایک دن آپ ﷺ کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعوت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا فلاں دن آنا۔ جب مقررہ دن آیا تو آپ ﷺ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھر دیکھا تو بہت مسرور ہوئے اور خوشی وشادمانی کے عالم میں مشک آمیز پانی کا چھڑکاؤ کیا اور شاداں وفرحاں آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو اندر تشریف لانے کے لئے عرض کی۔ آپ ﷺ اندر آئے تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور پھر اسے پکانے کا بندوبست کرنے لگے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹے تھے۔ بڑے نے چھوٹے سے کہا: آ تجھے بتاؤں ہمارے والد نے ہمارے میمنے کو کس طرح ذبح کر دیا۔ اس نے چھوٹے کو زمین پر لٹا کر اس کے گلے پر چھری چلادی اور نادانی سے اسے ذبح کر دیا۔ جب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے اسے دیکھا تو دوڑ کر اس کی طرف آئی لیکن وہ خوف کے مارے مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ ماں اس کے پیچھے پیچھے آرہی تھی جس کے خوف سے ڈر کر بچہ چھت سے گر گیا اور گرتے ہی واصل بحق ہو گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کے مثالی صبر کا واقعہ

اس صابرہ نے اس واقعہ فاجعہ پر قطعاً رونا دھونا نہ کیا بلکہ صبر اختیار کیا۔ مبادا حضور ﷺ کی طبیعت اس واقعہ کو سن کر متغیر ہو اس نے دونوں بچوں پر ایک کپڑا ڈال دیا اور کسی کو اس حادثہ کی خبر نہ ہونے دی۔ اگر چہ وہ ظاہراً خوش تھی، لیکن باطنی طور پر خون کے گھونٹ پی رہی تھی۔ بکرے کو بریاں ہونے تک حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی خبر نہ ہوئی۔ کھانا پکا کر حضور ﷺ کے سامنے رکھا گیا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہیں کہ اپنے دونوں بیٹے بھی لائے تاکہ آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھائیں۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ملا تو فوراً گھر گئے اور پوچھا کہ دونوں بچے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ کہیں باہر ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر اطلاع دی وہ اس وقت موجود نہیں ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے کہ ان کے ساتھ کھانا کھایا جائے۔ جب اس صابرہ وشاکرہ بی بی سے دوبارہ پوچھا گیا تو انہوں نے بچوں کی لاشوں سے کپڑا اٹھا کر سارا واقعہ کہہ سنایا۔ دونوں روتے روتے حضور ﷺ کے قدموں میں گر گئے۔ سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ ان بچوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر دعا کریں، زندگی اللہ دینے والا ہے۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور بچوں کے لئے دعا فرمائی وہ اسی وقت بفرمان ایزدی زندہ ہو گئے۔

تم لوگ ساری دنیا سے بہتر ہو

اسی سن میں حضور ﷺ عمرے کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے۔ 1500 جان نثار ہمرکاب تھے۔ بیعت الرضوان کا مشہور واقعہ اسی میں پیش آیا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ بیعت ہوئے۔ اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیعت کے وقت ہاتھ پکڑے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ ساری دنیا سے بہتر ہو۔ (صحیح بخاری)

اس کے بعد اور بھی غزوات پیش آئے، جن میں ان کی شرکت رہی۔ حنین اور تبوک میں ان کا نام صراحت سے آیا ہے۔ حجۃ الوداع میں بھی جو 10 ہجری میں ہوا اسمیں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل تھے۔ 37 ہجری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے صفین میں جاکر لڑے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیث کا اتنا شوق تھا کہ ایک ایک حدیث سننے کیلئے مہینوں کی مسافت کا سفر کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک حدیث تھی وہ شام میں رہتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو ایک اونٹ خریدا اور ان کے پاس جاکر کہا کہ وہ حدیث بیان کیجئے، میں نے اسلئے عجلت کی کہ شاید میرا خاتمہ ہو جاتا اور حدیث سننے سے رہ جاتی۔ اسی طریقے سے حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر مصر سے حدیث سننے کے لئے مصر کا سفر کیا اور حدیث بھی لی اجازت لی، اس سفر کا تذکرہ طبرانی میں موجود ہے۔

ایک مرتبہ مسجد نبوی کے قرب میں مکانات خالی ہوئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بنوسلمہ کا ارادہ ہوا کہ یہاں آجائیں کہ نماز کا آرام ہوگا۔ حضور ﷺ سے درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں وہاں سے آنے میں ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔ سوچو تو کتنا ثواب ہوا۔ سب نے کہا کہ حضور ﷺ کا ارشاد بدل وجان منظور ہے۔ (حوالہ مسند احمد)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا پس منظر

یہ سن ان کی زندگی کا اخیر سال تھا۔ بالکل ضعیف اور ناتواں ہو گئے تھے۔ آنکھوں نے الگ جواب دے دیا تھا۔ عمر 94 سال تک پہنچ چکی تھی۔ اس پر حکومت کا جبر وتشدد اور بھی وبال جان ہو رہا تھا۔ عقبہ کبیر کا نورانی منظر جن آنکھوں نے دیکھا تھا ان میں صرف یہی ایک بزرگ باقی رہ گئے تھے۔ اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طبقے میں بھی بہت کم لوگ بقید حیات تھے۔ اس بنا پر ان کا وجود عالم اسلامی میں بہت غنیمت تھا۔ حجاج کے ظلم وستم نے جس سال ان کا زور توڑا، طائر روح نے اسی سال قفس عنصری کی تیلیاں توڑ دیں۔ انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ حجاج جنازہ نہ پڑھائے۔ اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ماب نے نماز پڑھائی اور بقیع میں دفن کیا۔ تاریخ بخاری میں ہے کہ حجاج جنازہ میں آیا تھا اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ نماز بھی پڑھائی تھی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرشتے نے دودھ پلایا

ان کی ایک کرامت یہ ہے جس کو وہ خود بیان فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بھیجا کہ تم اپنی قوم میں جاکر اسلام کی تبلیغ کرو۔ چنانچہ حکم نبوی ﷺ کی تعمیل کرتے ہوئے یہ اپنے قبیلے میں پہنچے اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔ مگر ان کی قوم نے ان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ کھانا کھلانا تو بڑی دور کی بات ہے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیا۔ بلکہ ان کا مذاق اڑاتے ہوئے اور برا بھلا کہتے ہوئے ان کو بستی سے باہر نکال دیا۔ یہ بھوک پیاس سے انتہائی بے تاب اور نڈھال ہو چکے تھے۔ لاچار ہوکر کھلے میدان ہی میں ایک جگہ سو گئے تو خواب میں دیکھا کہ ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور ان کو دودھ سے بھرا ہوا ایک برتن دیا۔ یہ اس دودھ کو پی کر خوب جی بھر کے سیراب ہو گئے۔ خدا کی شان دیکھئے کہ جب نیند سے بیدار ہوئے تو نہ بھوک تھی نہ پیاس۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت دیکھ کر بستی والوں کا ایمان لانا

اس کے بعد گاؤں کے کچھ خیر پسند اور سلجھے ہوئے لوگوں نے گاؤں کے دیگر لوگوں کو ملامت کی کہ اپنے ہی قبیلہ کا ایک معزز آدمی گاؤں میں آیا اور تم لوگوں نے اس کے ساتھ شرمناک قسم کی بدسلوکی کر ڈالی، جو ہمارے قبیلے والوں کی پیشانی پر ہمیشہ کے لئے بدنامی کا ٹیکہ بن جائے گا۔ یہ سن کر گاؤں والوں کو ندامت ہوئی اور وہ لوگ کھانا پانی وغیرہ لے کر میدان میں ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تمہارے کھانے پانی کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھ کو تو میرے رب نے کھلا پلا کر سیراب کر دیا ہے اور پھر اپنے خواب کا قصہ بیان کیا۔ گاؤں والوں نے جب دیکھا کہ یہ واقعی کھا پی کر سیراب ہو چکے ہیں اور ان کے چہرے پر بھوک و پیاس کا کوئی اثر و نشان نہیں، حالانکہ اس سنسان جنگل اور بیابان میں کھانا پانی کہیں سے ملنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو گاؤں والے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس کرامت سے بیحد متاثر ہوئے، یہاں تک کہ پوری بستی کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ (حجۃ اللہ 2:873 بحوالہ بیہقی وکنز العمال 16:222 مستدرک حاکم 3:246)

امدادِ غیبی کی اشرفیاں

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باندی کا بیان ہے کہ یہ بہت ہی سخی اور فیاض آدمی تھے۔ کسی سائل کو بھی اپنے دروازے سے نامراد نہیں لوٹاتے تھے۔ ایک دن ان کے پاس صرف تین ہی اشرفیاں تھیں اور یہ اس دن روزے سے تھے۔ اتفاق سے اس دن تین سائل دروازے پر آئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں کو ایک ایک اشرفی دے دی۔ پھر سو رہے۔ باندی کہتی ہے کہ میں نے نماز کے لئے انہیں بیدار کیا اور وہ وضو کر کے مسجد میں چلے گئے۔ مجھے ان کے حال پر بڑا ترس آیا کہ گھر میں نہ ایک پیسہ ہے نہ اناج کا ایک دانہ، بھلا یہ روزہ کس چیز سے افطار کریں گے؟ میں نے ایک شخص سے قرض لے کر رات کا کھانا تیار کیا اور چراغ جلایا۔ پھر میں جب ان کے بستر کو درست کرنے کے لئے گئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ تین سو اشرفیاں بستر پر پڑی ہوئی ہیں۔ میں نے ان کو گن کر رکھ دیا۔ وہ نمازِ عشاء کے بعد جب گھر میں آئے اور چراغ جلتا ہوا اور بچھا ہوا دسترخوان دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا کہ آج تو ماشاء اللہ میرے گھر میں اللہ کی طرف سے خیر ہی خیر ہے۔ پھر میں نے انہیں کھانا کھلایا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ ان اشرفیوں کو یونہی لاپرواہی کے ساتھ بستر پر چھوڑ کر چلے گئے اور مجھ سے کہہ کر بھی نہیں گئے کہ میں ان کو اٹھا لیتی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیران ہوکر پوچھا کہ کیسی اشرفیاں؟ میں تو گھر میں ایک پیسہ بھی چھوڑ کر نہیں گیا تھا۔ یہ سن کر میں نے ان کا بستر اٹھا کر جب انہیں دکھایا کہ یہ دیکھ لیجئے اشرفیاں پڑی ہوئی ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے۔ لیکن انہیں بھی اس پر بڑا تعجب ہوا۔ پھر سوچ کر کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری امدادِ غیبی ہے۔ میں اس کے بارے میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں؟ (حلیۃ الاولیاء 10:129 شواہد النبوۃ 218)

حمص

زیرِ نظر تصویر مصر کے شہر حمص کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائش تھی اور یہی وہ جگہ ہے جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

تذکرہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ کے اطراف میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ملی تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مسلمان بنا دیجئے۔ اس طرح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت عقبہ والے دن مسلمان ہوا۔ بیعت عقبہ والے دن چھ خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر اسلام قبول کیا۔ ان کے نام یہ ہیں:

1. حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خزرج کی شاخ بنی مالک بن نجار سے تعلق تھا۔
2. حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی نجار سے تھے اور ابن عفراء کہلاتے تھے۔
3. حضرت رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی زریق کے معزز شخص تھے۔
4. حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی سلمہ کے فرد تھے۔
5. حضرت عقبہ بن عامر بن نابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی حرام بن کعب سے تھے۔
6. حضرت جابر بن عبداللہ بن رباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی عبید بن عدی سے تعلق تھا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

جناب محبّ اللہ صاحب اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں کہ مقام وکیع کی زیارت کے بعد صحابی رسول حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ مختلف گلیوں کے چکر لگاتے ہوئے صحابی رسول حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر جا پہنچے۔ قدیم طرز کی چھوٹی سی مسجد کے ایک گوشے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روضہ مبارک ہے۔ آثار سے پتہ چلتا ہے کہ اندرونی دیوار پر نقش ونگار تھے جو مرور زمانہ سے مٹ چکے ہیں۔ البتہ بنظر غائر دیکھنے سے کہیں کہیں بیل بوٹوں کے نشان نظر آجاتے ہیں۔ قبر مبارک کوئی پانچ فٹ بلند ہے۔ اوپر سبز رنگ کی چولی نما چادر چڑھی ہوئی ہے۔ گذشتہ دفعہ کی حاضری کی یاداشت کے مطابق سبز کپڑا ہٹا کر دیکھا تو نیچے سیاہ رنگ کا غلاف نظر آیا۔ یہ غلاف کعبہ کا ٹکڑا ہے جسے مزار مبارک پر چڑھایا گیا ہے اور سبز رنگ کی چادر اس کی حفاظت کے لئے ڈالی گئی ہے۔ سرہانے کی جانب دیوار میں نہایت مدہم شیشہ والا ایک فریم نصب ہے۔ پتا چلا کہ اس میں حجر اسود کا چھوٹا سا ٹکڑا رکھا ہوا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جرنیل بھی تھے

حضرت عقبہ بن عامر بن عبس جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مشہور صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور پھر اپنے وطن سے ہجرت کر کے شہر مصطفی مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کئی غزوات میں حصہ لیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش الحانی سے قرآن کریم کی قرأت کیا کرتے تھے۔ نہایت فصیح اللسان، شاعر، کاتب اور علم فرائض (وراثت) کے ماہر عالم تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار فقہاء صحابہ میں ہوتا ہے۔ فاتحین مصر میں شامل تھے۔ نیز فتوحات شام میں بھی حصہ لیا۔ بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام کے فتح ہونے کی بشارت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی جا کر دی تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مصر کے گورنر مقرر ہوئے تو یہیں سکونت اختیار کر لی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین میں سے حضرت علی بن رباح رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کے علاوہ مصر کے کثیر لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں 58 ہجری میں وصال فرمایا۔ یہ بلند پایہ ہستی ظاہری آرائش و زیبائش کی محتاج نہیں بلکہ ان کی سادہ زندگی کی طرح مزار بھی سادہ ہے۔ مگر حکومت کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر اہل اللہ کے مزارات پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

تذکرہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ قبیلہ انصار کے خاندان خزرج کے بہت ہی نامی گرامی شخص ہیں اور دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص الخاص شاعر ہونے کی حیثیت سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ایک خصوصی امتیاز کے ساتھ ممتاز ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بہت سے قصائد لکھے اور کفار مکہ جو شان رسالت میں ہجو لکھ کر بے ادبیاں کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اشعار میں ان کا دنداں شکن جواب دیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے خاص طور پر مسجد نبوی میں منبر رکھواتے تھے جس پر کھڑے ہو کر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعت خوانی کرتے تھے۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نسب نامہ میں حیرت انگیز بات

ان کی کنیت ابوالولید ہے۔ اور ان کے والد کا نام ثابت اور ان کے دادا کا نام منذر اور پڑدادا کا نام حرام ہے اور ان چاروں کے بارے میں ایک تاریخی لطیفہ یہ ہے کہ ان چاروں کی عمریں ایک سو بیس برس کی ہوئیں جو عجائبات عالم میں سے ایک عجیب نادر الوجود عجوبہ ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک سو بیس برس کی عمر میں سے ساٹھ برس جاہلیت اور ساٹھ برس اسلام میں گزری۔ 40 ہجری میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔

(اکمال 560، مشکوۃ باب البیان والشعر 410، وحاشیہ بخاری، بحوالہ کرمانی 2:594)

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات

ان کی ایک خاص کرامت یہ ہے کہ جب تک یہ نعت خوانی فرماتے رہتے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی امداد ونصرت کیلئے ان کے پاس موجود رہتے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُوَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَانَا فَحَ اَوْ فَاخَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی جب تک حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میری طرف سے کفار کو مدافعانہ جواب دیتے اور میرے بارے میں اظہار فخر کرتے رہتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی مدد فرماتے رہتے ہیں۔ (مشکوۃ باب البیان والشعر 410)

کرامت والی قوت شامہ

جبلہ غسانی جو خاندان جفنہ کا ایک فرد تھا۔ اس نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہدیہ کے طور پر کچھ سامان بھجوایا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ہدیہ سپرد کرنے کیلئے بلایا۔ جب حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ خلافت میں پہنچے تو چوکھٹ پر کھڑے ہو کر سلام کیا اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے خاندان جفنہ کے ہدیوں کی خوشبو آرہی ہے جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جبلہ غسانی نے تمہارے لئے ہدیہ بھیجا ہے جو کہ میرے پاس ہے، اسی لئے میں نے تم کو طلب کیا ہے۔ اس واقعہ کو نقل کرنے والے کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیرت انگیز بات کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا کہ انہیں اس ہدیہ کی کسی نے پہلے سے کوئی خبر نہیں دی تھی پھر آخر انہیں چوکھٹ پر کھڑے ہوتے ہی اس ہدیہ کی خوشبو کیسے اور کیونکر محسوس ہوگئی؟ اور انہوں نے اس چیز کو کیسے سونگھ لیا کہ وہ ہدیہ خاندانِ جفنہ سے یہاں آیا ہے؟ (شواہد النبوۃ 232)

زیر نظر تصویر مسجد نبوی کی ہے جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے خصوصی طور پر اپنے برابر میں منبر لگوایا تھا، جہاں کھڑے ہو کر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار سنایا کرتے تھے۔

جنت البقیع: وہ جگہ جہاں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے انصاری ہیں اور مشہور صحابی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ہیں۔ قبیلہ انصار میں یہ اپنے خاندان بنی سلمہ کے سردار اور حضور اقدس ﷺ کے بہت ہی جاں نثار صحابی ہیں۔ جنگ بدر میں بڑی بہادری اور جاں بازی کے ساتھ کفار سے لڑے۔ اور 3 ہجری میں جنگ احد کے دن سب سے پہلے جام شہادت سے سیراب ہوئے۔

بخاری شریف وغیرہ کی روایت ہے کہ انہوں نے رات میں اپنے فرزند حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ میرے پیارے بیٹے! کل صبح جنگ احد میں سب سے پہلے میں ہی شہادت سے سرفراز ہوں گا اور بیٹا! سن لو! رسول اللہ ﷺ کے بعد تم سے زیادہ میرا کوئی پیارا نہیں ہے۔ لہٰذا تم میرا قرض ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا یہ میری آخری وصیت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ واقعی صبح کو میدان جنگ میں سب سے پہلے میرے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی شہید ہوئے۔ (بخاری 1:180، اسد الغابہ 3:232)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرشتوں کے سائے میں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد کے دن میرے والد حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس لاش کو اٹھا کر بارگاہِ رسالت میں لایا گیا تو ان کا یہ حال تھا کہ کافروں نے ان کے کان اور ناک کو کاٹ کر ان کی صورت بگاڑ دی تھی۔ میں نے چاہا کہ میں ان کا چہرہ کھول کر دیکھوں تو میری برادری اور کنبہ قبیلہ والوں نے مجھے اس خیال سے منع کر دیا کہ لڑکا اپنے باپ کا یہ حال دیکھ کر رنج و غم سے نڈھال ہو جائے گا۔ اتنے میں میری پھوپھی روتی ہوئی ان کی لاش کے پاس آئیں تو سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ تم ان پر روؤ یا نہ روؤ، فرشتوں کی فوج برابر لگاتار ان کی لاش پر اپنے بازوؤں سے سایہ کرتی رہی ہے۔ (بخاری 1:395)

کفن سلامت، بدن تر و تازہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ احد کے دن میں نے اپنے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دوسرے شہید (حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کر دیا تھا۔ پھر مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میرے باپ ایک دوسرے شہید کی قبر میں دفن ہیں، اس لئے میں نے اس خیال سے کہ ان کو ایک الگ قبر میں دفن کر دوں۔ چھ ماہ کے بعد میں نے ان کی قبر کو کھود کر لاش مبارک کو نکالا تو وہ بالکل اسی حالت میں تھے جس حالت میں ان کو میں نے دفن کیا تھا، بجز اس کے کہ ان کے کان پر کچھ تغیر ہوا تھا۔ (بخاری 1:180 حاشیہ بخاری)

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر زخم لگا تھا اور ان کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا۔ جب ان کا ہاتھ ان کے زخم سے ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا۔ پھر جب ان کا ہاتھ ان کے زخم پر رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا اور ان کا کفن جو ایک چادر تھی جس سے چہرہ چھپا دیا گیا تھا اور ان کے پیروں پر گھاس ڈال دی گئی تھی، چادر اور گھاس دونوں کو ہم نے اسی طرح پڑا ہوا پایا۔ (ابن سعد 3:562)

چھیالیس سال بعد بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم صحیح سالم رہا

پھر اس کے بعد مدینہ منورہ میں نہروں کی کھدائی کے وقت جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اعلان کرایا کہ سب لوگ میدان احد سے اپنے اپنے مردوں کو ان کی قبروں سے نکال کر لے جائیں تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوبارہ چھیالیس برس کے بعد اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کھود کر ان کی مقدس لاش کو نکالا تو میں نے ان کو اس حال میں پایا کہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ جب ان کا ہاتھ اٹھایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا، پھر جب ہاتھ زخم پر رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا اور ان کا کفن جو ایک چادر کا تھا، بدستور صحیح و سالم تھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین 2:864 بحوالہ بیہقی)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی قبر میں بھی تلاوت کرنا

حضرت ابو طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لئے غابہ جا رہا تھا تو راستہ میں رات ہو گئی۔ اس لئے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس ٹھہر گیا۔ جب کچھ رات گزر گئی تو میں نے ان کی قبر سے تلاوت کی اتنی بہترین آواز سنی کہ اس سے پہلے اتنی اچھی قرأت میں نے کبھی بھی نہیں سنی تھی۔

جب میں مدینہ منورہ واپس لوٹ کر آیا اور میں نے حضور اقدس ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا اے ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم کو یہ معلوم نہیں کہ خدا نے ان شہیدوں کی ارواح کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا ہے اور ان قندیلوں کو جنت کے باغوں میں آویزاں فرما دیا ہے۔ جب رات ہوتی ہے تو یہ روحیں قندیلوں سے نکال کر ان کے جسموں میں ڈال دی جاتی ہیں، پھر صبح کو وہ اپنی جگہوں پر واپس لائی جاتی ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین 2:871 بحوالہ ابن مندہ)

مقام مدفن
حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زیر نظر تصویر مقام احد میں موجود اس جگہ کی ہے جہاں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ 70 صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ دفن ہیں

تذکرہ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبداللہ تھا۔ یہ حضر موت کے رہنے والے اور حرب بن امیہ کے حلیف تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بحرین کا والی مقرر کیا تھا۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اس عہدے پر فائز رہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تمام خلافت کے دوران انہیں برقرار رکھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی انہیں ان کے عہدے پر برقرار رکھا۔ حضرت علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عامر بن الحضرمی کے بھائی تھے جو بدر والے دن کافروں کی جانب سے قتل ہوا۔ عمرو بن حضرمی بھی آپ کا بھائی تھا جو مشرکوں کا پہلا مقتول تھا، جسے مسلمانوں نے قتل کیا اور اس کا مال غنیمت کے طور پر حاصل کیا۔

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ اہل بحرین کے مرتدین کے خلاف انہوں نے بڑا مؤثر حصہ لیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 14 ہجری میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ 21 ہجری میں بحرین کے والی ہونے کی حالت میں فوت ہوئے۔

(اسد الغابہ 71:4)

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین حیرت انگیز کرامات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحرین کے مرتدین سے جہاد کرنے کے لئے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تو ہم لوگوں نے ان کی تین کرامتیں ایسی دیکھی ہیں کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان تین میں سے کون سی زیادہ تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔

پیادہ اور سوار دریا کے پار

دارین پر حملہ کرنے کیلئے کشتیوں اور جہازوں کی ضرورت تھی۔ مگر کشتیوں کے انتظام میں بہت لمبی مدت درکار تھی۔ اس لئے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لشکر کو للکار کر پکارا کہ اے مجاہدین اسلام! تم لوگ خشک میدانوں میں تو خداوند قدوس کی امداد و نصرت کا نظارہ بار بار دیکھ چکے ہو۔ اب اگر سمندر میں بھی اس کی تائید غیبی کا جلوہ دیکھنا ہو تو تم سب لوگ سمندر میں داخل ہو جاؤ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہا اور مع اپنے لشکر کے یہ دعا پڑھتے ہوئے سمندر میں داخل ہو گئے:

یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَا کَرِیْمُ یَا حَلِیْمُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَا حَیُّ یَا مُحْیِ الْمَوْتٰی یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ

کوئی اونٹ پر سوار تھا، کوئی گھوڑے پر، کوئی گدھے پر سوار تھا، کوئی خچر پر اور بہت سے پیدل چل رہے تھے، مگر سمندر میں قدم رکھتے ہی سمندر کا پانی خشک ہو کر اس قدر رہ گیا کہ جانوروں کے صرف پاؤں تر ہوئے تھے۔ پورا اسلامی لشکر اس طرح آرام و راحت کے ساتھ چل رہا تھا گویا بھیگے ہوئے ریت پر چل رہا ہے، جس پر چلنا نہایت ہی سہل اور آسان ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کرامت کو دیکھ کر ایک مسلمان مجاہد نے جن کا نام عفیف بن المنذر تھا، برجستہ اپنے ان دو شعروں میں اس کی ایسی منظر کشی کی ہے جو بلاشبہ وجد آفریں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ ذَلَّلَ بَحْرَہٗ
وَاَنْزَلَ بِالْکُفَّارِ اِحْدَ الْجَلَائِلِ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے ان مجاہدوں کے لئے اپنے سمندر کو فرمانبردار بنا دیا اور کفار پر ایک بہت بڑی مصیبت نازل فرما دی۔

دَعَوْنَا اِلٰی شَقِّ الْبِحَارِ فَجَائَنَا
بِاَعْجَبَ مِنْ فَلَقِ الْبِحَارِ الْاَوَائِلِ

ہم لوگوں نے سمندر کے پھٹ جانے کی دعا مانگی تو خدا نے اس سے کہیں زیادہ عجیب ہمارے لئے پیش فرما دیا جو دریا پھاڑنے کے سلسلے میں پہلے لوگوں کے لئے ہوا تھا۔ (البدایہ والنہایہ 329:7)

چمکتی ریت سے پانی نمودار ہو گیا

دوسری کرامت یہ ہے کہ ہم لوگ چٹیل میدان میں جہاں پانی بالکل نایاب تھا، پیاس کی شدت سے بے تاب ہو گئے اور بہت سے مجاہدین کو تو اپنی ہلاکت کا یقین بھی ہو گیا۔ اپنے لشکر کا یہ حال دیکھ کر حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھ کر دعا مانگی تو ایک دم اچانک لوگوں کو بالکل ہی قریب سوکھی ریت پر پانی چمکتا ہوا نظر آ گیا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اچانک ایک بدلی نمودار ہوئی اور اس قدر پانی برسا کہ جل تھل ہو گیا اور سارا لشکر جانور سمیت پانی سے سیراب ہو گیا اور لشکر والوں نے اپنے تمام برتنوں کو بھی پانی سے بھر لیا۔

(طبری 257:3، دلائل النبوۃ 208:3)

لاش قبر سے غائب

تیسری کرامت یہ ہے کہ جب حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو ہم لوگوں نے ان کو ریتیلی زمین میں دفن کر دیا۔ پھر ہم لوگوں کو خیال آیا کہ کوئی جنگلی جانور آسانی کے ساتھ ان کی لاش کو نکال کر کھا لے گا۔ لہٰذا ان کو کسی آبادی کے قریب سخت زمین میں دفن کرنا چاہیے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے فوراً ہی پلٹ کر ان کی قبر کو کھودا تو ان کی مقدس لاش قبر سے غائب ہو چکی تھی اور تلاش کے باوجود ہم لوگوں کو نہیں ملی۔

(دلائل النبوۃ 208:3)

زیر نظر تصویر صحابی رسول ابوزمعۃ البلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی ہے جو تیونس میں ہے

تذکرہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے انصاری ہیں اور قبیلہ انصار میں خاندان اوس کے بہت ہی نامی گرامی فرزند ہیں۔ بہت ہی پرجوش اور جانباز صحابی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو بے پناہ والہانہ عشق تھا۔ جنگ بدر میں دل کھول کر انتہائی بہادری کے ساتھ کفار سے لڑے۔ جنگ احد میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجاہدانہ کارنامے شجاعت کے شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

لیکن 4 ہجری میں غسفان و مکہ مکرمہ کے درمیان مقام رجیع میں یہ کفار کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔ چونکہ انہوں نے جنگ بدر میں کفار مکہ کے ایک مشہور سردار حارث بن عامر کو قتل کر دیا تھا۔ اس لئے اس کے بیٹوں نے ان کو خرید لیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کو اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا۔ پھر مکہ مکرمہ سے باہر مقام تنعیم میں لے جا کر ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے ان کو سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا۔

اسلام کے پہلے شہید جو کفار کے ہاتھوں سولی پر چڑھے

اسلام میں یہ پہلے خوش نصیب صحابی ہیں جن کو کفار نے سولی پر چڑھا کر شہید کیا۔ سولی پر چڑھنے سے پہلے انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ اے گروہِ کفار سن لو! میرا دل تو یہی چاہتا تھا کہ دیر تک نماز پڑھتا رہوں کیوں کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے۔ مگر مجھ کو یہ خیال آ گیا کہ کہیں تم لوگ یہ نہ سمجھ لو کہ میں شہادت سے ڈر رہا ہوں۔ اس لئے میں نے بہت ہی مختصر نماز پڑھی۔ کفار نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب سولی پر چڑھا دیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند وجد آفریں اور ایمان افروز اشعار پڑھے پھر حارث بن عامر کے بیٹے ابوسروعہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس سینہ میں نیزہ مار کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔

مقام غزوہ احد: جہاں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھائے

مقام غزوہ بدر جہاں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار مکہ کے سردار حارث کو قتل کیا تھا

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے غیب سے بے موسم کا پھل

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن دنوں حارث بن عامر کے بیٹوں کی قید میں تھے، ظالموں نے دانہ پانی بند کر دیا تھا اور ان کو زنجیروں میں اس طرح جکڑ دیا تھا کہ ان کے ہاتھ پاؤں دونوں بندھے ہوئے تھے۔ اس زمانے میں حارث بن عامر کی بیٹی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! میں نے خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے بارہا یہ دیکھا کہ وہ قید کی کوٹھڑی کے اندر زنجیروں میں بندھے ہوئے بہترین انگوروں کا خوشہ ہاتھ میں لئے کھا رہے ہیں۔ حالانکہ خدا کی قسم! ان دنوں مکہ معظّمہ کے اندر کوئی پھل بھی نہیں ملتا تھا اور انگور کا تو موسم بھی نہیں تھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین 869:2 بخاری شریف)

مکہ کی آواز مدینہ پہنچی

جب حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سولی پر چڑھائے گئے تو انہوں نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا کہ یا اللہ! میں یہاں کسی کو نہیں پاتا جس کے ذریعے میں آخری سلام تیرے پیارے رسول ﷺ تک پہنچا سکوں۔ لہٰذا تو میرا سلام رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ حضور سرور کونین ﷺ مدینہ منورہ کے اندر اپنے اصحاب کی مجلس میں رونق افروز تھے کہ بالکل ہی ناگہاں آپ ﷺ نے بلند آواز سے وعلیکم السلام فرمایا۔
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اس وقت آپ ﷺ نے کس کے سلام کا جواب دیا ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا دینی بھائی خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی ابھی مکہ معظّمہ میں سولی پر چڑھا دیا گیا ہے اور اس نے سولی پر چڑھ کر میرے پاس اپنا سلام بھیجا ہے اور میں نے اس کے سلام کا جواب دیا ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین 869:2)

ایک سال میں تمام قاتل ہلاک

روایت ہے کہ سولی پر چڑھائے جانے کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاتلوں کے مجمع کی طرف دیکھ کر یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا

یعنی اے اللہ! تو میرے ان تمام قاتلوں کو گن گن کر شمار کر لے اور ان سب کو ہلاک فرما دے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ۔

ایک کافر کا بیان ہے میں نے جب خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بددعا کرتے ہوئے سنا تو میں زمین پر لیٹ گیا تاکہ خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نظر مجھ پر نہ پڑے، چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک سال پورا ہوتے ہوتے تمام وہ لوگ جو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قتل میں شریک و راضی تھے، سب کے سب ہلاک و برباد ہو گئے، فقط تنہا میں بچ گیا ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین 869:2 و بخاری)

لاش کو زمین نگل گئی

حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ مقام تنعیم میں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش سولی پر لٹکی ہوئی ہے۔ جو مسلمان ان کی لاش کو سولی سے اتار کر لائے گا میں اس کیلئے جنت کا وعدہ کرتا ہوں۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر راتوں کو سفر کرتے اور دن میں چھپتے ہوئے مقام تنعیم میں گئے۔ چالیس کفار سولی کے پہرہ دار بن کر سو رہے تھے۔ ان دونوں حضرات نے لاش کو سولی سے اتارا اور چالیس دن گزر جانے کے باوجود لاش بالکل تر و تازہ تھی اور زخموں سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ گھوڑے پر لاش کو رکھ کر مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ مگر ستر کافروں نے ان لوگوں کا پیچھا کیا۔ جب ان دونوں حضرات نے دیکھا کہ اب ہم گرفتار ہو جائیں گے تو ان دونوں نے مقدس لاش کو زمین پر رکھ دیا۔ خدا کی شان دیکھئے کہ ایک دم زمین پھٹ گئی اور مقدس لاش کو زمین نگل گئی۔ اور پھر زمین اس طرح برابر ہو گئی کہ پھٹنے کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب بلیع الارض (جن کو زمین نگل گئی) ہے۔ پھر ان دونوں حضرات نے فرمایا: اے کفارِ مکہ ہم تو دو شیر ہیں جو اپنے جنگل میں جا رہے تھے، اگر تم لوگوں سے ہو سکے تو ہمارا راستہ روک کر دیکھ لو، ورنہ اپنا راستہ لو۔ جب کفارِ مکہ نے دیکھ لیا کہ ان دونوں حضرات کے پاس لاش نہیں ہے تو وہ لوگ مکہ واپس لوٹ گئے۔ (مدارج النبوۃ 141:2)

زیر نظر تصویر مکہ مکرمہ کے قریب موجود مقام تنعیم کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ نے سولی پر چڑھایا تھا اور اسی جگہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم مبارک کو زمین نے نگل لیا تھا

تذکرہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا ہیں۔ یہ بہت ہی بہادر اور جاں باز صحابی ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ احد کے دن اکیلے ہی کفار سے لڑتے ہوئے آگے بڑھتے ہی چلے گئے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ کچھ مسلمان سست پڑ گئے ہیں اور آگے نہیں بڑھ رہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے للکار کر فرمایا: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ الْجَنَّۃِ دُوْنَ اُحُدٍ وَاِنَّھَا لَرِیْحُ الْجَنَّۃِ

میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں احد پہاڑ کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور یقیناً بلاشبہ یہ جنت ہی کی خوشبو ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا اور اکیلے ہی کفار کے نرغے میں لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر گر پڑے اور شہادت کے شرف سے سرفراز ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ کیا خوب نبھایا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے 80 سے زیادہ زخم گنے گئے تھے۔ اور کفار نے ان کی آنکھوں کو پھوڑ کر اور ناک، کان، ہونٹ کو کاٹ کر ان کی صورت اس قدر بگاڑ دی تھی کہ کوئی شخص ان کی لاش کو پہچان نہ سکا۔ مگر جب ان کی بہن حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں تو انہوں نے ان کی انگلیوں کے پوروں کو دیکھ کر پہچانا کہ یہ میرے بھائی حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش ہے۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اس کا انہیں شدید رنج و قلق تھا کہ افسوس میں اسلام کے پہلے غزوہ میں غیر حاضر رہا۔ پھر وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر آئندہ کبھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ دن دکھایا کہ کفار سے جنگ کا موقع ملا تو اللہ تبارک و تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں جنگ میں کیا کرتا ہوں اور کیا کر دکھاتا ہوں۔

چنانچہ 3 ہجری میں جب جنگ احد ہوئی تو انہوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا، وہ پورا کر کے دکھا دیا کہ اپنے بدن پر 80 زخموں سے زائد زخم کھا کر شہید ہو گئے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی شان میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ

مؤمنین میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کر دیا۔ (اکمال 585، اسد الغابہ 1:122، حجۃ اللہ 2:871، بخاری شریف)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدا نے قسم پوری کر دی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جھگڑا تکرار کرتے ہوئے ایک انصاری لڑکی کے دو اگلے دانت توڑ ڈالے۔ لڑکی والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا اور شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے حکم کے مطابق یہ فیصلہ فرما دیا کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دانت قصاص میں توڑ دیئے جائیں۔ جب حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو وہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور یہ کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم! میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائیگا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس بن نضر! تم کیا کہہ رہے ہو؟ قصاص تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ ہے۔ یہ گفتگو ابھی ہو رہی تھی کہ لڑکے والے دربارِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصاص میں ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دانت توڑنے کے بدلے میں ہم لوگوں کو دیت (مالی معاوضہ) دلایا جائے۔ اس طرح حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم پوری ہوگئی اور ان کی بہن حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دانت توڑے جانے سے بچ گئیں۔

زیر نظر تصویر مقام غزوہ احد کی ہے۔ یہ وہ مبارک جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں 1000 صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کفار سے جہاد کیا۔
اسی معرکہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہیں۔

تذکرہ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بہت ہی جانباز اور بہادر صحابی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام حضرت حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا اور ان کے والد کا نام حضرت عبداللہ بن مطاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ ان کے بعد ان کی والدہ حضرت حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک انصاری سے جن کا نام سفیان بن معمر تھا، نکاح کرلیا اور دو بچے بھی ان سے تولد ہوئے جن کا نام جنادہ اور جابر تھا۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہوگئے تھے اور ہجرت کر کے حبشہ بھی گئے تھے اور جب حبشہ سے مدینہ آئے تو بنی زریق میں رہنے لگے۔ پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ان کے دونوں بھائیوں کا انتقال ہوگیا تو حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی زہرہ کے قبیلے میں رہنے لگے اور فاروقی دورِ حکومت میں کئی جہادوں میں امیر لشکر کی حیثیت سے افواج اسلامیہ کے کئی ایک دستوں کی کمان کرتے رہے۔

کفار کا حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ظلم وستم

نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا تو حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اور والدہ نے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اس طرح انہیں بچپن ہی سے اسلامی ماحول میسر آیا۔ اس نازک ترین دور میں نوآموز مسلمانوں پر مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹے، ظلم وستم کی چکی میں پیسا گیا۔ ان کے برہنہ بدنوں پر بے دردی سے کوڑے برسائے گئے۔ تپتی ہوئی سنگریزی ریت پر برہنہ بدن انہیں گھسیٹا گیا۔ دھکتے ہوئے آگ کے شعلوں پر پیٹھ کے بل لٹا کر چھاتی پر بھاری پتھر رکھے گئے۔ اذیت دینے کے لئے جو بھی سب سے زیادہ خطرناک حربہ ہوسکتا تھا وہ پوری بے دردی وسنگ دلی کے ساتھ آزمایا گیا۔

وہ کون سا ظلم ہے جو نہتے مسلمانوں پر روا نہیں رکھا گیا؟ وہ کون سی اذیت ہے جو ان پاکیزہ جسموں پر آزمائی نہیں گئی؟ تپتی ہوئی ریت پر گھسٹتے ہوئے اور آگ کے انگاروں پر لیٹے ہوئے بھی اللہ ھو احد کا کلمہ بلند کرنا انہیں کا کمال تھا۔ جن کے سینوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر براہ راست پڑی تھی۔ اور جن کے دل نورِ ایمان سے منور ہو چکے تھے۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حبشہ کی طرف ہجرت

جب کفار کی جانب سے ایذارسانی حد سے بڑھ گئی تو ان کو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ملا۔ کیوں کہ وہاں کا نجاشی عدل ومہمان نوازی میں اچھی شہرت رکھتا تھا۔ تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ ستم رسیدہ اہل ایمان کا جو قافلہ حبشہ کی جانب ہجرت کے لئے روانہ ہوا اس میں 11 مرد اور 4 عورتیں تھیں اور دوسری مرتبہ کفار سے تنگ آکر جو قافلہ حبشہ کی طرف روانہ ہوا اس میں بچوں اور عورتوں کے علاوہ 80 مرد حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی قافلے میں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے خاندان کے ہمراہ شامل تھے۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایمانی للکار پر قلعہ زمین میں دھنس گیا

مسلمانوں کا لشکر شہر اسکندریہ پر حملہ آور تھا۔ اسکندریہ کا بادشاہ خود بھی اس جنگ میں موجود تھا اور بڑے زور وشور سے لڑائی کا انتظام کر رہا تھا۔ کافر لوگ ایک بہت بڑے مضبوط قلعے میں تھے اور مسلمان قلعہ کے سامنے میدان میں پڑے ہوئے تھے۔ کئی روز تک باہم جنگ ہوتی رہی مگر کفار بوجہ قلعے کے اندر ہونے کی وجہ سے مغلوب نہ ہوئے، اور نہ ہی انہیں کچھ نقصان پہنچا۔ ایک دن حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کافروں سے یہ فرمایا کہ اے کافرو! ہمارے اندر اس وقت ایسے اللہ کے پیارے بندے بھی موجود ہیں کہ اگر اس قلعہ کی دیوار سے کہیں کہ زمین میں دھنس جاؤ تو فوراً یہ قلعہ زمین میں دھنس جائے گا۔ یہ فرما کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ قلعہ کی جانب اٹھایا اور منہ سے نعرہ اللہ اکبر کا مارا اور ہاتھ سے قلعے کی فصیل کو زمین میں دھنس جانے کا اشارہ کیا۔ فی الفور سارا قلعہ جو بڑا مضبوط اور سنگین تھا، زمین میں اتر گیا اور سارے کافر جو قلعے کے اندر تھے، آن کی آن میں ایک کھلے میدان میں کھڑے رہ گئے۔ اسکندریہ کے بادشاہ کا یہ واقعہ دیکھ کر ہوش اڑ گیا۔ شہر چھوڑ کر بادشاہ اور اس کی فوج سب بھاگ گئی اور شہر مسلمانوں کے ہاتھ آگیا۔ (تاریخ واقدی وسیرۃ الصالحین 22)

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عاشقانہ موت

18 ہجری کو سرزمین شام میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور ادھر سرزمین حجاز میں قحط سالی نے ڈیرے ڈال لئے۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے پورا احجاز اقتصادی بحران کا شکار ہوگیا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے یہ طاعون کی وبا اللہ کا عذاب ہے۔ یہ بات سن کر حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے ایسا نہ کہو کیوں کہ اللہ کے بعض بندے اس بیماری کا شکار ہوکر آخرت کو سدھارے ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دمشق کا گورنر نامزد کیا اور حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اردن کا گورنر مقرر کیا۔ یہ منصب ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے دیا گیا۔

18 ہجری کو حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوکر داعی اجل کو لبیک کہا۔ یاد رہے کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی خطرناک بیماری کا شکار ہوکر راہی ملک عدم ہوئے تھے۔

(حوالہ اسد الغابہ 391:2)

مقام الصحابي الجليل
شرحبيل بن حسنه
احد قادة الفتح الاسلامي لبلاد الشام
Mosque and Tomb of the Venerable companion Shurhabil bin Husnah one of the Commanders of the Islamic Conquest of Bilad al-Sham

اردن میں موجود حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی نشاندہی کیلئے لگا ہوا کتبہ

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار

اردن میں موجود دریائے اردن کے مشرقی کنارے پر واقع علاقوں میں ایک جگہ اغوار کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبریں آج بھی موجود ہیں۔ اغوار کے مغرب میں فلسطین اور بالبلس کے بلند وبالا پہاڑ دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہاں پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد ومزار بھی ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے 3 کلومیٹر شمال میں سبز کھیتوں کے درمیان میں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ہے۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا بیرونی منظر

حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی قریب سے لی گئی ایک تصویر

حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے گرد لگا لوہے کی جالیوں کا حصار

حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر قرآنی آیات لکھی چادریں چڑھی ہوئی ہیں

حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے متصل مسجد کا بیرونی منظر

حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کے مختلف مناظر

حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر لگے کتبے پر عربی رسم الخط میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم شریف اور دعائیہ کلمات نظر آ رہے ہیں

حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی انتہائی قریب سے لی گئی ایک تصویر

سڑک کے کنارے لگا سائن بورڈ جو حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی نشان دہی کر رہا ہے
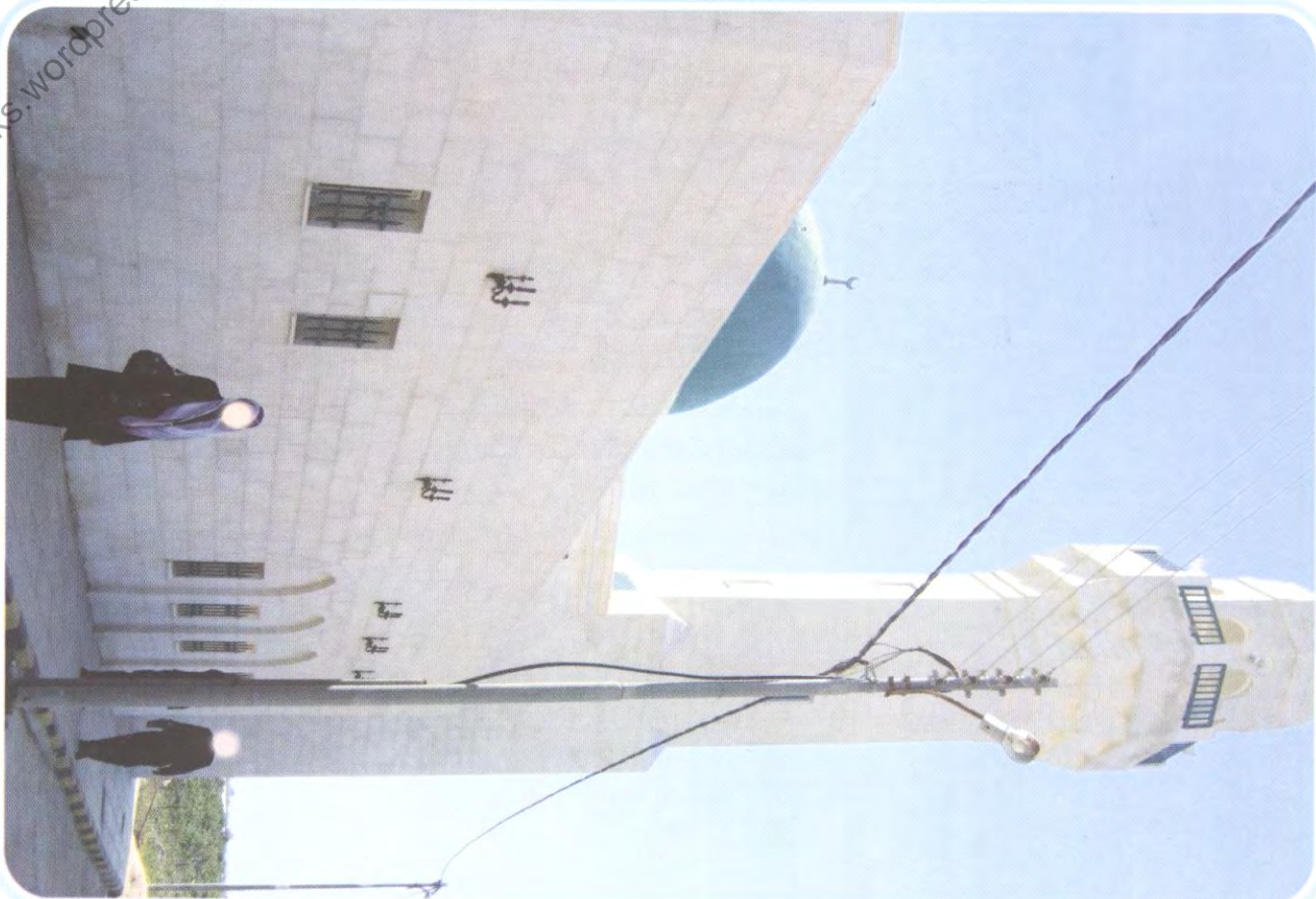
حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے متصل مسجد کا گنبد اور مینارہ نمایاں ہو رہا ہے

تذکرہ حضرت ہانی بن عُروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسجد کوفہ کے پوربی دروازے کے باہر بائیں جانب روضہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بالکل سامنے ایک قبہ میں حضرت ہانی بن عُروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر ہے۔حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کونوے سال کی عمر میں ابن زیاد نے ایک ستون سے بندھوا کر پانچ سو کوڑے مارنے کا حکم دیا تھا۔اور جب وہ بے ہوش ہوگئے تو ان کا سر کاٹ کر تن مبارک کو دار پر لٹکا دیا گیا۔یہ سزا حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لئے دی گئی تھی کہ کوفہ میں انہوں نے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابن زیاد کے سامنے حاضر کرنے سے انکار کر دیا تھا۔اور انہیں اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ مذحج کے سردار اور محب اہل بیت تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مکان میں پناہ دی تھی۔جس کی پاداش میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابن زیاد بدنہاد کی جانب سے بے پناہ اذیت کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔

محبّ اہل بیت حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کی اندرونی عمارت حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کی مانند ہے۔خوب صورت بارہ دریوں سے گزر کر حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضری دی۔

حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

تذکرہ حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندانی تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے ہے اور ان کا اصلی وطن مدینہ منورہ ہے۔ ملک شام کی فتوحات کے سلسلے میں جتنی لڑائیاں ہوئیں ان سب جنگوں میں انہوں نے بڑے بڑے بہادرانہ کارنامے انجام دیے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو ملک شام میں حمص کا گورنر مقرر فرمادیا تھا۔ یہ اس قدر عابد وزاہد تھے کہ ان کی عبادت وریاضت اور ان کا زہد وتقویٰ حد کرامت کو پہنچا ہوا تھا۔ یہاں تک امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے چند اشخاص مجھے مل جاتے جن کو میں مسلمانوں پر حاکم بناتا۔ (حاشیہ کنز العمال 162:16 بحوالہ ابن سعد)

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زاہدانہ زندگی

ان کی زاہدانہ وعابدانہ زندگی بلاشبہ ایک بہت بڑی کرامت ہے۔ جس کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت محمد بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حمص کے گورنر تھے، ناگہاں ان کے پاس امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فرمان پہنچا جس کا مضمون یہ تھا:

اے عمیر بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ہم نے آپ کو ایک اہم عہدہ سپرد کر کے حمص بھیجا تھا، مگر کچھ پتہ نہیں چلا کہ آپ نے اپنے اس عہدہ کو خوش اسلوبی کے ساتھ سنبھالا ہے یا نہیں، لہٰذا جس وقت میرا یہ فرمان آپ کے پاس پہنچے فوراً جس قدر مالِ غنیمت آپ کے خزانے میں جمع ہے سب کو اونٹوں پر لدوا کر اور اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ چلے آؤ اور میرے سامنے حاضر ہو جاؤ۔

دربارِ خلافت کا یہ فرمان پڑھ کر فوراً ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی لاٹھی میں اپنی چھوٹی سی مشک اور خوراک کی تھیلی اور ایک بڑا پیالہ لٹکا کر لاٹھی کندھے پر رکھی اور ملک شام سے پیدل چل کر مدینہ منورہ پہنچے اور دربارِ خلافت میں حاضر ہو گئے اور امیر المومنین کو سلام کیا۔

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اس خستہ حالی میں دیکھا تو حیران رہ گئے اور فرمایا: کیوں اے عمیر بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہارا حال اتنا خراب کیوں ہے؟ کیا تم بیمار ہو گئے تھے؟ یا تمہارا شہر بدترین شہر ہے؟ یا تم نے مجھے دھوکہ دینے کے یہ ڈھونگ رچایا ہے؟

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان سوالوں کو سن کر انہوں نے نہایت ہی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ عرض کیا:

اے امیر المومنین! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کے چھپے ہوئے حالات کی جاسوسی سے منع نہیں فرمایا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کیوں فرمایا کہ میرا حال خراب ہے؟ کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ نہیں رہے کہ میں بالکل تندرست وتوانا ہوں اور اپنی پوری دنیا کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں حاضر ہوں۔

گورنر ہو تو حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا ہو

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا کا کون سا سامان تم لے کر آئے ہو؟ میں تو تمہارے ساتھ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا ہوں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھئے یہ میری خوراک کی تھیلی ہے، میری مشک ہے، جس سے میں وضو کرتا ہوں اور اسی میں اپنے پینے کا پانی رکھتا ہوں اور یہ میرا پیالہ ہے اور یہ میری لاٹھی ہے جس سے میں اپنے دشمنوں سے بوقتِ ضرورت جنگ بھی کرتا ہوں اور سانپ وغیرہ زہریلے جانوروں کو بھی مار ڈالتا ہوں۔ یہ سارا سامان دنیا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا: اے عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے تم تو عجیب ہی آدمی ہو۔

اپنے ماتحتوں کیلئے ایک بہترین نگہبان

پھر امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رعایا کا حال دریافت فرمایا اور مسلمانوں کی اسلامی زندگی اور ذمیوں کے بارے میں پوچھ گچھ فرمائی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میری حکومت کا ہر مسلمان ارکان اسلام کا پابند اور اسلامی زندگی کے رنگ میں رنگا ہوا ہے اور میں ذمیوں سے جزیہ لے کر ان کی پوری پوری حفاظت کرتا ہوں اور میں اپنے عہدہ کی ذمہ داریوں کو نباہنے کی بھرپور کوشش کرتا رہا ہوں۔ پھر امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خزانے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ خزانہ کیسا؟ میں ہمیشہ مالدار مسلمانوں سے زکوٰۃ وصدقات وصول کر کے فقراء ومساکین میں تقسیم کر دیا کرتا ہوں۔ اگر میرے پاس فاضل مال بچتا تو میں ضرور اس کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیتا۔

پھر امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم حمص سے مدینہ منورہ تک پیدل چل کر آئے ہو، اگر تمہارے پاس کوئی سواری نہیں تھی تو کیا تمہاری سلطنت کی حدود میں مسلمانوں اور ذمیوں میں بھلا آدمی کوئی بھی نہیں تھا جو تم کو سواری کا ایک جانور دے دیتا؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ میری امت میں کچھ ایسے حاکم ہوں گے کہ اگر رعایا خاموش رہے گی تو یہ حکام ان کو برباد کر دیں گے اور رعایا فریاد کرے گی تو یہ حکام ان کی گردنیں اڑا دیں گے۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ تم لوگ اچھی باتوں کا حکم دیتے رہو اور بری باتوں سے منع کرتے رہو ورنہ اللہ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط فرما دے گا جو بدترین انسان ہوں گے۔ اس وقت نیک لوگوں کی دعائیں مقبول نہیں ہوں گی۔ اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ان برے حاکموں میں سے ہونا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے مجھے پیدل چلنا گوارا ہے مگر اپنی رعایا سے کچھ طلب کرنا یا ان کے عطیوں کو قبول کرنا ہرگز ہرگز پسند نہیں ہے۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گورنری قبول کرنے سے انکار

اس کے بعد امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میں تمہاری کارگزاریوں سے بیحد خوش ہوں، اس لئے تم اپنی گورنری کے عہدہ پر بحال ہو کر پھر حمص جاؤ اور وہاں جا کر حکومت کرو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ہی لجاجت کے ساتھ گڑگڑا کر عرض کیا: اے امیر المومنین! میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا کا واسطہ دے کر اب اس عہدہ کو قبول کرنے سے معافی کا طلب گار ہوں اور اب میں ہرگز ہرگز کبھی بھی اس اہم عہدہ کو قبول نہیں کر سکتا۔ لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے معاف فرما دیجئے۔

یہ سن کر امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اگر تم اس عہدہ کو قبول نہیں کر سکتے ہو تو پھر میری طرف سے اجازت ہے کہ تم اپنے گھر والوں میں جا کر رہو۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے تین دن کی مسافت کی دوری پر ایک بستی میں جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہل وعیال رہتے تھے جا کر مقیم ہو گئے۔

اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سو اشرفیوں کی ایک تھیلی اپنے ایک مصاحب کو جس کا نام حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا یہ کہہ کر دی کہ تم حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر جا کر تین دن تک مہمان بن کر رہو۔ پھر تیسرے دن یہ تھیلی میری طرف سے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کر کے کہہ دینا کہ وہ ان اشرفیوں کو اپنی ضروریات میں خرچ کریں۔

چنانچہ حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشرفیوں کی تھیلی لے کر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر پہنچے اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلام عرض کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کا جواب دیا اور امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خیریت دریافت کی اور ان کی حکمرانی کی کیفیت کے بارے میں استفسار کیا، پھر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعائیں کیں۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے مہمان کے ساتھ ایثار و ہمدردی کا سلوک

حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین دن تک ان کے مکان پر مقیم رہے اور ہر روز کھانے میں دونوں وقت ایک ایک روٹی اور زیتون کا تیل ان کو ملتا رہا۔ تیسرے دن حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے حبیب! اب تمہاری مہمانی کی مدت ختم ہوگئی لہٰذا آج تم اپنے گھر جاسکتے ہو۔ ہمارے گھر میں بس اتنا ہی خوراک کا سامان تھا جو ہم نے خود بھوکے رہ کر تم کو کھلا دیا۔ یہ سن کر حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشرفیوں کی تھیلی پیش کر دی اور کہا کہ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خرچ کے لئے ان اشرفیوں کو بھیجا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تھیلی ہاتھ میں لے کر یہ ارشاد فرمایا: اے حبیب! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے سرفراز ہوا، لیکن اس وقت دنیا کی دولت سے میرا دامن کبھی داغدار نہیں ہوا۔ پھر میں نے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اٹھائی، لیکن ان کے دور میں بھی دولت دنیا کی آلودگیوں سے محفوظ ہی رہا۔ لیکن یہ زمانہ میرے لئے بدترین دور ثابت ہوا کہ میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے مجبور ہوکر بادلِ نخواستہ حمص کا گورنر بنا اور اب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دنیا کی دولت میرے گھر میں بھیج دی ہے۔

اتنا کہتے کہتے ان کی آواز بھرا گئی اور وہ چیخ مار کر زار زار رونے لگے اور ان کے آنسوؤں کی دھار ان کے رخسار پر موسلا دھار بارش کی طرح بہنے لگی اور انہوں نے اشرفیوں کی تھیلی واپس کر دی۔ یہ دیکھ کر گھر میں سے ان کی بیوی صاحبہ نے کہا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تھیلی کو واپس نہ کیجئے، کیونکہ یہ جانشین پیغمبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عطیہ ہے۔ اس کو رد کر دینے سے حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت بڑی دل شکنی ہوگی اور یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کے لائق نہیں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب کو صدمہ پہنچائیں۔ اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تھیلی کو لے جا کر حاجتمندوں کو دے دیجئے۔

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کے مخلصانہ مشورے کو قبول کرتے ہوئے تھیلی اپنے پاس رکھ لی اور فوراً ہی فقراء و مساکین کو بلا کر تمام اشرفیوں کو تقسیم کر دیا اور اس میں سے اپنے لئے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا۔

حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر جب حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سارا ماجرا عرض کیا تو امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی رقت طاری ہوگئی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور دیر تک روتے رہے۔ پھر جب ان کے آنسو تھم گئے تو فوراً ہی ان کی طلبی کے لئے ایک فرمان لکھا اور ایک قاصد کے ذریعے یہ فرمان ان کے گھر بھیج دیا۔

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمان پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی اطاعت مجھ پر واجب ہے۔ یہ کہا اور فوراً پیدل مدینہ منورہ کے لئے گھر سے نکل پڑے اور تین دن کا سفر کر کے دربار خلافت میں حاضر ہوگئے۔

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اشرفیاں میں نے تمہارے پاس بھیجی تھیں ان کو تم نے کہاں کہاں خرچ کیا؟ عرض کیا: امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے اسی وقت ان سب اشرفیوں کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیا۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دنیا سے بے رغبتی کا عالم

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیرت و استعجاب کے عالم میں ان کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ پھر اپنے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم بیت المال سے دو کپڑے لا کر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنا دو اور ایک اونٹ پر کھجوریں لاد کر ان کو دے دو۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کپڑوں کو تو میں قبول کر لیتا ہوں کیونکہ میرے پاس کپڑے نہیں ہیں۔ مگر کھجوریں میں ہرگز نہیں لوں گا، کیونکہ ایک صاع کھجوریں اپنے مکان پر رکھ آیا ہوں جو میری واپسی تک میرے اہل وعیال کے لئے کافی ہیں۔ پھر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رخصت ہوکر اپنے مکان پر چلے آئے اور اس کے چند ہی دنوں بعد ان کا وصال ہوگیا۔

کاش مجھے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے چند مسلمان مل جاتے

جب امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کی خبر پہنچی تو حضرت عمر فارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے اختیار رو پڑے اور حاضرین سے فرمایا کہ اب تم سب لوگ اپنی اپنی بڑی تمناؤں کو میرے سامنے بیان کرو۔ فوراً ہی تمام حاضرین نے اپنی اپنی بڑی تمناؤں کو ظاہر کر دیا۔

سب کی تمناؤں کا ذکر سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لیکن میری سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ کاش حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے صاف باطن و پاکباز اور پیکر اخلاص چند مسلمان مجھے مل جاتے تو میں ان سے مسلمانوں کے کاموں میں مدد لیتا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ (کنزل العمال 162:16)

تذکرہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوخالد ہے اور خاندان قریش کی شاخ بنو اسد سے خاندانی تعلق ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ ان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کی والدہ جب کہ یہ ان کے بطن میں تھے، کعبہ کے اندر بتوں پر چڑھاوا چڑھانے کو گئیں تو وہیں بیچ کعبہ میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوگئے۔ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں یہ اشراف قریش میں سے شمار کئے جاتے تھے۔ فتح مکہ سال 8 ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بہت ہی عقلمند، معاملہ فہم اور صاحب علم وتقویٰ شعار تھے۔ ایک سو غلاموں کو خرید کر آزاد کیا اور ایک سو اونٹ مسافروں کو ہدیہ دیئے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تجارت میں کبھی گھاٹا نہیں ہوا

ان کی مشہور کرامت یہ ہے کہ یہ تاجر تھے۔ زندگی بھر تجارت کرتے رہے، مگر کبھی بھی اور کہیں بھی اور کسی سودے میں بھی کوئی نقصان اور گھاٹا نہیں ہوا، بلکہ اگر یہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں نفع ہی نفع ہوتا۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی تھی:

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ فِیْ صَفْقَتِهٖ

اے اللہ ان کے بیوپار میں برکت عطا فرما

(کنزل العمال 262:12)

ترمذی وابوداؤد کی روایتوں میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو دینار دے کر ایک مینڈھا خریدنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے ایک دینار میں دو مینڈھے خرید ے اور پھر ان میں سے ایک مینڈھے کو ایک دینار میں فروخت کر ڈالا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آ کر ایک مینڈھا اور دو دینار پیش کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک دینار کو تو خدا کی راہ میں خیرات کر دیا اور پھر خوش ہو کر ان کی تجارت میں برکت کے لئے دعا فرمادی۔ (مشکوٰۃ 254 باب الشرکۃ والوکالت)

ایک سو بیس برس کی عمر پائی، ساٹھ برس کفر کی حالت میں اور ساٹھ برس اسلامی زندگی گذاری۔ 54 ہجری میں بمقام مدینہ منورہ ان کا وصال ہوا۔ (اکمال 561)

خانہ کعبہ
جہاں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی پیدائش ہوئی تھی

مدینہ منورہ وہ مبارک شہر ہے جہاں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

تذکرہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی، ابن ام عبد سے مشہور تھے۔ بنوزہرہ کے حلیف قبیلہ ہذیل سے تعلق رکھتے تھے۔ جلیل القدر صحابی، زبردست عالم اور حافظ قرآن تو ایسے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرأت سنتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی ترغیب دیتے کہ انہی جیسا پڑھیں اور خادم ایسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوتوں میں بھی اجازت کے محتاج نہ تھے۔ مسواک لانا، تہجد میں بیدار کرنا، جوتیاں پہنانا، غسل کے لئے پردہ کرنا، آگے آگے رہنمائی کرنا، یہ سب انہی کے سپرد تھا۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (سورہ مائدہ آیت:93)

ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے، کوئی گناہ نہیں ہے اس چیز میں جس کو انہوں نے کھایا پیا، جب کہ وہ اپنے اللہ سے ڈرے، ایمان لائے اور نیک اعمال کئے، پھر ڈرے اور ایمان لائے، پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ تعالیٰ ان نیکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں۔

جب آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی انہی میں سے ہو۔ پستہ قد تھے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے:

کنیف ملئ علما

ایک چھوٹا سا برتن ہے مگر علم سے لبالب ہے۔

غرض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے شمار فضائل ومناقب کے حامل تھے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم میں آپ کی 64 احادیث ہیں۔) 33 ہجری میں مدینہ منورہ میں جان جانِ آفریں کے حوالے کردی۔ جنت البقیع میں دفن کئے گئے، عمر ساٹھ برس سے زائد پائی۔ (اسدالغابہ 3:280، تہذیب 6:27، مجمع الزوائد 9:286)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جو اپنے علم وفضل کے لحاظ سے تمام دنیائے اسلام کے امام تسلیم کئے گئے ہیں۔ ایام جاہلیت میں عقبہ بن معیط کی بکریاں چراتے تھے، لیکن خدا کی قدرت معلم ربانی کی نگاہ انتخاب نے گلہ بانی کی درسگاہ سے نکال کر اپنے حلقہ تلمذ میں داخل کرلیا اور علم وفضل کے آسمان پر مہر منیر بنا کر چمکایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم کا شوق

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدا ہی سے علم کے شائق تھے۔ قبول اسلام کے ساتھ ہی انہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تعلیم دیجئے۔ بشارت ملی:

انک غلام معلم — تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔

اس شوق کا یہ اثر تھا کہ شب وروز سرچشمہ علم سے مستفیض ہوتے، خلوت، جلوت، سفر، حضر، غرض ہر موقع پر ساقی معرفت کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ لیکن طلب صادق کی پیاس نہ بجھتی، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب داخل حرم نہ ہوتے تو اپنی والدہ حضرت ام عبد کو بھیجتے کہ خانگی زندگی کی معلومات بہم پہنچائیں۔ (حوالہ مسند اعظم 184)

ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مونس وہمدم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اس طرف سے گذرے جہاں یہ بکریاں چرا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا: صاحبزادے! تمہارے پاس کچھ دودھ ہو تو پیاس بجھاؤ۔ بولے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ نہیں دے سکتا، کیونکہ یہ دوسرے کی امانت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہاری کوئی ایسی بکری ہے جس نے بچے نہ دیئے ہوں؟

عرض کی: ہاں! اور ایک بکری پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی۔ یہاں تک کہ وہ دودھ سے لبریز ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو علیحدہ لے جاکر دوہا تو اس قدر دودھ نکلا کہ تینوں آدمیوں نے یکے بعد دیگرے خوب سیر ہوکر نوش فرمایا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن سے فرمایا خشک ہوجا، اور وہ پھر اپنی اصلی حالت پر عود کر آیا۔

اس کرشمہ قدرت نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر بے حد اثر کیا، حاضر ہوکر عرض کیا کہ مجھے اس مؤثر کلام کی تعلیم دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت سے ان کے سر پر دست مبارک پھیر کر فرمایا: تم تعلیم یافتہ بچے ہو۔ غرض اس روز سے وہ معلم دین مبین کے حلقہ تلمذ میں داخل ہوئے اور بلا واسطہ خود مہبط وحی والہام سے ستر سورتوں کی تعلیم حاصل کی جن میں کوئی ان کا شریک وسہیم نہ تھا۔ (حوالہ تذکرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اسلام قبول کرنے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ خدمت بابرکت میں حاضر رہنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا خادم خاص بنالیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حیرت انگیز معجزہ

ایک روز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دور فاصلے پر ادھیڑ عمر کے دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جو تھکان سے چور اور تھکاوٹ سے نڈھال ہونے کی وجہ سے بہت آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور شدت تشنگی کے مارے ان کے ہونٹ اور حلق سوکھ کر کانٹا ہورہے تھے۔ وہ دونوں اس کے قریب پہنچ کر رکے اور اسے سلام کیا اور بولے: لڑکے ہمارے لئے ان بکریوں کا دودھ دوہو، جس سے ہم اپنی پیاس بجھا سکیں اور اپنی رگوں کو تر کرسکیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں ایسا کرنے سے معذور ہوں۔ میں ان بکریوں کا دودھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں پیش کرسکتا، کیونکہ یہ میری نہیں ہیں، بلکہ میری امانت میں ہیں۔ میں ان کا مالک نہیں ہوں، امین ہوں۔

لڑکے کا جواب سن کر ان دونوں نے کسی قسم کی ناگواری یا ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ ان کے چہروں سے ظاہر ہورہا تھا کہ انہوں نے اس جواب کو پسند کیا ہے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ اچھا کسی ایسی بکری کی نشاندہی کرو جس نے کبھی بچہ نہ دیا ہو۔ لڑکے نے اپنے قریب ہی کھڑی ایک چھوٹی سی بکری کی طرف اشارہ کردیا۔ وہ آدمی اس کے قریب گیا، اسے پکڑا اور اللہ کا نام لے کر اس کے تھن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ لڑکے نے حیرت کے ساتھ دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ ایسا کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایسی بکریاں جو کبھی گابھن نہ ہوئی ہوں، وہ دودھ دینے لگیں۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بکری کا تھن پھول کر بڑا ہوگیا اور اس میں سے تیزی سے دودھ بہنے لگا۔ دوسرے آدمی نے جو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے زمین پر پڑا ہوا ایک پیالہ نما گہرا سا پتھر اٹھا کر اسے دودھ سے بھرلیا پھر اس دودھ کو ان دونوں نے پیا اور لڑکے کو بھی پلایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے پیش آنے والے اس واقعے پر مجھے یقین نہیں آرہا تھا۔ جب ہم سب لوگ اچھی طرح آسودہ ہوگئے تو اس بابرکت شخص نے بکری کے تھن سے کہا: سکڑ جا! اور وہ سکڑتے سکڑتے اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ اس وقت میں نے اس بابرکت شخص سے کہا: وہ کلمات جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی کہے تھے ان میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیجئے تو انہوں نے کہا: انت غلام معلم

تم ایک سکھائے پڑھائے لڑکے ہو۔ (البدایہ والنہایہ 6:106)

جنات سے مقابلہ کرنے کا نسخہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی کو ایک جن ملا۔ انہوں نے اس جن سے کشتی لڑی اور اسے گرادیا۔ جن نے کہا دوبارہ کشتی لڑو۔ دوبارہ کشتی لڑی تو پھر انہوں نے اس کو گرادیا۔ ان صحابی نے اس جن سے کہا تم مجھے دبلے پتلے نظر آرہے ہو اور تمہارا رنگ بھی بدلا ہوا ہے اور تمہارے بازو کتے کے بازوؤں کی طرح چھوٹے چھوٹے ہیں تو کیا تم سب جن ایسے ہی ہوتے ہو یا ان میں سے تم ہی ایسے ہو؟ اس جن نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں تو ان سب میں بڑے جسم والا اور طاقتور ہوں۔ آپ مجھ سے تیسری مرتبہ کشتی کرو۔ اس دفعہ آپ نے مجھے گرادیا تو میں آپ کو ایسی چیز سکھاؤں گا جس سے آپ کو فائدہ ہوگا۔ چنانچہ تیسری مرتبہ کشتی ہوئی تو اس مسلمان نے اس کو پھر گرادیا اور اس سے کہا لاؤ مجھے سکھاؤ۔ اس جن نے کہا: کیا آپ آیت الکرسی پڑھتے ہیں؟ اس مسلمان نے کہا: جی ہاں! اس جن نے کہا آپ اس آیت کو جس گھر میں پڑھیں گے اس گھر سے شیطان نکل جائے گا اور نکلتے ہوئے گدھے کی طرح اس کی ہوا خارج ہورہی ہوگی اور صبح تک پھر اس گھر میں نہیں آئے گا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اے حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نبی کے کون سے صحابی تھے؟ اس سوال پر چیں بہ چیں ہوکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کون ہوسکتا ہے؟ (حیاۃ الصحابہ 236:3)

احد کے پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری

غزوہ تبوک کے زمانے میں مسلمانوں کا لشکر راستے میں ایک جگہ ٹھہر گیا۔ حضور ﷺ کے لئے مسواک کا اہتمام کرنا بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ تھا۔ چنانچہ وہ مسواک کاٹنے کے لئے پیلو کے درخت پر چڑھ گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹانگیں نہایت دبلی پتلی تھیں۔ لوگوں نے دیکھا تو ہنس پڑے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیوں ہنس رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پتلی ٹانگیں دیکھ کر ہنسی آگئی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: یہ ٹانگیں جو تمہیں اس وقت انتہائی کمزور اور ہلکی دکھائی دے رہی ہیں قیامت کے روز میزان میں احد کے پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہوں گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا قرآن سننے کا واقعہ

بے مثال قاری اور عظیم ترین فقیہہ، قرأت و تجوید میں ان کا یہ مقام ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کو بعینہ اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح وہ نازل ہوا ہے۔ جو شخص تازہ بتازہ قرآن پڑھنا چاہے اسے چاہیے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت کی پیروی کرے۔ ان کی قرأت حضور ﷺ کو اس قدر مرغوب تھی کہ آپ ﷺ بنفس نفیس ان کی قرأت سنا کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذرا قرآن تو سناؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت حیران ہوئے، عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو سناؤں، حالانکہ آپ ﷺ پر تو یہ نازل ہوا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! لیکن میں سننا چاہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ
وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

وہ کیسا منظر ہوگا اے محبوب! جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تم کو ان لوگوں پر گواہ بنائیں گے۔

تو حضور اقدس ﷺ پر گریہ طاری ہوگیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہوگئے۔ اس وقت محفل میں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی موجود تھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اب حاضرین سے چند باتیں کردو۔ (یعنی مختصر سی تقریر)

حضور ﷺ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اظہار محبت

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمد و ثنا اور صلوٰۃ وسلام کے بعد چند باتیں کیں اور گفتگو کے اختتام پر جب یہ جملہ کہا:

رَضِيْتُ لَكُمْ مَارَضِيَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

میں آپ کے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اللہ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرے۔

تو حضور اقدس ﷺ نے حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا:

وَرَضِيْتُ لَكُمْ مَارَضِيَ لَكُمْ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ

اور میں تمہارے لئے وہی کچھ پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پسند کرے۔

اللہ اکبر! کتنی یگانگت ہے پسندیدگی اور چاہت میں۔

دراصل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی حضور ﷺ کی خدمت گزاری کے لئے وقف کردی تھی۔ اس ہمہ وقت کی خدمت ہی کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کو مندرجہ ذیل القاب دے رکھے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مبارک القابات

صَاحِبُ السَّوَادِ	راز دار رسول ﷺ
صَاحِبُ الْوِسَادِ	بستر لگانے والے
صَاحِبُ الطُّهُوْرِ	وضو کرانے والے
صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ	حضور ﷺ کی جوتیاں اٹھانے والے

جب حضور ﷺ کہیں جانے کے ارادے سے اٹھتے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لپک کر آپ ﷺ کو نعلین پہناتے۔ پھر آپ ﷺ کا عصا مبارک اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور حضور ﷺ کے آگے آگے خادمانہ انداز میں چل پڑتے۔ جب حضور ﷺ اس مجلس کے پاس پہنچتے جہاں رکنے کا ارادہ ہوتا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی نعلین مبارک اتار کر اپنی آستینوں میں ڈال لیتے اور آپ ﷺ کا عصا آپ ﷺ کے دست اقدس میں دے دیتے، واپسی پر بھی یہی طرز عمل اختیار کرتے۔ (طبقات ابن سعد 108:3)

نعلین نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کثرت سے حاضری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ میں ان کی آمد ورفت اتنی زیادہ تھی کہ ناواقف آدمی یہی سمجھتا تھا کہ یہ گھر کے فرد ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں اور میرا بھائی یمن سے آئے تو عرصے تک ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کا ایک فرد سمجھتے رہے۔ کیونکہ وہ اور ان کی والدہ کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آتے جاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کائنات میں یہ شرف حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک اٹھاتے تھے۔ رحمت کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو یہ نعلین مبارک ایک تھیلے میں ڈال کر سینے سے لگا کر بیٹھ جاتے۔ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھتے نعلین پیش کرتے اور بعض اوقات پہنانے کا بھی شرف حاصل کرتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میں کسی بھی شخص کو بغیر مشورہ کے امیر بناتا تو وہ عبداللہ بن مسعود ہوتے۔

(ترمذی عن علی بن ابی طالب)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ میں اپنی امت کے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پسند ہو۔

(طبرانی عن ابن عساکر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن چار آدمیوں سے سیکھو! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوحذیفہ کے غلام حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ (صحیح بخاری 3808)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شب بیداری

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت قیام وتہجد میں مصروف رہتے۔ جب لوگ سوجاتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے لئے اٹھ جاتے اور کثرت قرأت وترتیل کی وجہ سے یوں آواز آتی جیسے شہد کی مکھی بھنبھنا رہی ہوتی ہے۔

جلیل القدر تابعی حضرت علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ میں سے ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک شب گزاری، رات کے اول حصے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوگئے۔ پھر اٹھے اور نماز پڑھنی شروع کردی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں قرأت کرتے تھے، جیسے محلّہ کی مسجد کا امام قرأت کرتا ہے۔ یعنی ترتیل کے ساتھ پڑھتے لیکن ترجیع نہیں کرتے تھے۔ (یعنی آواز کو حلق میں نہیں گھماتے تھے۔) اور آس پاس کے لوگوں کو سناتے، لیکن آواز میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب رات کے اندھیرے میں اتنا وقت باقی رہ جاتا جتنا مغرب کی اذان اور نماز سے فارغ ہونے کے درمیان کا وقت ہوتا ہے تو نماز وتر ادا کرتے۔ (حوالہ اولیاء کی شب بیداری)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو

حضرت سعد بن اخرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

كُنْتُ اَمْشِىْ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَرَّ بِالْحَدَّادِيْنَ وَقَدْ اَخْرَجُوْا حَدِيْدًا مِنَ النَّارِ فَقَامَ يَنْظُرُ اِلَيْهِ وَيَبْكِىْ (التخویف من النار لابن رجب 25)

میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جارہا تھا۔ ہم لوہار کی دکان سے گزرے، انہوں نے آگ سے (سرخ سرخ) لوہا باہر نکالا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے دیکھنے کے لئے کھڑے ہوگئے اور رونے لگے۔

سیدنا زید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا کہ قرآن پاک کی آیت سیکھوں تو انہوں نے مجھے آیت پڑھائی۔ میں نے عرض کیا: سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو مجھے یہ

وَاِنْ تُبْدُوْا مَافِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ

اور تمہارے دل میں جو کچھ ہے اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ اس پر تمہارا محاسبہ کرے گا۔ پھر جسے چاہے گا معاف کردے گا، اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرہ 284)

تو رودیتے اور فرماتے کہ یہ آیات شدت محاسبہ پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اہم ارشاد مبارک

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

مومن گناہوں سے اس طرح ڈرتا ہے گویا کہ وہ کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور اسے خطرہ ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے اوپر ہی نہ آگرے۔ اور فاسق وفاجر گناہوں کو اس قدر معمولی سمجھتا ہے جیسے کوئی مکھی اس کی ناک کے پاس سے گزری اور اس نے ہاتھ سے اسے ہٹادیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبہ 5949)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ مبارک

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ مبارک یہ تھا۔ جسم لاغر، قد کوتاہ، رنگ گندم گوں اور سر پر کانوں تک نہایت نرم وخوبصورت زلف، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو اس طرح سنوارتے تھے کہ ایک بال بھی بکھرنے نہیں پاتا تھا۔ ٹانگیں نہایت پتلی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو چھپائے رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسواک توڑنے کے لئے پیلو کے درخت پر چڑھے تو ان کی پتلی پتلی ٹانگیں دیکھ کر لوگوں کو بے اختیار ہنسی آگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان کی پتلی ٹانگوں پر ہنستے ہو، حالانکہ یہ قیامت کے روز میزان عدل میں کوہِ احد سے بھی زیادہ بھاری ہوں گی۔ (حوالہ طبقات ابن سعد 113:3)

کوفہ: جہاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ گورنر رہے

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنادیا۔ جہاں وہ قرآن کریم پڑھاتے، حدیث کی روایت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ پہنچ کر ایک حلقہ درس قائم کیا جہاں لوگ آتے اور مختلف دینی مسائل دریافت کرتے۔ یہ حلقہ وسیع ہوتا گیا حتیٰ کہ پورا خطۂ عراق فقہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیروکار ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ درس گاہ کوئی معمولی درس گاہ نہ تھی، یہاں بڑے بڑے علماء اور آئمہ تیار ہوئے۔

فقہ حنفی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باہمی رشتہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں سے حضرت علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت اسود رحمہ اللہ تعالیٰ نے فقہ میں کمال حاصل کیا۔ ان کے بعد حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کوفہ کی فقہ کے حوالے سے مشہور ہوئے یہاں تک کہ فقیہ عراق کہلائے جانے گے۔

ان کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ کا بڑا ذخیرہ تھا، جو انہیں حفظ بھی تھا۔ یہ ذخیرہ ان سے حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ تک منتقل ہوا اور حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بیش قیمت خزانہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ تک منتقل ہوا۔

کوفہ: جہاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ درس قرآن وحدیث دیتے تھے

بنوظفر وہ جگہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن سنانے کا حکم دیا
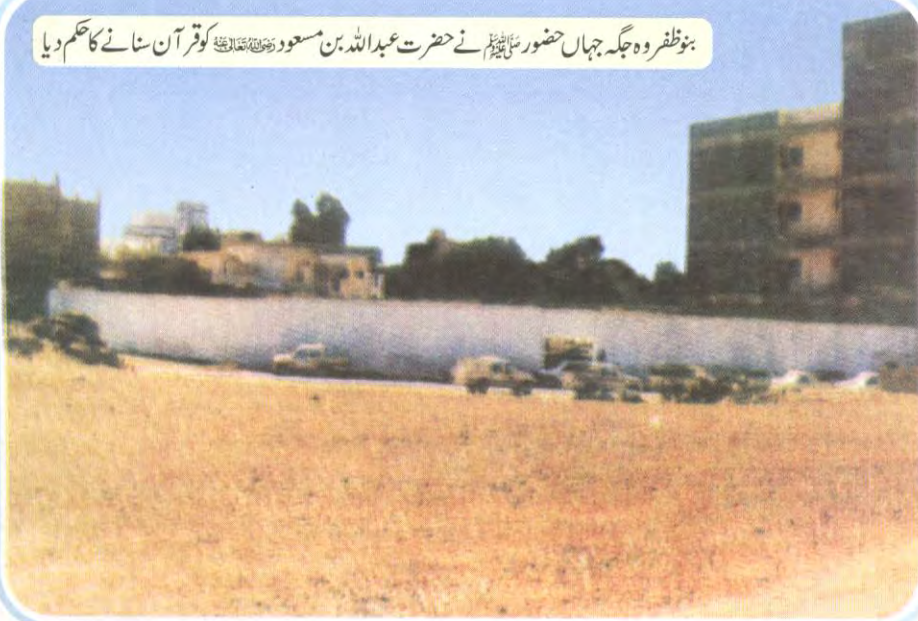
یہ تصویر بنوظفر کی بستی کی ہے۔ یہ اس وقت شارع ملک عبدالعزیز کے دائیں طرف ہیئہ کی بلڈنگ کے قریب ہے۔ یہی وہ مبارک جگہ ہے جہاں ایک موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن سنانے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں قرآن سناتا رہا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہتے رہے۔ (حوالہ صحیح بخاری 4882)

اور یہی وہ مبارک جگہ ہے جہاں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہوئے اور بعد میں حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا قبیلہ بنوعبدالاشہل مسلمان ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسجد جن کے مقام پر قیام فرمانے کا واقعہ

یہ مسجد معلاۃ جاتے ہوئے بائیں جانب ہے اور کراسنگ پل سے متصل ہے۔ اس کو مسجد جن اس لئے کہتے ہیں کہ اس جگہ پر جنات کی ایک بڑی جماعت نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے زمین پر ایک خط حد فاصل کے طور پر کھینچ دیا تھا۔ واضح رہے کہ اس سے قبل نبوت کے دسویں سال طائف سے واپسی پر مقام نخلہ میں بھی کچھ جنات نے آپ ﷺ سے ملاقات کی تھی۔

(التاریخ القویم 81:5، الارج المسکی 73، مثیر الغرام 191)

1421 ہجری میں مسجد جن کی تجدید ہوئی اس مسجد کا دوسرا نام مسجد حرس بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص جنات کے معاملے کو دیکھنا چاہے وہ آ جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے علاوہ کوئی بھی حاضر نہ ہوا۔ لہٰذا ہم مکہ میں ایک جگہ معلاۃ پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک سے ایک دائرہ کھینچا اور مجھ سے فرمایا کہ اس میں بیٹھ جاؤ۔ آپ ﷺ تھوڑا آگے چلے اور کھڑے ہو کر قرآن کی تلاوت شروع فرمادی۔ اسی دوران جنات جھنڈ در جھنڈ آ کر جمع ہونے لگے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ میری نظر سے اوجھل ہو گئے اور آپ ﷺ کی آواز بھی مجھ تک پہنچنا بند ہو گئی، پھر وہ آپ ﷺ کے پاس سے اس طرح متفرق ہونے لگے جس طرح بدلی چھٹتی ہے۔ جب کہ جنات کی ایک جماعت بیٹھی رہی اور آپ ﷺ ان کے ساتھ فجر تک بات چیت میں مشغول رہے، پھر آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میں نے ان کو ہڈی اور گوبر توشہ کے طور پر دیا ہے لہٰذا تم لوگوں کو ہڈی اور گوبر سے استنجا نہیں کرنا چاہیے۔

جنات کی خوراک

بعض روایات میں اس کی تفصیل یوں ہے کہ پرانی ہڈی پر جنات کو اس کی اصل شکل میں لگا ہوا گوشت مل جائے گا اور گوبر پر اس کی اصل شکل میں چارہ دستیاب ہوگا۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ اور رہتی دنیا تک جنات پر رحمۃ للعالمین ﷺ کا احسان ہے۔ اور پرانی ہڈی و گوبر سے استنجا کرنے سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ اس سے جنات کی خوراک آلودہ ہو جاتی ہے اور ان کو اذیت پہنچتی ہے۔ بعض لوگ ان اسلامی تعلیمات کا خیال نہیں کرتے تو جوابی طور پر جنات انہیں پریشان کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ میں جنات سے ملاقات والی رات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہم حجون کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے میرے لئے خط کھینچا اور پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ ﷺ کے اردگرد جنات کی بھیڑ جمع ہو گئی تو ان کے سردار نے کہا کہ میں ان جنات کو آپ ﷺ سے ذرا دور ہٹا کر رکھوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ (سورہ جن: 22)

اور خدا کے ہاتھ سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔

حضور ﷺ کا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کیلئے حصار کھینچنا

نیز ایک روایت میں ہے کہ حضور پاک ﷺ کے پیچھے پیچھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے تو آپ ﷺ حجون نامی گھاٹی میں داخل ہوئے اور ایک خط اپنے اور دوسرا خط حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرد کھینچا۔ (تفسیر ابن کثیر 279:7)

تا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہیں جمے رہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنات اس دائرے کے پاس آتے مگر اندر داخل نہ ہو سکتے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے جاتے۔ (اخبار مکۃ للفاکھی نمبر 2321 باسناد حسن)

مسجد جن

مسجد جن: عہد نبوی ﷺ میں جنت المعلیٰ کے قبرستان کے ساتھ یہ چٹیل میدان تھا۔ یہاں جنات آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایمان کی دولت اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بعد میں یہاں مسجد تعمیر کر دی گئی، جہاں زائرین برکت کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔ اسے مسجد حرس اور مسجد بیعت کا نام بھی دیا گیا ہے۔

غزوہ بدر کا ایک واقعہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن کفار ہمیں بہت تھوڑے دکھائی دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ میرے قریب جو صحابی تھے میں نے ان سے کہا کہ آپ کے خیال میں یہ کافر 70 ہوں گے۔ انہوں نے کہا میرے خیال میں 100 ہوں گے۔ پھر ہم نے ان کے ایک آدمی کو پکڑا اور اس سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا ہم 1000 تھے۔ (مجمع الزوائد 84:6)

زیرِ نظر تصویر مقام غزوہ بدر کی ہے۔ جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریک ہونے کی سعادت حاصل کی

غزوہ بدر کا وہ مقام جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا تھا

نصیبین کے جنات کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آمد

نصیبین کے جنات کی دعوت پر بہت سے جنات ایمان لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور ملاقات کے آرزومند ہوئے۔ کل چھ مرتبہ جنات کے وفود ملاقات کیلئے حاضر ہوئے۔ ایک بار ان کی تعداد 12 ہزار تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وادی نخلہ کے واقعے کے تین ماہ بعد حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنوں کی ملاقات کے لئے آمد کی اطلاع دی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ہمراہی کی درخواست کی۔ شعب حجون کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت مبارک سے دائرہ کھینچا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اس سے باہر ہرگز قدم نہ رکھنا ورنہ پھر مجھے نہ دیکھ سکو گے۔

ایک ٹیلہ پر نماز ادا کرنے کے بعد سورۂ طٰہٰ کی قرأت شروع فرمادی۔ کچھ دیر بعد چالیس جھنڈے دکھائی دیئے۔ ہر پرچم تلے ہزاروں جنات حاضر تھے۔ تعداد کوئی ساٹھ ہزار بتائی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بڑا ہجوم دیکھا۔ روایت ہے کہ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کے بارہ نقیب منتخب فرمائے۔ انہیں دین کے احکامات سکھائے، پھر وہ بادلوں کی طرح ٹکڑیوں میں اڑتے ہوئے چلے گئے۔ صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ عرض کیا سیاہ آدمی سفید لباس میں دیکھے۔ فرمایا یہ نصیبین کے جنات تھے، جو اپنی اور سواریوں کی خوراک مانگ رہے تھے۔ ان کی خوراک ہڈیاں اور جانوروں کا چارہ گھوڑے کی لید ہے۔

عرض کیا: یہ کیوں کر ممکن ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ ہر ہڈی پر گوشت پیدا کر دیتا ہے، جتنا ان سے کھایا جائے اور لید کو دانوں میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ اس موقع پر ارشاد ہوا: ہڈی اور لید سے استنجا نہ کرو۔

وہ جگہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جنات کے 12 قبیلوں نے اسلام قبول کیا

مسجد جن کی چند تصاویر

مسجد جن کی نئی تعمیر سے قبل کی تصویر

موت کے وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

موت سے قبل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے ابوعبیدہ کو نصیحت کرتے ہوئے تین باتوں کا حکم دیا:

ای بنی او صیک بتقوی اللّٰہ ویسعک بیتک وایک علی خطیئتک (مجمع الزوائد 299:10)

اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرنا، فارغ اوقات گھر میں رہنا اور اپنے گناہوں پر روتے رہنا۔

32 ہجری میں جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سن مبارک ساٹھ برس سے متجاوز ہو چکا تھا ایک روز ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ اللہ مجھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری زیارت سے محروم نہ رکھے۔ میں نے گذشتہ شب کو خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک منبر پر تشریف فرما ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے حاضر ہیں۔ اسی حالت میں ارشاد ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے بعد تمہیں بہت تکلیف پہنچائی گئی، آؤ میرے پاس چلے آؤ۔ فرمایا خدا کی قسم تم نے یہ خواب دیکھا ہے؟ بولا ہاں! فرمایا تم میرے جنازے میں شریک ہو کر مدینہ سے کہیں جاؤ گے۔ یہ خواب درحقیقت واقعہ ہو کر پیش آیا۔ چند ہی دنوں کے بعد اس طرح بیمار ہوئے کہ لوگوں کو ان کی زندگی سے مایوسی ہوگئی۔

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چونکہ یک گونہ شکر رنجی تھی اور انہوں نے دو برس سے ان کا مقررہ وظیفہ مطلقاً بند کر دیا تھا اس لئے وہ اس آخری لمحہ حیات میں عفو خواہی وعیادت کے لئے تشریف لائے۔

خواہش ہے رحمت رب کی

چنانچہ ابوظبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیادت کے لئے تشریف لائے اور پوچھا:

ماتشکی؟ کیا پریشانی ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

زنوبی گناہوں کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

فما تشتھی؟ کیا خواہش ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

رحمۃ ربی اپنے رب کی رحمت کی

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

الاامرلک بطبیب کسی طبیب کو بلواؤں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

الطبیب امرضنی طبیب ہی نے بیمار کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ جاری کر دوں؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادیوں کے کام آئے گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میری لڑکیوں کے محتاج و دست نگر ہو جانے کا خطرہ ہے؟ میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا وہ کبھی فاقہ مست نہیں ہوگا۔ (حوالہ اسد الغابہ/ سیر اعلام النبلاء 498:1)

دار آخرت کا سفر

جب رات آئی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اس وقت ان کی زبان مبارک اللہ کے ذکر اور اس کی آیات بینات سے تر تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں صحابی رسول حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ (حوالہ سیر الصحابہ 286:2)

زیر نظر تصویر جنت البقیع میں موجود اس جگہ کی ہے جہاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

تذکرہ حضرت ذویب بن کلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ذویب بن کلیب بن ربیعہ خولانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن کی سرزمین میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔

آگ نہیں جلا سکی

ان کی انتہائی حیرتناک کرامت یہ ہے کہ اسود عنسی نے جب یمن کے شہر صنعا میں نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنا کلمہ پڑھنے پر مجبور کرنے لگا تو حضرت ذویب بن کلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی سختی کے ساتھ اس کی جھوٹی نبوت کا انکار کرتے ہوئے لوگوں کو اس کی اطاعت سے روکنا شروع کر دیا۔ اس سے جل بھن کر اسود عنسی ظالم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کر کے جلتی ہوئی آگ کے شعلوں میں ڈال دیا۔ مگر آگ سے بدن تو کیا جسم کے کپڑے بھی نہیں جلے۔ یہاں تک کہ پوری آگ جل کر بجھ گئی اور یہ زندہ سلامت رہے۔ جب یہ خبر مدینہ منورہ پہنچی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نادر الوجود کرامت کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص میری امت میں حضرت خلیل علیہ السلام کی طرح آگ کے شعلوں میں جلنے سے محفوظ رہا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ خبر سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باآواز بلند یہ کہا کہ الحمد للہ! ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو بھی پیدا فرمایا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح آگ کے شعلوں میں جلنے سے محفوظ رہا۔ (حجۃ اللہ 2:874، اسد الغابہ 2:148)

یمن

زیر نظر تصویر یمن کی ہے۔ اس زمین پر اسلام قبول کرنے والوں میں سب سے پہلے حضرت ذویب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔

صنعاء

زیر نظر تصویر یمن کے شہر صنعاء کی ہے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں نبوت کے جھوٹے دعویدار اسود عنسی نے حضرت ذویب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگ کے سمندر میں جلانے کی ناکام کوشش کی تھی۔

تذکرہ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ یہ غلام تھے۔ ان کو قبیلہ بنی تمیم کی ایک عورت نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ اس لئے یہ تمیمی کہلاتے ہیں۔
ابتداء ہی میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور کفار مکہ نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان کو بھی طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کیا۔ یہاں تک کہ ان کو کوئلوں کے اوپر لٹاتے تھے اور پانی میں اس قدر غوطے دلاتے تھے کہ ان کا دم گھٹنے لگتا اور یہ بیہوش ہو جاتے، مگر صبر واستقامت کا پہاڑ بن کر یہ ساری مصیبتوں اور تکلیفوں کو جھیلتے رہے اور ان کے اسلام میں بال برابر بھی تذبذب یا تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

زیر نظر تصویر مکہ مکرمہ کی ہے۔
یہ وہ شہر ہے جہاں حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اسلام قبول کرنے کی وجہ سے کفار مکہ تکالیف کے نئے نئے طریقے آزماتے تھے۔

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت: خشک تھن دودھ سے بھر گیا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت یہ ہے کہ یہ ایک مرتبہ جہاد کیلئے نکلے تو ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں پانی کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ جب یہ اور ان کے ساتھ پیاس کی شدت سے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور بالکل ہی نڈھال اور بے تاب ہو گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک ساتھی کی اونٹنی کو بٹھایا اور بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھن کو ہاتھ لگایا تو ایک دم اس کا سوکھا ہوا تھن اس قدر دودھ سے بھر گیا کہ پھول کر مشک کے برابر ہو گیا۔ اس اونٹنی کا دودھ دوہ کر سب ساتھیوں نے شکم سیر ہو کر پی لیا اور سب کی جان بچ گئی۔ (قال الہیثمی 210:6)

کوفہ

زیر نظر تصویر عراق کے شہر کوفہ کی ہے۔
یہ وہ شہر ہے جہاں حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کے بعد مدینہ منورہ سے ان کا دل اٹھ گیا اور یہ کوفہ میں جا کر مقیم ہو گئے اور وہیں 37 ہجری میں ان کا 73 برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ (اکمال 592)

تذکرہ حضرت مقداد بن الاسود کِندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مقداد بن الاسود کِندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عمرو بن ثعلبہ تھا۔ اسود کے بیٹے اسلیئے کہلانے لگے کہ اسود بن عبد یغوث زُہری نے ان کو اپنا متبنّیٰ بنالیا تھا۔ اس لئے اس کی طرف منسوب ہوگئے اور چونکہ قبیلہ بنی کندہ سے انہوں نے محالفہ کرلیا تھا اور ان کے حلیف بن گئے تھے۔ اس لئے اس نسبت سے اپنے آپ کو کندی کہنے لگے۔ ان کی کنیت ابو معبد یا ابوالاسود ہے۔ اور یہ قدیم الاسلام ہیں۔ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس چلے آئے۔ مگر مدینہ منورہ کو ہجرت نہیں کرسکے، کیوں کہ کفار نے ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے مدینہ منورہ کا راستہ بند کردیا تھا۔ یہاں تک کہ جب حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک چھوٹا سا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے عکرمہ بن ابو جہل کے لشکر سے لڑنے کے لئے آئے تو یہ اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافروں کے لشکر میں شامل ہوکر گئے اور بھاگ کر مسلمانوں سے مل گئے اور اس طرح مدینہ منورہ ہجرت کر کے پہنچ گئے۔

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنگ بدر کے موقع پر پرجوش تقریر کرنا

یہ وہی حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرمایا تو انہوں نے بآواز بلند یہ کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں، جنہوں نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جنگ کے وقت یہ کہا تھا کہ آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کا خدا دونوں جاکر جنگ کریں، ہم تو اپنی جگہ بیٹھے رہیں گے۔ بلکہ ہم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ جاں نثار ہیں کہ اگر خدا کی قسم! ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم برک الغماد تک لے جائیں گے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلیں گے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں سے اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک کہ ہمارے بدن میں خون کا آخری قطرہ اور زندگی کی آخری سانس باقی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں سات اشخاص ایسے تھے، جنہوں نے مکہ مکرمہ میں کفار کے سامنے سب سے پہلے علی الاعلان اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا۔ ان میں سے ایک حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء میں سے ہونا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر نبی کو 7 جاں نثار رفقاء دیئے ہیں، لیکن مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے 14 رفقاء کی جماعت عطا فرمائی ہے، جن کی فہرست یہ ہے:

1. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6. حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7. حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8. حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9. حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10. حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11. حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12. حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
13. حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
14. حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

احادیث پاک میں ان کے فضائل ومناقب بہت کثیر ہیں۔ یہ تمام اسلامی لڑائیوں میں جہاد کرتے رہے اور فتح مصر کی معرکہ آرائی میں بھی انہوں نے ڈٹ کر کفار سے جنگ کی۔

33 ہجری میں حضرت امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران مدینہ منورہ سے تین میل دور مقام جرف میں 70 برس کی عمر پاکر وصال فرمایا اور لوگ فرط عقیدت سے اپنے کندھوں پر ان کے جنازہ مبارک کو جرف سے اٹھا کر مدینہ منورہ لائے اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ (اکمال 612، اسد الغابہ 410:4)

چوہے نے سترہ اشرفیاں نذر کیں

حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ اس قدر تنگدستی میں مبتلا تھے کہ درختوں کے پتے کھایا کرتے تھے۔ ایک دن ایک ویران جگہ میں رفع حاجت کے لئے بیٹھے تو اچانک ایک چوہا اپنے بل سے ایک اشرفی منہ میں لے کر نکلا اور ان کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ پھر وہ اسی طرح برابر ایک ایک اشرفی لاتا رہا، یہاں تک کہ سترہ اشرفیاں لایا۔ یہ سب اشرفیوں کو لے کر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرا عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے اس مال میں کچھ صدقہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس مال میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ان میں سے آخری اشرفی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ میں نے چاندی کے ڈھیر حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں دیکھ لئے۔

(ابو نعیم فی الدلائل 396:2)

زیر نظر تصویر جنت البقیع کی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

تذکرہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ انصاری قبیلہ اوس کی شاخ بنواشہل کے سردار تھے۔ ان کا سلسلہ نسب ابی عمر سعد بن معاذ بن نعمان بن امرؤالقیس بن زید بن عبدالاشہل تھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان کی فہمائش پر اسی دن تمام بنو عبداشہل نے اسلام قبول کرلیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رشتہ مواخات قائم کیا۔ غزوۂ بدر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ اوس کا علم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔ غزوۂ خندق کے دوران یہود بنوقریظہ نے عہد شکنی اور غداری کی تھی، چنانچہ احزاب کفار کی پسپائی کے بعد نبی کریم ﷺ نے حکم الٰہی کے مطابق بنوقریظہ کے محلے کا محاصرہ کرلیا۔

چند ہی دنوں کے بعد بنوقریظہ نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ رئیس اوس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ انہیں منظور ہوگا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی حمیت کے تحت فیصلہ دیا کہ ان کے لڑنے والے مرد قتل کئے جائیں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے اور املاک مسلمانوں میں تقسیم کردی جائیں۔ اس فیصلے کے مطابق بنوقریظہ کے اشرار اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ غزوہ خندق میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازو پر تیر کا گہرا زخم لگا تھا۔ غزوۂ بنی قریظہ کے چند روز بعد ان کا زخم کھل گیا اور زیادہ خون بہنے سے شہید ہوگئے۔

(شمع رسالت ﷺ کے 30 پروانے۔ طالب ہاشمی)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کا ایمان افروز واقعہ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالہ زاد اور بنی عبدالاشہل کے سردار تھے۔ ایک دن حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبدالاشہل کو دعوت اسلام دینے کا پروگرام بنایا۔ ان کی آبادی کو جاتے ہوئے راستے میں ایک چار دیواری پڑتی تھی جس میں ایک کنواں تھا۔ یہ دونوں کنویں کے پاس بیٹھ گئے اور آپس میں بات چیت کرنے لگے۔ ان کو وہاں بیٹھا دیکھ کر اور مسلمان اِدھر اُدھر سے اکٹھے ہوگئے اور محفل جم گئی۔ کسی نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دے دی۔ انہیں بہت غصہ آیا کہ یہ لوگ میرے علاقے میں آکر نئے دین کو پھیلانے کی کوشش کررہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی قوم کے ایک ممتاز فرد حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ جائیں اور ان لوگوں کو یہاں سے نکال باہر کریں اور انہیں سمجھا دیں کہ دوبارہ اس طرف آنے کی جرأت نہ کریں۔ اگر حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے خالہ زاد نہ ہوتے تو میں خود یہ کام کرتا، مگر رشتہ داری کی وجہ سے مجبور ہوں۔

حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی وقت اٹھ کر ان کی طرف چل پڑا۔ ان کو آتا دیکھ کر حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ یہ شخص اپنی قوم میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اگر یہ مسلمان ہوجائے تو بہت فائدہ ہوگا۔ اتنے میں حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے پاس پہنچ گئے اور ان کو سب وشتم کرنے کے بعد کہنے لگے اگر تم کو اپنی جان پیاری ہے تو ابھی اٹھو اور یہاں سے نکل جاؤ۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت تحمل سے جواب دیا کہ آپ تھوڑا سا ہمارے پاس بیٹھئے اور ہم جو کچھ کہتے ہیں اسے سن لیجئے۔ اگر ہماری باتیں آپ کو پسند آئیں تو آپ بھی ہمارے ساتھ متفق ہوجایئے ورنہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ یہاں سے چلے جائیں گے اور آپ کو ہرگز پریشان نہیں کریں گے۔

حضرت اسید نے کہا: معقول بات ہے۔ اور بیٹھ گئے۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے قرآن کریم کی تلاوت کی پھر اسلام کی حقانیت بیان کرنا شروع کی۔ حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حسین گفتگو کے اسیر ہوگئے اور ہمہ تن گوش ہوکر سننے لگے۔ جب حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ختم ہوا تو اسید کی کایا پلٹ ہوچکی تھی۔ کہنے لگے کہ کتنی عمدہ باتیں کی ہیں آپ نے۔ اب مجھے یہ بتائیں کہ آپکے دین میں داخل ہونے کے لئے کیا کرنا پڑتا ہے۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: غسل کیجئے، پاک کپڑے پہنئے، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کیجئے بس آپ مسلمان ہیں۔

حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت غسل کرکے پاک صاف کپڑے پہنے اور مسلمان ہوگئے۔ پھر کہنے لگے میرے علاوہ ایک اور شخص ہے اگر وہ اسلام قبول کرلے تو بنی عبدالاشہل کا کوئی بھی فرد غیر مسلم نہیں رہے گا۔ میں جاکر اسے بھیجتا ہوں۔

حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے منتظر تھے۔ انہوں نے حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا رہا؟ حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے ان لوگوں سے بات چیت کی ہے، مجھے تو ان میں کوئی خرابی محسوس نہیں ہوئی۔ البتہ پتہ چلا ہے کہ بنی حارثہ تمہارے خالہ زاد بھائی حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ ذرا سوچو! اگر انہوں نے تمہارے بھائی کو تمہارے ہی علاقے میں قتل کردیا تو تمہاری کیا عزت رہ جائے گی؟ یہ سنتے ہی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قومی عصبیت بیدار ہوگئی اور حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچانے کے لئے دوڑ پڑے۔ وہاں جاکر دیکھا تو حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطمئن بیٹھے تھے اور بنی حارثہ کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ گئے کہ حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلط بیانی کی ہے، اور اسی بہانے مجھے ان کی طرف بھیج دیا ہے۔ یہ سوچ کر ان کا پارہ چڑھ گیا اور رشتہ داری کا خیال کئے بغیر ان کو برا بھلا کہنے لگے۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بھی یہی جواب دیا کہ آپ ہماری باتیں سن لیں اگر آپ کو پسند نہ آئیں تو ہم واپس چلے جائیں گے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: منصفانہ بات ہے۔ اور بیٹھ گئے۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو نے ان کی دنیائے دل کو بھی تہہ وبالا کردیا اور وہ اسلام لانے کے لئے بے تاب ہوگئے۔ چنانچہ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بھی دائرہ اسلام میں داخل کرلیا۔

حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور ان سے مخاطب ہوکر پوچھا:

میرے بارے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟

سب نے کہا: آپ ہمارے سردار ہیں اور فہم ودانش میں ہم سب سے برتر وفائق ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو سن لو کہ میں ایمان لے آیا ہوں اور جب تک تم سب بھی اسلام نہیں لاؤ گے میری بول چال تم سے بند رہے گی۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اعلان سن کر بنی عبدالاشہل کے تمام مردوزن مسلمان ہوگئے اور جمعیت اہل اسلام میں یکلخت خاطر خواہ اضافہ ہوگیا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی 3 خصوصیات

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کے اعتبار سے میں صحیح معنوں میں مرد ہوں۔ ان کے سوا اور باتوں میں عام مردوں کی طرح ہوں۔

★ میں نے رسول اللہ ﷺ سے جو بات بھی سنی اسے یہی جانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق ہے۔

★ میں جب بھی نماز کی حالت میں رہا جب تک میں نے اسے ادا نہ کرلیا میرا دل کبھی کسی اور بات میں مشغول نہ ہوا۔

★ میں جب بھی کسی جنازے میں شریک ہوا ہوں میں نے ہی اپنے آپ سے باتیں کی ہیں۔ نفس کی باتوں سے واسطہ نہیں رکھا (یعنی میرے دل میں نفسانی وسوسے پیدا نہیں ہوئے) یہاں تک کہ میں اس جنازے سے واپس آگیا۔

حضرت سعید ابن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ یہ وہ فضیلتیں ہیں جنہیں میں نبی اکرم ﷺ کے سوا کسی میں گمان نہیں کرتا تھا۔

غزوہ بدر الکبریٰ جہاں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے

رمضان المبارک سن دو ہجری میں رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ شام سے لوٹ رہا ہے۔ اس کی خبر لینے کے لئے آپ ﷺ نے دو آدمی مقام حوراء تک بھیجے تھے۔ یہ وہی قافلہ تھا جس کے تعاقب میں تین ماہ قبل آپ ﷺ ذوالعشیرۃ تک گئے تھے مگر وہ بچ کر نکل گیا تھا۔ اب آپ ﷺ نے اس کی واپسی کی اطلاع پاتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نکلنے کی دعوت دی۔ چنانچہ 313 (بعض روایات کے مطابق 314 یا 317) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ تیار ہوئے۔

آپ ﷺ نے مدینہ میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔ عجیب اتفاق دیکھو کہ اہل بدر کی تعداد بھی لشکر طالوت کے برابر تھی جب وہ جالوت کے مقابلے کو نکلا تھا۔
(رحمۃ للعالمین ﷺ قاضی سلیمان منصور پوری)

نبی کریم ﷺ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر مدینے سے مکہ کے قدیم راستے پر چلے اور وادی عقیق، ذوالحلیفہ، ذات الجیش، تربان، ملل، غمیس الحمام اور السیالہ سے ہوتے ہوئے فج الروحاء پہنچے۔ پھر آپ ﷺ نے شنوکہ اور عرق الظبیہ سے گزرتے ہوئے سجسج پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ اس گاؤں کو الروحاء بھی کہتے ہیں۔ مکہ کے راستے کو بائیں جانب چھوڑ کر النازیہ کے راستے پر چلنے لگے۔ وادی رحقان سے گزر کر جب الصفراء کے قریب پہنچے تو بنو ساعدہ کے حلیف بسبس بن جہنی اور بنونجار کے حلیف عدی بن ابی زغباء جہنی کو بدر روانہ کیا، تاکہ وہ آپ ﷺ کو ابوسفیان اور قافلے کی خبریں پہنچائیں۔ صفراء کی دائیں جانب سے گزر کر ذفران کی قریب پڑاؤ ڈالا تو آپ ﷺ کو خبر ملی کہ قریش مکہ اپنے تجارتی قافلے کی حفاظت کے لئے نکلے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قریش مکہ کے عزائم سے آگاہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یکے بعد دیگرے اچھے جذبات کا اظہار کیا۔ پھر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلتے رہیے، ہم آپ کو بنی اسرائیل کی طرح جواب نہیں دیں گے جیسے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدہ 5:24)

پس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

لیکن ہم یہ کہتے ہیں آپ ﷺ اپنے رب کے حکم سے لڑیں، ہم بھی آپ کے ساتھ لڑیں گے، اللہ کی قسم آپ ﷺ ہمیں برک الغماد تک لے جائیں گے تو ہم آپ ﷺ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے ذفران سے کوچ کیا تو ثنایا (اصافر) کے راستے پر چلے۔ اس کے بعد ایک جگہ اترے جسے الدبّۃ کہتے ہیں۔ پھر حنان کو اپنی دائیں جانب چھوڑ دیا، جو ریت کا ایک بہت بڑا ٹیلہ بلکہ پہاڑ ہے۔ آخر کار حضور ﷺ نے بدر کے قریب پڑاؤ ڈالا۔

معرکہ حق و باطل

جب بدر پہنچے تو دیکھا کہ دشمن کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ چند اور سامان میں ہزار چند زیادہ ہے۔ اترا ہوا ہے۔ جنگ سے ایک دن پہلے نبی ﷺ نے میدان جنگ کا معائنہ کیا اور بتایا کہ کل انشاء اللہ تعالیٰ فلاں فلاں دشمن اس جگہ قتل ہوں گے۔

جنگ بدر کا مبارک دن

17 رمضان المبارک 2 ہجری بروز جمعہ کو جنگ ہوئی۔ جنگ سے پہلے نبی کریم ﷺ نے نہایت تضرع سے اللہ کے حضور دعا کی اور یہ عرض کی کہ اگر یہ مسلمان مارے گئے تو دنیا میں توحید کا منادی کرنے والا کوئی بھی نہ ہوگا۔ مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں۔

جنگ مبارزت میں قریش کے تین بہترین سردار عتبہ اور شیبہ فرزندان ربیعہ اور ولید بن عتبہ آگے بڑھے۔ ادھر سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید کو ہلاک کر دیا۔ البتہ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عتبہ کے درمیان دو ضربوں کا تبادلہ ہوا دونوں نے ایک دوسرے کو اچھی طرح زخمی کر دیا لیکن اتنے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اپنے شکار سے فارغ ہو کر عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر کے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھا لائے۔ ان کا پاؤں کٹ گیا تھا اور اس کی وجہ سے چار یا پانچ دن بعد مدینہ واپسی کے دوران صفراء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ جب عام رن پڑا تو دو انصاری نوجوانوں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کو تاک لیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نشاندہی پر دونوں اس پر جھپٹ پڑے اور اسے بری طرح زخمی کر دیا۔ بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی۔ حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اسی معرکے میں شہید ہو گئے، البتہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت تک زندہ رہے۔

شہداء بدر کی تعداد

کفر و ایمان کے اس معرکے میں 14 مسلمان شہید ہوئے جن میں چھ مہاجر تھے اور آٹھ انصاری۔ مشرکین کے 70 آدمی مارے گئے اور 70 قید ہوئے۔ ان میں 24 سرداروں کے لاشے کھینچ کر بدر کے ایک گندے کنویں میں پھینک دیئے گئے۔ نبی کریم ﷺ نے تاوان لے کر قریش کے سب قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ اسیروں کا تاوان نبی کریم ﷺ نے یہ مقرر فرمایا کہ وہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ (رحمۃ للعالمین ﷺ، قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح سے قرآن مجید کی وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی جس میں کہا گیا تھا کہ رومی جو مغلوب ہوگئے نزدیک کی زمین میں اور وہ مغلوب ہونے کے چند سال کے اندر غالب آئیں گے۔ اور اس روز مسلمان اللہ کی مدد سے شادمان ہوں گے۔ (سورۂ روم آیت 2 تا 4)

مقام بدر کا جغرافیائی خدوخال

بدر مدینہ کے جنوب مغرب میں 150 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسے ہر طرف سے بلند پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔ اس میں کئی کنویں اور باغات تھے، جہاں قافلے عموماً پڑاؤ ڈالتے تھے۔

یاقوت حموی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بدر وادی یلیل میں واقع ہے۔ اس کے دونوں سروں (شمال مغرب اور جنوب مشرق) ریت اڑ اڑ کر جمع ہوتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ خاصے بلند ٹیلے بن گئے ہیں۔

سورۂ انفال میں مذکورہ یہی (العدوۃ الدنیا) قریبی ٹیلہ اور (العدوۃ القصوی) بعید ٹیلہ ہیں، جو اب تک برقرار ہیں۔ ان دونوں کے درمیان جنوب مغرب میں ایک خاصا بلند پہاڑ ہے جو جبل اسفل کہلاتا ہے، جس کی چوٹی سے سمندر (دس میل پر بحیرہ قلزم) صاف نظر آتا ہے۔

بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور کنواں ہے جو وادی الصفراء اور الجار کے مابین واقع ہے اور الجار ساحل بحر پر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بدر بن یخلد بن نضر بن کنانہ سے منسوب ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ بدر بن یخلد قبیلہ بنی ضمرہ کا ایک شخص تھا۔
(معجم البلدان جلد 1)

بدر بیضوی شکل کا ساڑھے پانچ میل لمبا اور چار میل چوڑا وسیع ریگستانی میدان ہے، جس کے اردگرد اونچے پہاڑ ہیں۔ مکہ، شام اور مدینہ جانے کے راستے جنوب شمال اور مشرق کی وادیوں سے آ کر بدر پر ملتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں بدر میں ہر سال یکم ذی قعدہ سے آٹھ روز تک ایک بڑا میلہ لگتا تھا۔ یہاں بنو ضمرہ آباد تھے جن کی ایک شاخ بنو غفار کی اصلاح و تبلیغ کے لئے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مامور کئے گئے، اسی لئے وہ ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور ہوئے۔ (آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر 2 پروفیسر عبدالرحمٰن عبد)

نبی ﷺ کے دریائے شفقت سے دشمن بھی محروم نہ رہے
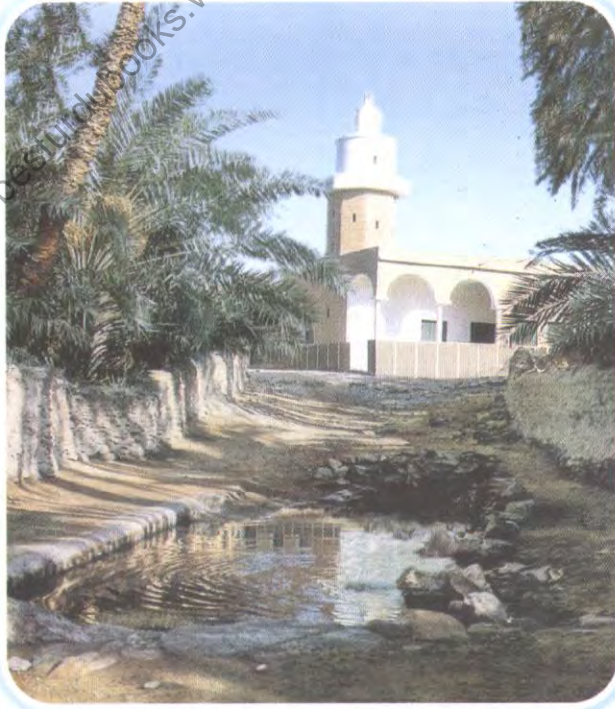
جناب حسن الدین خاموش لکھتے ہیں کہ بدر کو مقامی لوگ بدرو بولتے ہیں۔ اس نام کا ایک گاؤں پہاڑی پر آباد ہے جہاں ایک بڑی مسجد بھی ہے۔ نیچے ایک نہر بہتی ہے۔ نہر کے کنارے ہرے بھرے نخلستان ہیں۔ کہتے ہیں یہ نہر وہیں سے نکلی ہے جہاں نبی ﷺ نے برساتی پانی کا ایک حوض مجاہدین کیلئے بھر لیا تھا اور جب دشمنان اسلام پانی کے بغیر پریشان ہوئے تھے تو نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا تھا کہ پانی دشمن پر بھی بند نہ کیا جائے۔ (مرقع حجاز)

حضور ﷺ کے لئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تیار کردہ سائبان

آج جس مقام پر مسجد عریش واقع ہے کبھی وہ ایک بلند ٹیلہ تھا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عریش (سائبان Control room) تیار کیا تا کہ مجاہد اعظم ﷺ میدان کارزار کا ملاحظہ فرما سکیں۔ نیز تیروں سے محفوظ رہ سکیں۔

لڑائی کی صبح مجاہدین کو صف آرا کرنے کے بعد آپ ﷺ نے عریش میں مصلے پر بیٹھ کر نہایت ہی عاجزی سے دعا کی: ''اے رب! اگر یہ مٹھی بھر مسلمان آج ہلاک ہوگئے تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے پورا فرما۔ عجز و نیاز کے اس عالم میں ایک اونگھ طاری ہوگئی۔ بیدار ہوئے تو چہرہ اقدس پر تبسم تھا۔''

ارشاد ہوا: اللہ تبارک و تعالیٰ کی نصرت آ گئی، یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے (نام حیزوم) کی لگام تھامے ہوئے ہیں۔

غزوہ بدر میں موجود مسجد عریش کا خوبصورت منظر۔ یہ اس جگہ بنی ہوئی ہے جہاں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے لئے سائبان بنایا تھا تا کہ حضور ﷺ کو دھوپ سے تکلیف نہ ہو۔

مسجد عریش

پروفیسر عبدالرحمٰن عبد لکھتے ہیں کہ ہم شمال کی جانب چلتے ہوئے آبادی سے باہر پہنچے تو بائیں جانب ایک قلعے کے کھنڈر نظر آئے جو ترکی دور میں حجاز کے گورنر شریف عبدالمطلب نے بنوایا تھا۔ تھوڑی دور آگے ایک ٹیلے پر ایک جامع مسجد ہے جس میں جمعے کی نماز ہوتی ہے۔ اسے مسجد غمامہ کہتے ہیں لیکن اس کا اصل نام مسجد عریش ہے۔ عربی میں عریش سائبان کو کہتے ہیں۔

17 رمضان المبارک کو عین اس جگہ کھجور کی شاخوں کا ایک سائبان تان کر نبی ﷺ کے لئے ایک جھونپڑی سی بنا دی گئی تھی۔ چند تیز رفتار سانڈنیاں بھی رکھی گئی تھیں تا کہ فوج کو ہدایات بھیجی جا سکیں اور حفاظت کے لئے ایک محافظ دستہ بھی مقرر کیا گیا تھا۔ (آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر 2 حرم مدینہ)

بدر میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مدفن

بدر کا وہ مقام جہاں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدفون ہیں

بدر کا وہ کنواں جس میں کفار کو عبرت ناک موت کے بعد ڈالا گیا

غزوہ بدر میں مارے جانے والے مشرکین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ایک کنویں میں ڈلوا دیا گیا۔ زیرِ نظر تصویر اس حمام کی ہے جو اس کنویں پر بنائے گے ہیں

غزوہ خندق میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بہادر اور انتہائی نشانہ باز تیر انداز بھی تھے۔ جنگ بدر اور جنگ احد میں خوب داد شجاعت دی، مگر جنگ خندق میں زخمی ہو گئے اور اسی زخم میں شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے نیزہ لے کر جوش جہاد میں لڑنے کے لئے میدان جنگ میں جا رہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رگ جس کا نام اکحل ہے کٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج شروع کیا۔ خود اپنے دست مبارک سے دو مرتبہ ان کے زخم کو داغا اور ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا، لیکن انہوں نے شوق شہادت میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی:

یا اللہ تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے مجھے جنگ کرنے کی اتنی تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے جنہوں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا۔ اے اللہ! میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے، لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو جب تو مجھے زندہ رکھنا تاکہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جنگ کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو تو میرے اس زخم کو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے شہادت عطا فرما دے۔

خدا کی شان کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہہ کر مسجد نبوی میں بنی غفار کے خیمے کے اندر پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمہاری طرف سے بہہ کر ہماری طرف آ رہا ہے؟ جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم سے خون جاری تھا، اسی زخم میں ان کی شہادت ہو گئی۔ (بخاری 2:591 باب مرجع النبی من الاحزاب)

فرشتوں کا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کو اٹھانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافق کہنے لگے کہ کتنا ہلکا جنازہ ہے اور وہ یہ بات اس لئے کہہ رہے تھے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو قریظہ کے خلاف سخت فیصلہ کیا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کے اس طعن کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْمَلَائِکَۃَ کَانَتْ تَحْمِلُهُ

یقیناً فرشتوں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میت اور چارپائی کو اٹھا رکھا تھا۔

عرش باری تعالیٰ کی حرکت

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ جلیل القدر ہستی تھے کہ جن کے بارے میں حضرت ابوزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی:

وَجَنَازَۃُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ اهْتَزَّ لَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ لوگوں کے سامنے تھا اور سعد کی موت کی وجہ سے رحمٰن کا عرش ہلنے لگا۔

(ترمذی مناقب صحابہ حدیث نمبر 3849 (690/5) حدیث حسن صحیح غریب)

جنازہ ہلکا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میت کو کندھا دینے کے لئے ستر ہزار فرشتے آئے ہوئے ہیں جو اس سے پہلے زمین پر نازل نہیں ہوئے۔ (حوالہ حجۃ اللہ 2:868)

فرشتوں سے خیمہ بھر گیا

حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمہ میں تشریف فرما ہوئے تو وہاں کوئی بھی آدمی موجود نہ تھا، مگر پھر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لمبے لمبے قدم رکھ کر پھلانگتے ہوئے خیمہ میں تشریف لے گئے اور ان کی لاش کے پاس تھوڑی دیر ٹھہر کر باہر تشریف لائے۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ میں لمبے لمبے قدم کے ساتھ پھلانگتے ہوئے داخل ہوئے۔ حالانکہ خیمہ میں کوئی شخص بھی موجود نہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خیمہ میں اس قدر فرشتوں کا ہجوم تھا کہ وہاں قدم رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ اس لئے میں نے فرشتوں کے بازوؤں کو بچا بچا کر قدم رکھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین 2:868 بحوالہ ابن سعد)

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لحد میں رکھا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس قبر میں اترے اور دیر تک کھڑے رہے۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”سعد کے لئے قبر تنگ ہونے لگی تھی، میں نے دعا کی تو کشادہ ہو گئی۔“

شاید قبر بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سینے سے لگانے کے لئے بے تاب ہو رہی ہو گی۔ تدفین کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر کھڑے ہو کر ایک مرتبہ پھر دعا کی اور واپس تشریف لے آئے۔

حالت نزع میں توحید و رسالت کی شہادت کا انوکھا واقعہ

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ جان کنی کے عالم میں انہوں نے آخری بار جمال نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا اور کہا:

السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پھر بلند آواز سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا۔ (مدارج النبوۃ 2:181)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سال وصال 5 ہجری ہے۔ بوقت وصال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف 37 برس تھی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دفنا کر واپس لوٹ رہے تھے تو شدت غم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسوؤں کے قطرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔

(اکمال 596 و اسد الغابہ 2:298)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ بہت دکھیاری تھیں۔ رو رو کر ان کا برا حال تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا تیری تسکین کے لئے یہ مژدہ کافی نہیں ہے کہ تیرا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کے ساتھ اس کے رب نے ہنستے ہوئے ملاقات کی ہے۔ یہ سن کر حضرت ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قرار آ گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کھودنے والوں کا بیان ہے کہ کھدائی کے دوران اول سے آخر تک ہر کدال پر کستوری کی خوشبو پھوٹتی رہی۔ تدفین کے بعد ایک شخص نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے مٹی اٹھائی تو وہ بھی کستوری کی طرح مہک رہی تھی۔

جنت البقیع: جہاں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

یہ مدینۃ الرسول ﷺ کا مقدس قبرستان ہے۔ اس میں دس ہزار جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے علاوہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن، حضور سید عالم ﷺ کی صاحبزادیاں رضی اللہ عنہن، مقدس پھوپھیاں رضی اللہ عنہن، آپ ﷺ کے صاحبزادگان، لاکھوں اغواث، 209 اقطاب، اولیاء آرام فرما رہے ہیں۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ رات کے پچھلے حصے میں جنت البقیع میں تشریف لے جاتے اور فرمایا کرتے:

السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون اللّٰھمّ اغفر لاھل البقیع الغرقد

اے ایمان والو! تم پر سلام ہو، ان شاء اللہ ہم بھی تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ اے اللہ بقیع غرقد والوں کو معاف فرمادے۔

جنت البقیع سے ستر ہزار افراد ایسے اٹھیں گے جو جنت میں بلاحساب جائیں گے۔ (خصائص 289)

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ میرے ہاں قیام فرما تھے۔ رات کا کچھ حصہ گزر جانے پر آپ ﷺ باہر تشریف لائے۔ میں بھی پیچھے باہر آگئی۔

وانطلقت علی اثرہ حتیٰ جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیہ ثلاث مراۃ (مسلم شریف، جذب القلوب)

میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلی جنت البقیع میں آگئی۔ آپ ﷺ نے وہاں طویل قیام کیا اور تین مرتبہ ہاتھ اٹھائے، دعا مانگی۔

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ ابھی میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور باہر سے آواز دی۔ انہوں نے تم سے راز پوشیدہ رکھا میں نے بھی نہ بتایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی عادت ہے جب تم عام لباس اتارتی ہو گھر کے اندر داخل نہیں ہوتے۔ میں نے بھی گمان کیا تم سو رہی ہو کیوں بیدار کر کے پریشان کروں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لائے تھے۔ اور رب جلیل کا حکم سنایا کہ اہل بقیع کے لئے دعا کروں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا حضور ﷺ میں کیا کہوں؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: کہو

السلام علیکم اھل الدیار من المومنین

اے ایمان والو! تم پر سلامتی ہو۔

جنت البقیع اور اہل بقیع کے فضائل

حضرت مراغی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جنت البقیع میں دعا قبول ہوتی ہے۔ ہر وہ جگہ جہاں حضور سید کونین ﷺ نے دعا کی ہے وہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت ابن منکدر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ حضور سید دوعالم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ستر ہزار چودھویں کے چاند جیسی نورانی شکلیں جنت البقیع سے اٹھیں گی۔ (خصائص کبریٰ 289)

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت البقیع پر فرشتے مامور کئے گئے ہیں جب یہ قبرستان فوت ہونے والوں سے بھر جاتا ہے تو فرشتے اس کے کناروں سے پکڑ کر جنت میں الٹا دیتے ہیں۔

مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع

پہلے یہ شہر سے باہر تھا، مگر اب چونکہ مسجد نبوی تقریباً اس تمام رقبے تک وسیع ہو چکی ہے جہاں مدینہ شہر تھا۔ اس لئے یہ قبرستان مسجد نبوی کے ساتھ متصل ہو گیا ہے۔ سنت کے مطابق بنی ہوئی قبریں بہار دے رہی ہیں۔ اب قبروں پر کوئی نام یا کتبہ موجود نہیں ہے لیکن اہم قبروں کے گرد چوکور اینٹوں سے احاطہ کھینچا ہوا ہے جو اس بات کی نشاندہی ہے کہ یہاں کوئی اہم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدفون ہے۔ زیارت کرانے والے اکثر معلم یا پولیس اہلکار ان قبروں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

جنت البقیع کا مبارک قبرستان جہاں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محو استراحت ہیں

تذکرہ حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن معاویہ بن جبلہ بن عدی بن ربیعہ بن معاویہ اکرمین بن حارث بن معاویہ بن نور بن مرقع بن معاویہ بن کندہ کندی۔ یہ حجر الخیر کے نام سے مشہور ہیں۔ ادبر کے بیٹے ہیں۔ ان کے والد عدی کو ادبر اس سبب سے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بھاگے جا رہے تھے کہ ان کے سر میں کسی نے نیزہ مار دیا تھا۔ اسی وجہ سے ان کو لوگ ادبر کہنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں یہ اور ان کے بھائی ہانی حاضر ہوئے تھے اور جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضلائے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے تھے۔ جنگ صفین میں قبیلہ کندہ کے سپہ سالار تھے اور نہروان میں لشکر کے میسرہ پر تھے اور جنگ جمل میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔

جب زیاد عراق کا حاکم ہوا اور اس نے سختی اور بدچلنی شروع کی تو حجر نے اس کی بیعت واپس کر دی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت انہوں نے واپس نہ کی تھی۔ شیعان علی (شیعان علی سے مراد وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہتے تھے، فرقہ روافض) کی ایک جماعت ان کی پیرو ہوگئی۔ ایک دن تاخیر نماز کی بابت انہوں نے اور ان کے اصحاب نے زیاد پر طعن وتشنیع کی تو زیاد نے ان کی شکایت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ بھیجی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ ان کو مع ان کے اصحاب کے میرے پاس بھیج دو۔

چنانچہ زیاد نے سب لوگوں کو حضرت وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھیج دیا۔ ان کے ساتھ بڑی جماعت تھی۔ جب یہ مقام مرج عذرا پہنچے تو انہوں نے کہا کہ میں پہلا مسلمان ہوں جو اس مقام میں تکبیر کہتا ہوں۔ پھر یہ اور ان کے اصحاب عذرا نامی قریہ میں جو دمشق کے پاس ہے اترے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب کے قتل کا حکم دیا۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب نے بعض لوگوں کی سفارش کی وہ چھوڑ دیئے گئے اور حضرت حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ چھ آدمی قتل کر دیئے گئے اور چھ آدمی چھوڑ دیئے گئے۔ جب لوگوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد کہا کہ اگر تم میری طرف کسی ایسی بات کا گمان نہ کرتے جو مجھ میں نہیں ہے (یعنی بزدلی کا) تو بے شک میں ان دونوں رکعتوں کو طول دیتا اور اس سے انہوں نے کہا کہ میرے ہتھیار نہ اتارنا اور میرے خون کو نہ دھونا۔ میں قیامت کے دن حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی حال میں ملوں گا۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ زیاد کی اس بدسلوکی کی خبر ملی تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حارث بن ہشام کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا کہ خدا کے لئے حضرت حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب کی بے حرمتی نہ کرو۔ مگر حضرت عبدالرحمٰن ایسے وقت میں پہنچے کہ وہ قتل ہو چکے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضرت حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب کے ساتھ بہت بردباری کیا کرتے تھے۔ یہ بات تم میں کیوں نہ ہوئی، تم نے ان کو قید کیوں نہ کر دیا یا کسی وبائی مقام میں کیوں نہ بھیج دیا؟ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اس وقت میری قوم میں تمہارے ایسے (نیک مشورہ دینے والے) لوگ نہ تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! اب اہل عرب نہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حلیم سمجھیں گے اور نہ صاحب عقل۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے لوگوں کو قتل کر دیا جو مسلمان تھے اور تمہارے پاس قید کر کے بھیجے گئے تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں کیا کرتا؟ زیاد نے مجھے ان کے بہت سخت حالات لکھے تھے اور لکھا تھا کہ یہ لوگ ایسا رخنہ ڈالنا چاہتے ہیں جو پھر بند نہ ہو سکے گا۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سب سے پہلے حضرت حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے متعلق ان سے طویل گفتگو کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرا اور حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ چھوڑ دیجئے۔ یہاں تک کہ ہم دونوں اپنے پروردگار کے یہاں ملیں۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں تھے جب ان کو حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر ملی تو ان سے صبر نہ ہو سکا اٹھ کھڑے ہوئے اور رونے کی آواز ان سے بلند ہوگئی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب کے قتل کو بڑا حادثہ سمجھتے تھے۔

حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زیاد حارثی کو جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے خراسان کے حاکم تھے حضرت حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی خبر پہنچی تو انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ ربیع کے لئے اگر تیرے پاس بھلائی ہو تو اسے اپنی طرف اٹھا لے اور جلدی کر۔ چنانچہ وہ اس مقام سے ہٹنے نہیں پائے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی۔ حضرت حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ دو ہزار پانچ سو تھا۔ ان کا قتل 51 ہجری میں ہوا۔ ان کی قبر مقام عذرا میں مشہور ہے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ ان کا تذکرہ ابوعمر اور ابوموسیٰ نے لکھا ہے۔ (حوالہ اسد الغابہ 527:2)

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

اسی طرح دمشق کے قریب ایک گاؤں ہے جس کا نام عذرا ہے۔ اس میں چار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دفن ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

1. حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت محرز بن شہاب المنقری السعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت کرام بن حیان الغزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت عبدالرحمٰن بن حسان الغزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار

جناب یعقوب نظامی صاحب حضرت حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی زیارت کے بعد لکھتے ہیں کہ صبح گیارہ بجے ہم دمشق کے شمال مغرب کی طرف سفر کرتے ہوئے شہر سے کوئی تیس کلومیٹر دور حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ یہ مزار ایک گاؤں میں واقع ہے۔ ساتھ میں مسجد ہے۔ ہم اندر گئے، دعا مانگی اور ارد گرد گھوم کر جائزہ لیا۔ یہاں اہل تشیع حضرات کی کثرت دیکھی۔ پانچ فٹ اونچی قبر نوٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ نوٹوں پر خمینی کی تصویریں تھیں جن سے پتہ چلتا تھا کہ یہ حکومت ایران کے جاری کردہ نوٹ ہیں۔ مزار کے باہر کپڑوں کے اسٹال تھے۔ موسم خوشگوار تھا، اسٹالوں پر چہل پہل تھی۔ مزار کے باہر میٹھی میٹھی دھوپ میں کھڑے ہوکر میں نے گائیڈ سے حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں۔

حضرت حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گورنر زیاد کو کنکریاں مارنا

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول تھے۔ ان کا تعلق کوفہ سے تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدائیوں میں شمار ہوتے تھے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ برسر اقتدار آئے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سب وشتم کا سلسلہ جاری کیا۔ حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پسند نہیں تھا۔ چنانچہ زیاد گورنر کوفہ جب منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہوکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سب وشتم جاری کرتا تو حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر کنکر پھینکتے تھے۔

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور مبارک

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا اندرونی منظر
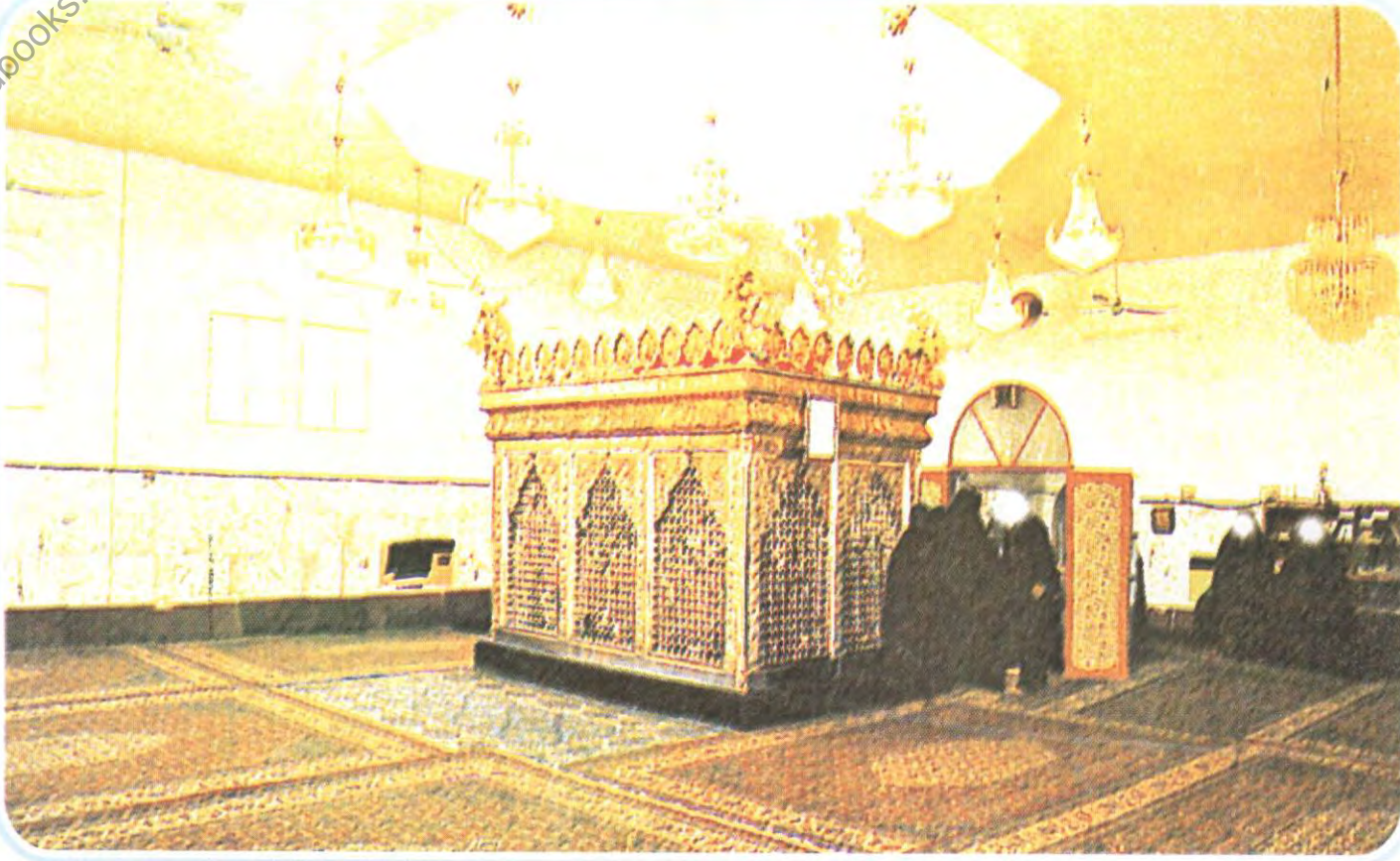
حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی مختلف جہتوں سے لی گئی تصاویر

تذکرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز فقیہ، مفسر قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد تھے۔ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی سگی خالہ تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت سے تین سال قبل مکہ میں اس وقت پیدا ہوئے جب بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور ہوکر زندگی گزار رہے تھے۔ ان کی والدہ نے ہجرت سے پہلے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس لئے وہ پیدائش کے وقت ہی سے مسلمان تسلیم کئے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر میں مہارت وبصیرت کی وجہ سے انہیں امام المفسرین کہا گیا ہے۔ زندگی کے آخری ایام میں ان کی بینائی جاتی رہی اور وہ طائف میں مقیم ہوگئے۔ یہیں 68ہجری/ 687ء میں فوت ہوئے۔

مفسر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رات کو دربارِ الٰہی میں گزارنے والوں میں ترجمان القرآن، مفسر قرآن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، جلیل القدر صحابی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ جن کے لئے زبان نبوت سے یہ دعا نکلی تھی:

اَللّٰھُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ

اے اللہ ان کو دین کی سمجھ اور تفسیر قرآن کا علم عطاء فرما۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وفور علم کی وجہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرالعلوم کہا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ موسم حج میں بیان شروع فرمایا اور سورۂ بقرہ پڑھتے جاتے اور اس کی تفسیر بیان کرتے جاتے۔ ان کے اس اندازِ بیان کو سن کر میں بے ساختہ پکار اٹھا: میں نے آج تک ان جیسا کلام کسی سے نہیں سنا ہے۔ کاش کہ اہل فارس وروم ان کا کلام سن لیں تو حلقہ بگوش اسلام ہوجائیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ مبارک

یہ بہت ہی خوبصورت اور گورے رنگ کے نہایت ہی حسین وجمیل شخص تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو کم عمری کے باوجود امورِ خلافت کے اہم ترین مشوروں میں شریک کرتے رہے۔ حضرت لیث بن ابی سلیم رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت طاؤس محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ تم اس نوعمر شخص (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی درسگاہ سے چمٹے ہوئے ہو اور اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی درس گاہوں میں نہیں جارہے ہو؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خوف خدا

حضرت طاؤس محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب ان کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو وہ سب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کرتے تھے۔ اس لئے مجھے ان کے علم کی وسعت پر اعتماد ہے۔ اس لئے میں ان کی درسگاہ چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خوف خدا کا بہت زیادہ غلبہ رہتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر زیادہ روتے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں رخساروں پر آنسوؤں کی دھار بہنے کا نشان پڑ گیا تھا۔ 68 ہجری بمقام طائف 71 برس کی عمر میں وصال ہوا۔

(اکمال 604 واسد الغابہ 192:3)

مقام شعب ابی طالب

شعب ابی طالب
جہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے

جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمان ساتھی شعب ابی طالب میں 3 سال تک محصور تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاضر خدمت کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور دعا دی۔

(اسد الغابہ 193:3)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باری تعالیٰ سے ملاقات کا شوق

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں جب پانی اتر آیا تو آنکھ بنانے والے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم آنکھ بنادیں۔ لیکن پانچ دن تک آپ کو احتیاط کرنا پڑے گی کہ سجدہ بجائے زمین کے کسی اونچی لکڑی پر کرنا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا: یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ واللہ ایک رکعت بھی مجھے اس طرح منظور نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مجھے معلوم ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان کر چھوڑے وہ حق تعالیٰ شانہ سے اس طرح ملے گا کہ حق تعالیٰ سبحانہ وتقدس اس پر ناراض ہوں گے۔ (حکایات صحابہ بحوالہ درمنثور 68)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شوق نماز

حضرت میسّب بن رافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ جاتی رہی تو ایک آدمی نے حاضر خدمت ہوکر عرض کیا کہ اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے کہنے پر سات دن اس طرح صبر سے گزاریں کہ ان میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چت لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علاج کروں گا، ان شاء اللہ آپ ٹھیک ہوجائیں گے۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آدمی بھیج کر اس بارے میں پوچھا۔ ہر ایک نے یہی جواب میں کہا کہ اگر آپ کا ان سات دنوں میں انتقال ہوگیا تو پھر آپ نماز کا کیا کریں گے؟ اس پر انہوں نے اپنی آنکھوں کو ایسے ہی رہنے دیا اور ان کا علاج نہ کروایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میری بینائی چلی گئی تو کسی نے مجھ سے کہا ہم آپ کی آنکھ کا علاج کردیتے ہیں لیکن آپ چند دن نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ میں نے کہا: نہیں! کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو آدمی نماز چھوڑے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوں گے۔ (حیاۃ الصحابہ 117:3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اظہار افسوس

حضرت ابوزناد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار ہوگیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا تمہاری بیماری کی وجہ سے ہمارا بڑا نقصان ہورہا ہے، میں اس پر اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ کی طرف سے بڑی سمجھ و عقل اور بہت علم دیا گیا تھا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کی رائے کو ان کی رائے پر ترجیح دی ہو۔ (طبقات ابن سعد 185:4)

خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اجر

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے بیدار ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کے لئے پانی لاکر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرماکر پوچھا: پانی کون لایا تھا؟ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہوکر دعائیں دیں اور فرمایا:

اللّٰھم فقهه فی الدین وعلمه التاویل

یعنی اے اللہ اس کو مذہب کا فقیہ بنا اور تاویل کا طریقہ سکھا۔

(مسند احمد 328:1، ومستدرک حاکم 534:3)

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو قبول فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دینی فہم و دانش کا ایسا ذخیرہ عطا ہوا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت کے سب سے بڑے عالم قرار پائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجمان القرآن ہونے کا اعزاز حاصل ہوا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس وقت دنیا میں رائج فقہ حنبلی اور فقہ شافعی کے بہت سے مسائل کی بنیاد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات و روایات پر ہے۔ علم تفسیر کی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ اس میں نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیری روایات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ''تفسیر ابن عباس'' کے نام سے اب بھی دستیاب ہے۔

ایک میں ہی نہیں ہوں

حضرت لیث بن ابی سلیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ کو چھوڑ کر ان نوعمر صحابی یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا کہ جب ان میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف ہوجاتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد 181:4)

دس ہزار کی ایک بات

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اے میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہیں بلاتے ہیں اور تمہیں اپنے قریب بٹھاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ تم سے بھی مشورہ لیتے ہیں۔ لہٰذا تم میری تین باتیں یاد رکھنا:

1. اللہ سے ڈرتے رہنا۔
2. کبھی ان کے تجربے میں یہ بات نہ آئے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ یعنی کبھی ان کے سامنے جھوٹ نہ بولنا۔
3. ان کا کوئی راز فاش نہ کرنا، کبھی ان کے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا۔

حضرت عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ان تین باتوں میں سے ہر بات ایک ہزار درہم سے بہتر ہے۔ انہوں نے فرمایا: نہیں! ان میں سے ہر ایک دس ہزار درہم سے بہتر ہے۔ (حلیۃ الاولیاء 318:1)

خواب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے خواب میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کرادے۔ چنانچہ میں نے انہیں خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا: بڑے شفیق اور نہایت مہربان رب سے واسطہ پڑا۔ اگر میرے رب کی رحمت نہ ہوتی تو میری عزت خاک میں مل جاتی۔ (حلیۃ الاولیاء 54:1)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مومن بھائی کی حاجت روائی کیلئے اعتکاف توڑنا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (505ہجری) نے لکھا ہے وہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

جس زمانے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے گورنر تھے، ان دنوں کی بات ہے۔ بصرہ کے چند قاری آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک پڑوسی ہے جو بہت زیادہ روزے رکھنے والا اور بہت زیادہ تہجد پڑھنے والا ہے۔ اس کی عبادت کو دیکھ کر ہم میں سے ہر شخص رشک کرتا ہے کہ اس کی سی عبادت ہم بھی کیا کریں۔ اس نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے۔ لیکن وہ غریب ہے اور اس کے پاس جہیز کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور ان حضرات کو لے کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور ایک صندوق کھولا جس میں سے چھ اشرفیوں کی تھیلی نکالی اور ان حضرات کے حوالے کر دی کہ اس کو دے دیں۔ یہ لے کر چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ ہم لوگوں نے اس کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں کیا۔ یہ مال اگر اس کے حوالے کر دیا جائے گا تو اس غریب کو بڑی دقت ہوگی وہ جہیز کے انتظام کے جھگڑے میں لگ جائے گا جس سے اس کی مشغولیت بڑھ جائے گی، اسکی عبادت میں حرج ہوگا۔ اس دنیا کم بخت کا ایسا درجہ نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایک عبادت گزار مومن کا حرج کیا جائے۔ ہماری اس میں کیا شان گھٹ جائے گی کہ ایک دیندار کی خدمت ہی ہم کر دیں۔ لہٰذا اس مال سے شادی کا سارا انتظام ہم کریں گے۔

انہوں نے عرض کیا جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوتے پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ آپ اپنا اعتکاف بھول گئے۔

فرمایا: بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گزرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

مومن کی حاجت روائی کی فضیلت

مَنْ مَّشٰى فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ وَبَلَغَ فِيْهَا كَانَ خَيْرًا لَّهٗ مِنِ اعْتِكَافِ عَشْرِ سِنِيْنَ وَمَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلٰثَ خَنَادِقَ اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ

جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھر اور کوشش کرے اس کے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان و زمین سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔ (حوالہ جواہر پارے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں دعا فرمائی تھی:

اللّٰهم فقهه في الدين وعلمه التاويل

یعنی اے اللہ تو اسے دین کی سمجھ دے اور اسے علم تفسیر عطا فرما۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (مسند احمد صحیح ابن حبان، طبرانی عن عبداللہ بن مسعود)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ جب پیر کا دن آئے تو میرے ہاں آیئے گا اور اپنے بیٹے عبداللہ کو بھی لایئے گا۔ میں اللہ جل شانہٗ سے ایک ایسی دعا مانگوں گا جو آپ اور آپ کے بیٹے کو بہت فائدہ دے گی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پیر کے دن اپنے بیٹے کو لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو اپنی چادر میں سمو لیا اور پھر دعا فرمائی:

اللّٰهم اغفر للعباس وولده مغفرة ظاهرة وباطنة لاتغادر ذنبا اللّٰهم احفظه في ولده

یعنی اے اللہ تو عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے بیٹے کی ظاہری اور باطنی ہر طور پر مغفرت فرما دے اور ان کا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑ جسے تو معاف نہ کر دے۔ اے اللہ تو عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بیٹے کے معاملے میں ہر دکھ سے محفوظ رکھ۔ (ترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رات کی عبادت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قیام اللیل کے متعلق جلیل القدر تابعی حضرت ابو ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے سفر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں رات گزارنے کے لئے ٹھہرتے، آدھی رات عبادت الٰہی میں گزارتے اور قرآن کریم کی تلاوت ترتیل کے ساتھ کرتے۔ جب آیت کریمہ

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ⑲ (سورہ ق: 19)

اور وہ آئی بے ہوشی موت کی تحقیق یہ وہ ہے جس سے تو ٹلتا رہتا تھا۔

پڑھتے تو اندر سے رونے کی آواز آتی۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبادت کے لئے اللہ کے حضور کھڑے ہوتے تو بہت زیادہ روتے۔ کثرت بکاء کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں جاتی رہیں۔ ابو رجاء فرماتے ہیں کہ زیادہ رونے کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر پرانے تسمے کی طرح نشانات پڑ گئے تھے اور ایسا ہونا کوئی بعید نہیں۔ اس لئے کہ وہ حرمات اللہ کی تعظیم کرنے اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی سنتے ہی ان پر گریہ طاری ہو جاتا۔

خوف خدا میں روتے ہوئے بینائی سے محروم ہو جانا

حضرت سماک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کثرت بکاء کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کا پانی ختم ہو گیا اور بینائی ختم ہو گئی۔ طبیبوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر کہا کہ ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علاج کریں گے، لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانچ دن بیٹھ کر نماز پڑھنا پڑے گی۔

فرمایا: ہرگز نہیں! تم پانچ دن کی بات کرتے ہو، میں ایک نماز بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً وَّاحِدَةً مُّتَعَمِّدًا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ

بے شک جس نے ایک نماز جان بوجھ کر چھوڑی وہ اللہ سے ملے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ فکر و تدبر کے ساتھ دو رکعات نماز بے فکری کے ساتھ ساری رات عبادت سے کئی گنا بہتر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تہجد ادا فرمانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد ادا کی اور آپ کی بائیں طرف کھڑا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں طرف کھڑا کر دیا، جب کہ میں اس وقت دس سال کا تھا۔ (حوالہ مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مکہ سے مدینہ تک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہا۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے لئے کہیں پڑاؤ کرتے تو آدھی رات تہجد ادا کرتے تھے۔ حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان کے شاگرد ایوب نے پوچھا کہ ان کی تلاوت کا انداز کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ○

اور موت کی بے ہوشی حق لے کر آ پہنچی، یہی ہے جس سے تو بدکتا پھرتا تھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے رہے اور بڑی دیر تک روتے بھی رہے۔ (حلیۃ الاولیاء 1:327 زھد ابن حنبل)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ طائف میں 68 ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سال وفات 71 ہجری بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی 3 کرامات

ان کی کرامتوں میں سے تین کرامتیں بہت زیادہ مشہور ہیں جو درج ذیل ہیں۔

کفن میں پرند

حضرت میمون بن مہران تابعی محدث رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں طائف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے میں حاضر تھا۔ جب لوگ نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے تو بالکل ہی اچانک نہایت تیزی کے ساتھ ایک سفید پرند آیا اور ان کے کفن کے اندر داخل ہو گیا۔ نماز کے بعد ہم لوگوں نے ٹٹول ٹٹول کر بہت تلاش کیا مگر اس پرند کا کچھ بھی پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا اور کیا ہوا؟ (مطرف 2:281)

غیبی آواز

جب لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کر چکے اور قبر پر مٹی برابر کی جا چکی تو تمام حاضرین نے ایک غیبی آواز سنی کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ تلاوت کر رہا ہے:

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝

اے اطمینان پانے والی جان! تو اپنے رب کے دربار میں اس طرح حاضر ہو جا کہ تو خدا سے خوش ہے اور خدا تجھ سے خوش ہے۔ (مطرف 2:281 کنز العمال 6 وحاشیہ کنز العمال ص 73)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا دیدار کرنا

یہ بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت ہے کہ انہوں نے دو مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ (اکمال 604)

موجودہ طائف کا تاریخی پس منظر

پروفیسر عبدالرحمٰن عبد لکھتے ہیں کہ ازرقی نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ طائف عرب کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے۔ سطح بحر سے 1700 میٹر بلند ہونے کی وجہ سے یہی عہد قدیم سے اہل مکہ کا مصیف (گرمائی صحت افزا مقام) ہے۔ اب سعودی حکومت کا گرمائی صدر مقام بھی طائف ہی ہے۔

ہم مکہ معظّمہ سے قریباً 20 کلومیٹر باہر آئے ہوں گے کہ ایک وادی میں کچھ آبادی آ گئی۔ سڑک سے ہٹ کر ذرا دور ایک نئی اور خوبصورت مسجد تھی۔ عبدالدائم القراز نے بتایا کہ یہ خوبصورت وادی خرم ہے۔ طائف سے آنے والے حجاج کے لئے یہ میقات ہے۔ حبیب الرحمٰن صاحب نے کہا کہ غزوہ طائف سے مکہ آتے ہوئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام پر عمرے کے لئے احرام باندھا تھا۔ (حسنین) ہیکل نے فی منزل الوحی میں اسی کو قرن المنازل لکھا ہے۔

عبدالدائم نے بتایا کہ طائف کا مطلب گھیرا یا فصیل ہے۔ کیونکہ یہ شہر پناہ شہر کے اردگرد محیط کی طرح گویا طواف کرتی اور دائرہ بناتی تھی۔ سورۂ زخرف کے الفاظ اَلْقَرْيَتَيْنِ نے مکہ اور طائف کے دونوں شہروں کو گویا جڑواں شہر بنا دیا ہے۔ عہد قدیم میں جس جگہ اہل طائف کے دیوتالات کا معبد تھا وہیں اب سعودی حکومت نے شاندار دار الضیافہ یعنی سٹیٹ گیسٹ ہاؤس بنایا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھتے ہیں کہ طائف ایک سطح مرتفع میں واقع ہے۔ جو سلسلہ کوہ سراۃ میں سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ یہاں سے مکہ جانے کے لئے پیچیدہ گھاٹیوں سے گزرتے ہوئے موٹر کو قریباً 75 میل طے کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن جدید سڑک سے اب یہ فاصلہ چالیس میل یعنی 65 کلومیٹر رہ گیا ہے۔ (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر 4 عرفات)

قدیم طائف کا مختصر احوال

محمد عاصم حداد روداد سفر سید ابوالاعلیٰ مودودی میں لکھتے ہیں کہ ہم عمرے سے واپس آتے ہوئے مثناۃ گئے جو موجودہ طائف سے ڈھائی تین میل کے فاصلے پر جنوب مغرب کی طرف ایک چھوٹی سی بستی ہے اور طائف ہی کا ایک حصہ شمار ہوتی ہے۔ یہ بستی اس جگہ واقع ہے جس کے قریب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اصل طائف آباد تھا۔ یہاں اگرچہ خاصی آبادی تھی اور باغ، مکان اور گلیاں نہایت شاندار بنی ہوئی تھیں لیکن کوئی آدمی ہمیں یہاں نظر نہ آیا۔ گویا پوری بستی شہر خموشاں تھی۔ یہاں دو باغوں میں چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنی ہوئی ہیں۔ ایک کو مسجد علی کہتے ہیں دوسری کو مسجد الحبشی۔ ان دونوں مسجدوں میں سے ایک بہر حال اس جگہ بنی ہوئی ہے جہاں زخمی ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا تھا، اور عتبہ وشیبہ کے نصرانی غلام سیدنا عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انگور لا کر پیش کئے تھے۔ لیکن یہ مسجد کون سی ہے؟ اس کے متعلق ہمارے ساتھ جو لوگ تھے قطعی بات نہیں کہہ سکے۔ ہیکل نے اپنی کتاب میں جس مسجد عداس کا ذکر کیا ہے وہ مسجد علی ہے۔ (سفرنامہ ارض القرآن)

مسجد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سعودی عرب کے شہر طائف کی ایک قدیم مسجد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے۔ یہ شہر کے مرکزی چوک میں واقع ہے۔ اسی مسجد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں۔

طائف میں موجود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار

طائف: جہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک سے متصل مسجد (طائف)

مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اندرونی منظر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک (طائف)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے اطراف میں تعمیر کردہ مکتبہ

قسطنطنیہ کے جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں 52 ہجری کو لشکر اسلام نے قسطنطنیہ شہر کو فتح کیا۔ قسطنطنیہ کا تاریخی نام قیصر ہے۔ آج کل اس شہر کو استنبول کہتے ہیں جو ترکی کا مرکزی شہر ہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے جو لشکر اسلام اس شہر کی طرف روانہ ہوا اس میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔

دنیا ہی میں جنت کی بشارت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیرانہ سالی کے باوجود اس جنگ میں شریک ہوئے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَةَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ

میری امت کا پہلا لشکر جو شہر قیصر یعنی قسطنطنیہ میں جنگ کرے گا وہ بخشے ہوئے ہیں، یعنی وہ جنتی ہیں۔ (بخاری)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسی لئے اس جنگ میں حصہ لیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مستحق ٹھہرائے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ یہ پیشنگوئی کی کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندری جنگ کرے گا وہ جنتی ہے۔ یہ لشکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں جزیرہ قبرص پر حملہ آور ہوا۔ یہ جنگ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں وقوع پذیر ہوئی۔ دوسری پیشنگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قسطنطنیہ شہر کو فتح کرے گا وہ جنتی ہے۔ یہ لشکر بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترتیب دیا۔ اس اعتبار سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جنہیں زندگی میں جنت کی بشارت ملی۔ اس خوش نصیبی کے کیا کہنے؟ اس اعزاز پر قربان جائیں۔

تذکرہ حضرت عمرو بن طفیل دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زیرِ نظر تصویر میدان یرموک کی ہے جہاں حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت پائی

یہ اپنے باپ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں آ کر اسلام سے مشرف ہوئے اور تمام عمر مدینہ منورہ میں ہی رہے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں جب کہ مرتدین سے جہاد کے لئے مسلمانوں کا لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تو یہ دونوں باپ بیٹے بھی اس لشکر میں شامل ہو کر جہاد کے لئے چل پڑے۔ چنانچہ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ہاتھ کٹ گیا اور شدید طور پر زخمی ہو گئے لیکن بعد میں صحت یاب ہو گئے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جنگ یرموک کا معرکہ درپیش ہوا تو حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جہاد میں مجاہدانہ شان کے ساتھ گئے اور کفار سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت سے سیراب ہوئے۔

(اسد الغابہ 115:4)

نورانی کوڑا

ایک دفعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھوڑا ہانکنے کے کوڑے کے بارے میں دعا فرما دی تو ان کا کوڑا رات کی تاریکی میں اس طرح روشن ہو جایا کرتا تھا کہ یہ اسی کی روشنی میں راتوں کو چلتے پھرتے تھے۔ (کنز العمال 160:16)

تذکرہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے یہ شاعری کی حیثیت سے مشہور تھے اوران کے اشعار پورے عرب میں پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن اسلام لانے کے بعد باقاعدہ شاعری ترک کردی تھی۔ ایک جہاد کے سفر میں حضور نبی کریم ﷺ نے خودان سے فرمائش کی کہ اپنے اشعار سے قافلے کو گرماؤ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں یہ باتیں چھوڑ چکا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ٹوکا اور فرمایا کہ حضور ﷺ کی بات سن کراسے ماننا چاہیے۔

اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موقع کی مناسبت سے یہ اشعار پڑھے:

یارب لولانت ماهتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا
فأنزل سکینة علینا وثبت الاقدام ان لاقینا
ان الکفار قدبغوا علینا وان ارادو فتنه ابینا

اے پروردگار! آپ کی توفیق نہ ہوتی تو ہمیں ہدایت نہ ملتی۔
نہ ہم صدقہ کر سکتے، نہ نمازیں پڑھ سکتے،
اب آپ ہی ہم پر سکینت نازل فرمائیے۔
اور جب ہم دشمن کے مقابل ہوں تو ہمیں ثابت قدم رکھئے۔
کفار نے ہمارے خلاف سر اٹھایا ہوا ہے۔
اگر وہ فتنہ برپا کرنا چاہیں گے تو ہم کرنے نہیں دیں گے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت اسلامی جرنیل

جب حضور ﷺ عمرۃ القضاۃ کے موقع پر مسجد حرام میں داخل ہوئے اور طواف کیلئے آگے بڑھے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ کے لئے راستہ بناتے ہوئے چل رہے تھے۔

حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی متعدد جنگی مہمات میں امیر بنایا اور آخری بار غزوہ موتہ میں آپ لشکر کے سربراہ بنے، جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شوقِ شہادت اور جذبہ سرفروشی بھرپور جواں تھا۔ (طبقات ابن سعد 525:3)

اردن کے علاقے موتہ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار ہے۔

اجلسوا

ایک روز حضور نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں ارشادات فرمارہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک کثیر تعداد مسجد میں جمع تھی اور آپ ﷺ کے ارشادات کو بغور سن کر ذہن نشین کررہی تھی۔ اتنے میں شاعر اسلام حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے پاس پہنچے کہ خود بھی آپ ﷺ کے فرمودات سن سکیں۔ وہ مسجد کے قریب پہنچے لیکن ابھی مسجد میں داخل نہ ہونے پائے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے حاضرین مسجد سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا: اِجْلِسُوْا

اے لوگو! بیٹھ جاؤ

جب یہ آواز حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان تک پہنچی تو وہ جہاں تھے وہیں رک گئے ان کے دل سے ایک ہوک سی اٹھی اور وہیں بیٹھ گئے۔ یہ حکم آقا ﷺ کا ہے اس کی تعمیل میں غفلت نہ ہونے پائے۔ یہ ان کے دل کی آواز تھی۔

حضور اکرم ﷺ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو کسی نے آپ ﷺ کی خدمت میں عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے نہایت مسرت کے عالم میں ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا جذبہ اور زیادہ فرمائے۔

میدان موتہ میں شہید ہونے والے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں لگا ہوا کتبہ

غزوہ موتہ کا پس منظر

غزوہ موتہ 8 ہجری میں پیش آیا۔ یہ غزوہ اس طرح ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ (شام) کے بادشاہ کے پاس دعوت اسلام کے لئے ایک مکتوب گرامی دے کر بھیجا تھا۔ ابھی وہ بصریٰ پہنچے بھی نہ تھے کہ راستے میں شرجیل بن عمرو غسانی نے انہیں گرفتار کر کے بصریٰ کے حاکم کے پاس پیش کر دیا اور اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے ایلچیوں میں حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ تنہا ایلچی ہیں جنہیں اس طرح شہید کیا گیا۔ حضور ﷺ کو جب اس حادثے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ کو شدید صدمہ ہوا۔ ایلچی کو قتل کرنا اس دور میں بھی بین الاقوامی قوانین اور رسم ورواج کے مطابق بدترین بدعہدی اور انسانیت سے گری ہوئی حرکت تھی اور یہ انتہائی پست قسم کا اعلان جنگ بھی سمجھا جاتا تھا۔ اگرچہ اس وقت مسلمان طرح طرح کے مسائل میں گھرے ہوئے تھے، ابھی مکہ مکرمہ بھی فتح نہیں ہوا تھا اور ایسے میں شام اور روم کی طاقت سے ٹکرلے کر ایک نیا خطرناک محاذ کھولنا آسان نہ تھا۔ لیکن ایک صحابی اور وہ بھی ایلچی کو اس طرح بلاوجہ شہید کر دینا بھی ایسی بات نہ تھی جس پر حضور ﷺ خاموش ہو کر بیٹھ جاتے۔

آپ ﷺ نے اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع کر کے انہیں اس حادثے سے باخبر فرمایا اور ساتھ ہی ایک لشکر ترتیب دیا جس کی سربراہی اپنے متبنیٰ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپی اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو جائیں تو آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنایا جائے، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر کا امیر قرار دیا جائے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان باہمی مشورے سے جس کو چاہیں امیر منتخب کر لیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شہادت کی بشارت

آنحضرت ﷺ کا اس طرح یکے بعد دیگرے تین امیروں کو نامزد فرمانا ایک غیر معمولی بات تھی اور اس میں بظاہر یہ اشارہ بھی تھا کہ یہ تینوں بزرگ اس معرکے میں شہادت سے سرفراز ہوں گے۔

ایک یہودی جو آپ ﷺ کی یہ گفتگو سن رہا تھا اس نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ بنی اسرائیل میں یہ بات مشہور تھی کہ جب کوئی نبی کسی مہم پر بھیجتے وقت یکے بعد دیگرے کئی آدمیوں کے بارے میں یہ کہے کہ اگر فلاں شہید ہو گیا تو ایسا کرنا تو وہ ضرور شہید ہوتا تھا۔ لہٰذا اے زید! اگر محمد (ﷺ) واقعی نبی ہیں تو تم اب واپس لوٹ کر ان کے پاس نہیں آؤ گے۔ یہودی شاید یہ سمجھتا ہو گا کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر خوفزدہ ہوں گے۔ لیکن حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا: تو سن لو! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے اور پاکباز نبی ہیں۔

اس عظیم لشکر کو حضور ﷺ کا دعاؤں سے الوداع کرنا

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا عنایت فرمایا۔ اور تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مشتمل یہ لشکر اس طرح مدینہ منورہ سے روانہ ہوا کہ حضور ﷺ بہ نفس نفیس اور مدینہ طیبہ کے باشندوں کا ایک بڑا مجمع اسے الوداع کہنے کے لئے ثنیۃ الوداع تک آیا، جب لشکر وہاں سے روانہ ہوا تو مجمع نے دعا دی۔

صحبکم اللہ ودفع عنکم

وردکم صالحین غانمین

اللہ تمہارا ساتھی ہو، اللہ تم سے بلائیں دور کرے، اللہ تمہیں صحیح سلامت کامیاب وکامران واپس لائے۔

وہ مبارک مقام جہاں غزوہ موتہ جیسا تاریخی غزوہ واقع ہوا جو آج بھی مجاہدین اسلام کو جرأت اور بہادری کا درس دے رہا ہے اور غفلت اور بزدلی کی ذلت سے بیدار ہونے کی دعوت دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پھر اپنے اکابر کی تاریخ جرأت دہرانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی تمنا

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔ انہوں نے یہ فقرہ سنا تو چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

لیکن میں تو اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں۔ اور تلوار کی ایسی ضرب کا طالب ہوں جو پھیلتی چلی جائے اور خون کی جھاگ ابال کر رکھ دے۔ یا پھر کسی حرانی شخص کے ہاتھوں نیزے کے کاری وار کا۔ ایسے نیزے کے ذریعے جو آنتوں اور جگر کے پار ہو جائے۔ یہاں تک کہ جب لوگ میری قبر کے پاس سے گذریں تو کہیں کہ اس غازی کو اللہ نے ہدایت دی تھی اور وہ ہدایت کی منزل پا گیا۔ (سیرت ابن ہشام مع الروض الانف 256:2)

توقع سے کہیں زیادہ دشمن کی تعداد

اس شان سے شوق شہادت کی اُمنگیں دل میں لئے ہوئے یہ قافلہ شام کی طرف روانہ ہوا۔ ذہن میں یہ تھا کہ بصریٰ کے حاکم سے مقابلہ ہوگا۔ بظاہر اس بات کا امکان نظر نہیں آتا تھا کہ روم کی وہ زبردست طاقت تین ہزار افراد کے اس انتقامی حملے کو اتنی اہمیت دے گی کہ اپنی پوری فوجی طاقت اس کے مقابلے پر لے آئے۔ لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اردن کے علاقے معان میں پہنچے (یہ علاقہ اب بھی اسی نام سے موجود ہے اور اردن کا ایک اہم شہر سمجھا جاتا ہے) تو پتہ چلا کہ روم کا بادشاہ ہرقل ایک لاکھ کا لشکر لے کر بذاتِ خود وہاں تک پہنچ چکا ہے اور لخم، جذام، قین اور بہراء وغیرہ کے قبائل نے ایک لاکھ افراد مزید ان کی مدد کے لئے فراہم کر دیئے ہیں۔ اس غیر متوقع خبر کا مطلب یہ تھا کہ تین ہزار کا مقابلہ دو لاکھ سے ہوگا۔

ظاہر ہے کہ یہ صورت حال غور اور مشورے کی متقاضی تھی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے معان میں ایک مشاورتی اجلاس منعقد کیا۔ بہت سے حضرات نے یہ رائے دی کہ اس صورت حال کا چونکہ پہلے اندازہ نہیں تھا، اس لئے مناسب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع بھجوائی جائے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر کچھ کمک روانہ فرمائیں یا کوئی اور حکم دیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرجوش تقریر

بات بظاہر معقول تھی اور ظاہرا اسباب کے تحت جنگی تدبیر کا تقاضا بھی یہی تھی۔ چنانچہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی رائے پر عمل کرنے کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ لیکن اتنے میں وہی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور یہ ولولہ انگیز تقریر فرمائی:

اے قوم! جس چیز سے تم اس وقت گھبرانے لگے ہو، خدا کی قسم یہ وہی چیز ہے جس کی تلاش میں تم وطن سے نکلے تھے۔ اور وہ ہے شہادت! یاد رکھو کہ ہم نے جب بھی کوئی جنگ لڑی ہے تو نہ کثرت تعداد کی بنیاد پر لڑی ہے اور نہ ہتھیاروں اور گھوڑوں کی بنیاد پر۔ میں بدر میں شریک تھا تو ہمارے پاس صرف ایک گھوڑا تھا۔ ہاں ہم نے جس بنیاد پر ہمیشہ جنگ لڑی ہے وہ ہمارا یہ دین ہے جس کا اعزاز اللہ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ لہٰذا میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ آگے بڑھو، دو سعادتوں میں سے ایک سعادت یقیناً تمہارا مقدر ہے، یا تو تم دشمن پر غالب آجاؤ گے اور اس طرح اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ وعدہ پورا ہوگا جو کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا، یا پھر تم شہید ہوکر جنت کے باغات میں اپنے بھائیوں سے جاملو گے۔ (حوالہ مغازی الواقدی 760:2)

بس پھر کیا تھا؟ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شوق شہادت سے سرشار ہوکر جہاد کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ لشکر معاؔن سے روانہ ہوکر پہلے مشارف اور پھر موتہ میں مقیم ہوا اور پھر موتہ ہی کے اس میدان میں یہ زبردست معرکہ پیش آیا۔

شہداء کا قافلہ بڑی شان سے نکلا

دونوں لشکر مقابل ہوکر لڑے۔ جنگ کے دوران حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرچم اٹھالیا۔ گھمسان کے رن میں چاروں طرف سے نیزوں اور تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے گھوڑے پر بیٹھنا مشکل ہوگیا۔ نتیجہ یہ کہ وہ گھوڑے سے اتر پڑے اور پیدل دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ کسی نے وار کیا تو دایاں ہاتھ جس میں پرچم اسلام سنبھالا ہوا تھا کٹ کر گر گیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ کسی نے اس ہاتھ پر بھی وار کیا۔ اب دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جیتے جی اس پرچم کو چھوڑنا گوارا نہ تھا۔ انہوں نے اسے کٹے ہوئے بازوؤں میں دبا کر روکے رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن تیسرے وار نے انہیں اپنی منزل پر پہنچا دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ بعد ان کی نعش مبارک دیکھی گئی تو ان کے جسم پر نیزے اور تلواروں کے پچاس زخم شمار کئے گئے، جن میں سے کوئی ان کی پشت پر نہیں تھا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی ح: 4265)

موتہ یونیورسٹی

موتہ کے مقام پر ایک خوبصورت سی مسجد نظر آ رہی ہے

موتہ کی لڑائی اور اسلام کی فتح

موتہ شام کا علاقہ ہے۔ اب یہ اردن کا حصہ بن چکا ہے۔ جو دمشق کے قریب اور بیت المقدس سے تقریباً دو منزل پر ہے۔ یہاں عیسائی رومیوں کا زور تھا۔

اب تک تو مسلمانوں کو صرف عرب یہود اور مشرکوں سے مقابلہ رہا لیکن اب عیسائی رومیوں سے زور آزمائی کی ضرورت پیش آگئی۔ یہاں کے رئیس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو جو خط لے کر گیا تھا قتل کر ڈالا، چونکہ قاصد کا قتل جرم ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بدلہ لینے کے لئے جمادی الاول 8 ہجری میں تین ہزار فوج مدینہ طیبہ سے روانہ فرمائی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر سردار مقرر فرما دیا اور فرمایا اگر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپہ سالار ہوں گے۔ یہ بھی کام آجائیں تو پھر مسلمان جس کو چاہیں امیر بنالیں اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دیکھو کہ لڑائی سے پہلے ان کو صلح پر آمادہ کرنا۔ اسلام کی تلقین کرنا، جب نہ مانیں تو پھر تلوار سے کام لینا۔

مسلمانوں کا لشکر روانہ ہوا۔ ادھر مسلمانوں کے مقابلے میں شاہ غسان اور روم کے بادشاہ نے ڈیڑھ لاکھ فوج میدان میں اتار دی۔ اللہ اکبر!!! کہاں تین ہزار اور کہاں ڈیڑھ لاکھ کی تعداد اللہ کی شان نظر آتی ہے۔

جنگ موتہ 8 ہجری مطابق 635ء میں ہوئی۔ موتہ ملک شام میں ایک جگہ ہے جو مدینہ سے ایک ہزار میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ جنگ اس لئے ہوئی کہ وہاں کے سردار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو قتل کر دیا تھا۔

اس غزوہ میں 3 ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اور کفار 2 لاکھ تھے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو فتح ملی، کفار بھاگ گئے۔

موت سے محبت کرنے والے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عاشقانہ موت

آنحضرت ﷺ کی بیان فرمودہ ترتیب کے مطابق اب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باری تھی۔ انہوں نے جھنڈا اٹھایا اور دشمن کی طرف بڑھنے لگے۔ نہ جانے کب سے کوئی غذا پیٹ میں نہیں گئی تھی۔ اس لئے چہرے پر شاید بھوک کی نقاہت کے آثار نمایاں ہوں گے۔ ان کے ایک چچازاد بھائی نے دیکھا تو گوشت کی چند بوٹیاں کہیں سے لاکر ان کے سامنے پیش کیں کہ ان دنوں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت محنت اٹھائی ہے، یہ کھالیجئے تاکہ کم از کم اپنی پیٹھ سیدھی رکھ سکیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گوشت ان کے ہاتھ سے لے کر کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک گوشے سے مسلمانوں پر شدید حملے کی آواز سنائی دی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ سے خطاب کرکے فرمایا کہ اس حالت میں تم دنیا کے کام میں لگے ہوئے ہو؟ یہ کہہ کر گوشت چھوڑ دیا، تلوار اٹھائی اور دشمن کی صفوں میں جا گھسے اور وہیں پر لڑتے لڑتے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ (سیرۃ ابن ہشام 258:2)

اب اللہ کی تلوار بھی بے نیام ہوگئی

ان تین بزرگوں کے بعد کسی کا نام آنحضرت ﷺ نے تجویز نہیں فرمایا تھا بلکہ اسے مسلمانوں کے باہمی مشورے پر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ حضرت ثابت ابن اقرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمین سے جھنڈا تو اٹھالیا، لیکن ساتھ ہی مسلمانوں سے کہا کہ اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنانے پر متفق ہوجاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ بس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی امیر بن جایئے۔ لیکن حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر راضی نہ ہوئے۔ بالآخر مسلمانوں نے اتفاق رائے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر کرلیا۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرچم ان کے حوالے کردیا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے جگری سے لڑے اور اس روز ان کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی حدیث 4265)

بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے لشکر کو بحفاظت واپس لانے میں کامیاب ہوگئے۔

فتح کا پروانہ آرہا ہے

اُدھر مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ اس جنگ کے حالات سے بے خبر نہ تھے۔ ابھی شام سے کوئی ایلچی جنگ کی خبر لے کر نہیں آیا تھا کہ ایک روز نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خطاب کرکے ارشاد فرمایا کہ جھنڈا حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھایا تھا وہ شہید ہوگئے۔ یہ فرماکر سرکار ﷺ کی مبارک آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر فرمایا کہ یہاں تک جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمادی۔ (صحیح بخاری حدیث 4262)

اس جنگ کے انجام کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو مکمل فتح ہوئی تھی۔ بعض سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان دشمن کے لشکر کے ایک دستے پر فتح پاکر باہر نکل آئے تھے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کامیابی یہی تھی کہ وہ مسلمانوں کو بحفاظت واپس لے آئے۔ بہرصورت دو لاکھ افراد سے تین ہزار کے مقابلے کا ان تینوں میں سے جو بھی انجام ہوا ہو یہ مسلمانوں کی اہم کامیابی تھی۔

جنگ کے اختتام پر حضور ﷺ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ان دنوں میں اپنے گھر میں تھی اور میں نے اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر تیار کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ میرے گھر میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے بچوں کو بلایا، انہیں گلے لگا کر پیار کرنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھیں ڈبڈبا رہی ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، آپ ﷺ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی خبر آئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آج وہ شہید ہوگئے ہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میری چیخ نکل گئی۔ عورتیں میرے پاس جمع ہونے لگیں۔ آنحضرت ﷺ باہر تشریف لے گئے اور گھر جاکر فرمایا کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر والوں کے لئے کھانا بنا کر بھیج دو۔ (سیرت ابن ہشام 259:2)

آنحضرت ﷺ نے اسی موقع پر یہ بشارت بھی دی کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ہاتھوں کے بدلے دو ایسے بازو عطا فرمائے ہیں جن کے ذریعے وہ جہاں چاہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اسی لئے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب طیار (اڑنے والا) مشہور ہوگیا۔

(سیرت ابن ہشام 258:2)

مقام موتہ کی ایک یادگار تصویر

تینوں اسلامی جرنیلوں کے مقام شہادت

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام شہادت کی زیارت کے بعد لکھتے ہیں کہ موتہ کے میدان کی زیارت کرتے ہوئے ابھی ذہن ان تصورات میں گم تھا کہ اس میدان کے مقامی مجاور نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام شہادت ہے۔ یہاں چند فٹ اونچا ایک پتھروں کا بنا ہوا ستون نصب تھا۔ اور اس پر دھندلے حروف میں لکھی ہوئی یہ عبارت پڑھی جاسکتی تھی کہ هنا استشهد زيد بن حارثه

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام پر شہید ہوئے۔

اسی سے کچھ فاصلے پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام شہادت بیان کیا جاتا ہے۔ وہاں بھی اسی قسم کا ایک ستون کھڑا ہوا ہے۔ مجاور نے بتایا کہ یہاں سے جنوب میں تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر میدان کے بیچوں بیچ ایک جگہ ہے، جس کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں شہید ہوئے تھے۔ اس جگہ ایک زیر زمین سرنگ سی بنی ہوئی ہے۔ مجاور کے کہنے کے مطابق کسی زمانے میں یہاں یہ بات مشہور تھی کہ اس سرنگ سے خوشبو آتی ہے، کوئی شخص اس کی تحقیق کے لئے اندر داخل ہوا لیکن پھر واپس نہیں آسکا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات اس میدان سے کافی فاصلے پر ایک بستی میں واقع ہیں۔ اس بستی کا نام غالباً انہی مزارات کی وجہ سے مزار مشہور ہے۔ چنانچہ ہم لوگ میدان موتہ سے اس بستی کی طرف روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری اور سلام عرض کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

غزوہ موتہ کے معرکہ کی جگہ بنی ہوئی یادگار

اسی مسجد میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک بھی ہے۔ اب میدان موتہ سلطنت اردن کا حصہ بن چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

زیرِ نظر تصویر اردن کے شہر موتہ کے مقام پر موجود 3 سپہ سالاروں کے مزار مبارک کی ہے۔ اس مزار مبارک میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک ہیں
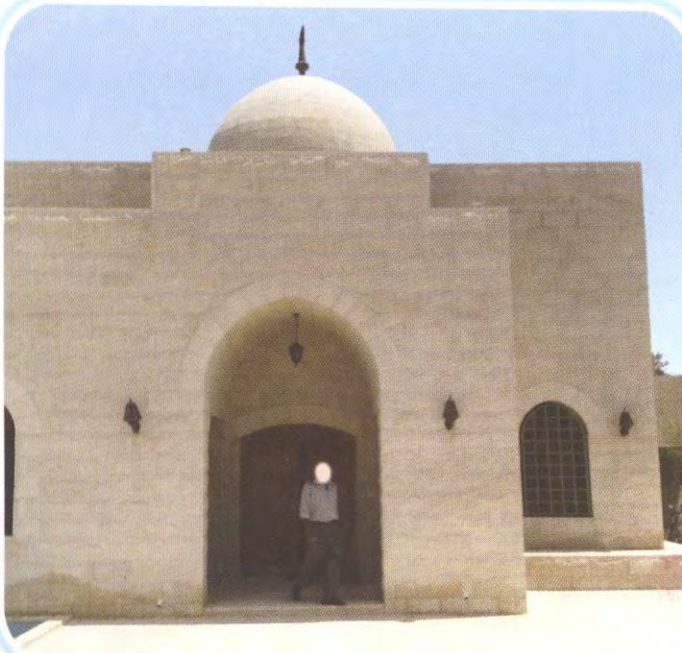
حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقبرہ مبارک

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک
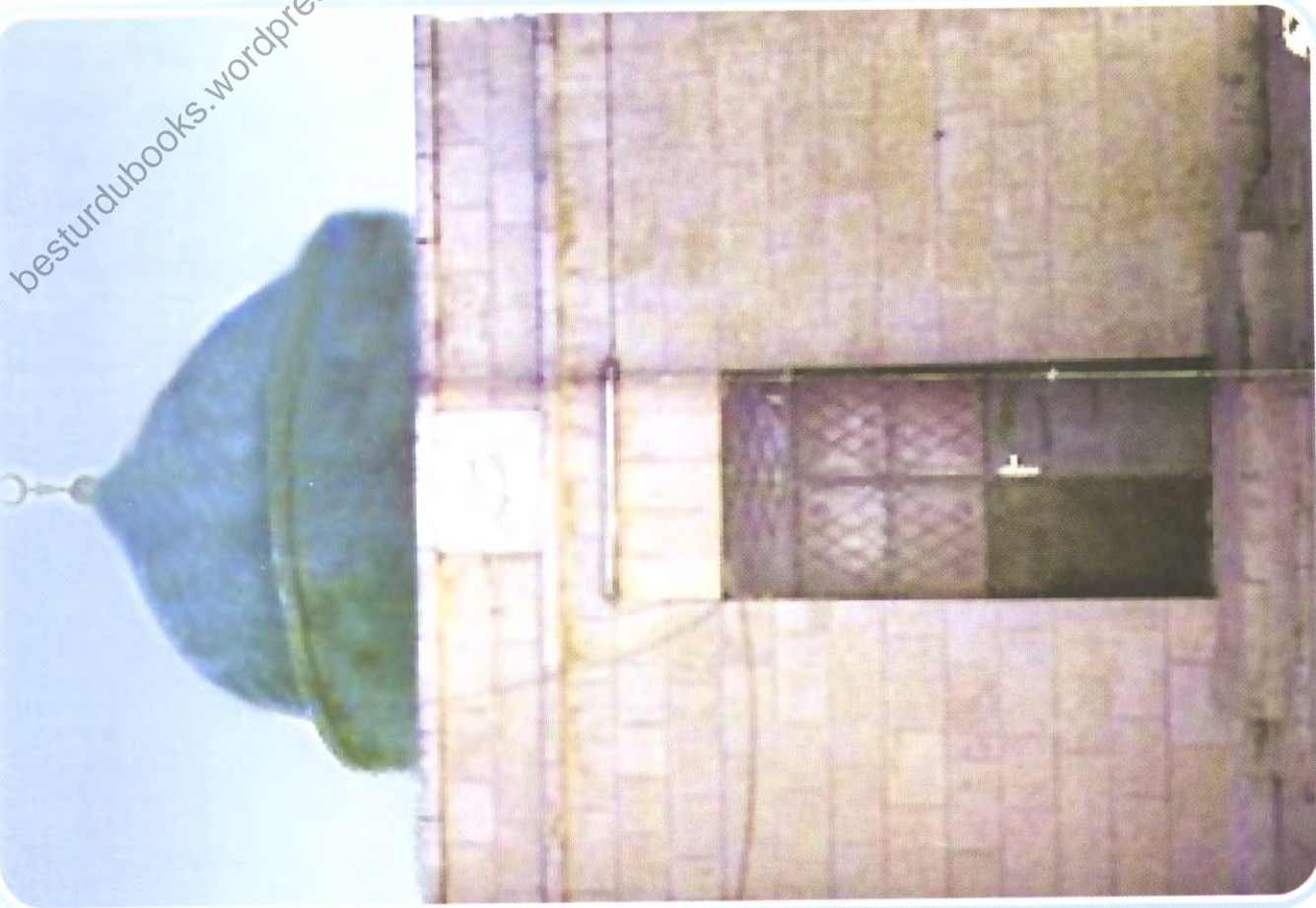
حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

اردن کے شہر موتہ میں موجود حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک۔
موتہ وہ جنگ ہے جس میں مسلمان 3000 کی تعداد میں تھے جب کہ عیسائی دولاکھ کی تعداد میں تھے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر سفید چادر پڑی ہوئی ہے
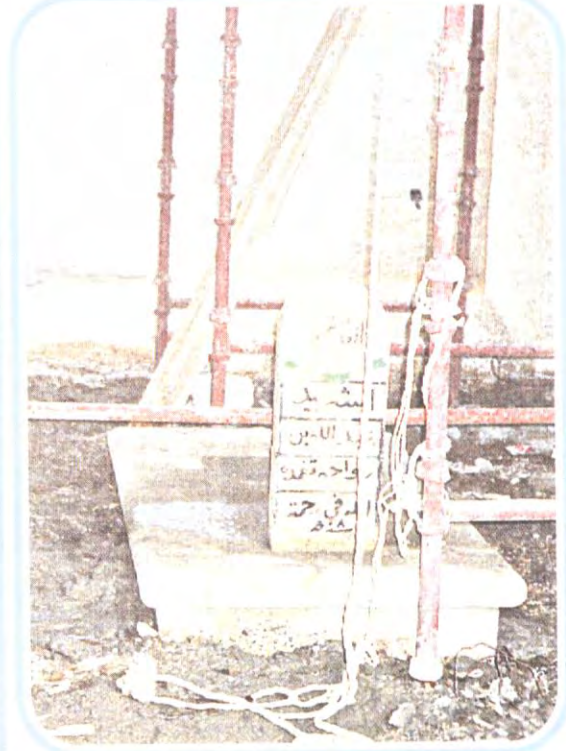
موتہ کے میدان میں موجود حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

تذکرہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شجرہ نسب یہ ہے:
مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی ہے جو پانچویں پشت میں نبی ﷺ کے نسب سے جا ملتا ہے۔ انہوں نے دارِارقم میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تو ان کی ماں اور خاندان والے انہیں اذیتیں دینے لگے۔ اس پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبار حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ سن 11 نبوت میں نبی ﷺ نے انہیں مبلغ بنا کر یثرب بھیجا، جہاں ان کی حکیمانہ تبلیغ سے لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔ جن میں رئیس اوس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رئیس خزرج حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ذی اثر اصحاب شامل تھے۔ اگلے سال حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے لئے مکہ آئے اور ڈھائی تین ماہ بعد مستقل طور پر یثرب ہجرت کر گئے۔ نبی کریم ﷺ نے رئیس نجار حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا بھائی چارہ کرا دیا تھا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کے حسین ترین جوان

چونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ بہت مالدار تھی۔ اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش بہت ناز و نعم سے ہوئی۔ اعلیٰ ترین لباس پہنتے، بیش قیمت جوتے استعمال کرتے اور ہر وقت خوشبو میں بسے رہتے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے مکہ میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کی زلفیں حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حسین ہوں۔ جس کا لباس حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا نفیس ہو اور جس کو حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مانند زندگی کی ہر آسائش مہیا ہو۔

(طبقات ابن سعد 82:3)

دارِارقم میں ایمان لائے۔ پہلے تو اپنے ایمان کو چھپاتے رہے، مگر ایک دن عثمان بن طلحہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین کو اطلاع دے دی۔ والدین اتنے ناراض ہوئے کہ انہوں نے اپنے نازوں پلے بیٹے سے سب کچھ چھین لیا اور اسے قید کر دیا۔ ہجرت حبشہ کے وقت کسی نہ کسی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قید سے جان چھڑوائی اور مہاجرین کے ہمسفر ہوگئے۔ پھر جب مہاجرین کی واپسی شروع ہوئی تو حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی واپس آئے۔ اس وقت سفر اور غربت کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا اور تن ڈھانپنے کو معقول لباس بھی میسر نہ تھا۔ ایک دن پھٹی پرانی پیوند لگی چادر اوڑھے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کے استقلال و استقامت کی بے حد تعریف کی اور فرمایا کہ زمانے کے انقلابات ہیں۔ ایک وقت تھا کہ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ خوش لباس اور ذی نعمت شخص پورے مکہ میں کوئی نہیں تھا۔ مگر انہوں نے اللہ اور رسول کی محبت میں وہ ساری نعمتیں ٹھکرا دیں۔ (طبقات ابن سعد 85:3)

مدینہ میں سب سے پہلے جمعہ کی امامت حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کرائی

مدینہ کی طرف ہجرت سے پہلے جو اہل مدینہ اسلام لا چکے تھے انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ کوئی ایسا شخص یہاں بھیجئے جو ہمیں دین سکھائے اور قرآن پڑھائے۔ حضور ﷺ کی نگاہِ انتخاب حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی اور ان کو یہ اعزاز ملا کہ وہ اسلام کے پہلے مبلغ بن کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ ان کی تبلیغ و دعوت سے انصار کے بیشتر گھرانے مسلمان ہوگئے۔ جب مسلمانوں کی تعداد خاصی ہوگئی تو حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کو لکھا کہ اگر اجازت ہو تو میں یہاں جمعہ پڑھانا شروع کر دوں۔ حضور ﷺ کی طرف سے اجازت نامہ آیا تو حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔ اور نمازیوں کو بکری ذبح کر کے کھلائی گئی۔ یہ پہلی نماز جمعہ تھی جو اسلام میں ادا کی گئی۔

(طبقات ابن سعد 83:3)

معراج سے واپسی پر نبی کریم ﷺ نے تبلیغ و دعوت کی مہم کو مزید تیز کر دیا۔ اب آپ ﷺ مکہ کے آس پاس آباد دیگر قبائل کے ہاں تشریف لے جاتے۔ مگر آپ ﷺ کی دعوت کے جواب میں کسی نے نرمی سے اور کسی نے سختی سے انکار کیا۔ بالآخر ایک روز آپ ﷺ نے میدان منیٰ کے باہر عقبہ (گھاٹی) کے موڑ پر چھ آدمیوں کی ایک جماعت دیکھی جو ارکان حج ادا کرنے یثرب سے مکہ آئی ہوئی تھی۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

1. حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت عوف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت رافع بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6. حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی کریم ﷺ کی تبلیغ پر انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔

معلم و مبلغ مدینہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوسرے سال سن 11 نبوت میں حج ہی کے زمانے میں پانچ پرانے اور سات نئے افراد رسول کریم ﷺ سے ملنے آئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر مکرر بیعت کی۔ (بعض نے اسی کو عقبہ اولیٰ بھی کہا ہے) ان لوگوں کی خواہش پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلم اور مبلغ بنا کر ان کے ساتھ یثرب بھیجا گیا۔ اس سے اوس اور خزرج کے مابین نماز کی امامت کے سلسلے میں جھگڑے بھی ختم ہوگئے۔ جب نبی کریم ﷺ کو یثرب میں اشاعت اسلام کی خوشخبری ملی تو آپ ﷺ نے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط ارسال فرمایا جس میں درج تھا کہ دن ڈھلے جمعے کی نماز پڑھا کرو۔ چنانچہ یثرب میں پہلی نماز جمعہ میں 12 آدمی جمع ہوئے۔

تیسرے سال 12 نبوی کے موسم حج میں یثرب سے آنے والے 500 حاجیوں میں سے 73 مسلمان مرد اور دو خواتین تھیں۔ وہ نبی کریم ﷺ سے اسی گھاٹی (عقبہ) میں رات کے وقت ملے اور بیعت کے موقع پر عرض کیا کہ آپ ﷺ اور دیگر مسلمان یثرب آجائیں تو ہم آپ ﷺ کی ویسی ہی حفاظت کریں گے جیسے کوئی اپنے اہل خاندان کی کرتا ہے۔ یہ بیعت عقبہ ثالثہ تھی۔ بعض نے اسی کو عقبہ ثانیہ لکھا ہے۔ تب نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے 12 نقیب مقرر فرمائے جو 12 خاندانوں کے لئے تھے اور بنو نجار کے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نقیب النقباء بنایا۔ (اردو معارف اسلامیہ 41:19)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حبشہ کی طرف ہجرت

مکے کے کفار مسلمانوں پر خوب ظلم ڈھاتے تھے۔ جب ان کے ظلم کی شدت بڑھ گئی تو یہ دیکھ کر اللہ کے رسول نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنی جان بچانے کیلئے حبشہ چلے جائیں، جہاں کا بادشاہ ایک نیک دل انسان تھا۔ یہ اجازت پا کر بارہ مسلمان مردوں اور چار خواتین نے اللہ کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑنے کی تیاری شروع کی۔ کسی طرح حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی قید خانے میں اس ہجرت کی اطلاع مل گئی۔ موقع پاتے ہی وہ بھاگ نکلے اور قافلے کے ہمراہ حبشہ پہنچ گئے۔ حبشہ کی جانب دوسری مرتبہ ہجرت ہوئی تو حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجرین کے قافلے میں پھر شامل تھے۔ اس دوران ان کے بھائی ابوالروم نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی اس سفر میں ان کے ہمراہ تھے۔ حبشہ میں چند برس رہنے کے بعد حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں مکہ کی یاد جاگی اور واپس لوٹ آئے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکہ واپسی

حبشہ سے واپسی پر حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پہچانے نہیں جا رہے تھے۔ ان کی اس خوبصورتی اور خوش پوشی کا جس کے باعث وہ مکہ بھر میں مشہور تھے کہیں نام و نشان نہ تھا۔ بدن پر مانگے ہوئے کپڑے تھے، موٹے اور پرانے جن میں کئی کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ چہرہ زرد ہو رہا تھا اور جسم کی نرم و نازک کھال مصائب زمانہ سے موٹی اور کھردری ہوگئی تھی۔ تاہم آنکھوں میں عزم کے دیئے پہلے کی طرح روشن تھے۔ حالات کی سختی ان کے جوش ایمان کو کسی طرح کم نہ کر پائی تھی۔ آنے والے دنوں میں یہ سختی اور بھی بڑھتی چلی گئی۔ اس وقت ان کی تنگ دستی کا یہ حال تھا کہ ایک دن حضور اقدس ﷺ کے پاس آئے تو جسم پر ایک کھال کا ٹکڑا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ الحمدللہ اب دنیا اور دنیا والوں کی حالت بدل جانا چاہیے۔ یہ وہ نوجوان ہے جس سے زیادہ مکہ میں کوئی ناز پروردہ نہ تھا۔ لیکن نیکوکاروں کی رغبت اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے اسے تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔

مدینہ کے سب سے پہلے مہاجر

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب ہجرتین ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی، لیکن کچھ عرصے بعد مکہ واپس آگئے۔ حبشہ میں یہ اطلاع پھیل گئی تھی کہ قریش مکہ نے اسلام قبول کرلیا ہے چنانچہ کچھ مسلمان واپس آگئے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے مہاجر ہیں جو مدینہ میں ہجرت کرکے آئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں سفیر اور معلم بنا کر بھیجا۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پہنچ کر حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر فروکش ہوئے۔ اور گھر گھر پھر کر تعلیم قرآن واشاعت اسلام کی خدمت انجام دینے لگے۔ اس طرح رفتہ رفتہ جب کلمہ گو مسلمانوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی تو نماز وتلاوت قرآن کے لئے کبھی حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر اور کبھی بنی ظفر کے گھر پر سب کو جمع کیا کرتے تھے۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عرصہ تک حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان رہے، لیکن جب بنی نجار نے ان پر تشدد شروع کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر آگئے اور یہیں سے اسلام کی روشنی پھیلاتے رہے۔ یہاں تک کہ خطمہ، وائل اور واقف کے چند مکانات کے سوا عوالی اور مدینہ کے تمام گھر روشن ہوگئے۔

مدینہ میں جمعہ قائم کرنا

مدینہ منورہ میں جب مسلمانوں کی ایک معتدبہ جماعت پیدا ہوگئی تو حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربارِ نبوت ﷺ سے اجازت حاصل کرکے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں جماعت کے ساتھ نماز جمعہ کی بنیاد ڈالی۔ پہلے کھڑے ہوکر ایک نہایت مؤثر خطبہ دیا، پھر خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھائی اور بعد نماز حاضرین کی ضیافت کے لئے ایک بکری ذبح کی گئی۔ اس طرح وہ شعار اسلامی جو عبادت الٰہی کے علاوہ ہفتہ میں ایک دفعہ برادران اسلام کو باہم بغل گیر ہونے کا موقع دیتا ہے، خاص حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک سے قائم کیا گیا۔

بیعت عقبہ ثانیہ

عقبہ کی پہلی بیعت میں صرف 12 انصار شریک تھے، لیکن حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی سال میں تمام اہل یثرب کو اسلام کا فدائی بنادیا۔ چنانچہ دوسرے سال 73 اکابر واعیان کی پرعظمت جماعت اپنی قوم کی طرف سے تجدید بیعت اور رسول اللہ ﷺ کو مدینہ میں مدعو کرنے کے لئے روانہ ہوئی۔ ان کے معلم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے۔

ان کی ماں کو اطلاع ملی کہ بیٹا آیا ہے تو پیغام بھیجا: او نافرمان! ایسے شہر میں جہاں میں رہتی ہوں تو آتا ہے اور پہلے مجھ سے نہیں ملتا۔ میں رسول اللہ ﷺ سے قبل کسی اور سے نہیں مل سکتا۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماں کو کہلوایا اور آستانہ نبوت ﷺ کی جانب چل دیئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دیدار محبوب ﷺ سے آنکھوں کی پیاس بجھائی پھر مدینہ میں اپنی حیرت انگیز کامیابی کی رپورٹ پیش کی جسے سن کر نبی کریم ﷺ بے انتہا خوش ہوئے۔

نبی کریم ﷺ سے ملاقات کے بعد حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر گئے تو ماں کے آنسوؤں نے ان کا استقبال کیا۔ انہوں نے رو رو کر بیٹے کو متاثر کرنا چاہا اور التجا کی کہ وہ اپنے باپ دادا کے دین پر واپس آجائیں۔ اس طرح وہ ان سے پہلے کی طرح محبت کرنے لگے گی۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماں کو نرمی سے سمجھایا کہ انہوں نے بہت سوچ بچار کے بعد نیا دین قبول کیا ہے، اس لئے اب اسے چھوڑ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بیٹے کی زبان سے انکار سن کر ماں بھڑ گئی اور اس کا غصہ اور نفرت لوٹ آئی۔ اس نے بیٹے کو لعنت ملامت شروع کردیا اور دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ تمہارا علاج وہی ہے جو حبشہ جانے سے پہلے کیا گیا تھا۔ ماں کی باتیں سن کر حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی غصہ آگیا اور نہایت جرأت سے جواب دیا کہ آپ لوگ زبردستی مجھے میرے دین سے نہیں ہٹا سکتے۔ حبشہ جانے سے پہلے کے دن گزر گئے، یاد رکھیں اب اگر کسی نے مجھے مارنے، پیٹنے یا قید کرنے کی کوشش کی تو میں اسے قتل کردوں گا۔

بیٹے کی جرأت دیکھ کر ماں زار وقطار رونے لگی۔ ماں کے آنسو دیکھ کر حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل پسیج گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے، مگر اس کے دل میں شرک نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ بیٹے کی نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا۔ الٹا اس نے روشن ستاروں کی قسم کھا کر کہا کہ میں ایسے مذہب میں داخل ہوکر اپنے آپ کو احمق نہ بناؤں گی۔ جا میں تجھ سے اور تیری باتوں سے ہاتھ دھوتی ہوں، میں تو اپنے مذہب ہی سے وابستہ رہوں گی۔ یہ سن کر حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور خاموشی کے ساتھ گھر سے باہر نکل آئے۔

اسلام لانے سے پہلے کی حالت

قبول اسلام سے قبل حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پورے عرب میں سب سے زیادہ خوش پوشاک تھے۔ ان کے جسم پر اطلس وحریر کے وہ اعلیٰ اور قیمتی پارچہ جات ہوتے تھے جن کو رؤسا بھی بصد حسرت دیکھتے۔ تمام عرب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوش ذوقی ونفاست کا چرچا تھا۔ بہترین قسم کی خوشبوئیں استعمال کرتے تھے۔ تاریخ میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا جاتا ہے۔ ''کان اعطر اھل مکہ'' یعنی اہل مکہ میں سب سے زیادہ عطر لگانے والا حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے گھوڑے پر سوار ہوکر نکلتے تو نوکروں اور خدام کی ایک جماعت ساتھ ہوتی۔ اپنے گھروں اور بازاروں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو خوشبو میں بسی ہوئی ہوا سے معلوم ہوجاتا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس راستے سے آرہے ہیں۔ ظاہری شان وشوکت کے ساتھ بہت وجیہہ وشکیل بھی تھے اور بہت اچھے گھڑسوار بھی۔

ان حالات میں پرورش پانے والا مکہ کا یہ نوجوان قریشی جب اپنے شہر میں تحریک اسلامی کی دعوت سنتا ہے تو خوب سوچ سمجھ کر وہ اس دعوت کو قبول کرلیتا ہے۔

ابتدائے قبول اسلام کے حالات

انہیں اس دعوت کو قبول کرنے کے تمام عواقب ونتائج معلوم تھے۔ لیکن وہ روشنی جوان کے دل میں چمک رہی تھی انہیں ان کٹھن وادیوں میں سفر کرنے کے لئے تیار بھی کررہی تھی۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ اس وقت اسلام کے مدرسہ ثانی دار ارقم میں تھے۔ حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ارقم حضور اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوجہل کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ عرصے تک اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا۔ وہ خاموشی کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تعلیم حاصل کرتے لیکن ان کا ایمان زیادہ عرصے تک پوشیدہ نہ رہ سکا۔ ایک دن وہ مکہ کی کسی وادی میں چھپ کر نماز پڑھنے میں مصروف تھے کہ ان کے چچازاد بھائی عثمان بن طلحہ نے دیکھ لیا۔ وہ بھاگا بھاگا مکہ پہنچا اور ان کے گھر والوں کو اطلاع دی کہ تمہارا بیٹا بے دین ہوگیا ہے۔

یہ خبر سن کر حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں کو شدید صدمہ ہوا۔ بیٹے کے ساتھ محبت جاتی رہی اور غصے سے برا حال ہوگیا۔ جیسے ہی حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر لوٹے وہ ان پر ٹوٹ پڑی اور شدید زدوکوب کیا۔ اس کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ جب بیٹے کو مار مار کر تھک گئی تو رسیوں سے باندھ کر کمرے میں بند کردیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استقامت

آنے والے دن حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے سخت امتحان لے کر آئے۔ ماں کی محبت نفرت میں بدل چکی تھی۔ مار پیٹ سے ان کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ زندگی کی تمام سہولیات جن کے وہ عادی تھے چھین لی گئی تھیں۔ ان کی ماں اور پورا خاندان دباؤ ڈال رہے تھے کہ وہ نئے دین کو ترک کرکے باپ دادا کے دین پر واپس آجائیں۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قید تنہائی میں پڑے تھے جہاں ہمت بندھانے والا بھی کوئی نہ تھا۔ لیکن دل میں روشن ایمان کی شمع نے انہیں لڑکھڑانے نہیں دیا۔ انہوں نے تمام تکالیف اور مصیبتیں صبر اور حوصلے کے ساتھ برداشت کیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر جو عہد باندھا تھا وہ نہ توڑا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد نبوی میں آمد

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے۔ اچانک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔ ان کے بدن پر لباس بوسیدہ تھا۔ جسے چمڑے کے پیوند لگے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں۔ کیونکہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہر مکہ میں اسلام لانے سے پہلے ایک شاہانہ زندگی گزار رہے تھے۔ یہ وہ نوجوان تھا جسے دنیا کی ہر نعمت میسر تھی۔ دن میں کئی بار اعلیٰ سے اعلیٰ پوشاکیں بدلتا تھا۔ آج پھٹے پرانے لباس میں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پرنم ہوئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل تمہارا کیا حال ہوگا، جب تمہیں صبح وشام نفیس لباس میسر آئیں گے۔ طرح طرح کے کھانے تمہارے دسترخوان پر سجائے جائیں گے۔ تم اپنے گھروں میں دیواروں پر یوں پردے لٹکاؤ گے جیسے کعبہ شریف کو غلاف پہنایا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں ہم آج کی نسبت اچھی حالت میں ہوں گے۔ فارغ البال ہو کر خوب خوب عبادتیں کیا کریں گے، معاشی بےفکری ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں نہیں! تمہارا آج کا زمانہ اس زمانے سے بہتر ہے۔

غزوہ احد میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

غزوہ بدر کی طرح احد میں بھی جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان 14 خوش نصیب مجاہدین میں سے تھے جنہوں نے احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف حصار باندھ رکھا تھا۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شباہت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتی تھی۔ دوسری طرف کفار نے احد میں حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا دیکھا تو سمجھے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں۔ تو کفار کا نامور سردار ابن قیمہ ان کی جانب بڑھا اور تلوار کا وار کر کے وہ ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے انہوں نے علم اٹھا رکھا تھا۔ اس سے پہلے کہ علم زمین پر گرتا انہوں نے فوراً دوسرے ہاتھ میں تھام لیا۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ آیت جاری تھی:

وَمَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

(آل عمران:15)

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔

ابن قیمہ نے دوسرا وار کیا تو بایاں ہاتھ بھی قلم ہوگیا۔ لیکن اس دفعہ دونوں بازوؤں سے حلقہ کر کے علم کو سینہ سے چمٹالیا۔ اس نے جھنجھلا کر تلوار پھینک دی اور زور سے نیزہ تاک کر ان کے سینے میں مارا کہ اس کی نوک ٹوٹ کر جسم کے اندر رہ گئی۔ یہ وار کھا کر حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑکھڑائے اور ان کی روح اپنے اللہ کی جوارِ رحمت میں پہنچ گئی۔ جیسے ہی وہ زمین پر گرے ان کے بھائی حضرت ابوالروم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم سنبھال لیا اور لڑائی کے خاتمے تک سربلند رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر شدید صدمہ

مسلمانوں کی شدید مزاحمت دیکھ کر کفار جنگ کو کسی فیصلے پر پہنچائے بغیر واپس چلے گئے۔ تاہم اس دوران میں مسلمانوں کا بھاری جانی نقصان ہو چکا تھا۔ اب انہوں نے اپنے شہداء کو دفنانے کی تیاریاں شروع کیں۔ جب حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ منہ کے بل زمین پر گرے پڑے ہیں اور جسم مٹی سے لتھڑا ہوا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید صدمہ ہوا۔

راہ وفا کے اس ساتھی کو خراج تحسین ادا کرنے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے پھر فرمایا کہ میں نے مکہ میں تمہارے جیسا حسین اور خوش لباس کوئی نہ دیکھا تھا۔ لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال گرد آلود اور الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگو! ان شہداء کی زیارت کروان کے پاس آؤ اور انہیں سلام کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، روز قیامت تک جو کوئی انہیں سلام کرے گا وہ اس کا جواب دیں گے۔

(حوالہ طبقات ابن سعد 85:3)

پاؤں کو پتوں سے ڈھانپ دیا جائے

اب حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفین ہونے لگی۔ ان کے جسم پر موجودہ چادر اتنی چھوٹی تھی کہ سر پر ڈالی جاتی تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر برہنہ ہو جاتا۔ یہ صورت دیکھ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ سر پر چادر ڈال دی جائے اور پاؤں گھاس سے چھپادیئے جائیں۔ یوں راہِ حق کے اس مسافر کو مٹی نے قیامت کے دن تک کے لئے ڈھانپ لیا۔ یہ کفن تھا اس شخص کا جس سے زیادہ اچھے کپڑے پہننے والا پورے مکہ میں کوئی نہ تھا۔

شاید دنیا ہی میں تمام نعمتیں دے دی گئیں

وقت آگے بڑھ گیا ہے، خلافت راشدہ کا دور ہے۔ اسلامی سلطنت کی حدود وسیع رقبے پر پھیل چکی ہے۔ سیاسی حالات بدلنے کے ساتھ بدحالی، خوش حالی میں تبدیل ہو رہی ہے۔ دولت کی فراوانی اور ریل پیل کا آغاز ہو چلا ہے۔ تاہم لوگ راہِ وفا کے ساتھیوں اور ان کی بے سروسامانی کو نہیں بھولے۔ جو دنیا کے اجر میں سے اپنا حصہ وصول کئے بغیر سفر آخرت کو سدھار گئے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا کھانے بیٹھے ہیں۔ دستر خوان پر پرتکلف کھانا چنا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظریں دسترخوان پر جمی ہیں اور ذہن میں کسی خیال نے آن بسیرا کیا ہے وہ گردوپیش سے بےخبر سوچ میں کھو گئے ہیں۔ ان کے پردہ ذہن پر اسلامی تحریک کے ابتدائی سالوں کے منظر چل رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ ان کی آنکھوں کے گوشے نم ہونا شروع ہو گئے۔ بالآخر انہوں نے مہر سکوت توڑی اور فرمایا کہ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے بہتر تھے۔ وہ شہید ہوئے تو ایک چادر کے سوا کفن میسر نہ ہوا۔ ہمیں شاید دنیا ہی میں تمام نعمتیں دے دی گئی ہیں۔ یہ کہہ کر رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا۔

غزوہ احد کا میدان جہاں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے

مقام غزوہ احد کے مقام پر مسجد سید الشہداء

جبل عینین: غزوہ احد کے دن نبی اکرم ﷺ نے تیراندازوں کے ایک دستے کو اس پہاڑ پر مامور کیا اور انہیں ہدایت فرمائی کہ کسی بھی حال میں اپنی جگہ مت چھوڑنا۔

احد کے قبرستان میں موجود حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقبرہ

جبل الرماة

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

تذکرہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت شداد بن اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خزرجی کے بھتیجے ہیں۔ ان کی کنیت ابویعلیٰ تھی اور بعض لوگ ابوعبدالرحمٰن کہتے تھے۔ یہ بیت المقدس میں فروکش ہوئے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے تھے کہ شداد اہل علم اور حلم میں سے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بستر پر تشریف لاتے تو اپنے بستر پر ایسے کروٹیں بدلتے تھے جیسے دانہ ہانڈی میں آگ پر ابلتا ہے اور فرماتے تھے: اللّٰھمّ ان النّار قد اذھبت منی النوم اے اللہ جہنم کی آگ نے مجھ سے میری نیند چھین لی ہے۔ پھر کھڑے ہو جاتے اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔

(حلیۃ الاولیاء 264، المتجر الرابح 101، اقامۃ الحجہ، صفۃ الصفوہ 296:2)

حضرت اسد بن وداعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رات کو اپنے بستر پر لیٹتے تھے تو کروٹیں بدلا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے خدا دوزخ میرے اور نیند کے درمیان حائل ہے۔ پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور صبح تک برابر نماز پڑھتے رہتے۔

حضرت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 41 ہجری میں ہوئی اور بعض لوگ بیان کرتے ہیں یہ 58 ہجری میں فوت ہوئے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ 64 ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت شداد کی پوری امت کے لئے اہم وصیت

حضرت محمود بن ربیع رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جب حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وفات ہوا تو فرمایا کہ ''اے عرب کے منادیو! اے عرب کے منادیو! اس امت پر میں سب سے زیادہ جس چیز کے بارے میں خائف ہوں وہ ریاکاری اور مخفی خواہش پرستی ہے۔'' (الشباب عبدالممات 72 بحوالہ اسلاف کے آخری لمحات)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

تذکرہ حضرت ساریہ بن زنیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ساریہ بن زنیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت تیز دوڑنے والے تھے۔ انہی کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

یاسارية الجبل

یعنی اے ساریہ پہاڑ میں چلے جاؤ کہہ کر آواز دی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک بار اثنا خطبہ میں

یاسارية الجبل او الجبل من استرعی الذئب ظلم

اے ساریہ پہاڑ میں پناہ لو۔ جو شخص بھیڑیئے کی رعایت کرتا ہے ظلم کرتا ہے۔

کہہ اٹھے۔ اس پر لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ اس کہنے کی وجہ سے الگ کر دیئے جائیں گے۔ یعنی یہ کلام مجنوں کا سا ہے، مجنوں خلافت کے لائق نہیں اس لئے ان کو خلافت سے دستبردار کر دینا چاہیے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطبہ میں کیا ہو گیا تھا؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ وہ تمہارا قول

یاسارية الجبل او الجبل من استرعی الذئب ظلم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیا یہ میری زبان سے نکلا تھا؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ہاں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست ایمانی اور حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ کافروں نے ہمارے بھائیوں کو بھگا دیا ہے اور ان کے قریب پہنچے جاتے ہیں اور مسلمان ایک پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں اور اگر وہ اس پہاڑ میں چلے جائیں تو پھر جو ملے اس کو مار ڈالیں اور کامیاب ہوں اور اگر اس پہاڑ سے بڑھ جائیں تو ہلاک ہوں۔ اسی لئے میری زبان سے وہ کلمات نکلے جن کا سننا تم بیان کرتے ہو۔ راوی کہتا ہے کہ ایک ماہ کے بعد فتح کی خوشخبری لے کر آدمی آیا اور اس نے بیان کیا کہ اس نے پہاڑ سے گزرتے وقت یاسارية الجبل او الجبل کی آواز سنی جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز کے مشابہ تھی اور ہم پہاڑ کی طرف چلے گئے اور اللہ نے ہم کو کامیاب کر دیا۔

حضرت ساریہ بن زنیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

تذکرہ حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری اوسی ہیں۔ان کی کنیت ابوخیثمہ تھی اور بعض نے ابوعبد اللہ بیان کیا ہے۔ یہ حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقبی بدری ہیں۔ بنی عمرو بن عوف کے سردار تھے۔ جولوگ غزوہ بدر میں شہید ہوئے انہی میں سے یہ بھی تھے۔انہیں طعیمہ بن عدی نے شہید کیا۔بعض کہتے ہیں کہ طعیمہ نے نہیں بلکہ عمر بن عبدود نے شہید کیا تھا۔ پھر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طعیمہ کو اسی روز مار ڈالا اور عمرو کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ احزاب میں مار ڈالا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد کا جذبہ جہاد

جس وقت انہوں نے غزوہ بدر میں جانے کا ارادہ کیا تو ان کے والد حضرت خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ ہم لوگوں میں سے ایک آدمی کو یہاں (مکان پر) ضرور رہنا چاہیے۔پس مجھے جہاد میں جانے دو اور تم یہیں گھر میں رہو۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رہنے سے انکار کیا اور کہا اگر جنت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دے دیتا۔ میں اسی جہاد میں اپنی شہادت کی امید رکھتا ہوں۔اس امر میں طول ہوا،قرعہ پھینکنے کی نوبت پہنچی دونوں نے قرعہ پھینکا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر قرعہ آیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے اور وہیں شہید ہوگئے۔ان کے والد حضرت خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر میں نہیں شہید ہوئے بلکہ غزوہ بدر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب جہادوں میں شریک ہوئے۔غزوہ تبوک میں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے مگر پھر جا کر مل گئے۔مگر پہلا قول صحیح ہے۔جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کو آدمیوں کے واسطے اپنے بیٹھنے کی جگہ قرار دی اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان بیت الغراب کے نام سے موسوم تھا۔اسی وجہ سے لوگوں کو شبہ ہوا، پھر وہاں سے بنی نجار کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا۔

حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان

حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر جہاں پہلی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹھہرے۔
نچلی تصویر میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر ہے، جو تعمیر جدید اور مدرسہ قباء بننے سے پہلے کی ہے۔اوپر والی تصویر میں اسی گھر کی چھت مسجد قباء کے جوار میں نظر آرہی ہے۔

حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان مبارک
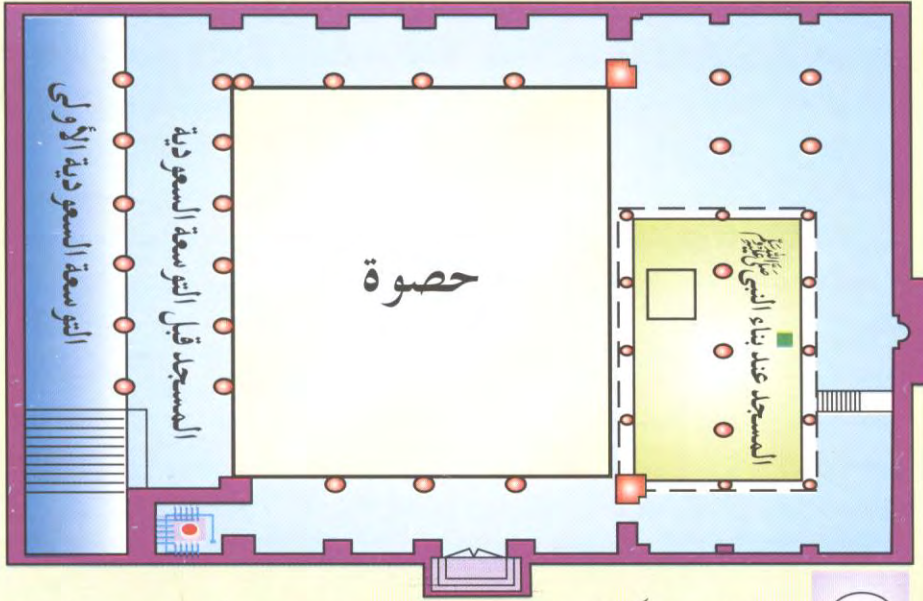
مسجد قبا کی توسیع سے پہلے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان مبارک

موقع داری سعد بن خیثمة رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکلثوم بن الهدم رضی اللہ تعالیٰ عنہا   مسجد قباء دوسری توسیع سے قبل حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکانات کا محل وقوع

حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل ہی اسلام کا مرکز بن گیا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کبھی کبھی اس میں نماز جمعہ بھی پڑھ لیتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے آئے تو حضرت کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں قیام فرمایا اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بھی تشریف لاتے جو کہ مسجد قباء کے جنوب میں تھا۔ بعد میں وہ گھر مسجد قبا کی توسیع میں شامل ہو گیا۔

آج سے 1400 سال پہلے اس جگہ پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں نماز پڑھنا ثابت ہے

تذکرہ حضرت عبید اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبید اللہ بن عمر بن خطاب بن نفیل قریشی عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ابوعیسیٰ ان کی کنیت تھی۔ ان کا نسب ان کے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان میں گزر چکا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے۔ قریش کے شہسواروں اور بہادروں میں سے تھے۔ انہوں نے اپنے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہم سے حدیث کی سماعت کی ہے۔

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو درے لگائے اور کہا تم نے اپنی کنیت ابوعیسیٰ رکھی ہے تو یہ بتاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ تھا؟ یہ حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شریک تھے اور اسی جنگ میں ان کی شہادت ہوئی۔ ان کا جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے شریک ہونے کا یہ سبب تھا کہ جب ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دفن کیا گیا۔ تو حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ ہرمزان بچ گیا۔ حالانکہ ہرمزان وہ خنجر جس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا اپنے ہاتھ میں الٹ پلٹ رہا ہے اور ان دونوں کے ساتھ جفینہ نامی غلام بھی ہے۔ جفینہ کو اور نیز ابن فیروز کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل مدینہ کو کتابت سکھانے کے واسطے لائے تھے اور یہ سب مشرک تھے، لیکن ہرمزان مشرک نہ تھا۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر ان لوگوں پر تلوار سے حملہ کیا۔ ہرمزان اور اس کے بیٹے جفینہ کو مار ڈالا۔ اگرچہ لوگوں نے ان کو منع کیا مگر یہ اپنے قصد سے باز نہ آئے اور کہا خدا کی قسم! ان کی کیا ہستی ہے ان لوگوں کو قتل کروں گا جن کے مقابل میں یہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ ان کا تشدد دیکھ کر حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے پاس اس واسطے بھیجا کہ حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے تلوار چھین لیں۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخص ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کو اپنے جنازے کی نماز پڑھانے کی اور جب تک کوئی خلیفہ مقرر نہ ہو اس وقت تک لوگوں کی امامت کی وصیت کی تھی۔ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے تلوار چھین لی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر حملہ کیا اور آپس میں جھگڑنے لگے اور کہا تم نے میرے پڑوسی کو قتل کر ڈالا اور مجھ کو ذلیل کیا۔

پھر حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب نے قید کر لیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے سپرد کر دیئے گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ کو اس شخص کے حق میں مشورہ دو جس نے اسلام میں ایسی حرکت کی جواب تک نہ ہوئی تھی۔ مہاجرین نے مشورہ دیا کہ عبید اللہ قتل کئے جائیں اور ایک گروہ نے کہا جس میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے کہ کل تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے ہیں آج ان کے بیٹے شہید کر دیئے جائیں۔ اللہ ہرمزان اور جفینہ کو غارت کرے۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ دیا اور مقتول کی دیت دے دی۔ (حوالہ اسد الغابہ)
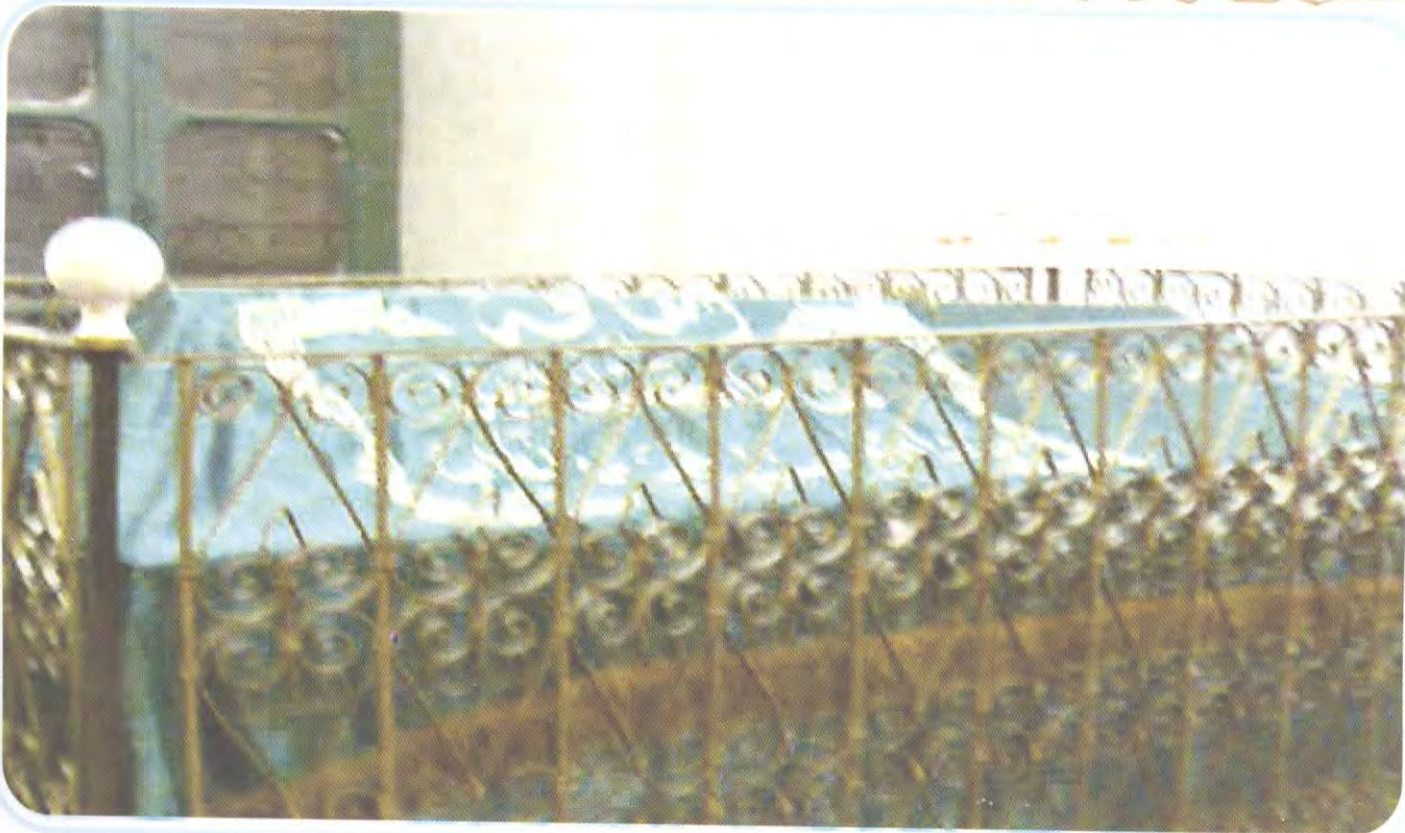
حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے چاروں طرف لوہے کی جالیاں
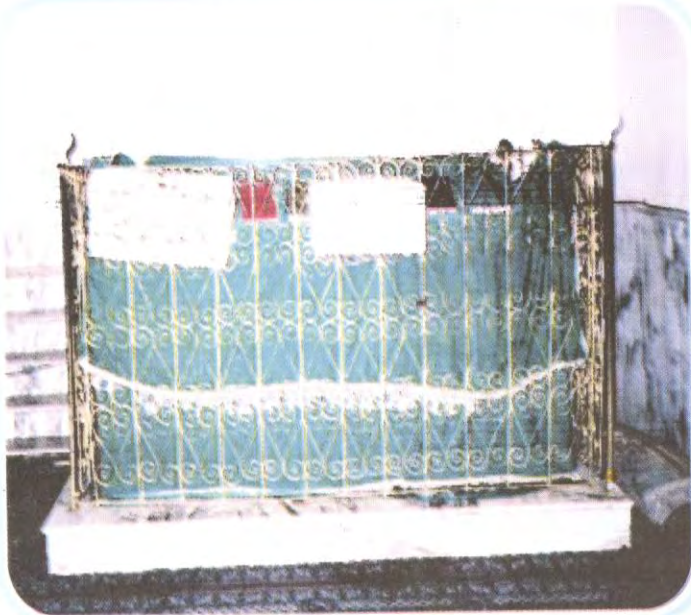
حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے سامنے لگا کتبہ جس پر ان کا نام نظر آ رہا ہے

حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدفن مبارک

تذکرہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک غزوۂ بدر میں شریک تھے مگر ابن اسحٰق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل بدر میں نہیں لکھا۔ دوسروں نے اہل بدر میں ذکر کیا ہے۔ حضرت محمود بن ربیع عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سالمی نقل کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنی سالم کی امامت کرتا تھا۔ مگر جب پانی کا بہاؤ تیز ہوتا تو مجھے اس نہر کے پار اترنا مشکل ہوتا تھا جو کہ میرے اور مسجد کے درمیان میں تھی۔ (ایک مرتبہ) رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر اس نہر کے پار اترنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ پس اگر آپ ﷺ مناسب سمجھیں تو میرے گھر میں تشریف لائیں اور میرے گھر کے کسی مقام پر نماز پڑھ دیں تا کہ میں اس مقام کو نماز کی جگہ بنالوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں ایسا کروں گا۔ پھر آپ ﷺ دوسرے روز تشریف لائے، میں نے آپ ﷺ کو خزیرہ بھی کھلایا، جب آپ ﷺ مکان میں تشریف لائے تو بیٹھے نہیں یہاں تک کہ فرمایا تم اپنے گھر کے کس مقام میں چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں۔ میں نے وہ جگہ بتادی جہاں میں نماز پڑھا کرتا تھا، پس آپ ﷺ نے اسی مقام پر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر پوری حدیث بیان کی۔

ان کی یہ درخواست اس وجہ سے تھی کہ یہ نابینا ہو گئے تھے اور بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ان کی بینائی میں کچھ کمزوری تھی۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ان کی قوم ان کو (نماز میں) امام بناتی تھی، مگر وہ نابینا تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (بعض اوقات) یہ حالت ہوتی ہے کہ (شب کو) تاریکی ہوتی ہے اور پانی کا بہاؤ تیز ہوتا ہے اور میری یہ حالت ہے کہ میں نابینا شخص ہوں، پس آپ ﷺ میرے مکان میں نماز پڑھ لیجئے تو میں اس کو اپنا مصلیٰ بنالوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ (میرے یہاں) تشریف لائے اور فرمایا کہ کون سی جگہ تم پسند کرتے ہو کہ میں وہاں نماز پڑھوں۔ پس میں نے اپنے گھر کی ایک جگہ بتادی۔ آنحضرت ﷺ نے اسی مقام پر نماز پڑھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت محمود رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔ (حوالہ اسد الغابہ 3/497)

مسجد عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تذکرہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ ان کی کنیت ابو ثابت یا ابو قیس تھی۔ یہ بنو ساعدہ کے نقیب تھے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ بعض کے نزدیک یہ شریک بدر تھے۔ حضرت ابن عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت ابن اسحٰق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل بدر میں ذکر نہیں کیا ہے اور واقدی اور مدائنی اور ابن کلبی نے ان کو بدریوں میں ذکر کیا ہے۔ یہ سردار اور سخی تھے اور تمام مشاہد میں انصار کا علم انہی کے پاس رہتا تھا اور یہ انصار میں وجیہہ اور رئیس تھے۔ ان کی سرداری کو ان کی قوم تسلیم کرتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہر روز ایک بڑا پیالہ، ثرید اور گوشت سے بھرا ہوا لاتے تھے۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ملاقات کے واسطے ہمارے گھر میں آئے اور فرمایا السلام علیکم ورحمتہ اللہ، حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آہستہ سے جواب دیا۔ حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اس کو رہنے دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر زیادہ سلام کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کر کے واپس ہوئے، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آہستہ سے جواب دیتا تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر زیادہ سلام کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ لوٹ آئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہانے کو کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک لحاف زعفران یا ورس سے رنگا ہوا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اوڑھ لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھا کر کہا: اے اللہ اپنا درود اور رحمت حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آل پر نازل کر۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت خبر مشہور ہے کہ قریش نے رات کے وقت جبل ابو قبیس پر کسی پکارنے والے کو پکارتے سنا:

فان یسلم السعدان یصبح محمد
بمکة لا یخشی خلاف مخالف

پس اگر دو سعد مسلمان ہو گئے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ایسی حالت میں ہو جائیں گے کہ کسی مخالف کی مخالفت سے نہ ڈریں گے۔

راوی فرماتے ہیں کہ قریش کو گمان ہوا کہ دو سعد سے سعد بن زید مناہ بن تمیم اور سعد ہذیم قبیلہ قضاعہ کے مراد ہیں۔ پھر دوسری رات کسی کہنے والے کو کہتے سنا:

ایا سعد سعد الاوس کن انت ناصرا
ویا سعد سعد الخزر جین الغطارف
اجیبا الی داعی الهدی وتمنّیا
علی اللّٰه فی الفردوس منية عارف
وان ثواب اللّٰه للطالب الهدی
جنان من الفردوس ذات زخارف

اے قبیلہ اوس کے سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تو مددگار ہو اور اے قبیلہ خزرج کے۔ ہدایت کی طرف بلانے والے کو قبول کرو اور اللہ پر فردوس میں عارف کے مثل آرزو کرو اور ہدایت طلب کرنے والے کیلئے اللہ کا ثواب فردوس کے باغ ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

تذکرہ حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ بنی لہب یں سے ایک شخص ہیں۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خط ے کر ملک شام کی طرف شاہِ روم کے پاس بھیجا تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں شاہ بصریٰ کی طرف بھیجا تھا۔ راستہ میں ان کو شرجیل بن عمرو غسانی ملا۔ اس نے ان کی مشکیں کسیں اور ان کو لے گیا، پھر یہ باندھ کر قتل کر دیئے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قاصد ان کے سوا مقتول نہیں ہوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر مرتب کیا جسے موتہ کی طرف بھیجا ان پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سردار بنایا تھا۔ اس لشکر میں تقریباً تین ہزار آدمی تھے۔ اہل روم نے ایک لاکھ آدمیوں سے ان کا مقابلہ کیا۔

حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کا مزار جوار دن اور دمشق کی درمیانی شاہراہ پر واقع ہے۔ قیصر روم کے گورنر شرحبیل بن عمرو غسانی نے انہیں گرفتار کر کے شہید کر دیا۔ ان کے خون کا بدلہ لینے کیلئے معرکہ موتہ ہوا۔

حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی سرہانے کے جانب سے لی گئی تصویر۔ چھوٹی تصویر میں ان کے مزار مبارک کا بیرونی حصہ نظر آ رہا ہے۔

حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی دور سے لی گئی ایک خوبصورت تصویر

حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی طرف جانے والے ایک راستے کا منظر

حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی قریب سے لی گئی ایک تصویر

تذکرہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد ہیں۔ والدہ ماجدہ کا نام امیمہ بنت عبد المطلب ہے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور تمام مومنین کی ماں ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، دار ارقم کے زمانے سے بھی پہلے دولت اسلام سے مشرف ہو چکے تھے۔ حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں اور بقول بعض مورخین پہلی ہجرت میں بھی شامل تھے۔

بہ زبانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین کا لقب پانے والے

ایک سریہ کا قائد بناتے وقت رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امیر المومنین کے خطاب سے نوازا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے یہ عالیشان خطاب بلاشبہ ایک عظیم اعزاز ہے۔

جنگِ بدر کے معرکے میں انتہائی جاں بازی اور سرفروشی کے جذبے سے جنگ کی اور 3 ھ کو جنگِ احد میں کفار سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ یہ بہت ہی مستجاب الدعوات تھے، یعنی ان کی دعائیں بہت زیادہ اور بہت ہی جلد مقبول ہوا کرتی تھیں۔

(اکمال ص 693 و اسد الغابہ ج 1 ص 131)

غزوہ احد میں لڑتے لڑتے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ایک سوکھی شاخ دی، اور فرمایا کہ اس سے لڑو۔

انہوں نے وہ لکڑی ہاتھ میں لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حیران کن معجزہ رونما ہوا کہ وہ لکڑی ان کے ہاتھ میں جاتے ہی تیز دھار تلوار بن گئی۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ تلوار چونکہ کھجور کی ٹہنی سے بنی تھی، اور کھجور کی ٹہنی کو عُرجُون کہا جاتا ہے۔ اس بنا پر اس تلوار کو بھی عرجون کہا جاتا تھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت کے لئے ہمیشہ بے تاب رہتے تھے۔ شہادت بھی کیسی! اللہ اکبر!!! جس کے تصور سے ہی ناتواں دل کانپ کر رہ جائے۔

شہادت کے لئے بے تاب صحابی

غزوہ احد سے ایک دن پہلے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آؤ ایک گوشے میں بیٹھ کر دونوں دعا کریں۔ ہر شخص اپنی پسند کے مطابق دعا کرے اور دوسرا آمین کہے کہ اس طرح دعا کے قبول ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یہ بات پسند آئی اور دونوں ایک کونے میں بیٹھ کر دعا کرنے لگے۔

پہلے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی:

یا اللہ! کل جب لڑائی شروع ہو تو میرا مقابلہ ایسے زبردست بہادر سے ہو جو مجھ پر بھرپور حملہ کرے اور میں بھی اس پر زوردار حملہ کروں، آخر کار مجھے فتح ہو جائے میں اس کو مار ڈالوں اور اس کا مالِ غنیمت بھی حاصل کر لوں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آمین کہی۔

پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی:

یا اللہ! کل میرے مقابلے میں بھی کسی بڑے سورما کو بھیج، جو مجھ پر سخت حملہ کرے اور میں اس پر شدید حملہ کروں، آخر وہ مجھے قتل کر ڈالے اور میرے ناک کان بھی کاٹ لے۔ پھر قیامت کے دن جب میں تیرے روبرو پیش کیا جاؤں اور تو مجھ سے پوچھے کہ عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے تھے؟ تو میں عرض کروں کہ باری تعالیٰ! تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کاٹے گئے تھے، پھر تو کہے کہ سچ ہے، میرے ہی راستے میں کاٹے گئے تھے۔

اس دعا پر حسب وعدہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آمین کہی۔

دوسرے روز لڑائی ہوئی تو دونوں کی دعائیں ٹھیک اسی طرح قبول ہوئیں جس طرح مانگی گئی تھیں۔

میری دعا سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا بہتر تھی

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میری دعا سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا بہتر تھی، میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان، ایک دھاگے میں پروئے ہوئے تھے۔

مطالعہ تاریخ کے دوران میری نظر سے ایسا کوئی جیالا نہیں گذرا جس نے اس قسم کی شہادت کی تمنا کی ہو۔ پھر اس کے لئے دعا کا اہتمام کیا ہو اور دوسرے سے آمین کہلوائی ہو۔

(حوالہ سید الوریٰ مولف قاضی عبد الدائم)

زیر نظر تصویر غزوہ احد میں موجود مقام شہداء کی ہے۔
یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں۔

مقام غزوہ احد میں موجود وہ جگہ جہاں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں اور
حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں۔

تذکرہ حضرت عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کے غلام تھے۔ موصل کے شہر نینویٰ کے رہنے والے تھے۔ پہلے یہ نصرانی تھے۔ حضرت محمد بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کی طرف تشریف لے جانے کے قصہ کو ذکر کیا اور قبیلہ ثقیف سے جو مصائب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچے ان کو بیان کیا اور کہا کہ اہل طائف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ یہ باغ عتبہ اور شیبہ فرزندان ربیعہ کا تھا۔ وہ دونوں اس باغ میں (موجود) تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کے سایہ (میں آرام لینے) کا قصد کیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں سایہ میں بیٹھ گئے۔ ربیعہ کے دونوں بیٹے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہے تھے کہ جہلائے طائف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے مصائب دے رہے ہیں۔ پس ان دونوں کے خون نے جوش مارا، ان دونوں نے اپنے ایک نصرانی غلام کو جس کا نام حضرت عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا بلایا اور ان سے کہا کہ ان انگوروں میں سے ایک خوشہ لے کر اس شخص کے سامنے رکھ دو۔ یہ اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا۔ چنانچہ انہوں نے ویسا ہی کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر انہوں نے وہ انگور کا خوشہ رکھ کر کہا کہ اس کو نوش کیجئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ (کھانے کے لئے) رکھا تو (پہلے) بسم اللہ کہی پھر اس کو کھانا شروع کیا۔ حضرت عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ (انور) پر نظر کی پھر کہا کہ خدا کی قسم! یہ کلام اس شہر کے لوگ تو نہیں کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے عداس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم کس شہر کے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا میں نصرانی ہوں اور نینویٰ کے باشندگان میں سے ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنتَ مِنْ قَرْيَةِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ يُونُس بنِ مُتیٰ

تم نیک مرد یونس بن متی علیہ السلام کے گاؤں کے رہنے والے ہو۔

حضرت عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب ہوا اور پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے معلوم ہوا کہ حضرت یونس بن متی علیہ السلام کون ہیں؟

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذَاکَ اَخِیْ کَانَ نَبِیًّا وَاَنَا نَبِیٌّ

وہ میرے بھائی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔

حضرت عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ

حضرت عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر قدموں میں گر گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور سر کو بوسہ دیا اور اس واقعہ کے بعد مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

مسجد عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طائف کا وہ باغ جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف والوں کی بدسلوکی کے بعد تھوڑی دیر ستانے کے لئے رکے تھے۔ اس باغ کے خادم حضرت عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انگور اور ٹھنڈا پانی پیش کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر ایمان لے آئے تھے۔ اس باغ میں مسجد عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج بھی قائم ہے۔

مسجد غمامہ: وہ مسجد جہاں سب سے پہلے قرآن کی تلاوت کی گئی

مدینہ منورہ میں سب سے پہلے قرآن کی تلاوت یہاں یعنی بنوزریق میں ہوئی۔ حضرت رافع بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامی صحابی نے بیعت عقبہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور قرآن سیکھا اور بعد میں اپنے قبیلہ بنوزریق میں آ کر اس کی تلاوت کی۔ بئر زاوان نامی کنواں بھی اسی بستی میں تھا۔ جس میں لبید بن اعصم نامی جادوگر نے پتلا یا کھجور کا غلاف دفن کر دیا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بتانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلوایا۔

مسجد عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تذکرہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان قدیم الاسلام صحابہ میں سے ہیں جو مکہ مکرمہ جا کر ایمان لائے تھے اور رحمت دو عالم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ بنی قینقاع کے ساتھ ان کے بہت گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ مگر جب انہوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا تو حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ہر قسم کا تعلق ختم کرنے کا اعلان کر دیا، اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا: ''یارسول اللہ (ﷺ)! میں صرف اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے ساتھ محبت رکھتا ہوں۔ آج سے میں بنی قینقاع سے تمام تعلقات منقطع کرتا ہوں۔ اور اعلان کرتا ہوں کہ میں ان سے اور ان کی اس حرکت سے متنفر و بیزار ہوں۔''

دربارِ نبوی ﷺ سے حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نگران مقرر ہونا

رحمت دو عالم ﷺ بہت خوش ہوئے اور انہی کو اخراج بنی قینقاع کی کاروائی کا نگران مقرر کر دیا۔ اس کام کے لئے رحمت دو عالم ﷺ نے صرف تین دن کی مہلت دی تھی۔ جب کہ بنی قینقاع اس میں اضافہ کرانا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مزید مہلت مانگی۔ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاہتے تو مہلت دے سکتے تھے، مگر انہیں یہودیوں کی خواہشات کی بہ نسبت رحمت دو عالم ﷺ کا فرمان زیادہ عزیز تھا۔ انہوں نے سابقہ تعلقات کا لحاظ کئے بغیر دوٹوک جواب دیا:

لَا ، وَلَا سَاعَةً وَّاحِدَة

نہیں! تین دن پر ایک لمحے کا اضافہ بھی نہیں کروں گا۔

بہت صاف گو اور کھرے انسان تھے، لگی لپٹی رکھے بغیر دل کی بات کہہ دیتے تھے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غزوہ احد و بدر میں شرکت

غزوۂ بدر، احد، خندق اور کل غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ ان کو نبی ﷺ نے کسی جگہ کے صدقہ کا عامل بنایا اور یہ نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تم اونٹ کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہو اور وہ بلبلاتا ہو اور یا گائے کو لادے ہوئے ہو اور وہ ڈکراتی ہو اور یا بکری کو لادے ہوئے ہو اور وہ ممیاتی ہو۔ (اس کو سن کر ہیبت میں آ گئے اور) آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ (مجھ کو) قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں دو شخص پر بھی عامل نہ بنوں گا۔

حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کے مشہور پانچ قراء میں سے ایک تھے

حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خاندان انصار سے پانچ آدمیوں نے قرآن حفظ کیا تھا۔ ان پانچوں کے نام یہ ہیں:

1. حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل صفہ کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے اور جب مسلمانوں نے (ملک) شام کو فتح کرلیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام میں بھیج دیا اور ان کے ہمراہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بھیج دیا تاکہ یہ سب ان لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور ان لوگوں کو مسائل دینیہ سکھائیں۔ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمص میں قیام اختیار کیا اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دمشق میں قیام کیا اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلسطین میں چلے گئے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہدِ فاروقی میں کچھ عرصہ تک فلسطین کے قاضی رہے تھے۔ اس کے بعد شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مگر وہاں ان کی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں بنتی تھی اور آئے دن اختلافات ہوتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ اختلاف اس قدر بڑھا کہ انہوں نے شام چھوڑ دینا ہی مناسب سمجھا اور مدینہ منورہ چلے آئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی آمد کا پتا چلا تو ان سے شام چھوڑنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے اختلافات بتائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام صحابہ کی بہت عزت و توقیر کیا کرتے تھے۔ فرمانے لگے کہ جس ملک میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے لوگ نہ ہوں وہ کیسا قبیح ملک ہوگا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام ہی میں رہیں، اور اس کو اپنی برکتوں سے محروم نہ کریں۔ رہا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اختلاف کا مسئلہ تو میں انہیں لکھ دوں گا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی حکمرانی سے خارج ہیں۔

یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ ایک شخص کو صوبائی حکومت کے جملہ قوانین سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا اور اسے مکمل شخصی آزادی کی ضمانت دے دی گئی تھی، چنانچہ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام چلے آئے اور پھر عمر بھر وہیں رہے۔ (اسد الغابہ)

قرآن و حدیث اور فقہ کے بہت بڑے عالم تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں انہوں نے قرآن جمع کر لیا تھا۔

اِنَّهٗ مِمَّنْ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حدیث میں بھی ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے روایت اخذ کی ہے، اور بڑی تعداد میں تابعین بھی ان کے شاگرد رہے ہیں۔

فقہ میں ان کے مرتبے کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کی فقاہت کے معترف تھے۔ حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکثر ان کا اختلاف رہتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عصر کے بعد منبر کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا:

اَلْحَدِیْثُ کَمَا حَدَّثَنِیْ عُبَادَةُ فَاقْتَبِسُوْا مِنْهُ فَهُوَ اَفْقَهُ مِنِّیْ

حدیث اسی طرح ہے، جس طرح حضرت عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے میرے سامنے بیان کی ہے۔ تم لوگ ان سے روشنی حاصل کرو، کیونکہ یہ مجھ سے زیادہ فقیہ ہیں۔

اللہ اللہ!!! کیسے وسیع الظرف تھے یہ اصحاب رسول ﷺ کہ اختلافات کے باوجود دوسروں کی عظمتوں کا اعتراف کرنے میں کسی قسم کا بخل نہیں کرتے تھے۔

عقبہ میں پہلی بیعت میں شریک حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوسرے سال حج کے موقع پر عقبہ ہی میں مدینہ طیبہ سے بارہ آدمی آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے، جن میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ وادیٔ منیٰ میں واقع عقبہ کی گھاٹی میں اس موقع پر پہلے رسول اللہ ﷺ نے سورۂ ابراہیم کی تلاوت فرمائی پھر بیعت لی جو بیعت توبہ یا بیعت نساء کے نام سے مشہور ہے۔ بہت بعد میں سورۂ ممتحنہ کی آیت 12 میں مسلمان عورتوں سے بیعت لینے کے جو الفاظ نازل ہوئے وہ اس بیعت سے ملتے جلتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نبی کی زندگی ابتدا ہی سے صحیح رخ پر ہوتی ہے۔ بیعت کے الفاظ یہ تھے:

1. ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔
2. ہم چوری نہیں کریں گے۔
3. ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔
4. ہم زنا نہیں کریں گے۔
5. ہم کسی پر کوئی بہتان نہیں باندھیں گے۔
6. ہم کسی امر معروف میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہیں کرینگے۔ آپ ﷺ کا حکم سنیں گے اور مانیں گے، خواہ ہم خوشحال ہوں، خواہ تنگ دست۔ وہ حکم خواہ ہمیں گوارا ہو یا ناگوار اور خواہ ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے اور ہم حکومت کے معاملے میں اہل حکومت سے نزاع نہیں کریں گے۔ مسند احمد میں یہ اضافہ ہے ''اگرچہ تم سمجھتے ہو کہ حکومت ہمارا حق ہے'' صحیح بخاری میں مزید یہ ہے کہ ''الا یہ کہ تم کھلا کفر دیکھو''۔ ہم جہاں اور جس حال میں بھی ہوں حق بات کہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

بیعت کے بعد ارشاد ہوا کہ اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے۔ اگر کسی نے ممنوع کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کیا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ چاہے عذاب دے چاہے معاف کر دے۔

یہ ان کی پہلی بیعت تھی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ ہمارے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیج دیجئے جو ہم کو اسلام کے اصول بتائے اور اس کے ارکان سکھلائے۔

نبی کریم ﷺ نے ان کی خواہش پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ پہنچ کر اسلام پھیلانے کی بڑی کوشش کی۔ گھر، گھر میں پھر پھر کر تبلیغ کی، بڑے بڑے مؤثر وعظ کہے اور بہت نرمی اور محبت سے لوگوں کو سمجھایا۔ چنانچہ ان کی تعلیم سے مدینہ طیبہ کے بہت سے گھرانے اسلام کے نور سے منور ہو گئے اور اسلام گھر گھر پھیل گیا۔

کبھی کے جو پھرتے تھے مالک سے بھاگے
دیئے سر جھکا ان کے مالک کے آگے

مسجد بیعت: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے 85 صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کو بیعت فرمایا تھا

یہ مسجد منیٰ میں اس جگہ واقع ہے جہاں انصار مدینہ نے نبوت کے بارہویں سال 621ء میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی، جس میں قبیلہ اوس اور خزرج کے بارہ سر برآوردہ افراد شریک تھے۔ ان بارہ افراد میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔

دوسری بیعت جس کو بیعتِ عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے وہ نبوت کے تیرھویں سال 622ء میں اسی جگہ منعقد ہوئی۔ اس میں بیعت کرنے والے 73 مرد اور دو عورتیں تھیں۔ اس دفعہ انصارِ مدینہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ آنے کی دعوت بھی دی، اس بیعت کو بیعت عقبہ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

یہیں جلوہ افروز تھے میرے آقا
بہر طرف تھے جاں نثار، اللہ اللہ

عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے 144ھ/ 761ء میں اس جگہ پر ایک مسجد تعمیر کرادی جس کے نام کا کتبہ مسجد کی قبلہ رخ دیوار میں بیرونی جانب نصب ہے۔ مسجد کی مضبوط چار دیواری میں اگلا حصہ چھت اور پچھلا حصہ صحن پر مشتمل ہے۔ اس مسجد کا ذکر ازرقی (متوفی 244ھ) فاکہی (متوفی 272ھ) حربی اور ابن جوزی (متوفی 597ھ) فاسی (متوفی 832ھ) ابن ظہیرہ (متوفی 986ھ) نے اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلمان خلفاء نے اس مسجد کی تجدید و ترمیم کا اہتمام کیا، مسجد کی موجودہ تعمیر ترکی دور کی ہے جو پتھر اور چونے سے بنی ہوئی ہے۔ اس کا محل وقوع جمرۂ عقبہ سے تقریباً 300 میٹر کے فاصلے پر منیٰ سے مکہ کی طرف اترنے والے پل کے داہنی سمت پہاڑ کی گھاٹی میں ہے۔ (سیرت ابن ہشام 1:431، 441، کتاب المناسک 503)

مسجد بیعت

وہ تاریخی جگہ جہاں نبوت کے 11 ویں سال یثرب (ہونے والے مدینہ منورہ) کے چھ متلاشیان حق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پر ایمان کی بیعت کی۔ آئندہ سال ایام حج میں مزید پانچ یثربیوں کو اسی مقام پر یہ سعادت حاصل ہوئی۔ یہ وادیٔ منیٰ میں واقع عقبہ کی گھاٹی ہے۔ اب وہاں ایک مسجد تعمیر کردی گئی ہے، جہاں زائرین نمازیں ادا کر کے دیدہ و دل روشن کرتے ہیں۔

جناب! وادیٔ حیرت میں گم ہوں، کیا سوچوں؟

قبرص جس لشکر نے فتح کیا اس میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی بیوی حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات

حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 34ھ میں بمقام رملہ میں ہوئی اور بعض کا قول ہے کہ بیت المقدس میں ہوئی (جس وقت ان کا انتقال ہوا) اس وقت ان کی عمر 72 سال تھی۔ قد لمبا تھا، جسم فربہ تھا، بہت خوبصورت تھے۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات 45ھ میں ہوئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوئی مگر پہلا ہی قول صحیح ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

تذکرہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبد اللہ بن قیس تھا۔ ان کی والدہ بنوعک سے تھیں اسلام قبول کیا اور مدینہ میں فوت ہوگئیں۔ ایک گروہ نے جن میں واقدی بھی شامل ہیں، لکھا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلیف تھے۔ مکہ میں اسلام قبول کیا اور ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ وہاں سے انہوں نے دو کشتیوں میں اس وقت مراجعت کی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے۔ واقدی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے نساب تھے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حبشہ کو ہجرت نہیں کی اور نہ وہ قریش میں کسی کے حلیف تھے بلکہ وہ قدیم الاسلام ہیں۔ مکہ میں اسلام قبول کیا اور اپنے اہل قبائل میں چلے گئے اور اشعریوں کا وفد لے کر اس موقع پر دوبارہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دو کشتیوں میں سوار ہو کر حبشہ سے واپس آئے تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر خیبر میں تھے۔

حضرت ابوعمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس لئے انہیں مہاجرین حبشہ میں شامل کر دیا ہے کہ اتفاق سے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قبیلے کے ساتھ اس وقت دربار میں حاضر ہوئے، جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رفقاء کے ساتھ حبشہ سے لوٹے تھے اور چونکہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان ہی کشتیوں میں سفر کیا تھا۔ ابن اسحٰق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس اشتباہ کی وجہ سے انہیں بھی مہاجرین حبشہ میں شمار کر لیا اگرچہ دونوں فریق علیحدہ علیحدہ کشتیوں میں سوار تھے۔ یہ دونوں گروہ بمقام خیبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا اور اس قول کی تصدیق حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا علم ہوا اور ہم یمن میں تھے۔ چنانچہ میں اور میرے بھائی اور حضرت ابورہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں چھوٹے تھے) اور ہمارے قبیلے کے 53 یا کم وبیش افراد ہجرت کے ارادے سے روانہ ہوئے اور کشتی میں سوار ہوئے۔ جس نے انہیں نجاشی کے ملک میں پہنچا دیا۔ وہاں ان کی ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان کے ساتھیوں سے ہوگئی اور انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہاں اقامت کیلئے روانہ کیا تھا اس لئے ہم یہاں مقیم ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی بھی وہیں ٹھہر گئے اور پھر وہ سب کچھ عرصے کے بعد اکٹھے بارہ افراد ہجرت کیلئے مدینہ روانہ ہوئے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت پہنچے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت سے سب کو حصہ عطا فرمایا اور جو لوگ غزوہ میں موجود نہ تھے سوائے اہل سفینہ کے اور کسی کو کچھ نہ دیا اور یہ حدیث صحیح ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو مالِ غنیمت سے حصہ نہیں دیا تھا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت بصرہ کے گورنر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد بصرہ کی حکومت ان کے سپرد کی تھی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں معزول کر دیا اور جب اہل کوفہ نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا حاکم قبول کرنے سے انکار کر دیا اور خلیفہ سے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقرری کا مطالبہ کیا تو خلیفہ نے انہیں مقرر کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت تک وہی رہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حملے کو بصرہ سے روکنے کے لئے ادھر کا رخ کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل کوفہ کو مدد کے لئے بلایا۔ لیکن حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فتنے سے بچنے کیلئے اہل کوفہ کو روک دیا، چنانچہ امیر المومنین نے انہیں معزول کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حکم تھے، چنانچہ انہیں دھوکا دیا گیا اور یہ دھوکا کھا گئے۔ وہاں سے مکہ چلے گئے اور وہیں فوت ہوگئے۔ ایک روایت کے مطابق 42 ہجری میں کوفے میں وفات پائی۔ ایک روایت میں 44 ہجری، ایک روایت میں 50 ہجری اور ایک روایت میں 52 ہجری مذکور ہے۔ (اسد الغابہ دسواں حصہ 647)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا بیرونی منظر

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے اندر روضہ مبارک

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں اصفہان کی فتح

اصفہان جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں 21 ہجری میں فتح ہوا

تذکرہ حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی وقاص، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں۔ ان دونوں کی والدہ حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن عبد شمس ہیں۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے دس اشخاص کے بعد اسلام قبول کیا تھا گیارہویں شخص اسلام قبول کرنے والے یہی تھے۔ اسلام لانے کے بعد ان کو اپنی والدہ کی جانب سے جو اس وقت کافرہ تھیں وہ مصیبت پہنچی جو کسی قریشی کو نہیں پہنچی۔

والدہ کا کھانا پینا چھوڑنے کی قسم کھانا

مصیبت یہ تھی کہ ان کی والدہ نے قسم کھالی تھی کہ میں نہ سایہ میں بیٹھوں گی اور نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ کچھ پیوں گی یہاں تک کہ حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اس دین کو نہ چھوڑ دے۔ اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہیں گئے ہوئے تھے وہاں سے واپس آئے اور اپنے گھر میں لوگوں کا مجمع دیکھا تو دریافت کیا کہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ تمہاری والدہ نے تمہارے بھائی حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ قسم کھالی ہے کہ نہ سایہ میں بیٹھوں گی اور نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ کچھ پیوں گی تاوقتیکہ حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بددینی کو نہ چھوڑ دے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر اپنی والدہ سے کہا کہ اے ماں! اگر قسم کھانی ہے تو میرے متعلق قسم کھا کہ نہ تو سایہ میں بیٹھے گی اور نہ کھائے گی اور نہ پیئے گی۔ جب تک میں اسلام کو ترک نہ کروں تو تجھے قسم کھانے کا مزہ مل جائے اور میں تجھ کو ایسے حال میں رہنے دوں، یہاں تک کہ تو اپنا ٹھکانہ جہنم میں دیکھ لے۔ ان کی والدہ نے جواب دیا کہ میں تو اپنے مطیع لڑکے پر قسم کھاتی ہوں۔ تیرے اوپر کیوں کھاؤں؟

پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ (سورہ عنکبوت آیت 8)

اے بنی آدم! اگر تیرے ماں باپ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کر جس کا تجھے علم نہیں تو تو اپنے ماں باپ کی اطاعت (اس بارے میں) نہ کر۔

پھر حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ (حوالہ اسد الغابہ حصہ پنجم: 169)

سبزہ زار کے جھرمٹ میں حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقبرہ

حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

تذکرہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ باپ کا نام مالک بن اوس بن جذیمہ بن ربیعہ بن مالک بن ثعلبہ بن دودان بن اس بن خزیمہ۔ تینوں نے ان کا نسب اسی طرح بیان کیا ہے اور ابو عمر نے ان کا نسب دوسری طرح بیان کیا ہے انہوں نے کہا کہ ضرار بن ازور بن مرداس بن حبیب بن عمرو بن کثیر بن عمرو بن شیبان اسدی۔ مگر پہلا ہی نسب زیادہ مشہور ہے کنیت ان کی ابو الازور ہے اور بعض لوگ ان کو ابو بلال کہتے ہیں مگر پہلا زیادہ مستعمل ہے۔

نفع والی تجارت

بڑے شہسوار، بہادر اور شاعر تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آئے تو ان کی ملک میں ایک ہزار اونٹ معہ ان کے چرواہوں کے تھے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ میں اس قدر مال چھوڑ کے آیا ہوں اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کچھ شعر کہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سناؤ''، تو انہوں نے یہ شعر سنائے:

خلعت القداح وعزف القیان   والخمر اشربها والثمالا
وکری المجبر فی غمرۃ   وجهدی علی المسلمین القتالا
وقالت جمیلۃ : شتتنا   وطرحت اهلک شتّی شمالا
فیارب لا اغبنن صفقتی   فقد بعت اهلی ومالی بدالا

میں نے رزم و بزم کے سب سامان چھوڑ دیئے۔ میں شراب اور دودھ پیا کرتا تھا اور میری تمام قوت اور ساری کوشش مسلمانوں سے جنگ کرنے میں صرف ہوتی تھی اور جمیلہ نے کہا کہ ہم نے جدا کیا اور تم نے اپنے گھر والوں کو بھی دور پھینکا۔ پس اے میرے پروردگار میری تجارت کو خسارہ میں نہ کر۔ میں نے (ان افعال کے) بدلہ میں اپنے عزیزوں کو اور مال کو چھوڑ دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اے ضرار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہاری تجارت خسارہ میں نہ رہے گی۔ یہی ہیں جنہوں نے مالک بن نویرہ تمیمی کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں قتل کیا تھا اور یہی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی صیداء کی طرف جو قبیلہ بنی اسد کی ایک شاخ ہے اور بنی دیلی کی طرف قاصد بنا کے بھیجا تھا۔

حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات

حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ مسیلمہ کذاب میں یمامہ میں موجود تھے اور اس میں ان کی بڑی آزمائش ہوئی ان کے دونوں پیر کٹ گئے تو یہ گھٹنوں کے بل چلتے تھے اور لڑتے تھے اور گھوڑے ان کے اوپر سے نکل جاتے تھے یہاں تک کہ موت کی کیفیت ان پر طاری ہوئی۔ یہ واقدی کا قول ہے اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ جنگ یمامہ میں زخمی ہو گئے تھے اس کے بعد ان کا انتقال ہوا اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ جنگ اجنادین واقع ملک شام میں شہید ہوئے۔ یہ موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ انہوں نے کوفہ میں بعہد خلافت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پائی اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو سرزمین جزیرہ کے مقام حران میں فروکش ہوئے تھے اور جنگ یرموک اور فتح دمشق میں شریک تھے۔

اجنادین فلسطین کی سرحد پر واقع سرزمین شام کا معروف و مشہور مقام ہے۔ یہاں شاہِ روم نے ایک لاکھ مسلح رومی فوج بھیجی اور خود حمص میں مقیم رہا۔ لشکر اسلام نے جم کر رومی فوج کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست فاش سے دوچار کیا اور لشکر اسلام کے بعض مشہور جرنیل جام شہادت نوش کر گئے۔

جن میں سے حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حارث بن هشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت یعم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فضل بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرفہرست ہیں۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمت مردانگی

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوہے کی ایک مضبوط زرہ پہن کر میدان میں اترے اور میدان میں جس طرف بھی رخ کیا دشمن کو تہہ تیغ کرتے چلے گئے۔ کوئی بڑے سے بڑا جری بہادر بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ رومی جرنیل روان کو حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موت کے گھاٹ اتارا۔ اس کے علاوہ پچاس ہزار رومی فوجی قتل ہو کر جہنم رسید ہوئے اس کے بعد دوبارہ دمشق کا محاصرہ کیا گیا اور چند روز کے مقابلے کے بعد اس پر مکمل قبضہ کر لیا گیا۔ اجنادین اور دمشق کو فتح کرنے کے بعد لشکر اسلام نے جنگ فحل میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

یاد رہے کہ اجنادین مقام پر جنگ دو مرتبہ لڑی گئی۔ ایک مرتبہ 10 ہجری میں اور دوسری مرتبہ 13 ہجری میں۔ اگر دوسری جنگ اجنادین میں حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر جنگ فحل اور جنگ یرموک میں بھی حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عظیم جرنیل بھی تھے

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر معرکے میں جوانمردی، جانفشانی، جانبازی، شمشیر زنی اور نیزہ بازی کے ایسے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے جو قیامت تک تاریخ اسلامی کے اوراق میں جگمگاتے رہیں گے اور جن سے ہر دور میں اسلامی افواج کے جرنیل ایمانی حرارت حاصل کرتے ہوئے میدان جہاد میں قابل قدر خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں اور دیتے رہیں گے۔

وہ اپنے اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی

توپ کاپے میوزیم جہاں حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار آج بھی محفوظ ہے

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب سفر نامہ اردن میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد سے نکل کر ہم نے شمال کو جانے والی سڑک پر دوبارہ سفر شروع کیا تو ذرا چلنے کے بعد دائیں ہاتھ پر حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار تھا۔ یہ بھی ان مجاہد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جن کی شجاعت وبسالت کی داستانوں سے شام کی فتوحات کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ حضرت واقدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی فتوح الشام کے تو حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیرو ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص ساتھی تھے جن کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ جنگ کے وقت نہ صرف یہ کہ سینے پر زرہ نہیں پہنتے تھے بلکہ قمیص بھی اتار دیتے تھے اور ننگے بدن لڑا کرتے تھے۔ تاریخی اعتبار سے یہ بات مشکوک ہے کہ ان کی وفات کہاں اور کس زمانے میں واقع ہوئی؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مؤرخین کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ بعض مورخین سے پتا چلتا ہے جنگِ اجنادین میں ان کی شہادت ہوئی۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ وہ جنگِ یرموک میں شامل تھے اور اس کے بعد دمشق میں ان کا انتقال ہوا۔ واللہ سبحانہ اعلم

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبرے کا بیرونی منظر

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اور متصل مسجد کی نشان دہی کرنے والا ایک کتبہ جس میں عربی اور انگلش میں لکھا ہوا ہے

مقام صحابی رسول ﷺ حضرت ابی عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عمان)
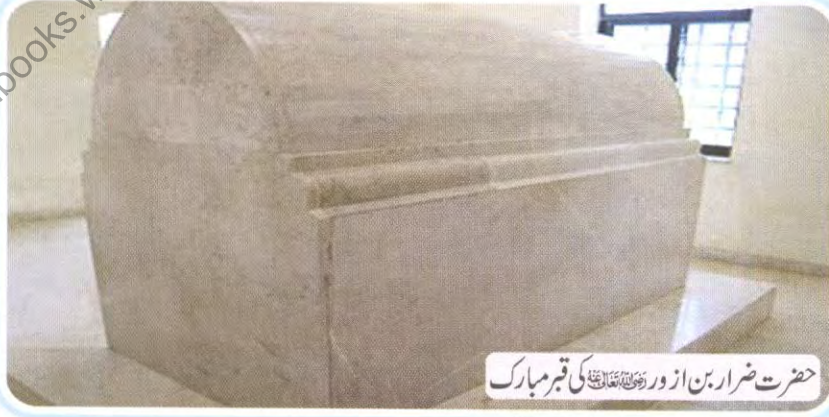
یہ دونوں مقام بھی عمان شہر سے باہر دیر علہ روڈ پر واقع ہیں۔ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم صحابی رسول ہیں۔ ایک چھوٹی سی مسجد کے ساتھ ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک لوہے کی جالی دار کٹہرے میں ہے۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ کئی غزوات میں شرکت کی اور رومیوں کے ساتھ جنگ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیدی بنالیا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ اور عظیم مجاہدہ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جن کا مزار دمشق میں ہے) وہ عظیم صحابیہ تھیں جو گھوڑے پر سوار ہو کر تلوار ہاتھ میں لے کر ہرقل روم کے عیسائی لشکر میں گھس گئیں اور اپنے بھائی حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید سے چھڑا کر لائی تھیں۔ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بہادر پہلوان اور شاعر بھی تھے۔ اسی دیر علہ روڈ پر عظیم صحابی رسول حضرت ابی عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک اور مسجد ہے۔ اس وقت پرانی مسجد کو گرا کر نئی تعمیرات کا سلسلہ تیزی سے جاری ہے اور مکمل ہونے کے بعد ایک عظیم مسجد تعمیر ہو چکی ہوگی۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک

حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبرے کی پائینتی کی جانب کی تصویر

سینے کی طرف سے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی تصویر

مقام صلح حدیبیہ پر 4000 صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت

عمرہ

ذوالقعدہ 6ھ میں پیر کے دن رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عمرہ ادا کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے چلے۔ (المغازی للواقدی: 573/1)

رسول اللہ ﷺ کو خدشہ تھا کہ قریش خواہ مخواہ آپ ﷺ سے لڑائی مول لیں گے یا آپ ﷺ کو بیت اللہ جانے سے روکیں گے، اس لیے آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے باہر رہنے والے اعرابیوں اور دوسرے عرب مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔ جب انہیں آنے میں دیر ہوئی تو آپ ﷺ مدینہ میں رہنے والے مہاجرین و انصار اور ان عربوں کو جو آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے تھے، ساتھ لے کر چل دیئے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: 427/3)

قرآن مجید نے اعرابیوں کی حالت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝

''پیچھے رہ جانے والی اعراب عنقریب تجھ سے کہیں گے کہ ہمارے مالوں اور ہمارے اہل وعیال کی مصروفیات نے ہمیں روکے رکھا، لہٰذا آپ ہمارے لیے بخشش طلب فرمائیں۔ یہ لوگ زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ کہہ دیجیے: اگر اللہ تمہیں نفع یا نقصان پہنچانا چاہے تو کون اسے روک سکتا ہے؟ بلکہ اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔ دراصل تم سمجھتے تھے کہ رسول اور مومنین کبھی (صحیح سلامت) اپنے گھروں کو واپس نہیں آئیں گے۔ یہ بات تمہارے دلوں میں مزین کر کے ڈال دی گئی اور تم بدگمانی میں پڑے رہے۔ اور تم ہلاک ہونے والے لوگ ہو''۔ (الفتح 12،11:48)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا ہے کہ یہاں جن اعراب کا ذکر ہے وہ جہینہ اور مزینہ سے تعلق رکھتے تھے۔ (تفسیر الطبری: 77/26)

جبکہ واقدی کہتے ہیں جو اعراب اپنے مال واولاد میں مشغول رہے وہ بنو بکر، مزینہ اور جہینہ سے تعلق رکھتے تھے۔ (المغازی للواقدی: 574/2)

صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے اسلحہ بھی ساتھ رکھا ہوا تھا تاکہ اگر ان پر حملہ ہو تو وہ دفاع کر سکیں۔

اس غزوے میں شریک ہونے والے پانچ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم متفق ہیں کہ آپ ﷺ کے ساتھ جانے والوں کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔ مسلمان ذوالحلیفہ پہنچے تو انہوں نے وہاں نماز پڑھ کر عمرے کے لیے احرام باندھے۔ (صحیح البخاری)

رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے جانوروں کو قلادے ڈالے اور اشعار (نشان زدہ) کیا۔ یہ ستر اونٹ تھے۔ (مسند احمد: 328/4)

آپ ﷺ نے انہیں ناجیہ بن جندب بن عمیر خزاعی اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام 431,430/3)

ان سے پہلے آپ ﷺ نے بشر بن سفیان خزاعی کعبی کو قریش کی طرف جاسوس بنا کر بھیجا تا کہ وہ ان کی خبریں لائیں۔ (صحیح البخاری)

جب مسلمان روحاء (یہ مدینہ منورہ سے 73 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) کے مقام پر پہنچے تو آپ کو پتہ چلا کہ دشمن کے کچھ لوگ مکہ اور مدینہ کے درمیان ''غیقہ'' کے مقام پر موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کی طرف بھیجا۔ ان میں ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے حرام نہیں باندھا تھا۔ انہیں ایک جنگلی گدھا نظر آیا تو انہوں نے اس پر حملہ کر کے اسے شکار کر لیا۔ ان کے ساتھی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کام میں ان کے ساتھ ذرہ برابر بھی تعاون نہ کیا، البتہ اس کا گوشت کھا لیا۔ چونکہ وہ محرم تھے، انہیں شک پیدا ہوا کہ کہیں یہ ہمارے لیے حرام تو نہیں، پھر جب وہ ''سقیا'' (یہ مدینہ منورہ سے 180 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) کے مقام پر اللہ کے رسول ﷺ سے ملے تو انہوں نے آپ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دی کہ اگر تم نے اس کام میں کسی قسم کا تعاون نہیں کیا تو تم اس کا گوشت کھا سکتے ہو۔ (صحیح البخاری)

جب مسلمان عسفان (یہ مکہ سے 80 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی کا نام ہے) پہنچے تو بسر بن سفیان کعبی قریش کی خبر لے کر آئے۔ انہوں رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی کہ ''اے اللہ کے رسول ﷺ! قریش کو آپ ﷺ کی تشریف آوری کا پتہ چل چکا ہے۔ وہ اپنے بال بچوں اور اونٹنیوں سمیت مکہ سے باہر آ چکے ہیں۔ انہوں نے اظہار شجاعت کے لیے چیتے کی کھال پہن رکھی ہیں۔ اور وہ ذوطوی کے علاقے میں ڈیرے ڈال چکے ہیں۔ انہوں نے عہد کر رکھا ہے کہ ان کے جیتے جی آپ ﷺ بیت اللہ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ دوسری طرف خالد بن ولید بھی اپنے سوار دستے کو لے کر کراع غمیم میں پہنچ چکا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرمایا کہ وہ ان لوگوں کے گھر بار پر حملہ کر دیں جو قریش کی مدد کے لیے ان کے پاس پہنچے ہوئے ہیں۔ اس صورت میں وہ لازماً اپنے گھر بار کو بچانے کے قریش کو چھوڑ کر ادھر آ جائیں گے اور قریش اکیلے رہ جائیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے کہ ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ بیت اللہ کی زیارت کے ارادے سے چلے ہیں۔ آپ ﷺ کا مقصد کسی سے لڑائی کرنا یا کسی کو قتل کرنا نہیں، اس لیے آپ ﷺ اپنی منزل مقصود کی طرف چلتے رہیں، پھر جو ہمیں روکے گا ہم اس سے دو دو ہاتھ کر لیں گے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ٹھیک ہے، اللہ کا نام لے کر چلتے رہو''۔ (صحیح البخاری)

جب رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا کہ مشرکین کا سوار دستہ قریب ہی ہے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عسفان میں صلاۃ خوف پڑھائی۔ (سنن ابی داود)

مشرکین کے ساتھ جھڑپ سے بچنے کے لیے رسول اکرم ﷺ نے ثنیہ مرار کا انتہائی دشوار گزار راستہ اختیار کیا۔ جب آپ ﷺ اس گھاٹی کے پاس پہنچے تو فرمایا کہ ''جو مرار گھاٹی پر چڑھے گا اس کے گناہ یوں معاف ہوں گے جیسے بنی اسرائیل کے گناہ معاف ہوئے تھے۔'' سب سے پہلے اس گھاٹی پر چڑھنے والے گھوڑے بنو خزرج کے تھے، پھر لوگوں کی قطار لگ گئی۔ (صحیح مسلم)

خالد بن ولید کو جونہی اندازہ ہوا کہ مسلمانوں نے اپنا راستہ بدل لیا ہے تو وہ فوراً قریش کی طرف بھاگے۔ قریش مسلمانوں کے مقابلے کے لیے بلدح (یہ مکہ کی مغربی جانب ایک وادی ہے) کے مقام پر جمع ہوئے اور مسلمانوں سے پہلے وہاں پہنچ کر پانی پر قبضہ کر لیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی 112/4)

رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی ''قصواء'' حدیبیہ (یہ ایک کنویں کا نام ہے جو مکہ کے شمال مغرب میں بائیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ آج کل اس کا نام شمیسی ہے۔ یہاں حدیبیہ کے باغات اور مسجد رضوان واقع ہے۔) کے قریب پہنچی تو بیٹھ گئی۔ لوگ کہنے لگے کہ ''قصواء نکمی ہوگئی۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''قصواء نکمی نہیں ہوئی، نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اسے اس ذات نے روک لیا ہے جس نے ہاتھیوں کو روکا تھا۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ مجھ سے جو بھی مطالبہ کریں گے میں مان لوں گا بشرطیکہ اس سے اللہ کی محترم قرار دی ہوئی اشیاء کی تعظیم ہوتی ہو۔''

پھر آپ ﷺ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی، پھر آپ ﷺ مکہ جانے والے راستہ سے ہٹ کر ایک طرف کو چل دیے اور حدیبیہ کے آخری کنارے پڑاؤ ڈالا۔ وہاں کنواں موجود تھا مگر اس میں پانی بہت کم تھا جو چند لمحوں میں ختم ہو گیا، پھر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پیاس کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اسے کنویں میں گاڑنے کا حکم دیا۔ تیر لگنے کی دیر تھی کنویں میں پانی اچھلنے لگا۔ لوگ خوب سیر ہو کر پانی پیتے رہے۔ (صحیح البخاری)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے، پھر پانی منگوایا، اسے منہ میں ڈالا اور پھر کنویں میں کلی کر دی۔ (صحیح البخاری)

دونوں روایت میں تطبیق ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں کام کیے، کلی بھی کی اور تیر بھی ڈالا۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں۔ (فتح الباری: 164/11)

واقدی اور عروہ کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈول میں کلی کی اور پھر وہ ڈول کنویں میں انڈیل دیا اور اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور اسے کنویں میں گاڑ دیا، پھر دعا فرمائی تو کنویں سے پانی اچھلنے لگا۔

(المغازی للواقدی: 588/2)

مقام صلح حدیبیہ: جہاں 4000 صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جمع ہوئے

حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے جو مکہ کے شمال سے 22 میل کے فاصلہ پر واقع ہے آج کل اس کا نام شمیسی ہے یہاں پر حدیبیہ کے باغات اور مسجد بیعت رضوان ہے

حدیبیہ کے مقام پر موجود حضور نبی کریم ﷺ کا معجزہ

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے، پھر پانی منگوایا، اسے منہ میں ڈالا اور پھر کنویں میں کلی کردی۔(صحیح البخاری) دونوں روایت میں تطبیق ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں کام کیے، کلی بھی کی اور تیر بھی ڈالا۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔(فتح الباری: 164/11) واقدی اور عروہ کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈول میں کلی کی اور پھر وہ ڈول کنویں میں انڈیل دیا اور اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور اسے کنویں میں گاڑ دیا، پھر دعا فرمائی تو کنویں سے پانی اچھلنے لگا۔(المغازی للواقدی: 588/2)

مقام صلح حدیبیہ کے چند خوبصورت مناظر

مولانا ارسلان بن اختر کی دیگر تالیفات